حقائق الفرقان

حضرت حاجی الحرمین مولانا نور الدینؓ
خلیفۃ المسیح الاوّل کے درس ہائے
قرآن کریم، تصانیف اور خطبات سے مرتّبہ

تفسیری نکات

جلد پنجم

سورۃ فاطر تا سورۃ الحآقّۃ

ISLAM INTERNATIONAL PUBLICATIONS LTD

حقائق الفرقان

(جلد پنجم)

Haqaa'iqul - Furqaan **(Urdu)**

A collection of the Commentary of the Holy Quran compiled from the Durusul-Quran, sermons, speeches, and writings of Hazrat Khalifatul-Masih I, Maulana Hakeem Noor-ud-Deen, may Allah be pleased with him.
Volume – 5
(Complete Set — Volumes 1-6)

First Edition Published in 1991-1995 (4 Volumes Set)
Reprinted in Qadian, India, 2005
Present Digitally Typeset Edition (Vol. 1-6 Set) Published in the UK, 2024

Published by:
Islam International Publications Ltd
Unit 3, Bourne Mill Business Park,
Guildford Road, Farnham, Surrey GU9 9PS, UK

Printed at:

Pelikan Basim, Turkey

For more information please visit
www.alislam.org

ISBN: 978-1-84880-275-9 (Set Vol. 1-6)

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

پیش لفظ

حضرت حاجی الحرمین مولانا حکیم نور الدین خلیفۃ المسیح الاوّل کو خدا تعالیٰ کی آخری کتاب قرآن کریم سے جو غیر معمولی عشق اور اس کے علوم کے ساتھ جو فطری مناسبت تھی اس کا ذکر امام الزمان حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے اپنی متعدّد تصانیف میں فرمایا ہے۔ حضورؑ فرماتے ہیں۔

مَا اٰنَسۡتُ فِیۡ قَلۡبِ اَحَدٍ مَحَبَّۃَ الۡقُرۡاٰنِ کَمَا اٰرٰی قَلۡبَہٗ مَمۡلُوۡءًا بِمَوَدَّۃِ الۡفُرۡقَانِ

(آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۸۶)

میں نے کسی کے دل میں اس طرح قرآن کریم کی محبت نہیں پائی جس طرح آپ کا دل فرقانِ حمید کی محبت سے لبریز ہے۔

وَ لِفِطۡرَتِہٖ مُنَاسَبَۃٌ تَامَّۃٌ بِکَلَامِ الرَّبِّ الۡجَلِیۡلِ وَ کَمۡ مِنۡ خَزَآئِنِ فِیۡہِ اُوۡدِعَتۡ لِھٰذَا الۡفَتَی النَّبِیۡلِ۔ (صفحہ ۵۸۷)

آپ کی فطرت کو ربِّ جلیل کے کلام سے کمال مناسبت ہے۔ قرآن کریم کے بے شمار خزائن اِس شریف نوجوان کو ودیعت کئے گئے ہیں۔

وَلَہٗ مَلِکَۃٌ عَجِیۡبَۃٌ فِیۡ اِسۡتِخۡرَاجِ دَقَائِقِ الۡقُرۡاٰنِ وَبَثِّ کُنُوۡزِ حَقَائِقِ الۡفُرۡقَانِ۔

(صفحہ ۵۸۴)

آپ کو قرآن کریم کے دقائقِ معرفت اور باریک نکات کے استخراج اور فرقانِ حمید کے حقائق کے خزائن پھیلانے کا عجیب مَلکہ حاصل ہے۔

اِسی طرح آپ کی تصانیف کے بارہ میں حضرت مسیح موعود علیہ السلام فرماتے ہیں۔

مَنْ اَرَادَ حَلَّ غَوَامِضِ التَّنْزِیْلِ وَاسْتِعْلَامَ اَسْرَارِ کِتَابِ الرَّبِّ الْجَلِیْلِ فَعَلَیْہِ بِاشْتِغَالِ هٰذِہِ الْکُتُبِ۔ (آئینہ کمالاتِ اسلام صفحہ ۵۸۴)

جو شخص قرآن کریم کے عمیق مطالب کو حل کرنے اور ربِّ جلیل کی کتاب کے اسرار جاننے کا ارادہ رکھتا ہو اسے چاہیے کہ آپ کی کتب کا مطالعہ کرے۔

آپ کو قرآن کریم سے جو محبت تھی اس کا ذکر کرتے ہوئے آپ خود فرماتے ہیں:۔

''مجھے قرآنِ مجید سے بڑھ کر کوئی چیز پیاری نہیں لگتی۔ ہزاروں کتابیں پڑھی ہیں ان سب میں مجھے خدا کی ہی کتاب پسند آئی۔'' (بدر ۱۸؍جنوری ۱۹۱۲ء صفحہ ۷)

''قرآن میری غذا، میری تسلّی اور اطمینان کا سچا ذریعہ ہے اور میں جب تک اس کو کئی بار مختلف رنگ میں پڑھ نہیں لیتا مجھے آرام اور چین نہیں آتا۔''

(ترجمۃ القرآن شیخ یعقوب علی صاحب عرفانی صفحہ ۴۶)

اور فرمایا کرتے تھے۔

''خدا تعالیٰ مجھے بہشت اور حَشر میں نعمتیں دے تو میں سب سے پہلے قرآن شریف مانگوں گا تاکہ حَشر کے میدان میں بھی اور بہشت میں بھی قرآن شریف پڑھوں، پڑھاؤں اور سنوں۔''

(تذکرۃ المہدی جلد اوّل صفحہ ۲۴۶)

آپ نے ساری عمر قرآن کریم کے علوم کے اکتساب میں گذاری اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے ارشاد پر جب آپ ہجرت کر کے قادیان دارالامان تشریف لائے تو اُس دن سے وفات تک نہایت یکسوئی اور نہایت باقاعدگی کے ساتھ قرآن کریم کے پڑھنے اور پڑھانے میں اپنی زندگی کے اوقات صَرف فرمائے۔ قادیان میں رمضان المبارک کے خصوصی درس کے علاوہ آپ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی زندگی میں بھی اور آپ کی وفات کے بعد بھی سارا سال قرآن کریم کا باقاعدگی سے درس دیتے تھے۔

ہزاروں صلحاء نے آپ کے درسوں سے اکتسابِ فیض کیا۔ آپ کے درس القرآن کے سلسلہ میں حضرت پیر سراج الحق صاحب نعمانی تحریر فرماتے ہیں:۔

''حضرت اقدس علیہ السلام بار بار مجھے فرمایا کرتے تھے کہ حضرت مولوی نورالدین صاحب کی تفسیرِ قرآن آسمانی تفسیر ہے۔ صاحبزادہ صاحب! ان سے قرآن پڑھا کرو اور ان کے درسِ قرآن میں بہت بیٹھا کرو اور سنا کرو۔ اگر تم نے دو تین سیپارہ بھی حضرت مولوی صاحب سے سنے یا پڑھے تو تم کو قرآن شریف سمجھنے کا مادہ اور تفسیر کرنے کا ملکہ ہو جائے گا۔ یہ بات مجھ سے حضرت اقدس علیہ السلام نے شاید پچاس مرتبہ کہی ہوگی۔'' (تذکرۃ المہدی جلد اوّل صفحہ ۲۴۴)

یہ محض اللہ تعالیٰ کا خاص فضل تھا کہ حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل ؓ کے اِن درسوں کا خلاصہ سلسلہ کے اخبارات بدرؔ اور الحکمؔ میں ساتھ کے ساتھ آئندہ کے لئے محفوظ ہوتا چلا گیا۔

علوم و معارف کا یہ قیمتی خزانہ اخبارات کی فائلوں میں منتشر اور نایاب کتب کے صفحات میں بند تھا اور نئی نسل کے لئے اس سے استفادہ کرنا مشکل تھا۔ چنانچہ خلیفۃ المسیح الرابع حضرت مرزا طاہر احمد ایدّہ اللہ تعالیٰ بنصرہ العزیز کے ارشاد کی تعمیل میں اِن گراں بہا دفینوں کو باہر نکال کر از سرِ نَو مرتّب کیا گیا اور الحکم اور بدر میں و عیدین۔ خطباتِ نکاح اور تقاریر سے اِس نادر تفسیری مواد کو الگ کر کے جمع کیا گیا اور پھر اسے ترتیب دے کر احباب کی خدمت میں پیش کیا جا رہا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرقان حمید کے ان حقائق کو پڑھنے اور استفادہ کرنے کی ہر ایک کو توفیق عطا فرمائے اور اُن تمام احباب کو جنہوں نے اس کارِ خیر میں تعاون فرمایا اپنے فضلوں سے نوازے۔ آمین

سید عبدالحی

ناظر اشاعت

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ   نَحۡمَدُہٗ وَ نُصَلِّیۡ عَلٰی رَسُوۡلِہِ الۡکَرِیۡمِ

عرضِ حال

سیدنا حضرت حکیم مولوی نور الدین خلیفۃ المسیح الاوّل رضی اللہ عنہ کو کلام اللہ سے والہانہ محبت اور بے پنہ عشق تھا۔ اس عاشقانہ محبت کی وجہ سے آپ قرآن کریم پر غور و فکر میں عمر بھر مشغول و مصروف رہے۔ چنانچہ قرآن مجید کے حقائق و معارف آپ پر کھولے گئے اور معانی و مطالب قرآن سے آپ کو آگہی بخشی گئی۔ آپ نے زندگی کا ہر دقیقہ خدمتِ قرآن میں گذارا۔ اس برکت سے آپ کو نور اور فیض عطا ہوا۔ آپ نے اس کو پھیلانے کی ہر دم کوشش جاری رکھی اور قرآن کریم کی تشریح و تفسیر کے لئے درس دیئے۔ الحکم اور بدر کے ایڈیٹرز نے اس علم لدنیہ کے خزانے کو شائع کر کے انہیں محفوظ کرنے کی سعادت پائی۔ جزاھم اللہ احسن الجزا۔

ایڈیٹر صاحب البدر فرماتے ہیں۔

اس جگہ اس بات کا ذکر کر دینا بھی ضروری خیال کرتا ہوں کہ اگرچہ میں نے بہت دفعہ حضرت خلیفۃ المسیح کا درس سنا ہے۔ تاہم ان نوٹوں کی طیاری میں یادداشتوں پر اکتفاء نہیں کیا بلکہ بعض دیگر دوستوں کی نوٹ بکیں بھی دیکھی ہیں۔ جن میں سے قابلِ ذکر میرے مکرم دوست جناب اکبر شاہ خاں صاحب ہیں۔ اللہ تعالیٰ انہیں جزائے خیر دے اور انہیں دینی دنیوی حسنات سے مالا مال کرے اور اس کے علاوہ دو تین تفسیروں کو بھی مدنظر رکھا ہے۔ جن میں سے اس جگہ قابلِ ذکر شیخ یعقوب علی عرفانی ایڈیٹر الحکم کی تالیف کردہ تفسیر بنام ترجمۃ القرآن ہے جسے میں نے بہت مفید اور کارآمد نکات اور لطائف کا مجموعہ پایا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر ۹؍نومبر ۱۹۱۱ء نمبر ۲، ۱۱،۳)

یہ روحانی مائدہ متفرق اور منتشر مقامات پر موجود تھا۔ افادۂ عام کے لئے اس کو یکجا کیا گیا تھا جو حقائق الفرقان کے نام سے کتابی صورت میں شائع شدہ تھا۔

اب جبکہ حقائق الفرقان کو دوبارہ شائع کرنے کا ارادہ ہوا تو ضرورت محسوس ہوئی کہ ان کتب و رسائل کو ایک دفعہ پھر اس نکتہ نظر سے دیکھ لیا جاوے تا اگر کہیں کمی بیشی ہو تو وہ مکمل ہو جائے۔

چنانچہ نئے سرے سے تمام کتب و رسائل و اخبارات کو پڑھا گیا جس کے نتیجہ میں

۱۔ کئی مزید حوالہ جات اس نئی اشاعت میں شامل ہیں۔

۲۔ پہلے حوالہ جات میں بعض جگہوں پر جو کمی بیشی تھی اسے مکمل کر دیا گیا ہے۔ جس سے مضمون زیادہ واضح اور قابلِ فہم ہو جاتا ہے۔

۳۔ بعض جگہ حوالہ جات درست نہ تھے انہیں بھی درست کر دیا گیا ہے۔

۴۔ عربی عبارات اور فارسی اشعار کا ترجمہ جو پہلے شامل نہ تھا اُسے بھی دے دیا گیا ہے۔

اللہ تعالیٰ فرقانِ حمید کے ان حقائق کو پڑھنے اور استفادہ کرنے کی ہر ایک کو توفیق عطا فرمائے اور اُن تمام کارکنان کو جنہوں نے اس کارِ خیر میں تعاون فرمایا اپنے فضلوں سے نوازے۔

ناشر

الفهرس

سُوْرَۃُ فَاطِرٍ مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

ہم سورہ فاطر کو اللہ کے نام سے پڑھنا شروع کرتے ہیں جو رحمٰن ورحیم ہے۔

۲۔ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ فَاطِرِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ جَاعِلِ الْمَلٰٓئِکَۃِ رُسُلًا اُولِیْٓ اَجْنِحَۃٍ مَّثْنٰی وَ ثُلٰثَ وَ رُبٰعَ ط یَزِیْدُ فِی الْخَلْقِ مَا یَشَآءُ ط اِنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ۔

ترجمہ۔ سب ہی تعریفیں اللہ ہی کو ہیں وہ اللہ جو آسمان اور زمین کا بنانے والا ہے اور اس نے فرشتوں کو رسول بنایا اور پردار جن کے دو دو تین تین چار چار پر ہیں اور وہ زیادہ کر دیتا ہے پیدائش میں جس کو چاہتا ہے۔ بے شک اللہ ہر ایک چیز کا بڑا اندازہ کرنے والا ہے۔

تفسیر۔ اللہ تعالیٰ جو فرماتا ہے وہ حق ہے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات، صفات، اسماء کی نسبت ہمیں اتنا ہی علم ہوسکتا ہے۔ جتنا وہ خود اپنے انبیاء، اولیاء کی معرفت بتائے۔ پس اللہ کی ذات وصفات، ملائکہ، قبر، حشر، دوزخ، جنت، پل صراط کے متعلق ہمارا علم وہی صحیح ہوسکتا ہے۔ جو خود اس نے فرما دیا اور اسی حد تک ہمیں ان میں گفتگو کرنے کی اجازت ہے۔

اُولِیْٓ اَجْنِحَۃٍ۔ یہ اللہ نے فرمایا کہ فرشتوں کے پر ہیں۔ ان سے کیا مراد ہے۔ یہ اللہ ہی خوب جانتا ہے۔ پھر وہ جنہوں نے فرشتوں کو بچشمِ خود دیکھا۔ جس نے کچھ نہیں دیکھا۔ اس کا اعتراض بیوقوفی ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۴۸ مورخہ ۱۲/اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۰۸)

اُولِیْٓ اَجْنِحَۃٍ۔ صوفیوں نے لکھا ہے۔ میں اسکا ذمہ دار نہیں کہ عروج کے اسباب کا نام اَجْنِحَۃ ہے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۶)

۴۔ یٰاَیُّھَا النَّاسُ اذْكُرُوْا نِعْمَتَ اللّٰهِ عَلَیْكُمْ ؕ هَلْ مِنْ خَالِقٍ غَیْرُ اللّٰهِ یَرْزُقُكُمْ مِّنَ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ؕ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۖ٘ فَاَنّٰى تُؤْفَكُوْنَ۔

ترجمہ۔اے لوگو! یاد کرو اللہ کا احسان جو تم پر ہے کیا کوئی اور پیدا کرنے والا ہے اللہ کے سوائے جو تمہیں آسمان اور زمین سے کھانا دے۔کوئی بھی سچا معبود نہیں مگر اللہ ہی۔تو پھر تم کہاں سے کہاں بھٹکتے پھرتے ہو۔

تفسیر۔ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ۔ وہی کامل قدرتوں والا غیر محتاج ہے۔جو کچھ کسی کو دیا ہے۔وہ اس کی عطاء ہے اور پھر محدود آئندہ کیلئے پھر محتاج کا محتاج۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۴۸ مورخہ ۱۲/اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۰۸)

۷۔ اِنَّ الشَّیْطٰنَ لَكُمْ عَدُوٌّ فَاتَّخِذُوْهُ عَدُوًّا ؕ اِنَّمَا یَدْعُوْا حِزْبَهٗ لِیَكُوْنُوْا مِنْ اَصْحٰبِ السَّعِیْرِ۔

ترجمہ۔بے شک شیطان تو تمہارا دشمن ہی ہے تو تم بھی اسے دشمن سمجھو۔اس کے سوا نہیں کہ وہ تو بلاتا ہے اپنی جماعت کو تا کہ وہ دہکتی آگ والوں میں داخل ہو جائیں۔

تفسیر۔ تحقیق شیطان تمہارا دشمن ہے۔سو تم سمجھ رکھو اس کو دشمن۔وہ تو بلاتا ہے اپنے گروہ کو اسی واسطے کہ ہوویں دوزخ والوں میں۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ دوم صفحہ ۳۱۷۔حاشیہ)

۹۔ اَفَمَنْ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ فَرَاٰهُ حَسَنًا ؕ فَاِنَّ اللّٰهَ یُضِلُّ مَنْ یَّشَآءُ وَ یَهْدِیْ مَنْ یَّشَآءُ ۖ٘ فَلَا تَذْهَبْ نَفْسُكَ عَلَیْهِمْ حَسَرٰتٍ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌۢ بِمَا یَصْنَعُوْنَ۔

ترجمہ۔بھلا جس کو اپنی بد اعمالی پسند آ گئی ہے اس نے ان کو اچھا بھی سمجھ لیا ہے کچھ شک نہیں کہ اللہ جس کو چاہتا ہے راہ سے ہٹا دیتا ہے اور راہ راست پر چلاتا ہے جسے چاہتا ہے تو تیری جان نہ جاتی رہے ان پر حسرتیں کھا کر بے شک اللہ جانتا ہے جو کرتوت اور صنعت وہ کرتے ہیں۔

تفسیر۔ زُیِّنَ لَهٗ سُوْٓءُ عَمَلِهٖ۔جس کو بُرے اعمال خوبصورت نظر آتے ہیں۔

فَرَاٰهُ حَسَنًا۔ پھر اس بدعملی کو اچھا جانتا ہے۔

فَاِنَّ اللّٰهَ يُضِلُّ مَنْ يَّشَآءُ۔ خدا کی طرف سے گمراہی کا فردِ جرم اُنہی پر لگتا ہے جو ضلالت کی راہ عمداً اختیار کریں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۴۸ مورخہ ۱۲؍اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۰۸)

۱۱۔ مَنْ كَانَ يُرِيْدُ الْعِزَّةَ فَلِلّٰهِ الْعِزَّةُ جَمِيْعًا ؕ اِلَيْهِ يَصْعَدُ الْكَلِمُ الطَّيِّبُ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ ؕ وَ الَّذِيْنَ يَمْكُرُوْنَ السَّيِّاٰتِ لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌ ؕ وَ مَكْرُ اُولٰٓئِكَ هُوَ يَبُوْرُ ۔

ترجمہ۔ اور جو شخص عزت کا خواہاں ہے تو سب عزت تو اللہ ہی کی ہے۔ اُسی کی طرف چڑھتے ہیں پاکیزہ کلمے اور عمل صالح (یعنی تقویٰ) اللہ اس کو بلند کرتا ہے اور جو لوگ بُری تدبیریں کرتے ہیں ان کے لئے سخت عذاب ہے اور ان کی تدبیر ہی نابود ہونے والی ہے۔

تفسیر۔ وَ الْعَمَلُ الصَّالِحُ يَرْفَعُهٗ۔ سمجھایا کہ نیک باتوں کے ساتھ نیک اعمال بھی ضروری ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۴۸ مورخہ ۱۲؍اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۰۸)

۱۲۔ وَ اللّٰهُ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ جَعَلَكُمْ اَزْوَاجًا ؕ وَ مَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَ لَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَ مَا يُعَمَّرُ مِنْ مُّعَمَّرٍ وَّ لَا يُنْقَصُ مِنْ عُمُرِهٖۤ اِلَّا فِيْ كِتٰبٍ ؕ اِنَّ ذٰلِكَ عَلَى اللّٰهِ يَسِيْرٌ ۔

ترجمہ۔ اور اللہ وہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا مٹی سے (یعنی مجموعہ عناصر سے) پھر تھوڑی سی چیز سے (یعنی نطفہ سے) پھر تم کو جوڑی جوڑی بنا دیا اور کوئی مادہ پیٹ سے نہیں رہتی اور نہ وہ جنتی ہے مگر اللہ ہی کے علم سے اور نہ کوئی عمر دیا جاتا ہے بڑی عمر والا اور نہ کسی کی عمر کم کی جاتی ہے مگر سب اللہ کی حفاظت میں ہے۔ بے شک یہ کام اللہ پر بہت آسان ہے۔

تفسیر۔ مِنْ عُمُرِهٖ ۔ اس ہ کا مرجع کیا ہے۔ اس سے ایک مسئلہ☆ حل ہوتا ہے۔ یہ ضمیر اس معمّر کے مثل کی طرف جاتی ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۴۸ مورخہ ۱۲؍اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۰۸)

☆ ''مسیح سے مراد مثیل مسیح''

۱۳۔ وَ مَا يَسْتَوِي الْبَحْرٰنِ ۖ هٰذَا عَذْبٌ فُرَاتٌ سَآئِغٌ شَرَابُهٗ وَ هٰذَا مِلْحٌ أُجَاجٌ ؕ وَ مِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ لَحْمًا طَرِيًّا وَّ تَسْتَخْرِجُوْنَ حِلْيَةً تَلْبَسُوْنَهَا ۚ وَ تَرَى الْفُلْكَ فِيْهِ مَوَاخِرَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِهٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔

ترجمہ۔اور دو دریا برابر نہیں ہو سکتے ایک تو میٹھا پیاس بجھاتا ہے جس کا پانی خوشگوار ہے اور یہ دوسرا کھارا کڑوا اور دونوں میں سے تم کھاتے ہو تازہ تازہ گوشت اور زیور نکالتے ہو جس کو تم پہنتے ہو اور تو دیکھتا ہے کشتیوں کو دریا میں پھاڑتی چلی جارہی ہیں تا کہ تم تلاش کرو اللہ کا فضل و دولت تا کہ تم شکر گزار بن جاؤ۔

تفسیر۔ وَ مِنْ كُلٍّ تَاْكُلُوْنَ۔ یعنی جس طرح مِلْحٌ اُجَاجٌ سے بھی فوائد حاصل ہوتے ہیں۔اسی طرح انہی گندے لوگوں سے نیک بن کر اسلام میں آجائیں گے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۴۸ مورخہ ۱۲؍اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۰۸)

۱۶۔ يٰاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ۔

ترجمہ۔اے لوگو! تم سب فقیر ہو اللہ کی طرف اور اللہ ہی غنی اور بے پروا تعریف کیا گیا ہے۔

تفسیر۔ اَلْفُقَرَآءُ۔ امیر سے امیر انسان اللہ تعالیٰ کا محتاج ہے۔ایک دم کا ایسا احتیاج ہے کہ یہ زندگی و موت کا سوال ہے۔اور پھر احتیاج بھی عجیب طور پر ہے کہ ایک طرف سے ہوا کے داخل ہونے کا احتیاج ہے تو دوسری طرف ہوا کے خارج ہونے کا۔ایک طرف پانی پینے کا احتیاج ہے۔تو دوسری طرف اس کے اخراج کی حاجت ہے۔

انسان حق کا بھی محتاج ہے۔اور حق کے علم پر عمل کرنے کیلئے توفیق کے حصول کا بھی ایسا ہی محتاج ہے۔اگر خدا کا فضل نہ ہو تو بڑے بڑے عالم فسق و فجور میں مبتلا ہو جاویں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۴۸ مورخہ ۱۲؍اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۰۸)

يٰاَيُّهَا النَّاسُ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ اِلَى اللّٰهِ ۚ وَ اللّٰهُ هُوَ الْغَنِيُّ الْحَمِيْدُ۔[1]

بے ریب انسان اپنا خالق آپ نہیں۔نہ اس کے ماں باپ اور اس کے خویش اقارب نے جو اسی کی استعداد کے قریب قریب ہیں اس کو گھڑ کر درست کیا۔اپنی بدصورتی کو حسن سے بدلا نہیں سکتا۔

[1] اے انسانو تم اللہ کے محتاج ہو اور اللہ ہی غنی حمد کیا گیا ہے۔

اپنی طول وعرض پر متصرفانہ دخل نہیں رکھتا۔ معلوم نہیں کتنی مدت سے چھری لے کر اپنا پوسٹ مارٹم کر رہا ہے۔ پر اس غریب کو اپنے بدن کے عجائبات کا بھی آج تک پتہ نہ لگا۔ مائیکروسکوپ[1] ایجاد کر کے کہتے ہیں پچھلوں نے پہلوں سے سبقت لی۔ مگر عجائبات انسانی پر اور بھی حیرانی حاصل کی۔ افعال الاعضاء کے محقّق اور کیمیا گر اب تک کتابِ قدرت کے طفل ابجد خواں ہیں۔ صوفی، یوگی، الٰہیات، اخلاق، طبعی والے قویٰ انسانیہ کا بیان کرتے کرتے تھک گئے۔ مگر احاطۂ علمِ الٰہی سے قطعاً محروم چل دیئے۔ اچھے فلاسفروں اور نیکوکار عقلاء کے گھروں میں ایسے جاہل کندہ ناتراش پیدا ہوئے جنہوں نے اپنے مربیوں کی عمدہ عقل کو چرخ دے دیا! اور وہ بیچارے کفِ افسوس ملتے رہ گئے۔ اور ان سے کچھ بھی نہ ہو سکا کہ اپنی اخلاقی اِرث سے انہیں تھوڑا ہی سا بہرہ مند کر جاتے۔ بڑے بڑے مدبر اپنے عندیہ میں تدابیر کے ہر پہلو پر لحاظ کر کے مناسب وقت اور عین موافق لوازم کو مہیا کرتے ہیں۔ پھر نتائج سے محروم ہو کر اپنی کم علمی پر افسوس مگر قانونِ قدرت کے مستحکم انتظام کو دیکھ کر ہمہ قدرت ذات پاک کا لابدّ اقرار کرتے ہیں۔ سلیم الفطرت دانا جب تمام اپنے اردگرد کی مخلوق کو بے نقص، کمال ترتیب، اعلیٰ درجہ کی عمدگی پر پاتے ہیں۔ ضرور بے تابی سے ایک علیم وخبیر قادر کے وجود پر گواہی دیتے ہیں۔ (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۲۸، ۱۲۹)

۲۵۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ بِالْحَقِّ بَشِيْرًا وَّ نَذِيْرًا ؕ وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۔

ترجمہ۔ ہم نے تجھ کو بھیجا ہے دین حق دے کر (دوستوں کو) خوشی سنانے والا اور (دشمنوں کو) ڈرانے والا۔ اور کوئی امت ایسی نہیں جس میں کوئی ڈر سنانے والا نہ آیا ہو۔

تفسیر۔ یہودی اللہ تعالیٰ کو جامع صفاتِ کاملہ یقین کرتے ہیں۔ پر اس کی روحانی تربیت کیلئے ایک ہی یونیورسٹی یروشلم جیسے آریہ ورت ہی کو آریہ لوگ یقین کرتے ہیں اور ایک ہی قوم کیلئے خدا کی فرزندی کو محدود کرتے ہیں اور کہتے ہیں۔ انبیاء اور خدا کی طرف سے منذر ایک ہی قوم بنی اسرائیل سے پیدا ہوئے۔ گویا عموم رحمتِ الٰہیہ کے قائل نہیں۔ قربان جایئے قرآن شریف کے جو فرماتا ہے۔

[1] Microscope

وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ[1] (فاطر:۲۵)۔

فائدہ۔ اسلامی عقائد میں یہ امرضروری التسلیم ہے کہ سب انبیاء ورسل پر ایمان لایا جاوے جوقوموں کے نذیرگزرے اوراللہ تعالیٰ کی طرف سے نبی اوررسول ہوکرآئے۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اول صفحہ ۲۷)

کل دنیا میں منذرین کا آنا تسلیم فرمایا۔اورانصاف سے مذاہب پرکلی انکارنہیں کیا بلکہ تمام انبیاءورسل پریقین کرنااوران پرایمان لاناسکھایااورفرمایا۔

وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ ۔ تمام امتوں میں نافرمانوں کوڈرسنانے والے گزرچکے ہیں۔ (تصدیق براہینِ احمدیہ کمپیوٹرائزڈایڈیشن صفحہ ۲۳۷)

یہ ایک ضروری بات ہے جو یادرکھنے کے قابل ہے کہ قرآن کریم میں جس قدرقصص مذکورہوئے ہیں اُن نبیوں کے ہیں جہاں جہاں نبی کریمؐ نے اورآپؐ کے صحابہ کرامؓ نے پہنچنا تھا۔اوریہ بات ایسی خصوصیات کے لئے ہے ورنہ قرآن کریم تو صاف فرماتا ہے وَ اِنْ مِّنْ اُمَّةٍ اِلَّا خَلَا فِيْهَا نَذِيْرٌ یعنی کوئی امت ایسی نہیں جس میں خدا کی طرف سے ایک ڈرانے والا نہ آیا ہو۔ایک طرف تو یہ حال ہے کہ کوئی قوم اورکوئی بستی نہیں جس میں اللہ تعالیٰ کا مامورنہ آیا ہو۔دوسری طرف بہت سے ایسے رسول بھی ہوگزرے ہیں جن کا ذکرقرآن مجید میں نہیں فرمایا تو ایک غورطلب بات ہے کہ کیا وجہ ہے کہ قرآن کریم انبیاءعلیہم السلام کے ذکرکوبیس اور تیس کے اندرمحدودکرتا ہے۔مجھے یہ بات بتلائی گئی ہے کہ ان ہی نبیوں کا ذکرقرآن نے فرمایا ہے جن کے بلادمیں نافرمانوں اورفرماں برداروں کے نشانات صحابہ کرام کیلئے موجود ہیں اور جہاں پیغمبرِخداؐ نے کامیابی حاصل کرنی تھی۔اورصحابہ کرامؓ نے دیکھ لینا تھا۔لِيَهْلِكَ مَنْ هَلَكَ عَنْۢ بَيِّنَةٍ وَّ يَحْيٰى مَنْ حَيَّ عَنْۢ بَيِّنَةٍ ۔[2] (الانفال:۴۳) صحابہ وہاں پرپہونچے۔ان کا

---

[1] اورکوئی فرقہ نہیں جس میں نہیں ہوچکا کوئی ڈرانے والا۔ [2] وہی مرے جومرتا ہے دلیل سے اوروہی زندہ رہے جوزندہ رہتا ہے دلیل سے۔

نمونہ یہ تھا کہ نبی کی مخالفت اور متابعت کا کیا انجام ہوتا ہے۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۱ مورخہ ۱۰؍جنوری ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۴)

۲۸۔ اَلَمْ تَرَ اَنَّ اللّٰهَ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً ۚ فَاَخْرَجْنَا بِهٖ ثَمَرٰتٍ مُّخْتَلِفًا اَلْوَانُهَا ؕ وَ مِنَ الْجِبَالِ جُدَدٌۢ بِيْضٌ وَّ حُمْرٌ مُّخْتَلِفٌ اَلْوَانُهَا وَ غَرَابِيْبُ سُوْدٌ۔

ترجمہ۔ کیا تُو نے نہیں دیکھا کہ اللہ نے پانی اتارا بادل سے پھر اس کے ذریعہ سے میوے پیدا کئے۔ طرح طرح کے ان کے رنگ ہیں۔ اور پہاڑوں میں سرخ و سفید گھاٹیئیں جن کے رنگ مختلف ہیں اور بعض نہایت ہی کالے۔

تفسیر۔ باپ کے تقریباً ایک برس کے خیالات کا اثر نطفہ میں پڑتا ہے۔ پھر وہ ماں کے پیٹ میں جاتا ہے تو ماں کے اور اس کے گھر میں آنے جانے والوں کا اثر پڑتا ہے۔ پھر ہم صحبتوں، ہم نشینوں، دعائیں کرنے والوں وغیرھم کا اثر ساتھ ساتھ ہوتا ہے۔ ۱۸ برس تک۔

اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً۔ یہی حال وحی الٰہی کا ہے۔

ثَمَرٰتٍ۔ کھجور۔ انگور ۱۲۰ قسم کے ہوتے ہیں۔ جس طرح پانی ایک ہی ہے مگر بیجوں اور زمینوں کے لحاظ سے مختلف ثمرات پیدا ہوتے ہیں۔ اسی طرح خدا کی پاک وحی (قرآن) کا اثر بھی مختلف طبائع پر مختلف ہوتا ہے۔

وَ مِنَ الْجِبَالِ۔ پہاڑ میں مختلف قسم کی پیداوار ہے۔ کہیں ہیرا، کہیں کنکر۔ اسی طرح قرآن سننے والوں کے کئی رنگ ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۵۱، ۵۲ مورخہ ۲۷؍اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۰۸-۲۰۹)

۲۹۔ وَ مِنَ النَّاسِ وَ الدَّوَآبِّ وَ الْاَنْعَامِ مُخْتَلِفٌ اَلْوَانُهٗ كَذٰلِكَ ؕ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَزِيْزٌ غَفُوْرٌ۔

ترجمہ۔ اور آدمیوں میں اور چارپایوں میں اور بھولے جانوروں میں قسم قسم کے رنگ ہیں اسی

طرح (اورمخلوقات ہے) اس کے سوائے نہیں کہ اللہ کے بندوں میں علم والے تو وہی ہیں جو اللہ سے ڈرتے ہیں۔ بے شک اللہ بڑا زبردست ہے اور غفور ہے۔

تفسیر۔ وَ مِنَ النَّاسِ۔ اب کھول کر بیان فرمایا ہے کہ آدمیوں میں ہی مجدد، آدمیوں میں ہی ولی، آدمیوں ہی سے نبی، پھر آدمیوں ہی سے فاسق فاجر تک ہوتے ہیں۔

اَلْعُلَمٰٓؤُا۔ ان لوگوں میں سے عالموں کا نشان بتاتا ہے کہ ان کی گفتار، کردار میں خشیۃ اللہ پائی جاتی ہے۔ کوئی جیالجی جاننے والا ہو یا اسٹرانمر ہو یا منطقی ہو یا نجومی یا طبیب۔ خدا کے نزدیک عالم وہ ہے جو خشیۃ اللہ رکھے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۵۱، ۵۲ مورخہ ۲۷/ اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۰۹)

پھر اندرونی مشکلات قوم کو سمجھنے کے واسطے اہل دل گروہ قوم کا دل اور علماء دماغ تھے۔ امراء حکومت کرنے والے تھے۔ لیکن اگر اہل دل، علماء اور امراء کے حالات کو غور سے دیکھیں تو ایک عجیب حیرت ہوتی ہے۔ عظمتِ الٰہی اور خشیتِ الٰہی علومِ قرآنی کے جاننے کا ذریعہ تھا اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا یا یوں کہو کہ اہلِ دل گروہ علماء سے بنتا ہے۔ یا اہلِ دل ہی عالم ہونے چاہیے تھے مگر یہاں یہ عالم ہی دوسرا ہے۔ فقر اور علم میں باہم تباعد ضروری سمجھا جاتا ہے اور کہہ دیا جاتا ہے کہ عالم اور فقر کیا؟ وہ علم جو خشیت اللہ کا موجب ہوتا اور دل میں ایک رقّت پیدا کرتا وہ علم جو خشیت اللہ کا موجب ہوتا۔ ہرگز نہیں رہا۔ (الحکم جلد ۵ نمبر ۱۳۔ ۱۰/ اپریل ۱۹۰۱ء صفحہ ۷)

سچے علوم سے معرفت نیکی اور بدی کی پیدا ہوتی ہے اور خدا کی عظمت و جبروت کا علم ہوتا ہے اور اس سے سچی خشیت پیدا ہوتی ہے اِنَّمَا یَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا یہ خشیت بدیوں سے محفوظ رہنے کا ایک باعث ہوتی ہے اور انسان کو متّقی بناتی ہے اور تقویٰ سے محبتِ الٰہی میں ترقی ہوتی ہے۔ پس خشیت سے گناہ سے بچے اور محبت سے نیکیوں میں ترقی کرے۔ تب بیڑا پار ہوتا ہے اور مامور من اللہ کے ساتھ ہو کر اللہ تعالیٰ کے غضبوں سے جو زمین سے یا آسمان سے یا جوّ سے نکلتے ہیں محفوظ ہو جاتا ہے۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۴ مورخہ ۳۱/ جنوری ۱۹۰۲ء صفحہ ۷)

ادنیٰ محبوبوں کو اعلیٰ محبوبوں پر قربان کرنے کا نظارہ ہر سال دیکھتا ہوں۔ اس لئے ادنیٰ محبت کو

اعلیٰ محبت پر قربان کرتا ہوں۔ مثلاً سڑک ہے جہاں درخت بڑھانے کا منشاء ہوتا ہے۔ وہاں نیچے کی شاخوں کو کاٹ دیتے ہیں۔ پھر درخت پر پھول آتا ہے اور وہ درخت متحمل نہیں ہوسکتا تو عمدہ حصے کے لئے ادنیٰ کو کاٹ دیتے ہیں۔

میرے پاس ایک شخص سردہ لایا اور ساتھ ہی شکایت کی کہ اس کا پھل خراب نکلا۔ میں نے کہا کہ قربانی نہیں ہوئی۔ چنانچہ دوسرے سال جب اس نے زیادہ پھولوں اور خراب پودوں کو کاٹ دیا تو اچھا پھل آیا۔ لوگ جسمانی چیزوں کے لئے تو اس قانون پر چلتے ہیں مگر روحانی عالم میں اس کا لحاظ نہیں کرتے اور اصل غرض کو نہیں دیکھتے علم کی اصل غرض کیا ہے۔ خشیۃ اللہ اِنَّمَا يَخْشَى اللّٰهَ مِنْ عِبَادِهِ الْعُلَمٰٓؤُا علم پڑھو اس غرض کیلئے کہ لوگوں کو خشیۃ اللہ سکھاؤ۔ مگر علم کی اصل غرض خشیۃ ، تہذیب النفس تو مفقود ہوگئی۔ ادھر کتابوں کے حواشی پڑھنے میں سارا وقت خرچ کیا جا رہا ہے مگر ان کتابوں کے مضمون کا نفس پر اثر ہو اسکی ضرورت نہیں۔ میں رام پور میں پڑھتا تھا۔ وہاں دیکھتا کہ لوگ مسجد کے ایک کونے میں صبح کی نماز پڑھ لیتے اور مسجد کے ملاں کو نہ جگاتے کہ رات بھر مطالعہ کرتے رہے ہیں۔ انہیں جگانے سے تکلیف ہوگی۔ علم تہذیب النفس کیلئے تھا مگر لوگوں نے اسے تخریب نفس کاہلی اور سستی میں لگا دیا۔ دوسروں کی اصلاح کے دعویدار ہیں۔ مگر خود اپنی اصلاح سے بے خبر۔ (بدر جلد ۸ نمبر ۱۳ مورخہ ۲۱ /جنوری ۱۹۰۹ء صفحہ ۸)

۳۰۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يَتْلُوْنَ كِتٰبَ اللّٰهِ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ وَ اَنْفَقُوْا مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ سِرًّا وَّ عَلَانِيَةً يَّرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ۔

ترجمہ۔ جو لوگ کلام اللہ کو (مطلب سمجھ کر تدبر کے ساتھ) پڑھا کرتے ہیں اور نماز کو ٹھیک درست رکھتے ہیں اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ دیا کرتے ہیں چھپا چھپا کر (خلوص سے) اور دکھا دکھا کر (ترغیب کے لئے) وہ ایسی تجارت کے امیدوار ہیں جو کبھی ڈوبے ہی گی نہیں۔

تفسیر۔ يَرْجُوْنَ تِجَارَةً لَّنْ تَبُوْرَ۔ مومن وہی ہے جو ایسی تجارت کرے جس میں ٹوٹا نہیں۔ عارضی ونمائشی چیزوں پر اتنا روپیہ نہیں صرف کرتا۔ ایک بزرگ ایک دعوت میں گئے۔ معمولی کپڑے

تھے۔ کسی نے نہ پوچھا۔ پھر آپ خوب لباس پہن کر گئے تو سب نے تعظیم دی۔ آپ بھی شوربہ وغیرہ کی رکابی اپنے چوغہ پر ڈالنے لگے۔ حاضرین نے تعجب کیا تو جواب دیا۔ مجھے تو کسی نے پوچھا نہیں۔ یہ دعوت تو میرے کپڑوں کی ہے۔ انہی کو کھلاتا ہوں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۵۱، ۵۲ مورخہ ۲۷/اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۰۹)

۳۳۔ ثُمَّ اَوْرَثْنَا الْكِتٰبَ الَّذِيْنَ اصْطَفَيْنَا مِنْ عِبَادِنَا ۚ فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ ۚ وَ مِنْهُمْ مُّقْتَصِدٌ ۚ وَ مِنْهُمْ سَابِقٌۢ بِالْخَيْرٰتِ بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَضْلُ الْكَبِيْرُ۔

ترجمہ۔ پھر ہم نے وارث بنایا کتاب کا ان لوگوں کو جنہیں ہم نے منتخب کیا اپنے بندوں میں سے (برگزیدہ بندوں کی تین قسم ہیں) کوئی تو اپنے نفس پر ظلم کرنے والا ہے کوئی ان میں سے بیچ کی چال چل رہا ہے اور ان میں سے کوئی نیکیوں میں آگے بڑھنے والے ہیں اللہ کے حکم سے۔ یہی تو بہت بڑا افضل ہے۔

تفسیر۔ پھر وارث کیا ہم نے اپنی کتاب کا ان لوگوں کو جو برگزیدہ ہیں۔ پس بعض ان میں سے ظالموں کا گروہ ہے جو اپنے نفس پر ظلم کرتے ہیں اور جبر و اکراہ سے نفسِ امارہ کو خدا تعالیٰ کی راہ پر چلاتے ہیں اور نفس سرکش کی مخالفت اختیار کر کے مجاہداتِ شاقہ میں مشغول ہیں۔

دوسرا گروہ میانہ رو آدمیوں کا ہے جو بعض خدمتیں خدا تعالیٰ کی راہ میں اپنے نفسِ سرکش سے بہ جبر و اکراہ لیتے ہیں اور بعض الٰہی کاموں کی بجا آوری میں نفس ان کا بخوشی خاطر تابع ہو جاتا ہے اور ذوق اور شوق اور محبت اور ارادت سے ان کاموں کو بجالاتا ہے۔ غرض یہ لوگ کچھ تو تکلیف اور مجاہدہ سے خدا تعالیٰ کی راہ پر چلتے ہیں اور کچھ طبعی جوش اور دلی شوق سے بغیر کسی تکلّف کے اپنے ربّ جلیل کی فرماں برداری ان سے صادر ہوتی ہے۔

(۳) تیسرے سابق بالخیرات اور اعلیٰ درجہ کے آدمیوں کا گروہ ہے جو نفسِ امارہ پر بکلی فتح یاب ہو کر نیکیوں میں آگے نکل جانے والے ہیں۔

غرض سلوک کی راہ میں مومن کو تین درجے طے کرنے پڑتے ہیں۔ پہلے درجہ میں جب بدی کی عادت ہو تو اس کے چھوڑنے میں جان پر ظلم کرے اور اس قوت کو دباوے۔ شراب کا عادی اگر شراب کو چھوڑے گا تو ابتدا میں اس کو بہت تکلیف محسوس ہوگی۔

شہوت کے وقت عفت سے کام لے اور قوائے شہوانیہ کو دباوے۔ اسی طرح جھوٹ بولنے والا، سست، منافق، راست بازوں کے دشمنوں کو بدیاں چھوڑنے کیلئے جان پر ظلم کرنا پڑے گا تاکہ یہ اس طاقت پر فاتح ہو جاویں۔

بعد اس کے میانہ روی کی حالت آوے گی کبھی کبھی بدی کے چھوڑنے میں گو کسی وقت کچھ خواہشِ بد پیدا بھی ہو جاوے۔ ایک لذت اور سرور بھی حاصل ہو جایا کرے گا۔ مگر تیسرے درجہ میں پہونچ کر سابق بالخیرات ہونے کی طاقت آ جاوے گی اور پھر خدا تعالیٰ کے فضل و کرم کی بارش ہونے لگے گی اور مکالمہ الٰہی کا شرف عطا ہوگا۔ (الحکم جلد ۳ نمبر ۴۱ مورخہ ۱۷؍نومبر ۱۸۹۹ء صفحہ ۲۔ ۳)

فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ۔ برگزیدوں کی تین حالتیں بتاتا ہے۔ بعض اوقات نفس پر جبر کر کے بدی یا ممنوع شے سے رکنا پڑتا ہے بلکہ نیکی کرنے کے لئے بھی نفس پر بہت کچھ ظلم کرنا پڑتا ہے مثلاً تہجد پڑھنے کے لئے اٹھنے کے واسطے بہت کچھ نفس پر دباؤ ڈالنے کی ضرورت ہے پھر اس حالت سے نکل کر میانہ رو ہو جاتا ہے پھر نیکیوں کو لپک لپک کر لیتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۵۱، ۵۲ مورخہ ۲۷؍اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۰۹)

فَمِنْهُمْ ظَالِمٌ لِّنَفْسِهٖ۔ جو بدی کو چھوڑ کر نیکی اختیار کرنے کے لئے اپنے آپ کو تکلیف میں ڈالے وہ کتاب کا وارث ہوتا ہے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۶)

۳۴۔ جَنّٰتُ عَدْنٍ يَّدْخُلُوْنَهَا يُحَلَّوْنَ فِيْهَا مِنْ اَسَاوِرَ مِنْ ذَهَبٍ وَّ لُؤْلُؤًا ۚ وَلِبَاسُهُمْ فِيْهَا حَرِيْرٌ۔

ترجمہ۔ ہمیشہ کے باغ ہیں جن میں وہ رہیں گے۔ وہاں انہیں سونے کے اور موتی کے کڑے پہنائے جائیں گے یا دیئے جائیں گے اور وہاں ان کا لباس ریشمی ہوگا۔

تفسیر۔ انسان عالم کبیر ہے اور کائنات عالم صغیر یا کائنات عالم کبیر اور انسان عالم صغیر۔ کچھ بھی

ہوانسان کو چاہیے کہ خدا کی دی ہوئی قوتوں کو برمحل خرچ کرے۔ اگر ایسا کرے گا تو بہشتی زندگی کا نمونہ اسی دنیا میں دیکھے گا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۵۱، ۵۲ مورخہ ۲۷/اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۰۹)

یُحَلَّوْنَ فِیْھَا۔ دنیا میں بھی اس جنت کا نمونہ صحابہؓ نے دیکھا۔ ان کو قیصر و کسریٰ کے گھرانوں کے زیور دیئے گئے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۵۱، ۵۲ مورخہ ۲۷/اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۰۹)

یُحَلَّوْنَ فِیْھَا مِنْ اَسَاوِرَ۔ یہ ایران کو فتح کرنے کی پیشگوئی ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۶)

۳۸۔ وَ ھُمْ یَصْطَرِخُوْنَ فِیْھَا ۚ رَبَّنَآ اَخْرِجْنَا نَعْمَلْ صَالِحًا غَیْرَ الَّذِیْ کُنَّا نَعْمَلُ ؕ اَوَ لَمْ نُعَمِّرْکُمْ مَّا یَتَذَکَّرُ فِیْہِ مَنْ تَذَکَّرَ وَ جَآءَکُمُ النَّذِیْرُ ؕ فَذُوْقُوْا فَمَا لِلظّٰلِمِیْنَ مِنْ نَّصِیْرٍ۔

ترجمہ۔ اور وہ چیخیں گے اس میں (یہ دعائیں مانگتے ہوئے) اے ہمارے ربّ! ہم کو نکال کہ ہم بھلے کام کریں گے ان کاموں کے سوائے جو ہم کرتے تھے (اللہ فرمائے گا یا ان کو جواب ملے گا) کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی جس میں تم سوچ لیتے جس کو سوچنا ہوتا اور تمہارے پاس آ چکا تھا ڈرانے والا۔ بس اب تو چکھو (عذاب کا مزہ) پھر ظالموں کا تو کوئی بھی مددگار نہیں۔

تفسیر۔ وَ ھُمْ یَصْطَرِخُوْنَ۔ بدیوں کا ارتکاب کر کے جب اس کا خمیازہ اٹھانا پڑتا ہے تو بدکار چیختا ہے کہ مثلاً اس سوزاک و آتشک سے رہائی ہو۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۵۱، ۵۲ مورخہ ۲۷/اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۰۹)

مَا یَتَذَکَّرُ فِیْہِ۔ میرے نزدیک ادنیٰ حقدار ۱۸ سال ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۶)

۳۹۔ اِنَّ اللّٰہَ عٰلِمُ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ اِنَّہٗ عَلِیْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ۔

ترجمہ۔ بے شک اللہ بڑا جاننے والا ہے آسمانوں اور زمین کی چھپی چیزوں کا کیونکہ وہ تو سینوں کے بھیدوں کو بھی بڑا جاننے والا ہے۔

تفسیر۔ غَیْبِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۔ غیب۔ رضائے الٰہی کی راہیں (۲)۔ جو موجود ہو کر معدوم ہوگئی ہیں یا ہنوز عدم میں ہیں اور وجود میں نہیں آئیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۵۱، ۵۲ مورخہ ۲۷؍اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۰۹)

۴۰۔ هُوَ الَّذِیْ جَعَلَكُمْ خَلٰٓىِٕفَ فِی الْاَرْضِ ؕ فَمَنْ كَفَرَ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗ ؕ وَ لَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ عِنْدَ رَبِّهِمْ اِلَّا مَقْتًا ۚ وَ لَا یَزِیْدُ الْكٰفِرِیْنَ كُفْرُهُمْ اِلَّا خَسَارًا۔

ترجمہ۔ وہی اللہ ہے جس نے تم کو بنا دیا زمین میں خلیفے پھر جس نے حق کو چھپایا تو اس کی حق پوشی کا وبال اسی کے سر پر ہے اور کافروں کے حق میں ان کا کفران کے رب کے نزدیک غصہ ہی زیادہ کرتا ہے اور کافروں کا کفر تو اُن کے حق میں نقصان ہی بڑھاتا ہے۔

تفسیر۔ فَعَلَیْهِ كُفْرُهٗ۔ انکار کا بُرا نتیجہ پاتا ہے۔

مَقْتًا۔ اللہ تعالیٰ کی ناراضی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۵۱، ۵۲ مورخہ ۲۷؍اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۰۹)

۴۲۔ اِنَّ اللّٰهَ یُمْسِكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ اَنْ تَزُوْلَا ۚ۬ وَ لَىِٕنْ زَالَتَاۤ اِنْ اَمْسَكَهُمَا مِنْ اَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِهٖ ؕ اِنَّهٗ كَانَ حَلِیْمًا غَفُوْرًا۔

ترجمہ۔ بے شک اللہ آسمانوں اور زمین کو روکے ہوئے ہے کہ کہیں اپنی جگہ سے ٹل نہ جاویں اور اگر وہ ٹل جائیں تو اُن کو کوئی بھی تھام نہ سکے اللہ کے سوائے۔ بے شک اللہ بڑا حلیم وغفور ہے۔

تفسیر۔ اَنْ تَزُوْلَا ۔ بعض دم دار ستارے ایسے ہیں کہ ان کی دم کی ٹکر سے زمین ٹکڑے ہو جاوے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۵۱، ۵۲ مورخہ ۲۷؍اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۰۹)

۴۴۔ اسْتِكْبَارًا فِی الْاَرْضِ وَ مَكْرَ السَّیِّئِ ؕ وَ لَا یَحِیْقُ الْمَكْرُ السَّیِّئُ اِلَّا بِاَهْلِهٖ ؕ فَهَلْ یَنْظُرُوْنَ اِلَّا سُنَّتَ الْاَوَّلِیْنَ ۚ فَلَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَبْدِیْلًا ۚ۬ وَ لَنْ تَجِدَ لِسُنَّتِ اللّٰهِ تَحْوِیْلًا ۔

ترجمہ۔ ان کے تکبر کرنے کی وجہ سے ملک میں اور بری تدبیر کرنے سے۔ اور بُری تدبیر کا وبال

کسی پر نہیں پڑتا مگر اسی تدبیر کرنے والے پر (یا جو اس کے لائق ہے) تو کیا یہ اگلوں کے دستور ہی کے منتظر ہیں تو تُو ہرگز نہ پائے گا اللہ کے دستور میں کچھ تبدّل، اور ہرگز نہ پائے گا اللہ کے قاعدے میں کچھ تغیر (یعنی اُن پر بھی عذاب آئے گا)۔

تفسیر۔ اَلْمَکْرُ السَّیِّیءُ۔ مکر کے ساتھ سَیِّیءُ لگانا اس بات کا ثبوت ہے کہ مکر کے معنے بُرے نہیں جبھی تو اس کے ساتھ سَیِّیءُ لگایا۔

لِسُنَّتِ اللّٰہِ تَحْوِیْلًا ۔ سنت اللہ اور سنت لِلّٰہ میں فرق ہے۔ غُلَامُ زَیْدٍ۔ زید کا خاص غلام۔ غُلَامُ لِزَیْدٍ خاص غلام نہیں۔ کوئی ایک۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۵۱، ۵۲ مورخہ ۲۷؍ اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۰۹)

۴۶۔ وَ لَوْ یُؤَاخِذُ اللّٰہُ النَّاسَ بِمَا کَسَبُوْا مَا تَرَکَ عَلٰی ظَھْرِھَا مِنْ دَآبَّۃٍ وَّ لٰکِنْ یُّؤَخِّرُھُمْ اِلٰۤی اَجَلٍ مُّسَمًّی ۚ فَاِذَا جَآءَ اَجَلُھُمْ فَاِنَّ اللّٰہَ کَانَ بِعِبَادِہٖ بَصِیْرًا۔

ترجمہ۔ اور اگر اللہ پکڑے لوگوں کو ان کے کرتوتوں کے سبب سے تو نہ چھوڑے اللہ پشت زمین پر کسی جاندار کو لیکن اُن کو ڈھیل دے رہا ہے میعاد مقرر تک پھر جب ان کا وقت آ جائے گا تو اللہ دیکھ ہی رہا ہے اپنے بندوں کو۔

تفسیر۔ مَا تَرَکَ عَلٰی ظَھْرِھَا مِنْ دَآبَّۃٍ۔ چونکہ یہ چیزیں آدمی کی بہتری کے لئے ہیں۔ اس لئے فرمایا جب انسان ہلاک ہو تو یہ چیزیں ہلاک۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۶)



سُوۡرَۃُ یٰسٓ مَکِّیَّۃٌ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ ۔

ہم سورہ یٰسٓ کو اللہ کے بابرکت نام سے پڑھنا شروع کرتے ہیں جو رحمٰن ورحیم ہے۔

اس سورہ میں حضرت نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی نبوّت ، قیامت کا ثبوت ، احباء کی کامیابی ، اعداء کی ناکامی کا بیان ہے۔

۲ تا ۵۔ یٰسٓ ۔ وَ الۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ ۔ اِنَّکَ لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ ۔ عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۔

ترجمہ ۔ اے انسان کامل اور سردار قابل ۔ اس حکمت والے قرآن کی قسم ہے۔ کچھ شک نہیں بے شک بے شک تُو رسول ہے۔ (تجھ میں یہ کمال ہے کہ تو) سیدھی راہ پر ہے۔

تفسیر۔ یٰسٓ ۔ اے انسانِ کامل! اے سردار! کامل انسان جو بات کہتا ہے وہ سچی ہوتی ہے۔ بڑے بڑے سردار بھی جھوٹ نہیں بولتے۔

وَ الۡقُرۡاٰنِ الۡحَکِیۡمِ ۔ انسان کامل ہونا اور پھر حق وحکمت سے بھری ہوئی کتاب تیرے مرسل ہونے کا ثبوت ہے پھر لَمِنَ الۡمُرۡسَلِیۡنَ خود اس بات کی طرف اشارہ کرتا ہے کہ کوئی صداقت وحکمت کی بات نہیں جو تونہیں لایا۔ اور تو اگلے نبیوں کے طرز پر ہے۔

عَلٰی صِرَاطٍ مُّسۡتَقِیۡمٍ ۔ وہ راہ جس پر چلنے سے انسان خدا کے حضور پہنچ جاتا اور اِدھر اُدھر ہونے سے مشکلات میں پڑتا ہے۔ تُو اس پر ہے۔ یہ بھی صداقت کا ثبوت ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۵۱، ۵۲ مورخہ ۲۷؍ اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۰)

یٰسٓ ۔ وہ کامل انسان اور کامل سید ، سردار۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹ ۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۶)

۶،۷۔ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ۔ لِتُنْذِرَ قَوْمًا مَّآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ فَهُمْ غٰفِلُوْنَ۔

ترجمہ۔ اتارا ہوا غالب کا (یعنی تو بھی غالب ہوگا) سچی کوشش پر بدلہ دینے والے کا۔ نتیجہ یہ ہے کہ تو ڈرا اُن کو جن کے قریب والے نہیں ڈرائے گئے اور وہ غافل ہیں۔

تفسیر۔ تَنْزِیْلَ الْعَزِیْزِ الرَّحِیْمِ۔ یہ اور ثبوت ہے۔ قرآن اور اس کے لانے والے کی صداقت کا۔ کیونکہ مومنوں کے شاملِ حال رحمتِ باری تعالیٰ ہوگی اور کفّار پر عذاب آئے گا۔

مَآ اُنْذِرَ اٰبَآؤُهُمْ۔ قریب زمانہ یعنی ان کے باپ دادا میں نبی نہیں آیا۔ چونکہ یہ لوگ غافل ہوگئے۔ اور خدا تعالیٰ کو بھول کر بت پرستی میں محو ہوگئے۔ اس لئے ضروری تھا کہ ان میں کوئی نبی آوے اس زمانہ میں بھی امراء، علماء، فقراء، تینوں مصلحانِ قوم کی حالت ایسی تھی تو خدا کا فرستادہ آیا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۵۱، ۵۲ مورخہ ۲۷/اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۰)

۸۔ لَقَدْ حَقَّ الْقَوْلُ عَلٰٓی اَكْثَرِهِمْ فَهُمْ لَا یُؤْمِنُوْنَ۔

ترجمہ۔ بے شک پیشگوئی ان پر ثابت ہو چکی ہے تو وہ اکثر تو مانیں گے ہی نہیں۔

تفسیر۔ ثابت ہو چکی ہے بات ان بہتوں پر سو وے نہ مانیں گے۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ دوم صفحہ ۳۱۹ حاشیہ)

۹۔ اِنَّا جَعَلْنَا فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا فَهِیَ اِلَی الْاَذْقَانِ فَهُمْ مُّقْمَحُوْنَ۔

ترجمہ۔ ہم ڈال دیں گے ان کی گردنوں میں طوق تو وہ ان کی ٹھوڑیوں تک ہوں گے تو وہ سر نہ جھکا سکیں گے۔

تفسیر۔ فِیْٓ اَعْنَاقِهِمْ اَغْلٰلًا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی قید میں جب کفار آئے تو یہی حالت تھی اور اس طرح ظاہری طور پر بھی یہ بات پوری ہوئی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۵۱، ۵۲ مورخہ ۲۷/اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۰)

۱۰۔ وَ جَعَلْنَا مِنْۢ بَیْنِ اَیْدِیْهِمْ سَدًّا وَّ مِنْ خَلْفِهِمْ سَدًّا فَاَغْشَیْنٰهُمْ فَهُمْ لَا یُبْصِرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور ہم نے بنا دی ہے اُن کے آگے ایک دیوار اور ان کے پیچھے ایک دیوار پھر ہم نے ان کو

ڈھانپ دیا تو انہیں کچھ سوجھتا ہی نہیں۔

تفسیر۔ بَیْنِ اَیْدِیْھِمْ سَدًّا ۔ آگے بڑھ نہیں سکتے کہ اسلام لائیں۔ پیچھے ہٹ نہیں سکتے کہ عذاب سے بچ جاویں اور یہ اس لئے کہ ان کے نزدیک ڈرانا نہ ڈرانا برابر یکساں ہے اور وہ ایمان نہیں لاتے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۵۱، ۵۲ مورخہ ۲۷؍اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۰)

۱۴۔ وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ ۘ اِذْ جَآءَهَا الْمُرْسَلُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور ان کے لئے بیان کر اعلیٰ درجہ کی بات گاؤں کے رہنے والوں کی جب وہاں آئے بھیجے ہوئے۔

تفسیر۔ ہزارہا لوگوں نے چائنا، جاپان، انگلینڈ کو نہیں دیکھا مگر وہ ان کی ہستی پر محض شنید سے یقین رکھتے ہیں بلکہ ان کے وجود پر قسم کھا سکتے ہیں۔ پھر بعض واقعات کو صرف ایک گواہی پر تسلیم کیا جاتا ہے مثلاً کسی کا اپنے باپ کا بیٹا ہونا جس کیلئے صرف اسکی ماں کی گواہی ہے۔ پھر فلاسفروں کے اقوال میں اتنا اختلاف ہے کہ کسی صورت میں نہیں ملتا۔ مگر انبیاء کی جماعت ایسی جماعت ہے کہ باوجودیکہ وہ آپس میں نہیں ملے اور مختلف زمانوں میں ہوئے ہیں۔ پھر بھی وہ اللہ ایک ہے پر اجماع رکھتے ہیں۔

اس شہادت کو نہ ماننا کیسی بے ایمانی ہے۔ ایک عورت کی گواہی مان لینے والے اتنی بڑی راست باز جماعت کی مجموعی گواہی کو نہ مانیں تو بہت بے انصافی ہے۔ پھر وہ لوگ بھی موجود ہیں جنہوں نے خدا سے خود باتیں کی ہیں۔ ان کی باتیں نہ مانیں مگر فلاسفروں کی باتیں باوجود اس قدر اختلاف کے مان لیں۔ تعجب ہے۔

مَثَلًا۔ عجیب بات۔

اَصْحٰبَ الْقَرْيَةِ۔ مصر جس میں حضرت موسیٰ و ہارون گئے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۵۱، ۵۲ مورخہ ۲۷؍اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۰)

وَاضْرِبْ لَهُمْ مَّثَلًا۔ قرآن مجید وصحیح حدیث میں اس قریہ یا ان مرسلوں کا نام ہے میرے ضمیر میں حضرت موسیٰؑ وحضرت محمد رسول اللہؐ وحضرت مسیح تین انبیاء ہیں جن کا ذکر ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۶)

۱۵۔ اِذْ اَرْسَلْنَاۤ اِلَيْهِمُ اثْنَيْنِ فَكَذَّبُوْهُمَا فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ فَقَالُوْۤا اِنَّاۤ اِلَيْكُمْ مُّرْسَلُوْنَ۔

ترجمہ۔ جب ہم نے ان کی طرف دو رسول بھیجے تو قوم نے دونوں کو جھٹلایا پھر ہم نے عزت دی تیسرے سے تو ان تینوں نے کہا ہم تمہاری طرف بھیجے گئے ہیں۔

تفسیر۔ بِثَالِثٍ۔ تیسرا عظیم الشان رسول بھجوایا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۵۱، ۵۲ مورخہ ۲۷/ اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۰)

فَعَزَّزْنَا بِثَالِثٍ۔ تیسرا (محمد مصطفیٰؐ) ایسا زبردست آیا کہ اس کی قوم سے کوئی لات وعزّیٰ کا پرستار نہ رہا۔ بلکہ تمام عرب مسلمان ہوگیا۔ بلکہ تمام دنیا کے مذاہب کے معابد اسی کے نام پر فتح ہوئے ۱۔ یوروشلم ۲۔ آتش کدہ آذر ۳۔ خانہ کعبہ۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۶)

۱۶۔ قَالُوْا مَاۤ اَنْتُمْ اِلَّا بَشَرٌ مِّثْلُنَا ۙ وَمَاۤ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ ۙ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا تَكْذِبُوْنَ۔

ترجمہ۔ لوگوں نے کہا اجی تم تو ہمیں جیسے انسان ہو اور رحمن نے تو کچھ بھی نہیں اتارا پس تم تو جھوٹ ہی کہتے ہو۔

تفسیر۔ مَاۤ اَنْزَلَ الرَّحْمٰنُ مِنْ شَيْءٍ۔ برہموؤں کا بھی یہی عقیدہ ہے۔ یہ لوگ تمام راستبازوں کو جھوٹا سمجھتے ہیں۔ ان کی گندہ تعلیم سب سے زیادہ خطرناک ہے۔ جن لوگوں نے سچائیوں کے پہچاننے کیلئے اپنے آرام، اپنی اولاد، اپنا جاہ وجلال، اپنے وطن کو چھوڑ دیا اور اپنی جانیں قربان کردیں۔ ان کو جھوٹ اور دروغ مصلحت آمیز سمجھنا حد درجے کی بے باکی ہے۔

كَبُرَتْ كَلِمَةً تَخْرُجُ مِنْ اَفْوَاهِهِمْ [۱] نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صحبت میں چند گھنٹے ٹھہرنے والے کی نسبت بھی یہ ثابت نہیں ہو سکا کہ اس نے روایت میں جھوٹ بولا۔ اور نہ دنیا کی مجموعی طاقت ایسے اتہام کو ثابت کر سکتی ہے۔ پس جس نبی میں یہ نور و ہدایت ہو کہ اس کی صحبت آدمی کو اعلیٰ درجہ کا راست باز بنا دے۔ کیا وہ جھوٹا ہو سکتا ہے یا جھوٹ بولتا ہے اور جھوٹ بھی خدا پر۔ خدا نے کچھ وحی نہیں کی۔ اور وہ کہے مجھ پر وحی ہوئی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۵۱، ۵۲ مورخہ ۲۷ / اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۰)

۱۸، ۱۹۔ وَ مَا عَلَيْنَاۤ اِلَّا الْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ قَالُوْۤا اِنَّا تَطَيَّرْنَا بِكُمْ ۚ لَئِنْ لَّمْ تَنْتَهُوْا لَنَرْجُمَنَّكُمْ وَ لَيَمَسَّنَّكُمْ مِّنَّا عَذَابٌ اَلِيْمٌ۔

ترجمہ۔ اور ہم پر تو صرف کھول کر پہنچا دینا ہی ہے۔ قوم نے کہا ہم نے تم کو نامبارک پایا اگر تم باز نہ آؤ گے تو ہم تمہیں ضرور پتھروں سے مار دیں گے اور ہماری طرف سے تم کو ٹیس دینے والا عذاب پہنچے گا۔

تفسیر۔ اَلْبَلٰغُ الْمُبِيْنُ۔ کھول کر بات پہونچا دینا۔

تَطَيَّرْنَا۔ بڑے بڑے دکھ دیکھے ہیں۔ تمہارے سبب سے۔ واقعی جب نبی آتا ہے۔ طاعون، قحط، ہیضہ اور ہر قسم کی بلائیں آتی ہیں۔ اس میں ایک منشاء ایزدی ہوتا ہے۔ وہ یہ کہ لَعَلَّهُمْ يَتَضَرَّعُوْنَ (الانعام: ۴۳) یعنی شوخی، بے باکی سے باز آ کر خدا کے حضور گریہ وزاری کریں۔

اَخَذْنَاۤ اَهْلَهَا بِالْبَاْسَآءِ وَ الضَّرَّآءِ لَعَلَّهُمْ يَضَّرَّعُوْنَ۔ [۲] (الاعراف: ۹۵)

اس سے طائر کا مسئلہ بھی حل ہوتا ہے۔ جہاں انسان جاوے اس کے ساتھ چیل کوے جاتے نظر آویں تو یہ فتح مندی کا نشان ہے۔ (۲)۔ اسی طرح ہوا کا رُخ ادھر ہو جدھر سے یہ جاوے تو یہ بھی کامیابی کا تفاؤل ہے۔ (۳)۔ جانور بیٹھ جاوے جس پر سوار ہوں (جیسا کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم

[۱] بہت بڑی بات ہے جو ان کے منہ سے نکلتی ہے۔

[۲] وہاں کے رہنے والوں کو سختی اور تکلیف میں لیا تا کہ وہ لوگ گڑگڑائیں اور عاجزی کریں۔

کی اونٹنی حدیبیہ میں بیٹھ گئی) تو یہ بھی اچھا نشان ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۵۱، ۵۲ مورخہ ۲۷؍اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۰)

۲۰۔ قَالُوْا طَآئِرُكُمْ مَّعَكُمْ ؕ اَئِنْ ذُكِّرْتُمْ ؕ بَلْ اَنْتُمْ قَوْمٌ مُّسْرِفُوْنَ۔

ترجمہ۔ نبیوں نے کہا تمہاری نحوست و بدشگونی تو تمہارے ہی ساتھ ہے۔ کیا اس وجہ سے کہ تم کو سمجھایا گیا۔ کچھ نہیں تم لوگ حد سے باہر نکلنے والے ہو۔

تفسیر۔ مُسْرِفُوْنَ۔ خطا کار۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۹ نمبر ۵۱' ۵۲ مورخہ ۲۷؍اکتوبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۰)

۲۸،۲۷۔ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ۔ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَ جَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ۔

ترجمہ۔ کہا گیا جا جنت میں (یعنی جنت کی بشارت دی گئی) اس نے کہا کاش میری قوم جانتی۔

۲۸۔ کہ میرے ربّ نے کیسی عیب پوشی فرمائی اور مجھے کیسے عزت داروں میں رکھا۔

تفسیر۔ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ۔ حضرت حق سبحانہٗ نے بذریعہ الہام جنت کی بشارت دی۔ لوگ کہتے ہیں اسے قتل کر دیا۔ قرآنِ مجید سے تو یہ بات ثابت نہیں ہوتی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۱)

مومن اللہ تعالیٰ پر ایمان لانے والا بعد الموت معاً جنت میں داخل ہو جاتا ہے۔ اور شریر نار میں۔ جیسے فرمایا۔ قِيْلَ ادْخُلِ الْجَنَّةَ ؕ قَالَ يٰلَيْتَ قَوْمِيْ يَعْلَمُوْنَ۔ بِمَا غَفَرَ لِيْ رَبِّيْ وَ جَعَلَنِيْ مِنَ الْمُكْرَمِيْنَ۔ (یٰس: ۲۸،۲۷) (نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۴۴)

۳۱۔ يٰحَسْرَةً عَلَى الْعِبَادِ ۚ مَا يَاْتِيْهِمْ مِّنْ رَّسُوْلٍ اِلَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔

ترجمہ۔ افسوس ہے بندوں پر اُن کے پاس کوئی رسول نہیں آتا مگر وہ اس کی ہنسی اڑایا کرتے ہیں۔

تفسیر۔ یَسْتَھْزِءُوْنَ ۔ تحقیر کرتے ہیں ۔یہی معنے ٹھیک ہیں ۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۱)

۳۴۔ وَ اٰیَۃٌ لَّھُمُ الْاَرْضُ الْمَیْتَۃُ ۚۖ اَحْیَیْنٰھَا وَ اَخْرَجْنَا مِنْھَا حَبًّا فَمِنْہُ یَاْکُلُوْنَ ۔

ترجمہ ۔اور ایک آیت ان کے لئے مردہ زمین ہے اس کو ہمیں نے زندہ کیا اور اس میں سے اناج اگایا جس میں سے وہ کھاتے ہیں ۔

تفسیر۔ بندوں کو اللہ تعالیٰ سمجھانے کیلئے بہت سی مثالیں بیان فرماتا ہے۔تمثیلوں سے بات خوب واضح ہوجاتی ہے۔

دنیا کی تمام مہذب قوموں کے لڑیچر میں یہ طرز پایا جاتا ہے۔مسلمانوں میں مثنوی مولانا روم اس کی بہترین مثال ہے۔

اَلْاَرْضُ الْمَیْتَۃُ ۔ یہ سمجھایا ہے کہ اس ملک میں اخلاقی حالت ، یک جہتی ،امنِ عامہ سب کچھ مر چکا تھا۔

امن عامہ کا یہ حال تھا کہ ایک کتی کے بچے کے مرنے پر ہزاروں ہی کٹ کے مر گئے ۔ بت پرستی جس کا لازمہ جھوٹے قصے ہیں کیونکہ پجاری اپنے اپنے بتوں کی فوقیت ثابت کرنے کیلئے عجیب عجیب فسانے تراش لیتے ہیں ۔جن ملکوں میں شرک ہوتا ہے۔ وہاں الہٰیات کا علم بالکل نہیں ہوتا۔ پہاڑوں پر ایسی حالت بہت پائی جاتی ہے۔ یورپ میں قطعاً بت پرستی ہی رہ گئی ہے۔

حضرت صاحب نے ایک موقع پر نہایت عمدہ نکتہ لکھا ہے کہ ان لوگوں نے نئی نئی ایجادیں کی ہیں یہاں تک کہ خدا بھی نیا ہی گھڑ لیا ہے۔

لوتھر نے لکھا ہے کہ بدکاری کر اور پیٹ بھر کر ، کر۔ کیا مسیح تیرے لئے کفارہ نہیں ہوا۔ ایک پڑھے لکھے شخص سے میں نے پوچھا۔ایک شخص ننگے سر دو لکڑیاں ہاتھ میں لئے بھاگتا ہوا تمہاری کوٹھی کی طرف آئے اور کہے۔آئی ایم گاڈ ، آئی ایم گاڈ۔ توتم اسے کیا کہو گے۔اس نے کہا کہ آپ گستاخی

کرتے ہیں۔ میں نے کہا۔ پاگل ہی کہتے ہیں۔

غرض خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب زمین مردہ ہوتی ہے تو آسمان سے جو پانی برستا ہے اس سے وہ بقاعدہ وَالسَّمَآءِ ذَاتِ الرَّجۡعِ وَ الۡاَرۡضِ ذَاتِ الصَّدۡعِ [1] (طارق:۱۲، ۱۳) زندہ ہو ہی جاتی ہے۔ اور جو جو بیج بڑھنے کی طاقت رکھتے ہیں۔ وہ اس سے اُگ پڑتے ہیں۔ اسی طرح آسمانی وحی کا پانی مردہ دلوں پر پڑ کر (جن میں استعداد ہو) ان کو زندہ کرتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰ رنومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۱)

۳۷۔ سُبۡحٰنَ الَّذِیۡ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ کُلَّهَا مِمَّا تُنۡۢبِتُ الۡاَرۡضُ وَ مِنۡ اَنۡفُسِهِمۡ وَ مِمَّا لَا یَعۡلَمُوۡنَ۔

ترجمہ۔ وہ پاک ذات ہے جس نے پیدا فرمائے ہر چیز کے جوڑے جوڑے اس قسم میں سے جو زمین اگاتی ہے اور خود ان کی ذات میں سے اور ان چیزوں میں سے جن کو وہ جانتے ہی نہیں۔

تفسیر۔ خَلَقَ الۡاَزۡوَاجَ ۔ روئیدگی کے ساتھ اس کا ذکر کیا ہے کہ اس کو کھا کر نسل بڑھتی ہے۔ اس تمثیل میں سمجھا دیا ہے۔ جیسے بارش ہو تو کوئی روئیدگی کو روک نہیں سکتا۔ اسی طرح یہ الہامی بارش جو ہوئی۔ تو اب اس کے نتیجہ سے ایک قوم پیدا ہونے والی ہے۔ تم اسے روک نہیں سکتے۔

دور کیوں جاؤ۔ اس گاؤں میں بھی ایک شخص پر خدا کے فضل کی بارش ہوئی۔ اور پھر باوجود سخت مخالفت کے ایک قوم خدا کے دین پر چلنے والی پیدا ہوگئی۔ اور تم جو یہاں دو تین سو بیٹھے ہو۔ یہ اسی کا ثبوت ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰ رنومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۱)

مِمَّا لَا یَعۡلَمُوۡنَ ۔ تمام نر و مادہ کا علم دنیا کو نہیں۔ پتھروں کے، درختوں کے۔ دونوں کے جوڑے ہوتے ہیں۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۶۔۴۷۷)

---

[1] اور قسم ہے برسات والے آسمان کی (کیونکہ زمین سے پانی جا کر واپس آتا ہے)۔ اور زمین کی قسم جو بہت پھٹ جاتی ہے (بسبب جھاڑ اور روئیدگیوں اور دوسرے صدمات کے)۔

۳۹۔ وَالشَّمْسُ تَجْرِیْ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِیْرُ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ ۔

ترجمہ ۔اورآفتاب بہہ رہا، چل رہا ہے اپنی قرارگاہ پر۔ یہ زبردست علیم کے اندازے باندھے ہوئے ہیں۔

تفسیر ۔ لِمُسْتَقَرٍّ لَّهَا ۔گردش کی مقررکردہ جگہ۔ایک طرف خط جدی۔ایک طرف خط سرطان۔

(ضمیمہ اخبار بدرقادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰/نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۱)

۴۰۔ وَالْقَمَرَ قَدَّرْنٰهُ مَنَازِلَ حَتّٰی عَادَ كَالْعُرْجُوْنِ الْقَدِیْمِ ۔

ترجمہ ۔اور چاند کی ہم نے مقرر کردی ہیں منزلیں یہاں تک کہ پلٹ آیا جیسی پرانی ڈالی۔

تفسیر ۔ اور چاند کیلئے ہم نے منزلیں مقرر کردیں۔ یہاں تک کہ آخرکار وہ چاند پرانی ٹہنی کی طرح ہوجاتا ہے۔ (نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۴۸)

۴۱۔ لَا الشَّمْسُ یَنْۢبَغِیْ لَهَاۤ اَنْ تُدْرِكَ الْقَمَرَ وَ لَا الَّیْلُ سَابِقُ النَّهَارِ ؕ وَ كُلٌّ فِیْ فَلَكٍ یَّسْبَحُوْنَ ۔

ترجمہ ۔نہ تو سورج ہی سے یہ ہوسکتا ہے کہ وہ چاند کو آپکڑے اور نہ رات ہی دن سے آگے بڑھ سکتی ہے اور وہ سب آسمانوں میں تیر رہے ہیں۔

تفسیر ۔سورج کو طاقت نہیں کہ چاند کو دبوچ لے یا اس سے جاملے۔اور نہ رات دن سے آگے نکل سکتی ہے۔ بلکہ یہ سب کے سب اپنے اپنے فلک میں تیرتے ہیں۔

(نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۴۸)

۴۲۔ وَاٰیَةٌ لَّهُمْ اَنَّا حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ فِی الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۔

ترجمہ ۔اور ایک نشانی ان کے لئے یہ ہے کہ ہم نے اٹھالیا ان کی ذریت کو بھری ہوئی کشتی میں۔

تفسیر ۔ حَمَلْنَا ذُرِّیَّتَهُمْ ۔ اب بھی جس کی اولاد بحری سفر کے ذریعے ولایت پہنچتی ہے وہ بڑا فخر کرتا ہے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۷)

۴۴، ۴۵۔ وَ اِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ فَلَا صَرِیْخَ لَهُمْ وَ لَا هُمْ یُنْقَذُوْنَ۔ اِلَّا رَحْمَةً مِّنَّا وَ مَتَاعًا اِلٰى حِیْنٍ۔

ترجمہ۔ اور ہم چاہیں تو ان کو ڈبا دیں تو ان کا کوئی رونے والا نہیں اور نہ وہ خارج کئے جائیں۔ مگر ہماری ہی رحمت ہے اور ان کو فائدہ پہنچتا ہے جیئے تک۔

تفسیر۔ وَ اِنْ نَّشَاْ نُغْرِقْهُمْ ۔ پیشگوئی فرماتا ہے کہ تم بھی اسی زمین پر بصورت گستاخی و مقابلہ نبی غرق کر دیئے جاؤ گے اور تمہارا کوئی فریادرس نہ ہوگا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰ / نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۱)

۴۶۔ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمُ اتَّقُوْا مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ وَ مَا خَلْفَكُمْ لَعَلَّكُمْ تُرْحَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے اللہ کو سپر بناؤ (اور اللہ یا اُن پیشگوئیوں سے ڈر کر) جو تمہارے آگے ہیں اور جو تمہارے پیچھے ہیں تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

تفسیر۔ مَا بَیْنَ اَیْدِیْكُمْ ۔ جو عذاب تمہارے سامنے ہے۔

وَ مَا خَلْفَكُمْ ۔ جو عذاب پیچھے آنے والا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰ / نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۱)

۴۸۔ وَ اِذَا قِیْلَ لَهُمْ اَنْفِقُوْا مِمَّا رَزَقَكُمُ اللّٰهُ قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ اِنْ اَنْتُمْ اِلَّا فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔

ترجمہ۔ اور جب ان سے کہا جاتا ہے کہ اللہ نے جو تم کو دیا ہے اس میں سے کچھ خرچ کرو تو حق چھپانے والے منکر ایمانداروں سے کہتے ہیں کیا ہم ایسے کو کھلائیں جس کو اللہ چاہتا تو خود کھلا دیتا کچھ شک نہیں کہ تم لوگ صریح گمراہی میں پڑے ہوئے ہو۔

تفسیر۔ قرآن کریم میں لباس اور مکان دینے کی تاکید نہیں آئی۔ جس قدر کھانا کھلانے کی آئی ہے۔ ان لوگوں کو خدا نے کافر کہا ہے جو بھوکے کو کہہ دیتے ہیں کہ میاں تم کو خدا ہی نہ دے دیتا اگر دینا منظور ہوتا۔ قرآن کریم کے دل سورہ یٰسٓ میں ایسا لکھا ہے قَالَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا لِلَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اَنُطْعِمُ مَنْ لَّوْ یَشَآءُ اللّٰهُ اَطْعَمَهٗۤ آجکل چونکہ قحط ہو رہا ہے۔ انسان اس نصیحت کو یاد رکھے اور

دوسرے بھوکوں کی خبر لینے کو بقدرِ وسعت تیار رہے۔ اور اللہ تعالیٰ کی محبت کیلئے یتیموں ، مسکینوں اور پابندِ بلا کو کھانا دیتا رہے مگر صرف اللہ کیلئے دے۔ یہ تو جسمانی کھانا ہے۔ روحانی کھانا ایمان کی باتیں ، رضاءِ الٰہی اور قرب کی باتیں ، یہاں تک کہ مکالمہ الٰہیہ تک پہونچا دینا۔ اسی رنگ میں رنگین ہوتا ہے یہ بھی طعام ہے۔ وہ جسم کی غذا ہے یہ روح کی غذا۔ (الحکم جلد ۳ نمبر ۴۱ مورخہ ۱۷؍نومبر ۱۸۹۹ء صفحہ ۴)

۵۱۔ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَۃً وَّ لَآ اِلٰٓی اَھْلِھِمْ یَرْجِعُوْنَ۔

ترجمہ ۔ پھر نہ کچھ وصیّت ہی کر سکیں گے اور نہ اپنے اہل کی طرف واپس ہی جا سکیں گے۔

تفسیر۔ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ تَوْصِیَۃً ۔ نہ خود کچھ کر سکو گے۔ نہ کسی کو کہہ سکو گے کہ ہمارے بعد یوں انتظام کرنا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۱)

بدر میں مارے گئے۔ نہ وصیت کر سکے۔ نہ لوٹ کر گھر جا سکے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۷)

۵۲۔ وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَاِذَا ھُمْ مِّنَ الْاَجْدَاثِ اِلٰی رَبِّھِمْ یَنْسِلُوْنَ۔

ترجمہ ۔ اور جب پھونکا جائے گا صور میں تو وہ اپنے مقاموں میں سے اپنے رب کی طرف دوڑ پڑیں گے۔

تفسیر۔ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ ۔ جب ہمارا بگل بجے گا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۱)

۵۳۔ قَالُوْا یٰوَیْلَنَا مَنْۢ بَعَثَنَا مِنْ مَّرْقَدِنَا ؎ ھٰذَا مَا وَعَدَ الرَّحْمٰنُ وَ صَدَقَ الْمُرْسَلُوْنَ۔

ترجمہ ۔ اور کہیں گے ہائے ہماری کم بختی ! ہم کو کس نے اٹھا دیا ہماری خواب گاہ سے یہ تو رحمن کا وعدہ ہے سچ کہا تھا نبیوں نے۔

تفسیر۔ مِنْ مَّرْقَدِنَا ۔ ہماری آرام کی جگہ۔ اعتراض کیا جاتا ہے۔ کیا کفار کیلئے قبر آرام گاہ ہے اس کا جواب یہ ہے کہ یہ نسبتی امر ہے۔ آنے والے عذاب کے مقابل میں یہ عذابِ قبر

موجبِ آرام ہی تھا۔

بموتش بگیر تا بمرض راضی شود [1]

سے بھی یہ مسئلہ حل ہوسکتا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۱)

۶۰۔ وَ امْتَازُوا الْيَوْمَ اَيُّهَا الْمُجْرِمُوْنَ۔

ترجمہ۔(اور ہم فرمائیں گے) آج الگ ہو جاؤ اے قطع تعلق کرنے والے لوگو!۔

تفسیر۔ اَلْمُجْرِمُوْنَ۔ قطع تعلق کرنے والے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۱)

۶۱۔ اَلَمْ اَعْهَدْ اِلَيْكُمْ يٰبَنِيْۤ اٰدَمَ اَنْ لَّا تَعْبُدُوا الشَّيْطٰنَ ۚ اِنَّهٗ لَكُمْ عَدُوٌّ مُّبِيْنٌ۔

ترجمہ۔کیا میں نے تم کو حکم نہیں بھیجا تھا اے آدم کی اولاد! کہ تم شیطان کی پوجا نہ کرنا بے شک وہ تمہارا کھلا کھلا دشمن ہے۔

تفسیر۔ الشَّيْطٰنَ۔ خدا سے دور۔ ہلاک شدہ روحیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۱)

۶۳۔ وَ لَقَدْ اَضَلَّ مِنْكُمْ جِبِلًّا كَثِيْرًا ؕ اَفَلَمْ تَكُوْنُوْا تَعْقِلُوْنَ۔

ترجمہ۔اور شریر ہلاک کرنے والے نے گمراہ کر دیا تم سے بہتوں کو۔تو کیا تم کچھ بھی عقل نہیں رکھتے۔

تفسیر۔ اَضَلَّ۔ہلاک کر دیا۔(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۱)

۶۶۔ اَلْيَوْمَ نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ وَ تُكَلِّمُنَاۤ اَيْدِيْهِمْ وَ تَشْهَدُ اَرْجُلُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔

ترجمہ۔آج ہم مہر لگا دیں گے ان کے منہ پر اور ہم سے بات کریں گے ان کے ہاتھ اور گواہی دیں گے ان کے پاؤں کہ وہ کیا کمائی کیا کرتے تھے۔

---

[1] اس کو مرنے سے روکو یہاں تک کہ وہ اپنے مرض پر راضی ہو جائے۔

تفسیر۔ تُكَلِّمُنَآ اَيْدِيْهِمْ ۔طب پڑھنے سے معلوم ہوتا ہے کہ بعض بیماریاں صرف ہاتھ دیکھنے سے معلوم ہوجاتی ہیں۔بعض بیماریاں پیچھے مڑ کر چلانے سے پتہ لگ سکتا ہے۔ یہ تو دنیا کا حال ہے۔آخرت میں تو سب کچھ ظاہر ہوجائے گا۔(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰/نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۲)

۶۹۔ وَمَنْ نُّعَمِّرْهُ نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ؕ اَفَلَا يَعْقِلُوْنَ۔

ترجمہ۔اور جس کو ہم زیادہ عمر دیتے ہیں تو اس کو اوندھا کر دیتے ہیں خلقت میں۔تو پھر کیا وہ سمجھتے ہی نہیں۔

تفسیر۔ مَنْ نُعَمِّرْهُ ۔خواہ بحیثیت قومی یا بحیثیت سلطنت یا بحیثیت عظمت۔

نُنَكِّسْهُ فِي الْخَلْقِ ۔ یہ قانون تمام اشیاء عالم میں ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰/نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۲)

انسان بہت بڑے بڑے ارادے کرتا ہے۔بچپنے سے نکل کر جب جوانی کے دن آتے ہیں اور جوں جوں اس کے اعضاء نشوونما پا کر پھیلتے ہیں اور قویٰ مضبوط ہوتے ہیں۔اس کے ارادے بھی وسیع ہوتے جاتے ہیں۔ایک بچہ رونے اور ضد کرنے کے وقت ماں کی گود میں چلے جانے یا دودھ پی لینے سے یا تھوڑی سی شیرینی یا کسی تماشے کھیل سے خوش ہوسکتا ہے اور اس کے بہلانے کے واسطے بہت تھوڑی سی تکلیف برداشت کرنی پڑتی ہے یا یوں کہو کہ ایک بچے کی خوشی اور خواہشات کا منزلِ مقصود بہت محدود ہوتا ہے۔مگر جوں جوں وہ ترقی کرتا اور اس کے قویٰ مضبوط ہوتے جاتے ہیں تُوں تُوں اس کے ارادوں اور خواہشات کا میدان بھی وسیع ہوتا چلا جاتا ہے۔حتّٰی کہ قرآن شریف کی اس آیت اَوَ لَمْ نُعَمِّرْكُمْ مَّا يَتَذَكَّرُ فِيْهِ مَنْ تَذَكَّرَ وَ جَآءَكُمُ النَّذِيْرُ ۔[1] (فاطر:۳۸) کا مصداق بن جاتا ہے۔اس دور کا پہلا درجہ ۱۸ سال کی عمر ہوتی ہے۔اسوقت انسان میں عجیب عجیب قسم کی اُمنگیں پیدا ہوتی ہیں۔ایسے وقت میں جبکہ انسان کے قوٰی بھی مضبوطی اور استویٰ کی حد تک پہنچ جاتے ہیں اور اس کے ارادے بھی بہت وسیع ہوجاتے ہیں۔رسول اکرمؐ نے ہر نمازی کو جن میں یہ لڑکا بھی داخل ہے طولِ امل اور ہموم وغموم سے پناہ مانگنے کے واسطے حکم دیا ہے۔

---

[1] کیا ہم نے تم کو اتنی عمر نہ دی تھی جس میں تم سوچ لیتے جس کو سوچنا ہوتا اور تمہارے پاس آچکا تھا ڈرانے والا۔

ایک دوسری حدیث میں آیا ہے کہ رسولِ اکرمؐ نے ایک چارکونہ شکل بنائی اور اس کے وسط میں ایک نقطہ بنا کر فرمایا کہ یہ نقطہ انسان ہے اور دائرہ سے مراد اجل ہے۔یعنی انسان کو اجل احاطہ کئے ہوئے ہے اور پھر انسانی امانی اور آرزوئیں اس سے بھی باہر ہیں۔ یہ سچی بات ہے کہ انسان بڑے بڑے لمبے ارادے کرتا ہے جو سینکڑوں برسوں میں بھی پورے نہیں ہو سکتے مگر اس کی اجل اسے ان ارادوں تک پہنچنے سے پہلے ہی دبا لیتی ہے۔ (الحکم جلد ۱۲ نمبر ۲۶ مورخہ ۱۰/اپریل ۱۹۰۸ء صفحہ ۵،۶)

۷۱۔ لِّیُنۡذِرَ مَنۡ کَانَ حَیًّا وَّ یَحِقَّ الۡقَوۡلُ عَلَی الۡکٰفِرِیۡنَ۔

ترجمہ۔نتیجہ یہ کہ اس کلام سے اس کو ڈرائے جو جان رکھتا ہو (معلوم ہوا کہ کافر مردے ہیں کیونکہ) ثابت ہو چکی ہے بات کافروں پر۔

تفسیر۔ یَحِقَّ الۡقَوۡلُ۔ فردِ جرم لگے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱،۲ مورخہ ۳ و ۱۰/نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۲)

۷۶۔ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ نَصۡرَہُمۡ ۙ وَ ہُمۡ لَہُمۡ جُنۡدٌ مُّحۡضَرُوۡنَ۔

ترجمہ۔ وہ ان کی مدد نہیں کر سکیں گے اور وہ بت اور جھوٹے معبود ان کے لشکر بنا کر حاضر کئے جائیں گے۔

تفسیر۔ لَا یَسۡتَطِیۡعُوۡنَ نَصۡرَہُمۡ ۔وہ بت مشرکانِ مکہ کو کچھ مدد نہ دے سکے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱،۲ مورخہ ۳ و ۱۰/نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۲)

۷۹۔ وَ ضَرَبَ لَنَا مَثَلًا وَّ نَسِیَ خَلۡقَہٗ ؕ قَالَ مَنۡ یُّحۡیِ الۡعِظَامَ وَ ہِیَ رَمِیۡمٌ ۔

ترجمہ۔اور ہمارے لئے مثالیں دینے لگا اور اپنی پیدائش کو بھول گیا۔لگا کہنے کون زندہ کرے گا یہ خالی کھوکھلی ہڈیئیں۔

تفسیر۔ مَنۡ یُّحۡیِ الۡعِظَامَ وَ ہِیَ رَمِیۡمٌ ۔ کھوکھل ہڈیوں کو کون زندہ کرے گا۔

(نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۱۹)

۸۳۔ اِنَّمَآ اَمْرُہٗٓ اِذَآ اَرَادَ شَیْـًٔا اَنْ یَّقُوْلَ لَہٗ کُنْ فَیَکُوْنُ۔

ترجمہ۔اس کے سوانہیں کہ جب وہ چاہے کسی چیز کو بنانا تو وہ اس چیز کو کہہ دیتا ہے ہوتو وہ ہو جاتی ہے۔

تفسیر۔ اس کی بات ہے کہ جب ارادہ کرتا ہے کسی شئے کا تو فرماتا ہے کہ ہو پس ہو پڑتی ہے۔

(نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۱۹)



سُوْرَۃُ الصّٰٓفّٰتِ مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

ہم سورۂ صافات کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اللہ کے باعظمت نام سے جس نے سب ہی کچھ مہیا کر دیا اور ہر قسم کی محنت کا صلہ دینے کو تیار ہے۔

۲ تا ۵۔ وَ الصّٰٓفّٰتِ صَفًّا۔ فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا۔ فَالتّٰلِیٰتِ ذِکْرًا۔ اِنَّ اِلٰھَکُمْ لَوَاحِدٌ۔

ترجمہ۔ قسم ہے صفوں میں صف بستہ ہونے والوں کی۔ پھر انتظاماً ڈانٹنے والوں کی۔ پھر وعظ سنانے والوں کی۔ کہ تمہارا اللہ تو بس ایک ہی اللہ ہے۔

تفسیر۔ وَ الصّٰٓفّٰتِ صَفًّا۔ اگر بڑے لائق لوگوں کی صفیں عمدہ صف باندھ کر کسی عظیم الشان مذہب کی تحقیق میں بیٹھیں۔

فَالزّٰجِرٰتِ زَجْرًا۔ وہ مجلس اتنی بڑی ہو کہ پولیس کا انتظام کرنا پڑے۔

فَالتّٰلِیٰتِ ذِکْرًا۔ پھر اس میں بڑے بڑے لیکچرار اپنے اپنے مضمون پڑھیں۔

اِنَّ اِلٰھَکُمْ لَوَاحِدٌ۔ تو خلاصہ یہی نکلے گا کہ اللہ ایک ہے۔ واقعہ میں مخلوق پرست کے پاس کوئی دلیل نہیں ہوتی۔

ایک بت پرست رئیس سے میری گفتگو ہوئی۔ اس نے کہا۔ قدیم مذہب اچھا ہوتا ہے۔ میں نے کہا فرمائیے۔ رام چندر کس کی پرستش کرتے تھے۔ آخر چلتے چلتے وہ اس بات پر پہونچ گیا کہ ’’ایک خدا کی‘‘

عیسائیوں سے بھی یہی سوال کیا ہے کہ کنواری کا بیٹا جب دنیا میں نہیں آیا تھا تو کس کی پرستش

لوگ کرتے تھے۔تو ان کو ماننا پڑا ہے۔اس واحد معبود حقیقی کی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۲)

وَالصّٰٓفّٰتِ صَفًّا۔ صفیں باندھ لی جائیں۔لیکچرار لیکچر دیں۔پولیس کا انتظام بھی ہو تو یہ ثابت ہوگا کہ اللہ ایک ہے۔اس کا نمونہ جلسہ اعظم مذاہب میں ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۷)

۶۔ رَبُّ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا وَرَبُّ الْمَشَارِقِ۔

ترجمہ۔وہ ربّ ہے آسمان اور زمین کا اور جو کچھ ان دونوں میں ہے اور وہ مشرقوں کا رب ہے۔

تفسیر۔ رَبُّ الْمَشَارِقِ ۔ شروقِ نور کے حصول کا نام ہے۔تمام نوروں کا سرچشمہ وہی رب ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۲)

۷ تا ۱۱۔ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ ِۨالْكَوَاكِبِ۔ وَحِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ۔ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَيُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ۔ دُحُوْرًا وَّلَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ۔ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ۔

ترجمہ۔ہم نے سامنے والے آسمان کو آراستہ کیا ہے ستاروں کی زینت سے۔اور محفوظ رکھا ہے شیاطین اور منجم سے۔(جو اطاعت سے خارج ہیں) وہ کان نہیں لگا سکتے بڑی مجلس کی طرف اور پھینکے جاتے ہیں ہر طرف سے۔پڑتی ہیں دھتکاریں (ان پر) اور ان کے لئے عذاب ہے ہمیشہ کا۔کوئی جھپٹے کسی امر کے دریافت کرنے کے لئے تو چمکتا ہوا شہاب اس کے پیچھے پڑتا ہے۔

تفسیر۔ ہم نے خوشنما بنایا اس ورلے آسمان کو کواکب کی زینت سے اور محفوظ کر دیا ہم نے اسے ہر ایک خدا سے دور یا ہلاک ہونے والے متکبر ضدی سے۔ملاء اعلیٰ کی باتیں نہیں سن سکتے اور ہر جانب سے دھکیلے جاتے ہیں۔دھتکارے جاتے اور ان کیلئے دائمی دکھ دینے والا عذاب ہے۔ہاں اگر کوئی جھٹی مارے تو اس کے پیچھے لگتے ہیں شہابِ ثاقب، میٹیارز، الکاپات۔

(نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۶۷)

شَیْطٰنٍ مَّارِدٍ۔ ایک مخلوق ہے جو ناپاک اور مخلوق سے دور رہتی ہے۔ عرب اسے کاہن کہتے ہیں۔ شانہ بین بھی انہی میں داخل ہیں۔ وہ انبیاء کی اتباع نہیں کرتے اور غیب کی باتوں کی ٹوہ میں لگے رہتے ہیں۔

لَا یَسَّمَّعُوْنَ اِلَی الْمَلَاِ الْاَعْلٰی۔ جبرائیل اور اس کے قرب والے ملائکہ تک ان کی رسائی نہیں۔ مگر وہ زمین کے ملائکہ یا ادھر اُدھر سے کچھ اڑا لیتے ہیں۔ کچھ جھوٹ ملا دیتے ہیں۔

شِھَابٌ ثَاقِبٌ۔ چمکتا ہوا شعلہ پڑتا ہے اور وہ جھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۲)

اَلْمَلَاِ الْاَعْلٰی۔ جنابِ الٰہی کا الہام اولاً جن کو پہنچتا ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۷)

۲۳، ۲۴۔ اُحْشُرُوا الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا وَ اَزْوَاجَھُمْ وَ مَا کَانُوْا یَعْبُدُوْنَ۔ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ فَاھْدُوْھُمْ اِلٰی صِرَاطِ الْجَحِیْمِ۔

ترجمہ۔ حکم ہوگا جمع کرو ظالموں کو اور ان کے ساتھ والوں اور مردوں اور عورتوں کو اور ان کو جن کی یہ پوجا کرتے تھے۔ اللہ کے سوا۔ پھر اُن کو دوزخ کے راستہ پر چلاؤ۔

تفسیر۔ ازواج جمع ہے زوج کی اور زوج کے معنی ہیں۔ ساتھی (اَلْاَزْوَاجُ: اَلْقُرَنَاءُ) یعنی ازواج بمعنی ساتھی کے ہیں۔

سُبْحٰنَ الَّذِیْ خَلَقَ الْاَزْوَاجَ کُلَّھَا مِمَّا تُنْۢبِتُ الْاَرْضُ وَمِنْ اَنْفُسِھِمْ ۔[۱]

(سیپارہ ۲۳۔ رکوع ۲۔ سورہ۔ یٰسٓ: ۳۷)

ثَمٰنِیَۃَ اَزْوَاجٍ ۚ مِنَ الضَّاْنِ اثْنَیْنِ وَمِنَ الْمَعْزِ اثْنَیْنِ۔[۲]

(سیپارہ ۸۔ رکوع ۴۔ سورۃ الانعام: ۱۴۴)

وَّاٰخَرُ مِنْ شَکْلِہٖۤ اَزْوَاجٌ۔[۳] (سیپارہ ۲۳۔ رکوع ۱۳۔ سورہ صٓ: ۵۹)

۱؎ پاک ذات ہے وہ جس نے بنائے جوڑے سب چیز کے اس قسم سے جو اُگتا ہے زمین میں اور ان کے نفسوں سے۔ ۱۲ ۲؎ پیدا کئے آٹھ نر اور مادہ بھیڑ میں سے دو اور بکریوں میں سے دو۔ ۱۲ ۳؎ اور کچھ اَور اسی شکل کا طرح طرح کی چیزیں۔ ۱۲

لَا تَمُدَّنَّ عَيْنَيْكَ اِلٰى مَا مَتَّعْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْهُمْ[1] (سیپارہ ۱۴۔ رکوع ۶۔ سورۃ الحجر: ۸۹)
فَاَخْرَجْنَا بِهٖٓ اَزْوَاجًا مِّنْ نَّبَاتٍ شَتّٰى۔[2] (سیپارہ ۱۶۔ رکوع ۱۱۔ سورہ طٰہٰ: ۵۴)

دیکھو ان تمام محاورات میں جوروا ں معنی کرنا ہرگز صحیح نہیں۔ یہاں ہر جگہ ازواج کے معنے ساتھ والے کے ہیں۔ مطلب آیت کا نہایت صاف ہے کہ بڑے بڑے ظالم بدکار اور ان کی جنس کے سنگی ساتھی سب کو دوزخ میں لے جاؤ۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اول صفحہ ۱۳۱۔ ۱۳۲)

۳۸۔ بَلْ جَآءَ بِالْحَقِّ وَ صَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ۔

ترجمہ۔ حالانکہ وہ تو سچا دین لے کر آیا ہے اور وہ تمام پیغمبروں کا مصدّق ہے۔

تفسیر۔ وَ صَدَّقَ الْمُرْسَلِيْنَ ۔ قرآن شریف نے تمام رسولوں کی تصدیق کی۔ جو صداقتیں انہوں نے مختلف زمانوں میں پیش کیں۔ وہ سب قرآنِ مجید میں موجود ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰ / نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۲)

۶۶۔ طَلْعُهَا كَاَنَّهٗ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ۔

ترجمہ۔ اس کے خوشے ایسے ہیں جیسے سانپ کے پھن۔

تفسیر۔ رُءُوْسُ الشَّيٰطِيْنِ۔ سانپوں کا سر۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰ / نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۲)

اس کے پھل ایسے ہوتے ہیں جیسے سانپ کی زبان۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۷)

۸۴، ۸۵۔ وَ اِنَّ مِنْ شِيْعَتِهٖ لَاِبْرٰهِيْمَ۔ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ۔

ترجمہ۔ اور اسی کی راہ چلنے والوں میں سے ابراہیم بھی تھا۔ جب وہ صحیح سلامت دل کے ساتھ اپنے ربّ کے پاس آیا۔

تفسیر۔ انبیاء پہلے تمام اسباب کو اپنی طاقت و وسعت کے مطابق جمع کرتے ہیں پھر خدا کو پکارتے ہیں کیونکہ اسباب کا جمع کرنا بھی خدا ہی کے قانون کی فرماں برداری ہے۔ تدبیر کے معنے ہیں۔ آخر کو دیکھنا۔

---

[1] مت پسار اپنی آنکھیں اُن چیزوں پر جو برتنے کو دیں ہم نے اُن کو کئی طرح کے لوگوں پر۔ ۱۲
[2] پھر نکالا ہم نے اُس سے بھانت بھانت سبزہ۔ ۱۲

توکل کے معنے ہیں۔ جو چیز بہم نہیں پہونچ سکی۔ اس کے لئے جنابِ الٰہی میں التجاء اور اس کی ذات پر بھروسہ۔

مِنْ شِيْعَتِهٖ۔ نوح کے اتباع میں سے۔

بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۔ دل ہو جو طمع ، حسد ، شہوت کے خیال اور اس کے لوازمات جہالت ، سستی ، فضولی ، غضب ۔ اس قسم کی بدیوں سے پاک اور اپنے مولیٰ کا فرماں بردار ہو۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰ رنومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۲)

خدا تعالیٰ مخفی در مخفی ارادوں اور نیتوں کو جانتا ہے۔ اس کے حضور نفاق کام نہیں آ سکتا۔ بلکہ اِذْ جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ ۔ کام آتا ہے۔ سلامتی ہو۔ انکار نہ ہو۔ خدا سے سچی محبت ہو۔ اللہ تعالیٰ کی مخلوق سے ہمدردی اور خیر خواہی ہو۔ امر بالمعروف کرنے والا اور ناہی عن المنکر ہو۔ بدی کا دشمن ، راست بازوں کا محب ہو۔ خدا تعالیٰ سے غافل اور بے پرواہ نہ ہو۔ یہ منشائے اسلام ہے۔

(الحکم جلد ۳ نمبر ۷ مورخہ ۳ رمارچ ۱۸۹۹ء صفحہ ۴۔۵)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا پاک نام ابراہیم بھی تھا۔ جس کی تعریف اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اِبْرٰهِيْمَ الَّذِيْ وَفّٰۤى[1] (النجم: ۳۸) اور وہی ابراہیم جو جَآءَ رَبَّهٗ بِقَلْبٍ سَلِيْمٍ کا مصداق تھا۔ اس نے سچی تعظیم امرِ الٰہی کی کر کے دکھائی۔ اس کا نتیجہ کیا دیکھا۔ دنیا کا امام ٹھیرا۔

(الحکم جلد ۷ نمبر ۱۱ مورخہ ۲۴ رمارچ ۱۹۰۳ء صفحہ ۴)

۸۸۔ فَمَا ظَنُّكُمْ بِرَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

ترجمہ ۔ بس کیا گمان ہے تمہارا ربّ العالمین پر۔

تفسیر۔ فَمَا ظَنُّكُمْ ۔ چور چوری جبھی کرتا ہے کہ اس کو خدا کی صفت اور رزاقیت پر ایمان نہیں ہوتا۔ زانی نہیں سمجھتا کہ اللہ پاک بیبیاں دے سکتا ہے۔ اسی لئے فرمایا ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ[2] (حم السجدہ: ۲۴)

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰ رنومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۲)

---

[1] اور ابراہیم کی کتابوں میں جس نے عہد پورا کیا ۔ [2] یہ بدگمانی (یعنی اللہ نادان ہے خبیر نہیں) جو تم نے اپنے رب کے حق میں کی ۔ اُس نے تو تم کو تباہ ہی کر دیا۔

۸۹، ۹۰۔ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ۔ فَقَالَ اِنِّيْ سَقِيْمٌ ۔

ترجمہ۔ پھر اس نے ستاروں میں خاص نظر سے دیکھا۔ پھر کہا میں بہت بیمار ہوں۔

تفسیر۔ فَنَظَرَ نَظْرَةً فِي النُّجُوْمِ ۔ انہوں نے وقت کی طرف توجہ فرمائی۔ اب بھی مہذب ملک میں دستور ہے کہ کسی کو رخصت کرنا ہو یا خود جانا ہو تو اپنی گھڑی دیکھ لیتے ہیں۔

اِنِّيْ سَقِيْمٌ ۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ كَانَ صِدِّيْقًا نَّبِيًّا وہ بڑا راست باز تھا۔ ادھر حضرت ابراہیمؑ فرماتے ہیں۔ میں بیمار ہوں میری طبیعت ناساز ہے۔ پس وہ اپنے قول میں سچے تھے۔ اپنی کمزوری اور کسی اندرونی سقم کو انسان خود ہی سمجھتا ہے۔ اللہ کے بندے باوجود ناسازیٔ طبع بھی تبلیغ کے جوش میں نکل آتے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰ ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۲، ۲۱۳)

۹۹۔ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَسْفَلِيْنَ ۔

ترجمہ۔ پس انہوں نے اس کے ساتھ ایک داؤ کرنا چاہا تو ہم نے انہیں کو نیچا دکھا دیا۔

تفسیر۔ فَاَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا ۔ صرف ارادہ کیا ہے (یہ بات یاد رکھو) مگر خدا نے یہ ارادہ چلنے نہ دیا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰ ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۳)

۱۰۳۔ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْيَ قَالَ يٰبُنَيَّ اِنِّيْٓ اَرٰى فِي الْمَنَامِ اَنِّيْٓ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَاذَا تَرٰى ؕ قَالَ يٰٓاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِيْٓ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ ۔

ترجمہ۔ پھر جب وہ اس کے ساتھ دوڑنے کے قابل ہوا تو ابراہیم نے کہا اے میرے پیارے بیٹے! میں اپنی آنکھوں سے دیکھ رہا ہوں کہ تجھ کو ذبح کر رہا ہوں تو تُو سوچ لے کہ تیری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا اے میرے باپ تجھے جو حکم دیا گیا ہے وہ تو کر گزر قریب ہی تو مجھ کو پائے گا انشاء اللہ نیکیوں پر جمے رہنے والے اور بدیوں سے بچنے والوں میں سے۔

تفسیر۔ اَرٰى فِي الْمَنَامِ ۔ کوئی شخص دیکھے کہ میں اپنے بیٹے کو ذبح کرتا ہوں تو اس کے معنے یہی ہوتے ہیں کہ دُنبہ ذبح کر دے۔ عالمِ رؤیا میں بیٹا کَبَش[1] ہوتا ہے اور کَبَش بیٹا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳ و ۱۰ ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۳)

---

[1] کَبَش : دُنبہ۔ مرتب

ابراہیم علیہ السلام بہت بوڑھے اور ضعیف تھے۔ ۹۹ برس کی عمر تھی۔ خدا تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق اولادِ صالح عنایت کی۔ اسمٰعیلؑ جیسی اولاد عطا کی۔ جب اسمٰعیلؑ جوان ہوئے تو حکم ہوا کہ ان کو قربانی میں دے دو۔ اب ابراہیم علیہ السلام کی قربانی دیکھو۔ زمانہ اور عمر وہ کہ ۹۹ تک پہونچ گئی۔ اس بڑھاپے آئندہ اولاد کے ہونے کی کیا توقع اور وہ طاقتیں کہاں؟ مگر اس حکم پر ابراہیمؑ نے اپنی ساری طاقتیں، ساری امیدیں اور تمام ارادے قربان کر دیئے۔ ایک طرف حکم ہوا۔ اور معاً بیٹے کو قربان کرنے کا ارادہ کر لیا۔ پھر بیٹا بھی ایسا سعید بیٹا تھا کہ جب ابراہیم علیہ السلام نے فرمایا بیٹا! اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ تو وہ بلا چون و چرا یونہی بولا کہ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ ابا! جلدی کرو۔ ورنہ وہ کہہ سکتے تھے کہ یہ خواب کی بات ہے۔ اس کی تعبیر ہو سکتی ہے۔ مگر نہیں۔ کہا۔ پھر کر ہی لیجئے۔ غرض باپ بیٹے نے ایسی فرماں برداری دکھائی کہ کوئی عزت، کوئی آرام، کوئی دولت اور کوئی امید باقی نہ رکھی۔ یہ آج ہماری قربانیاں اسی پاک قربانی کا نمونہ ہیں۔ مگر دیکھو کہ اس میں اور ان میں کیا فرق ہے؟

اللہ تعالیٰ نے ابراہیمؑ اور اس کے بیٹے کو کیا جزا دی۔ اولاد میں ہزاروں بادشاہ اور انبیاء....... پیدا کئے۔ وہ زمانہ عطا کیا جس کی انتہا نہیں۔ خلفاء ہوں تو وہ بھی ملتِ ابراہیمی میں سارے نواب اور خلفاءِ الٰہی دین کے قیامت تک اسی گھرانے میں ہونے والے ہیں۔

(الحکم جلد ۷ نمبر ۱۱ مورخہ ۲۴؍مارچ ۱۹۰۳ء صفحہ ۴)

یہ دن (عیدالاضحیٰ) بھی ایک عظیم الشان متّقی کی یادگار ہیں۔ اس کا نام ابراہیمؑ تھا۔ اس کے پاس بہت سے مویشی تھے۔ بہت سے غلام تھے اور بڑھاپے کا ایک ہی بیٹا تھا۔ فَلَمَّا بَلَغَ مَعَهُ السَّعْیَ قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰی۔ سو برس کے قریب کا بڈھا، ایک ہی بیٹا، اپنی ساری عزت، ناموری، مال، جاہ وجلال اور امیدیں اسی کے ساتھ وابستہ۔ دیکھو متقی کا کیا کام ہے۔ اس اچھے چلتے پھرتے جوان لڑکے سے کہا۔ میں خواب میں دیکھتا ہوں کہ تجھے ذبح کروں بیٹا بھی کیسا فرماں بردار بیٹا ہے۔ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ

اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِيْنَ۔ابا جی۔وہ کام ضرور کرو جس کا حکم جناب الٰہی سے ہوا۔میں بفضلہٖ صبر کے ساتھ اسے برداشت کروں گا۔یہ ہے تقویٰ کی حقیقت۔یہ ہے قربانی۔قربانی بھی کیسی قربانی کہ اس ایک ہی قربانی میں سب ناموں ،امیدوں ،ناموریوں کی قربانی آ گئی۔

جو اللہ کے لئے انشراحِ صدر سے ایسی قربانیاں کرتے ہیں۔اللہ بھی ان کے اجر کو ضائع نہیں کرتا۔اس کے بدلے ابراہیمؑ کو اتنی اولاد دی گئی کہ مردم شماریاں ہوتی ہیں مگر پھر بھی ابراہیمؑ کی اولاد صحیح تعداد کی دریافت سے مستثنیٰ ہے۔کیا کیا برکتیں اس مسلم پر ہوئیں۔کیا کیا انعامِ الٰہی اس پر ہوئے کہ گننے میں نہیں آ سکتے۔ہماری سرکار خاتم الانبیاء سرورِ کائنات حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم بھی اسی ابراہیمؑ کی اولاد سے ہوئے۔

پھر اس کے دین کی حفاظت کے لئے خلفاء کا وعدہ کیا کہ انہیں طاقتیں بخشے گا اور ان کو مشکلات اور خوفوں میں امن عطا کرے گا۔یہ کہانی کے طور پر نہیں۔یہ زمانہ موجود ،یہ مکان موجود ،تم موجود ، قادیان کی بستی موجود ،ملک کی حالت موجود ہے۔کس چیز نے ایسی سردی میں تمہیں دور دور سے یہاں اس مسجد میں جمع کر دیا۔سنو!اسی دستِ قدرت نے جو متقیوں کو اعزاز دینے والا ہاتھ ہے۔اس سے پہلے پچیس برس پر نگاہ کرو۔تم سمجھ سکتے ہو کہ کون ایسی سخت سردیوں میں اس گاؤں کی طرف سفر کرنے کے لیے تیار تھا۔پس تم میں سے ہر فرد بشر اس کی قدرت نمائی کا ایک نمونہ ہے۔ایک ثبوت ہے کہ وہ متقی کے لئے وہ کچھ کرتا ہے جو کسی کے سان وگمان میں بھی نہیں ہوتا یہ باتیں ہر کسی کو حاصل نہیں ہوتیں۔یہ قربانیوں پر موقوف ہیں۔انسان عجیب عجیب خوابیں اور کشوف دیکھ لیتا ہے۔الہام بھی ہو جاتے ہیں۔مگر یہ نصرت حاصل نہیں کر سکتا۔جس آدمی کی یہ حالت ہو وہ خوب غور کر کے دیکھے کہ اس کی عملی زندگی کس قسم کی تھی۔آیا وہ ان انعامات کے قابل ہے یا نہیں۔یہ (مبارک وجود) نمونہ موجود ہے۔اسے جو کچھ ملا۔ان قربانیوں کا نتیجہ ہے جو اس نے خداوند کے حضور گزاریں۔جو شخص قربانی نہیں کرتا۔جیسی کہ ابراہیمؑ نے کی اور جو شخص اپنی خواہشوں کو خدا کی رضا کے لئے نہیں چھوڑتا۔تو خدا بھی اس کیلئے پسند نہیں کرتا۔جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔حضرت نبی کریمؐ کے مقابلہ میں کیسے دشمن موجود تھے۔مگر وہ خدا جس

نے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا[۱] (المؤمن:۵۲) فرمایا۔ اس نے سب پر فتح دی۔ صلح حدیبیہ میں ایک شخص نے آ کر کہا تم اپنے بھائیوں کا جتھا نہ چھوڑو۔ ایک ہی حملہ میں یہ سب تمہارے پاس بیٹھنے والے بھاگ جائیں گے۔ اس پر صحابہؓ سے ایک خطرناک آواز سنی اور وہ ہکا بکا رہ گیا۔ یہ حضرت نبی کریمؐ کے اللہ کے حضور بار بار جان قربان کرنے کا نتیجہ تھا کہ ایسے جاں نثار مرید ملے۔ آخر وہ جو باپ بنتے تھے۔ جو تجربہ کار تھے۔ ہر طرح کی تدبیریں جانتے ان سب کے منصوبے غلط ہو گئے۔ اور وہ خدا کے حضور قربانی کرنے والا متقی نہ صرف خود کامیاب ہوا بلکہ اپنے خلفاء راشدین کیلئے بھی یہی وعدہ لے لیا۔ (بدر جلد ۷ نمبر ۳ مورخہ ۲۳؍جنوری ۱۹۰۸ء صفحہ ۸۔۹)

بخاری شریف جو قرآن مجید کے بعد دنیا کی تمام کتابوں سے زیادہ صحیح اور زیادہ واجب التعظیم ہے۔ اس میں ایک حدیث آئی ہے۔ اس کو نقل کرتا ہوں۔

حدیث۔ قَالَ اَبُوْ مُوْسٰی عَنِ النَّبِیِّ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَ سَلَّمَ قَالَ رَأَیْتُ فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اُھَاجِرُ مِنْ مَّکَّۃَ اِلٰی اَرْضٍ بِھَا نَخْلٌ فَذَھَبَ وَھَلِیْ اِلٰی اَنَّھَا الْیَمَامَۃُ اَوْ ھَجَرٌ فَاِذَا ھِیَ الْمَدِیْنَۃُ یَثْرِبُ۔

(ترجمہ) ابوموسیٰ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ میں نے خواب میں دیکھا کہ میں ہجرت کروں مکہ سے ایک زمین کی طرف جس میں کھجوروں کے باغ ہوں۔ پس گیا میرا اجتہاد اس بات کی طرف کہ وہ جگہ یمامہ نام مقام ہے یا ہجر نام گاؤں ہے۔ مگر آخر معلوم ہوا کہ وہ مدینہ تھا۔

اب دیکھئے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے خواب دیکھی اور جیسا کہ حضرت ابراہیمؑ کا فقرہ ہے ویسا ہی آپؐ کا ہے۔ چنانچہ حضرت ابرہیمؑ فرماتے ہیں کہ اِنِّیْٓ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْٓ اَذْبَحُكَ اور ایسا ہی فقرہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا ہے۔ رَئَیْتُ فِی الْمَنَامِ اَنِّیْ اُھَاجِرُ یعنی مجھے خواب میں ارشاد ہوا کہ میں ہجرت کروں اور جیسا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی خواب وحی الٰہی اور امرِ الٰہی تھی۔ اسی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خواب بھی وحی الٰہی تھی۔ اور اس میں ہجرت کا حکم تھا جیسا کہ

۱۔ بے شک ہم مدد کرتے ہیں اپنے بھیجے ہوؤں کی اور ایمانداروں کی دنیا ہی کی زندگی میں۔

دوسرے مقام پر بخاری شریف ہی میں آتا ہے اُمِرَ بِالْھِجْرَۃِ یعنی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو ہجرت کا حکم ہوا تھا۔ سو صاف ظاہر ہو گیا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام کی وحی کی طرح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو بھی اس وحی میں ہجرت کا حکم تھا۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو اجتہادی غلطی لگی اور آپؐ نے مدینہ طیبہ کی جگہ یمامہ اور ہجر نام مقام سمجھ لیا۔ اب ناظرین ہی انصاف سے دیکھیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو وہ جگہ دکھلائی گئی لیکن آپؐ نے اجتہاد میں غلطی سے بجائے مدینہ طیبہ کے یمامہ اور ہجر خیال کیا۔ مگر جب ہجرت ہوئی تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا پہلا اجتہاد واقعہ کے لحاظ سے غلط ثابت ہوا۔ (بدر جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۶)

ابراہیم کو کہا بیٹا ذبح کر۔ چھری نے کاٹ نہ کی۔ ایک دنبہ بدست جبرائیل بہشت سے بھیج دیا اسمٰعیل کی گردن تانبہ کی بن گئی۔ یا کٹ جاتی تو پھر مل جاتی۔ یہ دنبہ ہابیل والا تھا جو دوبارہ زندہ ہوا۔

الجواب: قرآن کریم میں صرف اس قدر آیا ہے۔ باقی محض جھوٹ اور قرآن کریم پر افتراء ہے۔

قَالَ یٰبُنَیَّ اِنِّیْۤ اَرٰی فِی الْمَنَامِ اَنِّیْۤ اَذْبَحُكَ فَانْظُرْ مَا ذَا تَرٰی ؕ قَالَ یٰۤاَبَتِ افْعَلْ مَا تُؤْمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیْۤ اِنْ شَآءَ اللّٰهُ مِنَ الصّٰبِرِیْنَ۔ فَلَمَّاۤ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِیْنِ۔ وَ نَادَیْنٰهُ اَنْ یّٰۤاِبْرٰهِیْمُ۔ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْیَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ۔ اِنَّ هٰذَا لَهُوَ الْبَلٰٓؤُا الْمُبِیْنُ۔ وَ فَدَیْنٰهُ بِذِبْحٍ عَظِیْمٍ۔ وَ تَرَكْنَا عَلَیْهِ فِی الْاٰخِرِیْنَ۔ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبْرٰهِیْمَ۔ كَذٰلِكَ نَجْزِی الْمُحْسِنِیْنَ۔ اِنَّهٗ مِنْ عِبَادِنَا الْمُؤْمِنِیْنَ (الصّافات: ۱۰۳ تا ۱۱۲)

میرے پیارے بیٹے! مجھے خواب میں دکھایا گیا ہے کہ میں تجھے ذبح کرتا ہوں اب تو سوچ کر بتا تیری کیا رائے ہے۔ اس نے کہا میرے پیارے باپ! تو اپنی ماموریت پر عمل کر۔ مجھے تو انشاء اللہ صابر پائے گا۔ جب وہ دونوں خدا تعالیٰ کے حکم پر راضی ہو گئے اور ابراہیم نے اسے منہ کے بل زمین پر لٹایا۔ ہم نے آواز دی۔ اے ابراہیم! تو نے اپنی رؤیا کو سچا کر دکھایا ہم محسنوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ یہ بڑا بھاری امتحان اور انعام ہے اور ہم نے اس کے عوض میں ایک بڑی قربانی کو فدیہ دیا اور آئندہ آنے والی نسلوں میں اس کا ذکر خیر باقی رکھا ابراہیم پر سلامتی۔ ہم اسی طرح محسنوں

کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ وہ ہمارے مومن بندوں سے تھا۔

باقی جو کچھ آپ نے لکھا ہے سب کا سب جھوٹ اور افتراء اور محض لغو ہے اور قرآن اور احادیث صحیحہ میں اس کا ذرہ ذکر نہیں اور جس قدر قرآن میں ہے اس پر کوئی اعتراض نہیں۔ کیوں کہ اس سے اتنا معلوم ہوتا ہے کہ ابراہیم علیہ السلام نے خواب دیکھا کہ وہ بیٹے کو ذبح کرتے ہیں نہ یہ کہ ذبح کر دیا جیسے قرآنی لفظ اِنِّیۡۤ اَرٰی فِی الۡمَنَامِ اَنِّیۡۤ اَذۡبَحُکَ (الصّافات: ۱۰۳) گواہی دیتا ہے اس قابل قدر عرفان سے بھرے ہوئے واقعہ پر اعتراض بجز سیاہ دل کور باطن حقیقت ناآشنا کے اور کون کرسکتا ہے؟ سنو! ابراہیم علیہ السلام کی عمر اس وقت ننانوے برس کی تھی اور اسماعیل اس کے اکلوتے بیٹے کی تیرہ برس کی۔ اتنے عمر کے باپ کو آئندہ اور اولاد کی امید کہاں اور بیٹے کی امیدیں اور امنگیں مرنے کے بعد کہاں! باپ کا اپنے خواب کے خیال کو اظہار کرنا اور بیٹے کا یہ کہہ دینا اِفۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ سچی الٰہی محبت کا نشان ہے جس کی قدر بدوں زندہ دل کے کون کرسکتا ہے؟ اس بات کو ہم قربانی کے مسئلہ میں کسی قدر تفصیل سے لکھ چکے ہیں۔

انسائیکلو پیڈیا برٹینیکا جلد ا ص ۵۵ میں ہے کنعانیوں میں جو قدیم باشندے فلسطین کے تھے انسانی قربانی کا رواج تھا۔ حضرت ابراہیم علیہ السلام نے جو ان میں مانے ہوئے بزرگ اور ذی رعب تھے باہمہ جاہ وحشمت بیٹے کی قربانی پر باایں کہ بیٹا بھی راضی ہو چکا تھا مینڈھا ذبح کر دیا اور اس طریق سے انسانی قربانی کے بجائے حیوانی قربانی قائم کر دی اور اب تک گویا کروڑوں جانوں کو بچالیا بَارَکَ اللّٰہُ عَلَیۡکَ یَا اِبۡرَاھِیۡمَ۔ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۲۱، ۲۲۲)

حضرت ابراہیم علیہ السلام تم جانتے ہو گے ایک بڑے عظیم الشان خدا کے پیارے نبی گزرے ہیں۔ ان کو خواب میں دکھایا گیا کہ گویا وہ اپنے بیٹے اسمٰعیل کو ذبح کرتے ہیں اس وقت اس بچے کی عمر معلوم ہوتا ہے کہ قریبا تیرہ برس کی تھی۔ حضرت ابراہیم نے اپنے بیٹے کو کہا کہ بیٹے میں نے دیکھا ہے کہ تم کو ذبح کرتا ہوں بیٹے کی فرمانبرداری دیکھو کہ کوئی عذر نہیں کیا بلکہ کہہ دیا کہ یٰۤاَبَتِ افۡعَلۡ مَا تُؤۡمَرُ ۫ سَتَجِدُنِیۡۤ اِنۡ شَآءَ اللّٰہُ مِنَ الصّٰبِرِیۡنَ (الصّٰفّٰت: ۱۰۳) اے باپ جو آپ کو حکم ہوا ہے اسے

بجالا یئے انشاء اللہ تعالیٰ مجھے آپ صابر پاویں گے۔اس وعدہ پر پکار ہوں گا۔

اب ذرا دیکھو! اللہ تعالیٰ نے اس فرمانبردار بچے کو جس نے اپنے آپ کو حکم الٰہی کے موجب گویا ذبح کروا ہی لیا کیا کیا اجر دیئے۔ وہ لڑکا جس نے رضا الٰہی کے لئے مرنے سے پہلے مرنا اختیار کیا خدا نے اسے کیسا زندہ کیا کہ قیامت تک بادشاہ لوگ اپنے آپ کو اس کی اولاد میں سے ہونے کا فخر کرتے رہیں گے۔ اس کی اولاد کے بچے بھی سید یعنی سردار کہلاتے ہیں۔ خدا نے اس کا نام صادق الوعد رکھ دیا۔ کیا یہ کوئی چھوٹے بدلے ہیں۔ نہیں نہیں یہ بڑی بات ہے جو ہر ایک کے نصیب نہیں ہوتی۔ سرور کائنات بھی انہی کی اولاد میں سے ہیں۔ کیا یہ کوئی تھوڑی بات ہے مگر کیا وجہ۔ وہی کہ اس نے خدا کو ناراض نہ کرنا چاہا۔ اس کی رضا کے لئے مرنے سے پہلے مرنا اختیار کیا۔ خدا عملوں کو دیکھتا ہے ظاہر شان و شوکت پر ہی یہ انعامات منحصر نہیں جس کو چاہے چن لیوے۔

(الحکم جلد ۱ نمبر ۱۸، ۱۹ مورخہ ۶ و ۱۳/ جولائی ۱۸۹۸ء صفحہ ۱۲)

۱۰۴ تا ۱۰۶۔ فَلَمَّآ اَسْلَمَا وَ تَلَّهٗ لِلْجَبِيْنِ۔ وَ نَادَيْنٰهُ اَنْ يّٰۤاِبْرٰهِيْمُ۔ قَدْ صَدَّقْتَ الرُّءْيَا ۚ اِنَّا كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ۔

ترجمہ۔ پھر جب دونوں تعمیل حکم پر آمادہ ہوئے اور ابراہیم نے بیٹے کو پیشانی کے بل پچھاڑا۔ اور ہم نے اس کو زور سے پکارا اے ابراہیم! تو نے اپنا رؤیا سچا کر دکھایا (اور تو صدیق اور خلیل ہو گیا) بے شک ہم اسی طرح بدلہ دیا کرتے ہیں محسنوں کو۔

تفسیر۔ جب وہ دونوں خدا تعالیٰ کے حکم پر راضی ہو گئے اور ابراہیمؑ نے اسے منہ کے بل زمین پر لٹایا۔ ہم نے آواز دی۔ اے ابراہیم! تو نے اپنی رؤیا کو سچا کر دکھایا۔ ہم محسنوں کو ایسا ہی بدلہ دیا کرتے ہیں۔ (نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۲۱)

صَدَّقْتَ الرُّءْيَا۔ سیریا (شام، جانب شمالی عرب جس میں بیت المقدّس فلسطین ہے) کے ملک میں انسانی قربانی کا رواج تھا چنانچہ مسیحی تعلیم کی جڑ بھی یہی ہے۔ اسی بناء پر وہ خدا کے اکلوتے بیٹے کی قربانی پر ایمان لاتے ہیں۔ ہند میں بلیدان کا رواج تھا۔ جے پور میں اب بھی اس جگہ روز بکرا ذبح ہوتا ہے۔

حضرت حق سبحانہٗ نے حضرت ابراہیمؑ کو ایک رؤیا دکھلائی کہ وہ اپنا بیٹا ذبح کرتے ہیں۔ اس کا اعلان کیا۔ اس پر تیار ہو گئے۔ پھر بیٹے کی جگہ حسبِ تفہیم الٰہی بکرا ذبح کیا۔ اور یہ سمجھایا کہ اس کی اصل یہ ہے کہ خدا کا مکالمہ پہلے ایسے رنگ میں ہوا کہ لوگ سمجھ نہیں سکے کہ بیٹے کی قربانی سے کیا مراد ہے۔ اور اس طرح پر اس بدرسم کا ایک راستباز کے عمل سے قلع قمع ہوا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰ ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۳)

۱۰۷ تا ۱۱۲۔ اِنَّ ہٰذَا لَہُوَ الۡبَلٰٓـؤُا الۡمُبِیۡنُ۔ وَ فَدَیۡنٰہُ بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ۔ وَ تَرَکۡنَا عَلَیۡہِ فِی الۡاٰخِرِیۡنَ۔ سَلٰمٌ عَلٰۤی اِبۡرٰہِیۡمَ۔ کَذٰلِکَ نَجۡزِی الۡمُحۡسِنِیۡنَ۔ اِنَّہٗ مِنۡ عِبَادِنَا الۡمُؤۡمِنِیۡنَ۔

ترجمہ۔ بے شک یہ تو کھلا کھلا انعام ہے۔ اور ہم نے اس کو ذبح عظیم کے بدلے چھڑا لیا۔ اور ہم نے باقی رکھا ذکر خیر اس کے لئے پچھلے لوگوں میں۔ سلام ہو ابراہیم پر۔ اور ہم اسی طرح بدلہ دیتے ہیں محسنوں کو۔ کچھ شک نہیں کہ وہ ہمارے ایماندار بندوں میں سے تھا۔

تفسیر۔ یہ بڑا بھاری امتحان اور انعام ہے اور ہم نے اس کے عوض میں ایک بڑی قربانی کو فدیہ دیا۔ اور آئندہ آنے والی نسلوں میں اس کا ذکرِ خیر باقی رکھا۔ ابراہیم پر سلامتی۔ ہم اسی طرح محسنوں کو بدلہ دیا کرتے ہیں۔ وہ ہمارے مومن بندوں سے تھا۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۲۱، ۲۲۲)

وَ فَدَیۡنٰہُ بِذِبۡحٍ عَظِیۡمٍ۔ اس ملک میں بلیدان آدمی کی قربانی ہوتی تھی۔ اس کے روکنے کے لئے سمجھایا۔ اس کی بجائے بکرے کی قربانی چاہیے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۷)

۱۱۳، ۱۱۴۔ وَ بَشَّرۡنٰہُ بِاِسۡحٰقَ نَبِیًّا مِّنَ الصّٰلِحِیۡنَ۔ وَ بٰرَکۡنَا عَلَیۡہِ وَ عَلٰۤی اِسۡحٰقَ ؕ وَ مِنۡ ذُرِّیَّتِہِمَا مُحۡسِنٌ وَّ ظَالِمٌ لِّنَفۡسِہٖ مُبِیۡنٌ۔

ترجمہ۔ اور ہم نے اُس کو اسحق کی بشارت دی جو سنوار والوں میں سے نبی ہوگا۔ اور ہم نے اُس پر اور اسحق پر برکتیں نازل کیں۔ اور ان کی اولاد میں سے بعض نیکو کار ہیں اور بعض اپنا نقصان

کرنے والے ہیں صریح۔

تفسیر۔ وَ بَشَّرْنٰهُ بِاِسْحٰقَ ۔ یہ غلام حلیم کے علاوہ دوسرے بیٹے کی بشارت ہے۔

وَ بٰرَكْنَا عَلَيْهِ ۔ اس اولاد ابراہیم پر جس کا نام اسمٰعیل تھا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۳)

۱۲۱۔ سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ۔

ترجمہ۔ کہ موسیٰ اور ہارون پر سلام ہو۔

تفسیر۔ کسی نبی کا بیان دوبارہ ہوتا ہے تو دراصل اس میں پیشگوئی ہوتی ہے۔ احکام فقیہ کے متعلق تو قریباً ڈیڑھ سو آیات ہیں۔ ان کے علاوہ جو آیات ہیں ان سے مقصود ہے کہ انسان باخدا انسان بن جاوے اور وہ اخلاق فاضلہ سیکھے۔ اللہ سے پاک تعلق پیدا کرے۔

سَلٰمٌ عَلٰى مُوْسٰى وَ هٰرُوْنَ ۔ اَلسَّلَامُ عَلَيْنَا وَ عَلٰى عِبَادِ اللّٰهِ الصّٰلِحِيْنَ ۔ التحیات میں ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۳)

۱۲۶۔ اَتَدْعُوْنَ بَعْلًا وَّ تَذَرُوْنَ اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ۔

ترجمہ۔ کیا تم بَعل کو پوجتے ہو اور اَحْسَنُ الْخَالِقِين کو چھوڑتے ہو (یعنی بہت ہی اچھے خالق)۔

تفسیر۔ بَعْلًا ۔ سورج کو بھی ایک دیوتا مانا گیا ہے۔ سورج کی ہیکل کو بعل کہتے ہیں۔ چاند کو وہ لوگ مؤنث سمجھتے تھے اور سورج کو مذکر۔ بعل مرد کو کہتے ہیں۔

اَحْسَنَ الْخَالِقِيْنَ ۔ تمام اندازہ کرنے والوں سے خوبیوں میں بڑھ کر۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۳)

۱۴۰ تا ۱۴۴۔ وَ اِنَّ يُوْنُسَ لَمِنَ الْمُرْسَلِيْنَ ۔ اِذْ اَبَقَ اِلَى الْفُلْكِ الْمَشْحُوْنِ ۔ فَسَاهَمَ فَكَانَ مِنَ الْمُدْحَضِيْنَ ۔ فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ وَ هُوَ مُلِيْمٌ ۔ فَلَوْ لَاۤ اَنَّهٗ كَانَ مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ ۔

ترجمہ۔ اور بے شک یونس بھی رسولوں میں سے تھا۔ جب (وہ اپنے بادشاہ سے ناراض ہوکر) بھری

ہوئی کشتی کی طرف چلا گیا۔تو انہوں نے قرعہ اندازی کی تو وہ دریا میں پھینکا گیا۔ پھر مچھلی نے اس کا لقمہ کرلیا اور وہ (اپنے آپ پر) ملامت کرنے لگا۔تو وہ اگر تسبیح کرنے والوں میں سے نہ ہوتا۔

تفسیر۔ صوفیوں نے لکھا ہے کہ یہ یونسؑ کا معراج ہے۔نینوا ایک شہر تھا۔ایک لاکھ بیس ہزار اس کی آبادی تھی۔وہ دارالسلطنت تھا۔حضرت یونسؑ وہاں بھیجے گئے۔آپ نے وعظ کیا۔لوگوں نے ممانعت کی تو حضرت یونسؑ نے کہا کہ تم پر عذاب آوے گا۔جب وہ دن آئے تو ایسی کچھ بات نکلی کہ ان کے دل میں خدا کی صفت رحمانیت کا جوش آ گیا تو وہ سمجھے۔ممکن ہے۔اللہ تعالیٰ عذاب ٹال دے۔اس لئے وہ علیحدہ ہو گئے۔ادھر لوگوں نے عذاب کے نشان دیکھتے ہی تضرع وزاری شروع کر دی اور وہ عذاب ٹال دیا گیا۔

جب حضرت یونسؑ نے سنا کہ عذاب نہیں آیا تو وہ لوگوں سے بھاگے کہ خواہ مخواہ خدائے کریم کی مصالح وغریب نوازیوں سے ناواقف لوگ اعتراض کریں گے۔

اَبَقَ۔ جو غلام بغیر رضامندی اپنے آقا کے نکل جاوے۔اسے ابق کہتے ہیں۔

فَسَاهَمَ۔ قرعہ کس طرح ڈالا۔یہ میں نے قرآن وحدیث میں نہیں پڑھا۔

فَالْتَقَمَهُ الْحُوْتُ۔حدیثوں سے تو نہیں مگر تفاسیر سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ ان کی ایڑی کو مونھ میں لیا۔

مِنَ الْمُسَبِّحِيْنَ۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ ۖ اِنِّيْ كُنْتُ مِنَ الظّٰلِمِيْنَ۔[1] (الانبیاء: ۸۸) کہنے والے۔

تیرنے والوں سے بھی معنے کئے گئے ہیں مگر میں ان معنوں کی جرأت نہیں کر سکتا۔کیونکہ دوسرے موقع پر اس کی تصریح میں فرمادیا کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّآ اَنْتَ سُبْحٰنَكَ پڑھتے تھے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱،۲ مورخہ ۳،۱۰رنومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۳)

۱۴۷۔ وَ اَنْۢبَتْنَا عَلَيْهِ شَجَرَةً مِّنْ يَّقْطِيْنٍ۔

ترجمہ۔ اور اس کے لئے تربوز یا ککڑی وغیرہ کی بیل اُگادی۔

۱؎ کوئی سچا معبود نہیں تیرے سوا۔تیری پاک ذات بے عیب ہے میں ہوں کمزور مصیبتوں میں پھنسا ہوا۔

تفسیر۔ یَقْطِیْنٍ ۔ایسے درخت کو کہتے ہیں جس کا پھل بڑا ہو اور بیل سست۔ پیٹھا ، کدو، تربوز سب کو یقطین کہتے ہیں۔ دریا کے کناروں پر ایسی بیلیں لوگ لگا دیتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰ ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۳)

۱۴۸۔ وَ اَرْسَلْنٰهُ اِلٰی مِائَةِ اَلْفٍ اَوْ یَزِیْدُوْنَ۔

ترجمہ ۔اور اس کو ایک لاکھ اور زیادہ کی طرف رسول بنا کر بھیجا۔

تفسیر۔ اَوْ یَزِیْدُوْنَ ۔ بلکہ زیادہ۔ بہرحال لاکھ سے کم نہ تھے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰ ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۳)

۱۵۱۔ اَمْ خَلَقْنَا الْمَلٰٓئِكَةَ اِنَاثًا وَّ هُمْ شٰهِدُوْنَ۔

ترجمہ ۔کیا ہم نے فرشتوں کو عورت ذات بنایا ہے اور وہ گواہ ہیں۔

تفسیر۔ وَ هُمْ شٰهِدُوْنَ ۔ بہت سے کم عقل لوگ ابتداخلق پر اٹکل بازی سے بحث کرتے رہتے ہیں۔ اللہ نے فرمادیا کہ اس قسم کے مباحث ٹھیک نہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰ ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۳)

۱۵۵۔ مَا لَكُمْ قف كَیْفَ تَحْكُمُوْنَ۔

ترجمہ ۔ تمہیں کیا ہوا یہ کیسا فیصلہ کرتے ہو۔

تفسیر۔ مَا لَكُمْ ۔ اس پر ’’قف‘‘ ہے۔ کہ آدمی خوب تامّل کرے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰ ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۳)



سُوْرَۃُ صٓ مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

ہم سورۂ صٓ کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اللہ کے اسم شریف سے جو رحمن و رحیم ہے۔

۲، ۳۔ صٓ وَالْقُرْاٰنِ ذِی الذِّکْرِ ۔ بَلِ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا فِیْ عِزَّۃٍ وَّ شِقَاقٍ ۔

ترجمہ۔ ہم ایک صادق کا ذکر کرتے ہیں اور قسم ہے نصیحت کرنے والے قرآن کی۔ ہاں جن لوگوں نے انکار کیا‘ حق کو چھپایا وہ ہیکڑی اور سخت اختلاف میں پڑے ہیں۔

تفسیر۔ صٓ ۔ اللہ تعالیٰ کا نام ہے۔

ذِی الذِّکْرِ ۔ یہ فطرت ہے کہ انسان بلند پروازی چاہتا ہے۔ شرافت والے تاریخی آدمی تم بن جاؤ گے۔

شِقَاقٍ ۔ رسول سے ہٹ جانے کی راہ۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۳)

صٓ ۔ صادق

ذِی الذِّکْرِ ۔ فطرت کو جگانے، بھولی ہوئی باتیں یاد دلانے کیلئے قرآن آیا۔ مسئلہ تثلیث و کفارہ، بت پرستی انسان کی فطرت میں ہرگز نہیں۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۷)

۴۔ کَمْ اَھْلَکْنَا مِنْ قَبْلِھِمْ مِّنْ قَرْنٍ فَنَادَوْا وَّ لَاتَ حِیْنَ مَنَاصٍ ۔

ترجمہ۔ (اور انہیں معلوم نہیں) کہ ہم نے ان سے پہلے کتنی بستیاں اور سنگتیں ہلاک کر ڈالیں تو وہ پکار پکار کے چلائے جب کہ بھاگنے کا موقع ہرگز نہیں ہے (خلاصی کا وقت جاتا رہا)۔

تفسیر۔ فَنَادَوْا ۔ پس چلا اٹھے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۴)

۵۔ وَ عَجِبُوْٓا اَنْ جَآءَهُمْ مُّنْذِرٌ مِّنْهُمْ ۫ وَ قَالَ الْكٰفِرُوْنَ هٰذَا سٰحِرٌ كَذَّابٌ۔

ترجمہ۔ اور انہوں نے اس بات سے تعجب کیا کہ ان کے پاس ایک ڈرانے والا بھی انہیں میں سے آیا اور کافروں نے کہا یہ تو دھوکا باز بڑا جھوٹا لپاٹی ہے۔

تفسیر۔ مُنْذِرٌ مِّنْهُمْ۔ حالانکہ ان کے حکماء و علماء و مقنّن و پولیس مین و بادشاہ انہی سے ہوتے ہیں۔ پس رسول کا انہی میں سے آنا فطرت کے خلاف نہیں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۷)

اور وہ حیران ہوئے کہ انہی میں سے ان کے پاس ایک ڈرانے والا آیا اور ان منکروں نے کہا یہ جھوٹا جادوگر ہے۔ (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۱۹۱ حاشیہ)

۶۔ اَجَعَلَ الْاٰلِهَةَ اِلٰهًا وَّاحِدًا ۚ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ۔

ترجمہ۔ کیا اس نے سب معبودوں کو ایک ہی معبود بنا دیا۔ یہ بات تو بہت ہی تعجب کی ہے۔

تفسیر۔ دیکھو اس نے متعدد معبودوں کو ایک ہی معبود بنا ڈالا۔ یہ تو اچنبھے کی بات ہے۔

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۱۹۱ حاشیہ)

بعض لوگوں نے قرآن مجید کی زبان پر اعتراض کیا کہ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ عُجَابٌ اور كُبَّارًا اور هُزُوًا یہ خلافِ محاورہ و غیر فصیح الفاظ ہیں۔ آپؐ نے فرمایا کہ اپنے کسی زبان دان بوڑھے کو بلا لاؤ چنانچہ ایک کو مجلسِ نبویؐ میں لائے۔ آپؐ نے اسے فرمایا۔ بیٹھ جاؤ۔ جب بیٹھا تو فرمایا۔ ذرا اٹھنا۔ پھر بیٹھا تو پھر فرمایا۔ ذرا آپ اٹھ کر اس طرف تشریف رکھ لیں۔ جب وہ اس طرف بیٹھا تو پھر آپؐ نے فرمایا۔ آپ ذرا یہاں سے اٹھئے اور ادھر آ جائیے تو وہ جھنجھلا کر بول اٹھا۔ یَا محمد أَتَتَّخِذُنِیْ هُزُوًا وَ اَنَا شَیْخٌ كُبَّارٌ۔ اِنَّ هٰذَا الشَّیْءُ عُجَابٌ۔ اے محمدؐ کیا تو مجھے خفیف بنانا چاہتا ہے حالانکہ میں ایک بڈھا، بڑی عمر کا آدمی ہوں۔ یہ بڑی عجیب بات ہے۔ اس طرح پر وہ تینوں الفاظ اس زبان دان تجربہ کار، فصیح و بلیغ بڈھے کے منہ سے نکلوائے۔ اور معترضین نادم ہو کر دم بخود رہ گئے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۲۔ ماہ فروری ۱۹۱۲ء صفحہ ۸۵)

۷۔ وَ انْطَلَقَ الْمَلَاُ مِنْهُمْ اَنِ امْشُوْا وَ اصْبِرُوْا عَلٰٓى اٰلِهَتِكُمْ ۚۖ اِنَّ هٰذَا لَشَیْءٌ یُّرَادُ ۔

ترجمہ۔اوران کے رعب دار سردار چلائے اوران میں کے بڑے بڑے امراء بول اٹھے تو چلے جاؤ اور اپنے معبودوں پر قائم رہو۔ بے شک اس بات میں تو کچھ غرض ہے (یعنی یہ دین مطلبی ہے)۔

تفسیر۔ اِنْطَلَقَ۔ بول اٹھے۔

شَیْءٌ یُّرَادُ ۔ کچھ اعتراض ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰/نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۴)

اوران کے سردار یہ کہتے ہوئے (انہیں) چلے کہ چلو اپنے معبودوں پر پکے رہو کیونکہ یہ ایک بات ہے جس کا منشاء کچھ اور ہے۔ (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۹۱ حاشیہ)

وَ انْطَلَقَ الْمَلَاُ ۔بول اٹھے سردار۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۷)

۸۔ مَا سَمِعْنَا بِهٰذَا فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۚۖ اِنْ هٰذَاۤ اِلَّا اخْتِلَاقٌ ۔

ترجمہ۔ یہ بات ہم نے دوسرے مذہبوں میں نہیں سنی (یا نصاریٰ وغیرہ کے مذہب میں نہیں سنتے) بے شک یہ تو ایک بناوٹی بات ہے۔

تفسیر۔ فِی الْمِلَّةِ الْاٰخِرَةِ ۔کسی دوسرے کے مذہب میں مجوس عیسائی۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۷)

ہم نے پچھلے دین میں یہ بات نہیں سنی۔ یہ تو کچھ گھڑت سی معلوم ہوتی ہے۔

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۹۱ حاشیہ)

۹۔ ءَاُنْزِلَ عَلَیْهِ الذِّكْرُ مِنْۢ بَیْنِنَا ؕ بَلْ هُمْ فِیْ شَكٍّ مِّنْ ذِكْرِیْ ۚ بَلْ لَّمَّا یَذُوْقُوْا عَذَابِ ۔

ترجمہ۔کیا اسی پر نازل کیا گیا ہے قرآن ہم سب میں سے (یعنی یہ شخص خود مستثنیٰ کیوں ہو رہا ہے) نہیں وہ تو میرے قرآن ہی سے شک میں ہیں۔ ہاں انہوں نے چکھا نہیں میرا عذاب۔

تفسیر۔ الذِّکْرُ ۔ یہ قابلِ ذکر ہو جائے گا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰ رنومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۴)

۱۱۔ اَمْ لَهُمْ مُّلْكُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَمَا بَيْنَهُمَا ۫ فَلْيَرْتَقُوْا فِي الْاَسْبَابِ۔

ترجمہ۔(یعنی کیا یہ بڑے متقی ہیں) یا ان کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں اور ان چیزوں میں جو ان کے درمیان ہیں تو انہیں چاہئے کہ (آسمان میں رسی لٹکا کر) اس پر چڑھ کر (تمہاری) ترقی کے اسباب کاٹ دیں۔

تفسیر۔ فَلْيَرْتَقُوْا ۔ کوئی شئے بنا کر آسمان پر چڑھیں اور نصرت کو روکیں۔ اپنے آپ کو پھانسی دے دیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰ رنومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۴)

۱۲۔ جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ۔

ترجمہ۔ یہ تو ان لشکروں میں سے ایک لشکر ہے جو وہاں شکست دے کر بھگایا جائے گا۔

تفسیر۔ جُنْدٌ ۔ جھنڈ۔ دشمن ایک بڑا گروہ ہوں گے۔ یہ ایک پیشگوئی ہے۔

هُنَالِكَ ۔ مدینہ منوّرہ کی طرف اشارہ ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰ رنومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۴)

جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ۔ احزاب (جماعتیں) احزاب کے بڑے بڑے لشکر اس جگہ شکست کھا جائیں گے۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم بدلہ لینے والی جماعتیں ہیں۔ عنقریب یہ سب لوگ شکست دیئے جائیں گے اور بھاگ نکلیں گے۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ دوم صفحہ ۲۵۷ حاشیہ)

جُنْدٌ مَّا هُنَالِكَ مَهْزُوْمٌ مِّنَ الْاَحْزَابِ۔ سورۂ احزاب میں وَ لَمَّا رَاَ الْمُؤْمِنُوْنَ الْاَحْزَابَ ۙ قَالُوْا هٰذَا مَا وَعَدَنَا اللّٰهُ وَ رَسُوْلُهٗ[1] (الاحزاب:۲۳) یہ مکّی آیت ہے هُنَالِكَ سے اشارہ فرمایا۔ مکہ میں یہ پیشگوئی پوری ہوگی۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۷)

---

[1] اور جب دیکھا ایمانداروں نے لشکروں کو کہنے لگے کہ یہ وہی ہے جس کا ہم سے وعدہ کیا تھا اللہ اور اس کے رسول نے۔

۱۶۔ وَمَا يَنْظُرُ هٰۤؤُلَآءِ اِلَّا صَيْحَةً وَّاحِدَةً مَّا لَهَا مِنْ فَوَاقٍ۔

ترجمہ۔اور یہ لوگ نہیں راہ دیکھ رہے ہیں مگر ایک سخت صدمہ کی جس سے مہلت آرام کی نہیں ملے گی۔

تفسیر۔ مَا يَنْظُرُ۔میں نے لوگوں کو بہت سمجھایا ہے کہ جب قوم محدود دائرہ میں ہوتی ہے اور اس کے سامان محدود ہوتے ہیں تو ان کی زبان بھی محدود ہوتی ہے۔جب ان کے تعلقات بڑھ جاتے ہیں اور دوسری قوموں سے تعلقات بڑھتے ہیں تو وہ لفظ بھی وسیع ہو جاتے ہیں۔

فَوَاقٍ ۔ ایک اونٹنی کو دُوھ کر جب دوسری کو دوہتے ہیں اور تیسری کو۔اور پھر اسی طرح کئی کو دُوھ کر جب پھر پہلی کو دوہنے لگے تو اس فاصلہ کو فواق کہتے ہیں۔اسی طرح جب لڑائی میں ایک شخص مہلت مانگتا ہے تو اس کو فواق کہتے ہیں۔یہاں بھی عذاب کی مہلت کا ذکر ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰/نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۴)

۱۸۔ اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ۔

ترجمہ۔یہ جو کچھ کہتے ہیں تُو اس پر صبر کرتا رہ اور ہمارے بندے داؤد کا حال یاد کر لے جو بڑا قوت والا تھا اور وہ بڑا رجوع کرنے والا تھا۔

تفسیر۔ اِصْبِرْ عَلٰى مَا يَقُوْلُوْنَ۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دشمن کبھی ننگ و ناموس پر کبھی جان و مال پر، کبھی مال و اسباب پر، کبھی دین پر حملہ کرتے ہیں۔اور ان حملات کیلئے بعض اوقات مامور کڑھتے ہیں کہ یہ کیوں ایسی شرارتیں کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ نبی کریم (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو تسکین فرماتا ہے کہ تیرے پاس کلیں نہیں اور داؤدؑ کے پاس تھیں۔تیرے پاس فوج نہیں اور داؤد کے پاس تھی۔داؤد کی قوم اس سے ملی ہوئی تھی۔تیری قوم تیرے ساتھ نہیں۔داؤدؑ کے پاس مال و اسباب اور بادشاہت تھی اور تیرے پاس نہیں۔شریر لوگ جبکہ داؤد کا مقابلہ کر لیتے تھے تو تیرے جیسے انسان پر اگر حملہ کر لیں تو کیا بات ہے۔جس طرح داؤد عفو سے کام لیتے تھے۔اسی طرح تم بھی عفو سے کام لو۔ داؤد کے زمانہ میں جس قدر ہولی لینڈ[1] اور شام کے پہاڑ تھے سب ان کے ماتحت تھے۔یہاں تک کہ

---

[1] THE HOLY LAND ارض مقدسہ (فلسطین)

جولوگ متنفر تھے وہ بھی ان کے حضور میں حاضر تھے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۴)

قرآن کریم میں ہے حضرت داؤد علیہ السلام کی نسبت ارشاد ہے وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوُدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ (ص:۱۸) یعنی یاد کرو ہمارے بندے داؤد کو بہت ہاتھوں والا (بڑا طاقت ور) وہ جناب الٰہی کی طرف توجہ کرنے والا ہے۔ اور ید کے معنے نصرت وغیرہ کے بھی ہیں۔ راغب میں ہے۔ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۔[1] (الفتح:۱۱) اَیْ نُصْرَتُهٗ وَنِعْمَتُهٗ وَقُوَّتُهٗ۔ ید کے معنے ملک وتصرف کے بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ ۔[2] (البقرۃ:۲۳۸) ان معنوں میں سے ہر ایک یہاں چسپاں ہوسکتا ہے اور عام انسانی بول چال میں بھی ہاتھ کا لفظ ان سب معنوں پر بولا جاتا ہے۔ (نور الدّین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۷۲، ۲۷۳)

۲۰۔ وَالطَّيْرَ مَحْشُوْرَةً ۭ كُلٌّ لَّهٗۤ اَوَّابٌ ۔

ترجمہ۔ اور سخت متنفروں کو بھی جمع کیا تھا۔ سب کے سب اس کی وجہ سے اللہ کی طرف جھکنے والے تھے۔

تفسیر۔ الطَّيْرَ ۔ متنفر لوگ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۴)

۲۱۔ وَشَدَدْنَا مُلْكَهٗ وَاٰتَيْنٰهُ الْحِكْمَةَ وَفَصْلَ الْخِطَابِ ۔

ترجمہ۔ اور ہم نے اس کی سلطنت کو مضبوط کیا تھا اور اس کو عقل ودانائی عطا فرمائی تھی اور وہ فیصلے خوب کرتا تھا۔

تفسیر۔ فَصْلَ الْخِطَابِ ۔ فیصلہ کردینے والی بات۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۴)

---

[1] اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔

[2] یا وہ معاف کردے جس کے ہاتھ میں نکاح کی گرہ ہو۔

۲۲۔ وَ هَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ۔

ترجمہ۔ اور کیا تیرے پاس اس کے دشمن کی خبر پہنچی جو قلعہ کی دیوار پھاند کر آئے۔

تفسیر۔ وَ هَلْ اَتٰىكَ۔ ان کے دشمن کی خبر بھی ہے کہ دشمن اس قلعہ اور فصیل پر بھی کود پڑے۔ تمہارے پاس تو کوئی قلعہ اور فصیل بھی نہیں ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰/ نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۴)

اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ۔ فرماتا ہے بایں ہمہ ساز و سامان حضرت داؤد پر دشمن نے حملہ کر دیا تھا۔ اور آپ کے پاس (اے نبی) کوئی قلعہ وغیرہ نہیں۔ اللہ حافظ ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۷۔۴۷۸)

حضرت داؤد خلیفۃ اللہ کا مقابلہ بعض ناعاقبت اندیشوں نے کرنا چاہا۔ یہاں تک کہ وہ دیواریں پھاند کر ان کے قلعہ میں گھس آئے۔ مگر چونکہ اللہ تعالیٰ جن کو خلعتِ خلافت سے سرفراز فرماتا ہے۔ اُن کو ایک خاص رعب وداب بھی دیتا ہے۔ اس لئے وہ داخل ہوتے ہی ایسے گھبرائے کہ سوائے ایک جھوٹا قصہ تراشنے کے کچھ بن نہ آیا۔

چنانچہ قرآن مجید میں ذکر آیا۔ وَ هَلْ اَتٰىكَ نَبَؤُا الْخَصْمِ ۘ اِذْ تَسَوَّرُوا الْمِحْرَابَ۔ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ (صٓ: ۲۲، ۲۳) (اور کیا ان دشمنوں کی خبر پہنچی۔ جب وہ محراب میں دیوار کود کر آئے۔ جب داؤدؑ پر داخل ہوئے تو وہ ان سے ڈرا۔ انہوں نے کہا۔ نہ ڈر۔ دو دشمن ہیں۔ زیادتی کی ہے ایک نے دوسرے پر) آخر یہ دشمن بھی لعنتی ہی بنے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ لُعِنَ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنْۢ بَنِيْٓ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى لِسَانِ دَاوٗدَ وَ عِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ ؕ ذٰلِكَ بِمَا عَصَوْا وَّ كَانُوْا يَعْتَدُوْنَ (المائدہ: ۷۹)۔[۱]

(تشحیذ الاذہان جلد ۶ نمبر ۱۱۔ ماہ نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۴۳۲۔۴۳۳)

---

[۱] لعنتی ہوئے وہ جنہوں نے کفر کیا بنی اسرائیل سے داؤد اور عیسٰی بن مریم کی زبان پر۔ یہ اس لئے کہ انہوں نے سرکشی کی اور حد سے بڑھتے تھے۔

۲۳۔ اِذْ دَخَلُوْا عَلٰى دَاوٗدَ فَفَزِعَ مِنْهُمْ قَالُوْا لَا تَخَفْ ۚ خَصْمٰنِ بَغٰى بَعْضُنَا عَلٰى بَعْضٍ فَاحْكُمْ بَيْنَنَا بِالْحَقِّ وَلَا تُشْطِطْ وَاهْدِنَآ اِلٰى سَوَآءِ الصِّرَاطِ ۔

ترجمہ۔ اور وہ داؤد کے پاس اندر پہنچے تو وہ چوکس ہو گیا ان سے۔ انہوں نے کہا آپ کیوں گھبراتے ہیں کیوں چوکنا ہوتے ہیں ہم تو دو دشمن ہیں زیادتی کرتے ہیں ہم ایک دوسرے پر تو آپ حق حق فیصلہ کر دیجیئے اور تاخیر نہ ڈالئے اور ہمیں سیدھا راستہ بتا دیجیئے۔

تفسیر۔ اِذْ دَخَلُوْا۔ ایک دفعہ دشمن حضرت داؤد پر اچانک کود پڑے۔ یہ بھی مستعد بیٹھے تھے۔ جب ان دشمنوں نے دیکھا کہ یہ مستعد بیٹھے ہیں۔ تو کہنے لگے کہ حضور ہم ایک مقدمہ فیصل کرانے آئے ہیں۔ گھبرا کے کہتے ہیں کہ آج ہی فیصل کر دیجیئے۔ تاریخ کو بڑھائیے نہیں۔ جھگڑا یہ ہے کہ اسکی سو دنبیاں ہیں۔ دیکھو کیسا جھوٹا مقدمہ بنالیا۔ لیکن انبیاء کیسے رحیم و کریم ہوتے ہیں۔ فرماتے ہیں کہ اس نے ظلم کیا ہے کہ تمہاری ایک دنبی کو مانگتا ہے۔ باوجودیکہ اس کے پاس ہیں۔

اب حضرت داؤدؑ کو فکر ہوا کہ ہمارے ملک میں بڑا فتنہ ہے۔ یہاں تک کہ لوگ ہم پر بھی حملہ آور ہونے لگے۔ تب انہوں نے جنابِ الٰہی میں دعا کی۔ ہم نے حکم دیا کہ داؤد تو کوئی اپنی کوششوں سے خلیفہ ہوا؟ ہم نے تجھ کو خلیفہ بنایا۔ اس سے بڑی نصیحت یہ نکلتی ہے کہ حوصلہ کرو اور دشمن کو حوالۂ بخدا کرو۔ دعائیں مانگو۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰ نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۴)

قَالُوْا لَا تَخَفْ۔ جب جاگتا پایا تو ان دشمنوں نے جو بارادۂ قتل آئے تھے ایک بات گھڑ لی۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۸)

۲۵۔ قَالَ لَقَدْ ظَلَمَكَ بِسُؤَالِ نَعْجَتِكَ اِلٰى نِعَاجِهٖ ؕ وَاِنَّ كَثِيْرًا مِّنَ الْخُلَطَآءِ لَيَبْغِيْ بَعْضُهُمْ عَلٰى بَعْضٍ اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَقَلِيْلٌ مَّا هُمْ ؕ وَظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ وَخَرَّ رَاكِعًا وَّاَنَابَ ۔

ترجمہ۔ داؤد نے فرمایا کہ بے شک اس نے تجھ پر ظلم کیا ہے وہ جو دنبی مانگتا ہے اپنی دنبیوں میں

ملانے کو۔ اور بہت سے ساتھی ایسے ہی ہوتے ہیں کہ بعض پر بعض زیادتی کرتے رہتے ہیں مگر ہاں جنہوں نے اللہ کو مانا اور بھلے کام کئے (وہ ایسا نہیں کرتے) اور ایسے تو تھوڑے ہی ہیں اور داؤد نے خیال کیا کہ ہم نے اُس کو آزمایا ہے تو اُس نے حفاظت مانگی اپنے رب سے اور وہ توبہ کرتا ہوا سجدہ میں گر پڑا۔

تفسیر۔ سورۃ ص میں چند آیات کے معانی نہ سمجھنے کی وجہ سے حضرت داؤدؑ پر تہمت لگادی ہے کہ انہوں نے ایک بی بی کے خاوند کو جنگ میں بھجوا کر مروا دیا اور اسکی بی بی سے خود نکاح کر لیا۔ اور فرشتے انہیں سمجھانے آئے حالانکہ یہ بات ہے کہ وہ ملائکہ نہ تھے بلکہ دشمن تھے کہ دیواریں پھاند کر آپ کے مکان میں گھس آئے آپ بہت گھبرائے کہ ملک میں انارکسٹوں کا غلبہ ہے اور وہ یہاں تک دلیر ہو گئے ہیں کہ شاہی خیموں میں کود کر آنے میں تامّل نہیں کرتے۔

مگر معاً شاہی رعب ان پر غالب آیا اور انہوں نے ایک جھوٹی بات بنالی۔ آپ نے نہایت متانت سے انہیں جواب دیا اور ظَنَّ دَاوٗدُ اَنَّمَا فَتَنّٰهُ فَاسْتَغْفَرَ رَبَّهٗ کے یہ معنی ہیں کہ جب داؤدؑ نے یقین کیا کہ رعایا میں بغاوت اور بدامنی کا زور ہے تو سمجھا کہ آخر کوئی کمزوری اور نقص ہے جس کی وجہ سے حکومت کے رعب و جلال میں فرق آرہا ہے۔ اس لئے خدا سے حفاظت طلب کی۔ اور خدا کے حضور گر پڑے تو خدا نے آپ کی حفاظت کی اور اپنے تسلی بخش کلام سے ممتاز فرمایا۔ چنانچہ ارشاد ہوتا ہے کہ خلیفہ تو ہم نے تجھے بنایا۔ ان لوگوں کی شرارتوں کا کیا خوف اور کیوں پریشان ہوتے ہو؟ تم حق حق فیصلہ کرتے جاؤ اور عدل و انصاف پر قائم رہو۔ تمہاری ہی فتح ہوگی۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۲۔ ماہ فروری ۱۹۱۲ء صفحہ ۸۶، ۸۷)

اِلَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔ افسوس مفسرین پر جنہوں نے حضرت داؤدؑ کے بارے میں قصے لکھے۔ حالانکہ اللہ فرماتا ہے۔ انبیاء تو کجا مومن بھی دوسرے کے حق پر حملہ نہیں کرتے۔

اَنَّمَا فَتَنّٰهُ ۔ یعنی ضرور مملکت میں کچھ نقص ہے جو دشمن کو جرأت ہوئی۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۸)

۲۷۔ يٰدَاوٗدُ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً فِي الْاَرْضِ فَاحْكُمْ بَيْنَ النَّاسِ بِالْحَقِّ وَ
لَا تَتَّبِعِ الْهَوٰى فَيُضِلَّكَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَضِلُّوْنَ عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ
لَهُمْ عَذَابٌ شَدِيْدٌۢ بِمَا نَسُوْا يَوْمَ الْحِسَابِ۔

ترجمہ۔ اے داوٗد! ہم نے تجھ کو بنایا نائب ملک میں پس تُو حکم کر لوگوں میں حق کا اور گری ہوئی خواہشوں کی پیروی نہ کر تو وہ تجھے گمراہ کر دے گی اللہ کی راہ سے بے شک جو لوگ بہکاتے ہیں اللہ کی راہ سے ان کے لئے سخت عذاب ہے کیونکہ انہوں نے بھلا دیا ہے حساب کے دن کو۔

تفسیر۔ اِنَّا جَعَلْنٰكَ خَلِيْفَةً ۔ جو خلیفہ بناتا ہے۔ اللہ ہی بناتا ہے۔ حتّٰی کہ باپ دادا کا خلیفہ جو اس کی اولاد ہے وہ بھی اللہ چاہے تو بنائے ورنہ موت وغیرہ سے نہ بن سکے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۸)

۲۸، ۲۹۔ وَمَا خَلَقْنَا السَّمَآءَ وَالْاَرْضَ وَمَا بَيْنَهُمَا بَاطِلًا ؕ ذٰلِكَ ظَنُّ الَّذِيْنَ
كَفَرُوْا ۚ فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ كَفَرُوْا مِنَ النَّارِ۔ اَمْ نَجْعَلُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا
الصّٰلِحٰتِ كَالْمُفْسِدِيْنَ فِي الْاَرْضِ ۫ اَمْ نَجْعَلُ الْمُتَّقِيْنَ كَالْفُجَّارِ۔

ترجمہ۔ اور ہم نے نہیں پیدا کیا آسمان اور زمین اور جو اُن کے اندر ہے بے کار یہ ان کا خیال ہے جو حق کو چھپاتے ہیں۔ بہت افسوس ہے کافروں کے لئے آگ کے عذاب سے۔ کیا ہم کر دیں گے ان لوگوں کو جو ایمان لائے اور بھلے کام کئے بدکاروں کے جیسا جو فساد پھیلاتے پھرتے ہیں ملک میں یا ہم بنا دیں گے متقیوں کو ظاہر بدکاروں کے جیسا (یعنی ایسا نہیں کریں گے)۔

تفسیر۔ حضرت داوٗدؑ کے دشمن ان کے قلعہ پر کود پڑے تھے۔ اور ان کے سامنے جھوٹا عذر یہ کر دیا تھا کہ ہمارا مقدمہ فیصل کر دیجئے۔ اس موقع پر لوگوں نے بڑی دور از کار باتیں بیان کی ہیں۔ حضرت داوٗد کی زبانی خدا تعالیٰ نے فرمایا کہ کسی کی دُنبی ناجائز طور پر لے لینا جائز نہیں۔ پھر بھلا وہ قصے جو ان کی نسبت مشہور ہیں۔ تو حضرت داوٗدؑ نبی کہاں ہو سکتے تھے۔ حضرت سلیمانؑ کے بعد ان کے جانشین کے پاس امراء آئے۔ بعضوں نے کہا کہ ہم نے آپ کے باپ اور دادا کے زمانہ میں

خدمات کی ہیں۔آپ ہماری رعایات رکھیں۔اس جانشین کے مصاحب بڑے کمینے تھے۔انہوں نے کہا کہ اتفاق سے یہ اس وقت جمع ہو گئے ہیں۔ان سب کو یہیں ختم کر دو۔اس جانشین کا نام یربعام تھا۔اس نے کہا کہ نہیں۔انہوں سبھوں نے مل کر یعنی بنی اسرائیلی قوموں نے مل کر اسی وقت بغاوت کی۔...... پاک دوست سچی دعاؤں سے میسر آتے ہیں۔میں سچ کہتا ہوں کہ پاک دوست سچّی دعاؤں سے میسّر آتے ہیں۔

وَمَا خَلَقْنَا۔ یہ خیال کہ بہت سی چیزیں بیکار ہیں۔یہ کافروں کا گمان ہے نہ مومن کا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۴)

۳۰۔ كِتٰبٌ اَنْزَلْنٰهُ اِلَيْكَ مُبٰرَكٌ لِّيَدَّبَّرُوْٓا اٰيٰتِهٖ وَلِيَتَذَكَّرَ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔

ترجمہ۔قرآن شریف ایک بابرکت کتاب ہے ہم نے اس کو تیری طرف اتارا تا کہ لوگ اس کی آیتوں میں بہت غور کریں اور عقلمند لوگ اس سے نصیحت پکڑیں (اور عمل کریں)۔

تفسیر۔ لِيَدَّبَّرُوْا ۔ لوگ اپنے دماغ سے بڑے بڑے کام لیتے ہیں لیکن قرآن کریم میں تدبر نہیں کر سکتے۔حضرت داؤد بُرے نہ تھے۔اگر بُرے ہوتے تو ان کو سلیمانؑ جیسا بیٹا عطا نہ ہوتا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۴)

۳۳، ۳۴۔ فَقَالَ اِنِّيْٓ اَحْبَبْتُ حُبَّ الْخَيْرِ عَنْ ذِكْرِ رَبِّيْ ۚ حَتّٰى تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۔ رُدُّوْهَا عَلَيَّ ۖ فَطَفِقَ مَسْحًۢا بِالسُّوْقِ وَالْاَعْنَاقِ۔

ترجمہ۔(گھوڑوں کو دیکھ کر شکریہ کے طور پر) سلیمان نے کہا میں نے ذکر الٰہی کے لئے (یعنی جہاد میں کام آنے کے واسطے) ان سے محبت کی ہے یہاں تک کہ وہ آڑ میں ہو گئے۔حکم دیا کہ ان کو میری طرف لوٹا لاؤ پھر وہ ان کی پنڈلیوں اور گردنوں پر ہاتھ پھیرنے لگا۔

تفسیر۔ حضرت سلیمانؑ کی نسبت بعض لوگوں نے یہ مشہور کر رکھا ہے کہ آپکی عصر کی نماز قضاء ہو گئی تو گھوڑوں کی پنڈلیوں اور گردنوں کو تلوار سے اڑا دیا۔یہ مجنونانہ فعل ایک نبی کی شان سے بعید ہے۔بات یہ ہے کہ آپ گھوڑوں کا معائنہ فرما رہے تھے۔آپ نے فرمایا کہ حب بھی دو قسم ہے۔بعض حبیں

دکھ کا موجب ہوتی ہیں۔ جیسے عشق۔ مگر میری یہ حب جوان گھوڑوں سے ہے یہ پسندیدہ حب ہے کیوں کہ ان سے میں اپنے مولیٰ کو یاد کرتا ہوں حدیث شریف میں آیا ہے اَلْخَیْلُ مَعْقُوْدٌ فِیْ نَوَاصِیْھَا الْخَیْرُ اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَۃِ[۱] آپ خدا تعالیٰ کے فضل و احسان بیان کرنے میں مشغول رہے اتنے میں گھوڑے سامنے سے گزر گئے (تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ) آپ نے فرمایا انہیں پھر واپس لاؤ۔ جب پھر گزرنے لگے تو آپ ان کی گردنوں اور پنڈلیوں پر ہاتھ پھیرنے لگے۔ گھوڑوں کو پیار کرنے کا یہی طریق ہے۔ اگر مسح کے معنے تلوار مارنے ہی کے ہوں۔ تو پھر سب سے پہلے وضو کرنے والے ہی اپنی گردن کاٹ لیا کریں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۲۔ ماہ فروری ۱۹۱۲ء صفحہ ۸۷)

جب ان کے سامنے پچھلے پہر گھوڑے پیش کے گئے تو انہوں نے وعظ فرمایا کہ مجھ کو گھوڑوں کی محبت خدا کیلئے ہے۔ یہاں تک کہ سوار ان کو جو پھیر رہے تھے وہ اتنی دور لے گئے کہ نظروں سے غائب ہو گئے۔ آپ نے حکم دیا کہ لوٹاؤ۔ ان گھوڑوں کو تھپکی دیتے تھے فَطَفِقَ مَسْحًا کے یہ معنے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۴)

عَنْ ذِكْرِ رَبِّیْ۔ اللہ کیلئے جہاد کا سامان ہونے کی وجہ سے گھوڑوں سے پیار کرتے ہیں۔

تَوَارَتْ بِالْحِجَابِ۔ معائنہ ہو رہا تھا سوار آگے نکل گئے۔ فرمایا۔ واپس لاؤ۔

فَطَفِقَ مَسْحًا۔ جو لوگ اس کے معنے تلوار کرتے ہیں وہ وضو میں وَامْسَحُوْا بِرُءُوْسِكُمْ کی آیت کی تعمیل بھی اسی طرح کریں کہ اپنے سر پر تلوار چلا لیا کریں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۸)

۳۵، ۳۶۔ وَ لَقَدْ فَتَنَّا سُلَیْمٰنَ وَ اَلْقَیْنَا عَلٰی كُرْسِیِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ۔ قَالَ رَبِّ اغْفِرْ لِیْ وَهَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْوَهَّابُ۔

ترجمہ۔ اور بے شک ہم نے سلیمان کو آزمایا اور اس کی کرسی پر ایک جسم ڈال دیا۔ اس واسطے سلیمان ہماری طرف رجوع ہوا۔ اور دعا کی اے میرے ربّ! مجھے پناہ دے، میری حفاظت کر اور

۱۔ گھوڑوں کی پیشانیوں میں قیامت تک کے لئے خیر باندھ دی گئی ہے۔

مجھے ایسا ملک عطا فرما جو میرے بعد کسی کو نہ پہنچے، کچھ شک نہیں کہ تو بہت ہی دینے والا ہے۔

تفسیر۔ ان کی کرسی پر وہ شخص قائم ہوا جس میں دینداری کی روح نہ تھی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۱، ۲ مورخہ ۳، ۱۰ ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۴)

اَلْقَیْنَا عَلٰی كُرْسِیِّهٖ جَسَدًا ثُمَّ اَنَابَ ۔ آیا ہے جس سے مراد یہ ہے کہ آپ کا بیٹا نالائق تھا۔

هَبْ لِیْ مُلْكًا لَّا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ سے مراد رضا و قربِ الٰہی کا مقام ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۲۔ ماہ فروری ۱۹۱۲ء صفحہ ۸۷)

لَا یَنْۢبَغِیْ لِاَحَدٍ مِّنْۢ بَعْدِیْ: اپنے تقرب کا ملک دو۔ جو دوسرے کی وراثت میں نہیں آتا انسان اپنے آپ میں ترقی کرے تو بڑی بات ہے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۸)

۳۷، ۳۸۔ فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ رُخَآءً حَیْثُ اَصَابَ ۔ وَ الشَّیٰطِیْنَ كُلَّ بَنَّآءٍ وَّ غَوَّاصٍ ۔

ترجمہ۔ پھر ہم نے اس کے تابع کر دی قوت اور اقبال کی ہوا کہ وہ اس کے حکم سے جہاں چاہتا نرم نرم اور آہستہ چلتی۔ اور شیاطین کو تابع کر دیا عمارتیں بنانے والے غوطہ لگانے والے۔

تفسیر۔ وَ الشَّیٰطِیْنَ ۔ دُور کا غوطہ لگانے والوں کو کہتے ہیں۔ شریر آدمی قید بھی ہو سکتے ہیں اور ہنرور بھی۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۸)

پس مفت کام میں لگادی سلیمان کے ہوا۔ نرم چلتی اس کے (اللہ کے) حکم سے جہاں پہنچنا چاہتا۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اوّل صفحہ ۱۵۵ حاشیہ)

قرآن کریم میں حضرت سلیمانؑ کے قصہ میں یہ الفاظ کس قدر وضاحت سے بیان کرتے ہیں کہ آپ کا سفر بادی جہازوں کے ذریعہ ہوتا تھا چنانچہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔

فَسَخَّرْنَا لَهُ الرِّیْحَ تَجْرِیْ بِاَمْرِهٖ (ص: ۳۷) ہم نے ہوا کو اس کے کام میں لگایا۔ وہ اس کے حالات اور مقاصد کے موافق چلتی تھی۔

اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کے جہازوں کے سفر میں بادِ موافق چلا کرتی تھی۔ اور اس کے سفر

کامیابی اور شادکامی کو ہمراہ لئے ہوتی تھی۔ اور جیسا کہ آجکل یورپ کے سٹیمر باوجود قسم قسم کے بچاؤ کی تدابیر کے آئے دن سمندر کی خونخوار موجوں کے لقمۂ تر بنتے ہیں۔ حضرت سلیمانؑ کو اس کے خلاف کبھی تباہی پیش نہیں آئی۔ (نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۰۸)

۴۲۔ وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ ۘ اِذْ نَادٰى رَبَّهٗٓ اَنِّيْ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ بِنُصْبٍ وَّ عَذَابٍ۔

ترجمہ۔ اور ہمارے بندے ایوب کا بھی بیان کر کہ جب اس نے اپنے ربّ کو پکارا کہ مجھے سخت شدت کے ساتھ پیاس لگی ہے۔

تفسیر۔ تین علم عبرت کیلئے لوگوں نے تصنیف کئے ہیں ان میں سے ایک علم تاریخ ہے۔ اس علمِ تاریخ کے لکھنے میں بھی مسلمانوں نے سب سے زیادہ کوشش کی ہے۔ مسلمانوں اور عیسائیوں کی علمِ تاریخ میں یہ فرق ہے کہ عیسائی کسی واقعہ کو دیکھ کر اس کا سبب بھی خود تلاش کرتے ہیں حالانکہ ضرور نہیں کہ وہ اصل سبب اس واقعہ کا ہو۔ دوسرا نقص یہ ہے کہ وہ اپنے ملک پر سب کا قیاس کر لیتے ہیں حالانکہ ہر ملک میں کچھ نہ کچھ مبالغہ ہوتا ہے۔ ہمارے ملک میں یہ زیادہ ہے۔ اب وہاں بھی یہ نقص عام پیدا ہوا ہے کہ ناول کو بھی اصل واقعہ سمجھتے ہیں۔ ہمارے مؤرخین زیادہ تر شیعہ ہیں۔ شیعوں میں تقیہ جائز ہے۔ پھر اس تقیہ کی ان کو خوب مشق ہے اور تبرے کے یہ اب تک شروع سے عادی ہیں۔ تبرے بازی کی اٹکل سیکھنی ہو تو ان سے سیکھے۔ وقائع نعمت خان کو دیکھو جس کا نمک کھایا ہے اسی کے حق میں کہیں گالیاں ہیں۔

خافی خان تو ہنساتا بھی جاتا ہے۔ اور تبرّا بھی۔ مؤرخ جب شیعہ ہوتا ہے۔ تو وہ سنیوں کی خوب خبر لیتا ہے۔ تاریخوں میں بڑے عبرت کے مقام ہوتے ہیں۔ سینکڑوں جلدیں مطالعہ کر جاؤ۔ بعض اوقات سمجھنے میں بڑی مشکل ہوتی ہے۔ دوسرا حصہ جو بہت نیک حصہ تھا۔ میں نے علمِ حدیث میں حَدَّثَنَا مَالِكٌ۔ حَدَّثَنَا فُلَانٌ وغیرہ پڑھا۔ ہمارے یہاں بہت سے شخصوں نے اس کو چھوڑ کر عَنْ رَسُوْلِ اللّٰهِ پڑھانا شروع کر دیا۔ اس سے مدعا یہ تھا کہ ان راویوں کی پرہیزگاری اور تقویٰ اور پاک نمونوں کی اتباع ہو جو اس سلسلہ اسناد میں بیان کئے جائیں لیکن ہمارے ملک میں اس قدر نہ استادوں

کو فرصت ہے اور نہ شاگردوں کو۔ میں نے بعض اوقات بڑے بڑے استادوں سے دریافت کیا ہے کہ اسناد کے سلسلہ کی کتابوں میں سے پانچ مستند کتابوں کا صرف نام تو لے دو۔ تو نہ لے سکے۔

تیسری بات قرآن کریم۔ قرآن کریم میں بہت سے انبیاء کا ذکر موجود ہے۔ لوگ جھگڑے کرتے ہیں کہ خضر، آدم، لقمان بھی تھے یا نہ تھے۔ حالانکہ اس بحث کی ضرورت ہی کیا ہے۔ اس شخص کی باتیں جو قرآن کریم نے خوبی کے طور پر بیان کی ہیں۔ ہم کو چاہیے کہ ان باتوں پر عمل کریں۔

ایک شخص نے سورۂ یوسف میں بیان کیا ہے کہ عشق وحسن تو خدا تعالیٰ کو بھی پسند ہے۔ اَحْسَنَ الْقَصَصِ میں قصص۔ قاف کی زیر سے قصہ کی جمع نہیں ہے۔ جمع دراصل ق کی زیر سے ہے۔ سورۂ یوسف میں دراصل بیان ہے کہ ایک نوجوان آدمی گھر کی سردار عورت سے کس طرح برتاؤ کرے۔ کس طرح صبر کرے۔ کس طرح سلوک کرے۔

قرآن کریم ہر موقع پر اس قسم کی نصائح بیان فرماتا ہے۔ مسلمانوں نے قرآن کریم کے بیانات کی تاریخ نہیں رکھی۔

حضرت داؤد کے قصہ میں خداوند تعالیٰ نے حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو ایک خطرناک سفر سے اطلاع دی ہے۔

وَاذْكُرْ عَبْدَنَآ اَيُّوْبَ یاد کرو ہمارے ایک بندے کو جس کا نام ایوب تھا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۳ مورخہ ۱۷ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۵)

حضرت ایوبؑ کسی سفر میں گئے تھے۔ مَسَّنِيَ الشَّيْطٰنُ۔ کسی تکلیف کی شکایت کی۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۸)

۴۳۔ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ ۚ هٰذَا مُغْتَسَلٌۢ بَارِدٌ وَّ شَرَابٌ۔

ترجمہ۔ اللہ نے فرمایا تیرا پاؤں زمین پر مار یہ ہے نہانے کے لئے چشمہ ٹھنڈا اور پینے کے لئے۔

تفسیر۔ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ۔ اپنے سواری کے جانور کو ایڑی مارو۔ جلدی چلاؤ اور پانی کے چشمہ پر

پہنچ جاؤ۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۸)

حضرت ایوبؑ کے صبر کا بیان کیا ہے۔ انبیاء علیہم السلام خدا کے حضور بڑے ادب سے کام لیتے ہیں وہ کسی دکھ کو اس کی طرف منسوب نہیں کرتے۔ جب وہ خدا کے حضور اپنی تکالیف کے متعلق گڑگڑائے تو ارشاد ہوا۔ اُرْكُضْ بِرِجْلِكَ۔ اپنی سواری کو اس سرزمین کی طرف لے چل جہاں آپ کیلئے آرام کے سامان مہیا ہیں اور وہاں اہل وعیال اور احباب اس کی مثل دیئے جاویں گے۔ اور اپنی سواری کو درخت کی ایسی شاخوں سے جس کے ساتھ پتے بھی ہوں چلائے جا۔ مگر اسے ضرر نہ پہنچا۔ یہ دراصل ایک پیشگوئی تھی۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے بھی ایسا ہی معاملہ پیش آنے والا تھا۔ چنانچہ آپؐ نے بھی مکہ سے ہجرت فرمائی اور مدینہ منورہ تشریف لے گئے۔ جہاں آپؐ نے بہت سے اہل اور وفادار احباب پائے۔ اب بھی جو خدا کی راہ میں ہجرت کرے۔ اس کے لئے امن وآسائش بموجب وعدۂ الٰہی يَجِدْ فِي الْاَرْضِ مُرٰغَمًا كَثِيْرًا وَّسَعَةً۔[۱] (النسآء:۱۰۱) موجود ہے اور ہرگز خیال نہ کرے کہ اگر میں اپنا گھر یا اپنے رشتہ دار چھوڑ کر جاؤں گا تو نقصان اٹھاؤں گا۔ خدا تعالیٰ ایسے شخص کو بہتر سے بہتر احباب اصحاب اور رشتہ دار دے گا۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۲۔ ماہ فروری ۱۹۱۲ء صفحہ ۸۸)

۴۴، ۴۵۔ وَ وَهَبْنَا لَهٗۤ اَهْلَهٗ وَ مِثْلَهُمْ مَّعَهُمْ رَحْمَةً مِّنَّا وَ ذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ۔ وَ خُذْ بِيَدِكَ ضِغْثًا فَاضْرِبْ بِّهٖ وَ لَا تَحْنَثْ ؕ اِنَّا وَجَدْنٰهُ صَابِرًا ؕ نِعْمَ الْعَبْدُ ؕ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ۔

ترجمہ۔ اور ہم نے اس کو دیئے اس کے گھر والے اور اتنے ہی اور دیئے اپنی طرف سے مہربانی فرما کر اور یادگار رہے عقل مندوں کے لئے۔ اور حکم دیا کہ تو ایک کاڑیوں کا مُٹّھا پکڑ پھر اس سے مار اس کو اور قسم کے خلاف نہ کر۔ ہم نے اس کو پایا صابر۔ بڑا اچھا بندہ تھا اور بے شک وہ بڑا رجوع بحق کرنے والا تھا۔

---

[۱] وہ زمین میں بہت کشائش پائے گا اور بڑی جگہ۔

تفسیر۔ ضِغْثًا۔ دو چار دس پانچ پتلی پتلی قمچیاں۔ جس میں پتے بھی آخر پر ہوں۔ ان کو ایک جگہ کرنا۔ مثلاً جھاڑو۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۳ مورخہ ۱۷/ نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۵)

یہ سورۃ مکی ہے۔ اشارہ بہ ہجرت۔ چنانچہ آپؐ کو مدینہ میں مکہ کی بی بی کے علاوہ مدینہ میں اور بیبیاں بھی دلادیں۔

ضِغْثًا۔ مٹھا ٹہنیوں کا۔

فَاضْرِبْ بِّهٖ۔ مارو جانور کو (اور جلدی پہنچو)۔

وَلَا تَحْنَثْ۔ مگر اسے زیادہ تکلیف نہ دو۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۸)

دوسری کتابوں کے قصے اور خدا کی کتاب میں جو واقعہ گذشتہ بیان ہو اس میں فرق یہ ہے کہ خدا کی کتاب میں صرف قصہ نہیں ہوتا بلکہ بتایا جاتا ہے کہ جو ایسا کرے گا وہ بھی انہی انعامات سے سرفراز ہوگا۔ چنانچہ وَ ذِكْرٰى لِاُولِي الْاَلْبَابِ اور كَذٰلِكَ نَجْزِي الْمُحْسِنِيْنَ ایسے پاک کلمات سے ان کی طرف اشارہ کیا جاتا ہے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۲۔ ماہ فروری ۱۹۱۳ء صفحہ ۸۷۔۸۸)

۴۶۔ وَاذْكُرْ عِبٰدَنَاۤ اِبْرٰهِيْمَ وَاِسْحٰقَ وَيَعْقُوْبَ اُولِي الْاَيْدِيْ وَالْاَبْصَارِ۔

ترجمہ۔ اور یاد کر ہمارے بندوں ابراہیم اور اسحٰق اور یعقوب کو جو بڑی طاقت اور عقل والے تھے۔

تفسیر۔ اَلْاَبْصَارِ۔ بڑی بصیرت والے۔ فلاسفر اور نبی میں یہ فرق ہوتا ہے کہ فلاسفر تو اپنی تحقیقات میں غلطیاں پاتا ہے اور دوسرے لوگوں کو منع کرتا ہے کہ تم اس غلطی میں نہ پڑنا۔ یا ہلاک ہو جاتا ہے تو دوسرے لوگ اس سے بچتے ہیں لیکن ایک نبی کو کبھی ایسا کرنے کی ضرورت نہیں پڑتی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۳ مورخہ ۱۷/ نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۵)

۵۱۔ جَنّٰتِ عَدْنٍ مُّفَتَّحَةً لَّهُمُ الْاَبْوَابُ۔

ترجمہ۔ سدا رہنے کے لئے باغ اُن کے لئے دروازے کھلے ہوئے ہوں گے۔

تفسیر۔ جَنّٰتِ عَدْنٍ۔ کے متعلق توریت میں لکھا ہے۔ جہاں سیحون، جیحون، دجلہ، فرات بہتے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۳ مورخہ ۱۷/ نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۵)

۵۳۔ وَ عِنْدَهُمْ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ اَتْرَابٌ۔

ترجمہ۔ اور اُن کے پاس ہوں گی نیچی نظر والی عورتیں محبت اور اطاعت کرنے والیاں ہم عمر۔

تفسیر۔ قٰصِرٰتُ الطَّرْفِ۔ کسی تاریخ سے ثابت نہیں ہوتا کہ کسی صحابی کی عورت بدکار بنی ہو۔ کسی لڑائی میں کسی دشمن کے قبضہ میں گئی ہو۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۵)

۵۸۔ هٰذَا ۙ فَلْيَذُوْقُوْهُ حَمِيْمٌ وَّ غَسَّاقٌ۔

ترجمہ۔ یہ عذاب ہے تو چکھو کھولتے ہوئے پانی اور پیپ اور سخت سردی (کا مزہ)۔

تفسیر۔ غَسَّاقٌ۔ بہت سرد پانی۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۵)

حَمِيْمٌ۔ آتشک والے کے حلق میں زخم اور پیپ۔ ناچار ان کو کھانا پڑتا ہے۔ یہ دنیا میں نظارہ ہے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۸)

۵۹۔ وَّ اٰخَرُ مِنْ شَكْلِهٖۤ اَزْوَاجٌ۔

ترجمہ۔ اور کچھ اِسی شکل کی طرح طرح کی چیزیں (چکھو)۔

تفسیر۔ اور کچھ اور اسی شکل کا۔ طرح طرح کی چیزیں۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اوّل صفحہ ۱۳۱ حاشیہ)

۷۰۔ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍۭ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰۤى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ۔

ترجمہ۔ مجھ کو کچھ خبر نہ تھی (کہ میں آسمان میں منتخب ہو رہا ہوں) جب اعلیٰ درجہ کے فرشتے آپس میں جھگڑتے تھے۔

تفسیر۔ کسی نبی، کسی مامور کے دل میں بھی یہ خواہش پنہاں نہیں ہوتی کہ میں لوگوں کا حاکم بنوں اور بڑا آدمی کہلاؤں۔ وہ مخلوق سے کنارہ کش اور گوشہ نشین ہوتے ہیں۔ پھر خدا تعالیٰ انہیں اپنے حکم سے نکالتا ہے تو وہ مجبور ہو کر پبلک میں آتے ہیں۔ حضرت موسیٰؑ کو دیکھو کہ آپ کے دل میں ہرگز یہ بات نہ تھی کہ میں قوم کا امام بن جاؤں۔ چنانچہ ارشاد ہونے پر عذر و معذرت کرتے اور اپنے بھائی کو اَفْصَحُ مِنِّیْ۔[۱] (القصص:۳۵) سے پیش کرتے ہیں۔

---

[۱] وہ مجھ سے زیادہ صاف زبان ہے۔

اسی طرح نبی کریم صلعم فرماتے ہیں۔ مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ بِالْمَلَاِ الْاَعْلٰٓى اِذْ يَخْتَصِمُوْنَ۔ مجھے کیا علم تھا کہ ملاءِ اعلیٰ میں میری نبوّت کی نسبت کیا مباحثات ہورہے ہیں جیسا کہ ہر مامور کی بعثت پر آسمانوں میں بڑی بحث ہوتی ہے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۲۔ ماہ فروری ۱۹۱۲ء صفحہ ۸۸)

مَا كَانَ لِيَ مِنْ عِلْمٍ ۔ انبیاء کے دل میں ذرا بھر بھی خواہش نہیں ہوتی کہ ہم نبی بنیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍نومبر ۱۹۱۰ صفحہ ۲۱۵)

۷۲۔ اِذْ قَالَ رَبُّكَ لِلْمَلٰٓئِكَةِ اِنِّيْ خَالِقٌۢ بَشَرًا مِّنْ طِيْنٍ۔

ترجمہ۔ اور جب کہا تیرے رب نے فرشتوں سے میں بنانے والا ہوں ایک آدمی مٹی سے۔

تفسیر۔ خَالِقٌۢ بَشَرًا۔ ہر ایک روحانی آدمی کے متعلق یہ ذکر ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۸)

طِيْنٍ۔ کیچڑ۔ پانی اور مٹی ملی ہوتی ہے۔ طین میں یہ خاصیت ہوتی ہے کہ اس کو جس سانچہ میں ڈھالنا چاہیں ڈھل جاتی ہے۔ اور ہر شکل کو قبول کرلیتی ہے۔ جو آدم کا بچہ ہے وہ تو طین سے بنا ہوا ہوتا ہے۔ ایک جگہ فرمایا ہے۔ مِنْ تُرَابٍ۔ (آل عمران:۶۰) یعنی مٹی سے بنایا۔ اور ایک جگہ فرمایا ہے۔ مِنْ مَآءٍ (فرقان:۵۵) تم کو پانی سے بنایا۔ اس لئے مٹی اور پانی مل کر کیچڑ ہی ہوئے۔ حضرت مسیحؑ بھی فرماتے ہیں کہ میں طین سے تجویز کرتا ہوں۔ اگر تم میں کوئی طائر کی صفت ہو۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۵،۲۱۶)

۷۳۔ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ وَ نَفَخْتُ فِيْهِ مِنْ رُّوْحِيْ فَقَعُوْا لَهٗ سٰجِدِيْنَ۔

ترجمہ۔ پس جب میں اس کو بنا چکوں اور اس میں اپنی وحی پھونکوں تو تم اس کے فرمانبردار ہوجانا۔

تفسیر۔ فَاِذَا سَوَّيْتُهٗ۔ جب اپنے کمال کو پہونچ جاوے۔ جس قدر پاک روحیں ہوتی ہیں۔ سب فرماں بردار ہوتی ہیں۔ جس طرح وہ طین سے بنا۔ اسی طرح شیطان آگ سے بنا۔ سانپ اور طاعون کے کیڑے کو شیطان اور جن اسی وجہ سے کہا گیا۔

ایک وقت آتا ہے کہ انسان نیکی کرتا کرتا ایسے مقام تک پہونچ جاتا ہے کہ خدا تعالیٰ خود اس کا کفیل ہو جاتا ہے۔ پھر انسان بدی کرتے کرتے ایسے مقام پر پہونچ جاتا ہے کہ خدا اس کی ہدایت سے ہاتھ کھینچتا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۶)

۸۲۔ اِلٰى يَوْمِ الْوَقْتِ الْمَعْلُوْمِ۔

ترجمہ۔ معلوم وقت تک۔

تفسیر۔ قیامت تک نہیں۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۸)

۸۷۔ قُلْ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ۔

ترجمہ۔ تُو کہہ دے میں اس بات پر تجھ سے کچھ نہیں مانگتا اجرت اور نہ میں تکلیف کرنے والوں میں سے ہوں۔

تفسیر۔ نبی کے ہر ایک قول وفعل سے یہ بات واضح ہوتی ہے کہ بناوٹ اس میں بالکل نہیں۔ اس کی کوئی بات بناوٹ سے نہیں ہوتی۔ اور نہ اس کا کوئی فعل تکلّف سے ہوتا ہے اور نہ وہ خلقت کو نصیحت دنیوی فائدہ اٹھانے کی امید یا نیت پر کرتے ہیں۔ بلکہ وہ بار بار اعلان کرتے ہیں کہ ہمارا اجر اللہ پر ہے۔ چنانچہ سیّدنا ومولانا حضرت خاتم النبیین صلی اللہ علیہ وسلم کو قرآن مجید میں ارشاد ہوتا ہے کہ ان لوگوں کو سنادے۔ مَآ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَيْهِ مِنْ اَجْرٍ وَّمَآ اَنَا مِنَ الْمُتَكَلِّفِيْنَ۔ اسی معیار پر حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی صداقت کا ثبوت ملتا ہے۔ آپ اپنے بارے میں لکھتے ہیں۔

ابتداء سے گوشۂ خلوت رہا مجھ کو پسند شہرتوں سے مجھ کو نفرت تھی ہر اک عظمت سے عار
پر مجھے تو نے ہی اپنے ہاتھ سے ظاہر کیا میں نے کب مانگا تھا یہ تیرا ہی ہے سب برگ وبار

اور آپ میں تکلّف اور بناوٹ نام کو نہ تھی۔ اس کی شہادت ہزاروں آدمی دے سکتے ہیں۔ نہ تقریر میں کوئی بناوٹ تھی نہ تحریر میں، نہ لباس میں۔ اور اِنْ اَجْرِيَ اِلَّا عَلَى اللّٰهِ (ھود: ۳۰) پر جو عمل فرمایا وہ تو اب بھی ظاہر ہے کیونکہ خاص اپنے لئے باوجود اس قدر روپے کے آنے کے کوئی جائیداد نہیں خریدی

اور نہ کوئی نفع اپنی ذات کے لئے مخصوص کیا۔ اَللّٰھُمَّ صَلِّ عَلٰی مُحَمَّدٍ وَ عَلٰی عَبْدِکَ الْمَسِیْحِ الْمَوْعُوْدِ (تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۲۔ ماہ فروری ۱۹۱۲ء صفحہ ۸۹)



سُوْرَۃُ الزُّمَرِ مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

ہم سورۃ زمر کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اس اللہ کے نام سے جو رحمن اور رحیم ہے۔

۲۔ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ۔

ترجمہ۔ یہ کتاب اُس اللہ کی طرف سے اُتری ہے جو عزیز و حکیم ہے۔

تفسیر۔ لوگ معززوں اور حکیموں کی بڑی قدر کرتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ عزیز و حکیم کی کتاب ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۶)

۳۔ اِنَّآ اَنْزَلْنَآ اِلَیْکَ الْکِتٰبَ بِالْحَقِّ فَاعْبُدِ اللّٰہَ مُخْلِصًا لَّہُ الدِّیْنَ۔

ترجمہ۔ ہم نے کتاب کو حق کے ساتھ تیری طرف اتارا ہے تو تُو اللہ ہی کی عبادت کر اُسی کے لئے خالص دین بنا کر۔

تفسیر۔ عبادت۔ اعلیٰ سے اعلیٰ محبت معبود کی جس سے پرے کوئی درجہ نہ ہو۔ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کی عظمت معبود کی جس سے پرے کوئی درجہ نہ ہو۔ اعلیٰ سے اعلیٰ درجہ کا تذلل معبود کی خدمت میں جس سے پرے کوئی درجہ نہ ہو۔

ایک برہمو نے مجھ سے کہا کہ آپ مکہ معظّمہ کی پرستش کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ پرستش کے کیا معنے ہیں بتاؤ۔ اس نے کہا پوجا۔ میں نے کہا۔ پوجا کس کو کہتے ہیں۔ تب اس نے پرستش کے معنے بتائے کہ اس کو کہتے ہیں جس میں دھیان ہو۔ عظمت ہو۔

میں نے ایک شخص سے کہا کہ ذرا نماز پڑھ کر دکھاؤ۔ اس نے نماز پڑھی۔ میں نے اس برہمو سے دریافت کیا کہ بتاؤ۔ اس میں مکہ معظّمہ کا کوئی دھیان یا عظمت ہے یا دُعا ہے۔

اختلاف کے دور کرنے کیلئے سب سے بڑی چیز دعا ہے۔ یہ دعا کا ہتھیار تمہارے ہاتھ میں ہے۔ اعلیٰ درجہ کے ہتھیار کیلئے زبردست ہاتھ کی بھی ضرورت ہے۔ ورنہ جھوٹے آدمی کی دعا قبول نہیں ہوتی۔ ناشکر کی بھی دعا قبول نہیں ہوتی۔ تم میں سے ہر ایک کو بڑی نعمتوں کے حصے ملے ہیں۔ شکرگزار بنو۔ اللہ تعالیٰ کا کوئی بیٹا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کے بیٹے کے یہ معنے ہیں کہ وہ کسی کو معزز بنالے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۳ مورخہ ۱۷ رنومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۶)

۴۔ اَلَا لِلّٰہِ الدِّیۡنُ الۡخَالِصُ ؕ وَ الَّذِیۡنَ اتَّخَذُوۡا مِنۡ دُوۡنِہٖۤ اَوۡلِیَآءَ ۘ مَا نَعۡبُدُہُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَی اللّٰہِ زُلۡفٰی ؕ اِنَّ اللّٰہَ یَحۡکُمُ بَیۡنَہُمۡ فِیۡ مَا ہُمۡ فِیۡہِ یَخۡتَلِفُوۡنَ ۬ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَہۡدِیۡ مَنۡ ہُوَ کٰذِبٌ کَفَّارٌ۔

ترجمہ۔ ہشیار ہو جاؤ کہ خالص دین اللہ ہی کا ہے۔ اور جنہوں نے اللہ کے سوا اور کارساز بنا رکھے ہیں وہ کہتے ہیں کہ ہم تو ان کی پوجا صرف اس لئے کرتے ہیں تا کہ وہ ہم کو اللہ کے نزدیک کر دیں قرب اور مرتبہ میں۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ فیصلہ کر دے گا ان کے درمیان اس بات میں جس میں وہ اختلاف کرتے ہیں۔ بے شک اللہ کامیابی کی راہ نہیں دکھاتا جھوٹے نافرمان کو۔

تفسیر۔ وسائل و وسائط کو تمام دنیا کے مذاہب ضروری تسلیم کرتے ہیں۔ کافر و مومن، جاہل و عالم، بت پرست و خدا پرست، سوفسطائی، دہریہ، جناب الٰہی کا معتقد۔ غرض سب کے سب وسائل و وسائط کو عملاً مانتے ہیں۔ کون ہے جو بھوک کے وقت کھانا، پیاس کے وقت پینا، سردی کے وقت کوئی دوائی یا گرمی حاصل کرنے کا ذریعہ اختیار نہیں کرتا۔ مقام مطلوب پر جلدی پہنچنے کیلئے میل ٹرین یا سٹیمر کو پسند نہیں کرتا۔ اگر مومن صرف حضرت حق سبحانہٗ کی مخلصانہ عبادت کرتا اور شرک اور بدعت اور اھوا سے پرہیز کرتا ہے۔ تو غرض اس کی اُسے ذریعۂ قربِ الٰہی بنانا ہوتا ہے۔ اور بُت پرست اگر چہ حماقت سے بت پرست ہے مگر کہتا وہ بھی یہی ہے کہ مَا نَعۡبُدُہُمۡ اِلَّا لِیُقَرِّبُوۡنَاۤ اِلَی اللّٰہِ زُلۡفٰی (الزمر: ۴) ہم تو ان کو خدا کے قرب کا ذریعہ سمجھ کر پوجتے ہیں۔ اگر چہ یہ ان کا کہنا اور اس کا عمل درآمد غلط ہی ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اسبابِ صحیحہ بھی ہوتے ہیں اور ایسے اسباب بھی ہیں جن کا مہیا کرنا مومن کا

کام ہے۔ اور ایسے بھی ہیں جن کا مہیا کرنا عام عقلمندوں اور داناؤں کا حصہ ہے اور ایسے بھی ہیں جن کو سبب ماننا باعثِ شرک ہے اور ایسے بھی ہیں جن کو سبب خیال کرنا جہالت اور وہم اور حماقت ہے۔ تعجب انگیز بات ہے کہ بہت سے فلاسفر، سائنس دان اور حکماء علل مادیہ اور اسباب عادیہ پر بحث کرتے کرتے ہزارہا نکات عجیبہ اور دنیوی امور میں راحت بخش نتائج پر پہنچ جاتے ہیں۔ مگر روحانی ثمرات پر ہنسی ٹھٹھے کر جاتے ہیں۔ وجنوب شمال کو قطب اور قطب نما کی تحقیق میں اور اس پر مشرق ومغرب کو چھان مارا ہے اور سورج اور چاند کی کرنوں سے اور روشنیوں سے بے شمار مزے لوٹے ہیں لیکن اگر کسی کو انہی نظاموں سے ہستی باری پر بحث کرتا دیکھ لیں تو اسکے لئے مذہبی جنون اور اس کو مجنون قرار دیتے ہیں۔ کیسا بے نظیر نظارہ ہے جس کو ایک اسلام کا حکیم نظم کرتا ہے۔

اشقیاء درکارِ عقبیٰ جبری اند   اولیاء درکارِ دنیا جبری اند[۱]

علمِ ہندسہ جس کی بناء پر آج انجینئرنگ اور اسٹرانومی معراج پر پہنچ گئی ہے۔ سوچ لو کیسے فرضی امور سطح مستوی اور نقطہ سے جس کو سیاہی سے بناتے ہیں اور قلم کے خط سے شروع ہوتا ہے۔ خطِ استوا، جدی، سرطان، افق نصف النہار وغیرہ سب فرضی باتیں ہیں۔ مگر اس فرض سے کیسے حقائقِ مادیہ تک پہنچ گئے ہیں۔ لیکن اگر ان بدنصیبوں کو کہیں کہ مومن بالغیب ہو کر دعاؤں اور نبیوں کی راہوں پر چل کر دیکھو تو کیا ملتا ہے! تو ہنس کر کہتے ہیں۔ کیا آپ ہمیں وحشی بنانا چاہتے ہیں؟ میں نے بارہا ان (مادیوں) کو کہا ہے۔ تندرست آنکھ بدوں اس خارجی روشنی اور تندرست کان بدوں خارجی ہوا کے اور ہمارا نطفہ بدوں ہم سے خارج رِحم کے بہت دور کی اشیاء بدوں ٹلس کوپ کے باریک در باریک اشیاء بدوں مائیکروسکوپ کے۔ دور دراز ملکوں کے دوستوں کی آوازیں بدوں فونوگراف کے اور ان کی شکلیں بدوں فوٹوگرافی کے نہیں دکھائی دیتیں۔

اب جبکہ تم ان وسائط کے قائل ہو اور اضطراراً قائل ہونا پڑتا ہے تو روحانی امور میں کیوں وسائط کے منکر ہو؟ خدا تعالیٰ کی ہستی کو مان کر بھی تم ملک اور شیاطین کے وجود پر کیوں ہنسی کرتے ہو؟ افسوس

---

[۱] آخرت بدبختوں کے لئے ناخوش گوار ہوگی اور دنیا اولیاء کے لئے ناخوش گوار ہے۔

اس کا معقول جواب آج تک کسی نے نہیں دیا۔

ناظرین! جس طرح سچے وسائط ہمارے مشاہدات میں ہیں۔ اسی طرح سچے وسائط مکشوفات میں بھی ہیں۔ جس طرح مشاہدات میں الٰہی ذات وراء الورا ہے اور ضرور ہے۔ اسی طرح الٰہی ذات روحانیت میں بھی وراء الورا ہے۔ اگر روحانیات میں بھی بعض وسائط غلط اور وہم ہیں۔ تو مشاہدات بھی اس غلطی اور وہم سے کب خالی ہیں!

فرشتے آسمان اور آسمانی اجرام اور ان کے ارواح کیلئے بطور جان کے ہیں۔ شیاطین بھی ہلاکت۔ ظلمت اور جناب الٰہی سے دوری اور دکھوں کے پیدا کرنے کیلئے بمنزلہ اسٹیم کے اسٹیم انجن کیلئے ہے۔

(نور الدّین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۲۶۵، ۲۶۶)

کفر کے معنے ناشکری کے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۳ مورخہ ۱۷ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۶)

۵۔ لَوْ اَرَادَ اللّٰهُ اَنْ يَّتَّخِذَ وَلَدًا لَّاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ مَا يَشَآءُ ۙ سُبْحٰنَهٗ ؕ هُوَ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ۔

ترجمہ۔ اگر اللہ چاہتا کہ کسی کو بیٹا بنالے تو انتخاب کر لیتا اپنی مخلوق میں سے جس کو چاہتا خود ہی۔ وہ تو پاک ذات ہے (یعنی اس کا کوئی بیٹا ہے نہ بیٹی) اور وہی ہے اکیلا زبردست غالب۔

تفسیر۔ لَاصْطَفٰى مِمَّا يَخْلُقُ۔ بیٹا بنانے کے بھی معنے ہیں کہ منتخب کر لے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۸)

۷۔ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ ثُمَّ جَعَلَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَ اَنْزَلَ لَكُمْ مِّنَ الْاَنْعَامِ ثَمٰنِيَةَ اَزْوَاجٍ ؕ يَخْلُقُكُمْ فِيْ بُطُوْنِ اُمَّهٰتِكُمْ خَلْقًا مِّنْۢ بَعْدِ خَلْقٍ فِيْ ظُلُمٰتٍ ثَلٰثٍ ؕ ذٰلِكُمُ اللّٰهُ رَبُّكُمْ لَهُ الْمُلْكُ ؕ لَآ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ فَاَنّٰى تُصْرَفُوْنَ۔

ترجمہ۔ اُسی نے پیدا کیا تم کو ایک ہی ذات سے پھر بنایا اسی کی قسم سے اس کا جوڑا اور تمہارے واسطے بھولے جانوروں کے آٹھ جوڑے اتارے۔ وہ تم کو بناتا ہے تمہاری ماؤں کے پیٹ میں ایک

طرح کے بعد دوسری طرح تین اندھیروں میں ۔ یہ اللہ تمہارا رب ہے اسی کا ملک ہے۔کوئی بھی سچا معبود نہیں اس کے سوائے تو تم پھر کہاں پھرے جاتے ہو۔

تفسیر۔ جَعَلَ مِنۡهَا زَوۡجَهَا ۔اسی کی قسم سے خُلِقَ الۡاِنۡسَانُ مِنۡ عَجَلٍ[1] (انبیاء:۳۸) کے یہ معنے نہیں کہ انسان عجل کا بیٹا ہے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۸)

۱۰۔ اَمَّنۡ هُوَ قَانِتٌ اٰنَآءَ الَّيۡلِ سَاجِدًا وَّ قَآئِمًا يَّحۡذَرُ الۡاٰخِرَةَ وَ يَرۡجُوۡا رَحۡمَةَ رَبِّهٖ ؕ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ؕ اِنَّمَا يَتَذَكَّرُ اُولُوا الۡاَلۡبَابِ۔

ترجمہ۔کیا (ناشکر مشرک بہتر ہے یا) وہ جو عبادت میں لگا ہوا ہے رات کے حصوں میں سجدہ کرتا ہے، کھڑا ہوتا ہے، انجام کار سے ڈرتا ہے اور رب کی رحمت کا امیدوار ہے۔ کہہ دو کہیں برابر ہو سکتے ہیں جاننے والے اور نہیں جاننے والے اس کے سوا نہیں کہ نصیحت تو عقل مند ہی حاصل کرتے ہیں۔

تفسیر۔ قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۔مخاطب! تو کہہ بھلا کہیں علم والے اور جاہل بھی برابر ہوتے ہیں۔ ہرگز نہیں۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۳۳)

قُلۡ هَلۡ يَسۡتَوِى الَّذِيۡنَ يَعۡلَمُوۡنَ وَ الَّذِيۡنَ لَا يَعۡلَمُوۡنَ ۔تو کہہ علم والے اور بے علم کیا برابر ہوں گے۔نہیں۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۵۵ حاشیہ)

کہہ کیا وہ جو علم رکھتے ہیں اور جو نہیں رکھتے برابر ہیں۔ ہرگز نہیں۔

(نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۶)

۱۱۔ قُلۡ يٰعِبَادِ الَّذِيۡنَ اٰمَنُوا اتَّقُوۡا رَبَّكُمۡ ؕ لِلَّذِيۡنَ اَحۡسَنُوۡا فِىۡ هٰذِهِ الدُّنۡيَا حَسَنَةٌ ؕ وَ اَرۡضُ اللّٰهِ وَاسِعَةٌ ؕ اِنَّمَا يُوَفَّى الصّٰبِرُوۡنَ اَجۡرَهُمۡ بِغَيۡرِ حِسَابٍ۔

ترجمہ۔تو کہہ دے اے میرے بندو! جو ایمان لائے ہو سپر بناؤ تمہارے رب کو اور اُسی کا خوف رکھو۔

---

[1] انسان بنایا گیا مٹی سے یا جلدی سے۔

جو نیکی کریں ان کے واسطے اسی قریب جگہ میں ہی (یعنی دنیا ہی میں) نیکی ہے اور اللہ کی زمین کشادہ ہے۔اس کے سوانہیں کہ صبر کرنے والوں کو پورا پورا دیا جائے گا ان کا اجر بے حساب۔

تفسیر۔ خداوند تعالیٰ کے اوامر کا پابند بننا اور نواہی سے اپنے آپ کو بچانا یہ بھی تقویٰ کے ایک معنے ہیں۔ یہ نہایت لغو خیال ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے نیک بندوں کو دنیا میں ذلیل ہی رکھتا ہے۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ (منافقون:۹) سکھ دنیا میں سات قسم کے ہوتے ہیں۔ایک سکھ انسان کی ذات کے ساتھ وابستہ ہے۔مثلاً اگر انسان میں حرص نہ ہو تو یہ ایک سکھ ہے۔ایسے ہی اگر غضب کا مادہ ہم میں نہ ہو تو سکھ ہے۔اسی طرح شہوت نہ ہو تو بدنظری اور خیالات سے آزاد۔میں نے جریان کے مریضوں میں ۹۵ فیصدی ایسے دیکھے ہیں۔ جو بدنظری اور خیالی جماعوں کے باعث مبتلا ہوئے۔جھوٹ نہ بولے تو بے اعتباری کا داغ اس سے اٹھ جاتا ہے۔کاہلی اور سستی کو چھوڑے۔ دوسرا سکھ یہ ہے کہ بیوی نیک ہو غمگسار ہو۔تیسرا سکھ ماں باپ بہن بھائی وغیرہ رشتہ داروں کی طرف سے۔ چوتھا سکھ برادری کے ساتھ تعلقات اچھے ہوں۔ پانچواں سکھ غیر قوم اور اپنی قوم سے۔ چھٹا بادشاہ سے تعلق اچھا ہو یعنی گورنمنٹ کی اعلیٰ خدمات انجام دیں۔ساتواں مرتبہ سکھ کا یہ ہے کہ حضرت حق سبحانہٗ تعالیٰ سے تعلقات اچھے ہوں۔ جہاں انسان کا دین مذہب اور خدا تعالیٰ کے ساتھ تعلقات بگڑتے ہوں تو انسان کو چاہیے کہ اس مکان کو یا اس شہر یا اس ملک کو چھوڑ دے۔

پس اگر تم اپنی ذات، اپنی بیوی، ماں باپ، اپنی قوم، اپنے خدا کے نزدیک بڑا بننا چاہتے ہو تو اپنے تعلقات کو سدھارو۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۳ مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۶)

۱۹۔ الَّذِيْنَ يَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ فَيَتَّبِعُوْنَ اَحْسَنَهٗ ؕ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ هَدٰىهُمُ اللّٰهُ وَ اُولٰٓئِكَ هُمْ اُولُوا الْاَلْبَابِ۔

ترجمہ۔ جو بات سنتے ہیں اور اچھی بات کی پیروی کرتے ہیں۔یہی لوگ ہیں جن کو اللہ نے کامیابی کی راہ دکھا دی اور یہی عقل مند ہیں۔

تفسیر۔ یَسْتَمِعُوْنَ الْقَوْلَ ۔ اللہ کی بات، لوگوں کی بات، مگر پیروی احسن کی کرتی ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۸۔۴۷۹)

۲۴۔ اَللّٰهُ نَزَّلَ اَحْسَنَ الْحَدِيْثِ كِتٰبًا مُّتَشَابِهًا مَّثَانِيَ ۖ تَقْشَعِرُّ مِنْهُ جُلُوْدُ الَّذِيْنَ يَخْشَوْنَ رَبَّهُمْ ۚ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ ذٰلِكَ هُدَى اللّٰهِ يَهْدِيْ بِهٖ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَمَنْ يُّضْلِلِ اللّٰهُ فَمَا لَهٗ مِنْ هَادٍ ۔

ترجمہ ۔ اللہ نے عمدہ سے عمدہ کلام اتارا ایسی کتاب جس کی باتیں ایک دوسرے سے ملتی جلتی ہیں دہرائی ہوئی کئی کئی پیرایوں میں ۔ بال کھڑے ہو جاتے ہیں (اُس کے سننے سے) ان کی کھال پر جو اپنے رب سے ڈرتے ہیں (یعنی عذاب کی جلالی آیتیں سن کر) پھر اُن کی کھالیں اور اُن کے دل یادِ الٰہی کی طرف نرم پڑ جاتے ہیں ۔ یہ ہے اللہ کی ہدایت (قرآن کے ذریعہ سے) ہدایت دیتا ہے جس کو چاہتا ہے اور جسے اللہ راہ سے ہٹا دے تو اس کا تو کوئی بھی ہادی نہیں ۔

تفسیر۔ تمہید۔ دل تین طرح کے ہوتے ہیں۔ ۱۔ سچی بات معاً قبول کرنے والے۔ ۲۔ مفید و بابرکت بات کا فوراً انکار کرنے والے۔ ۳۔ اندر سے منکر بظاہر موافقت دکھا کر غیبت میں ہنسی اڑانے والے۔

اس رکوع شریف میں (تیسرا رکوع) اول قسم کا ذکر ہے جن کو انشراحِ صدر حاصل ہوا۔

نُوْرٍ مِّنْ رَّبِّهٖ۔ تین قسم ہے۔ ۱۔ کتابِ الٰہیہ جس میں معروف و منکر کا ذکر ہوتا ہے۔ ۲۔ ارشاداتِ نبویؐ۔ جس سے راہ نمائی حاصل ہوتی ہے۔ ۳۔ نورِ ایمان جس سے قوتِ ممیزہ حاصل ہوتی ہے۔

مُتَشَابِهًا ۔ ایک جیسی آیت ایک دوسرے کی مصدّق ہیں۔ مخالف نہیں۔

مَثَانِيَ ۔ ایک ہی امر کو بار بار مختلف رنگوں میں بیان کرنے والی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۳۔ مورخہ ۱۷ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۶)

کِتٰبًا مُّتَشَابِهًا یُصَدِّقُ بَعْضُه بَعْضًا۔ ایک جگہ حل نہ ہو تو دوسری جگہ کردیتا ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۹)

۲۸۔ وَ لَقَدْ ضَرَبْنَا لِلنَّاسِ فِیْ هٰذَا الْقُرْاٰنِ مِنْ كُلِّ مَثَلٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَذَكَّرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور ہم نے اس قرآن میں ہر ایک قسم کی اعلیٰ درجہ کی باتیں بیان فرمائی ہیں تاکہ وہ بڑے آدمی ہو جائیں۔

تفسیر۔ لِلنَّاسِ۔ لوگوں کی بھلائی کے واسطے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۳ مورخہ ۱۷ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۶)

مِنْ كُلِّ مَثَلٍ۔ ہر عمدہ بات (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۹)

۲۹۔ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا غَیْرَ ذِیْ عِوَجٍ لَّعَلَّهُمْ یَتَّقُوْنَ۔

ترجمہ۔ قرآن عربی زبان میں (نازل فرمایا گیا) اُس میں کجی اور ٹیڑھا پن نہیں تاکہ وہ دکھوں سے بچیں۔

تفسیر۔ یَتَّقُوْنَ۔ دُکھوں سے بچیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۳ مورخہ ۱۷ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۶)

۳۰۔ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا رَّجُلًا فِیْهِ شُرَكَآءُ مُتَشٰكِسُوْنَ وَ رَجُلًا سَلَمًا لِّرَجُلٍ هَلْ یَسْتَوِیٰنِ مَثَلًا اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ بَلْ اَكْثَرُهُمْ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ بیان فرمائی اللہ نے ایک مثال (مثلاً ایک غلام) آدمی ہے اس میں کئی شریک ہیں بدخو مخالف اور ایک دوسرا غلام ہے سالم ایک ہی شخص کا۔ کیا یہ دونوں برابر ہیں مثال میں۔ ہر ایک تعریف کے قابل تو اللہ ہی ہے (تو اسی کا غلام بننا چاہئے) ہاں بہت سے آدمی تو جانتے ہی نہیں۔

تفسیر۔ مَثَلًا۔ جو صرف اللہ کو اپنا معبود بناتا ہے۔ وہی سُکھی رہتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۳ مورخہ ۱۷ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۶)

۳۱۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ وَّ اِنَّهُمْ مَّيِّتُوْنَ۔

ترجمہ۔ کچھ شک نہیں کہ تجھے بھی مرنا ہے اور وہ بھی مرنے والے ہی ہیں۔

تفسیر۔ اِنَّكَ مَيِّتٌ۔ موت تو بے شک تجھ پر آنے والی ہے لٰکِنَّ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ خدا تعالیٰ اس کتاب اور دینِ اسلام کا محافظ ہوگا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۳ مورخہ ۱۷؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۶)

۳۳۔ فَمَنْ اَظْلَمُ مِمَّنْ كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ وَ كَذَّبَ بِالصِّدْقِ اِذْ جَآءَهٗ ؕ اَلَيْسَ فِيْ جَهَنَّمَ مَثْوًى لِّلْكٰفِرِيْنَ۔

ترجمہ۔ اُس شخص سے بڑھ کر کون ظالم ہے جس نے اللہ پر جھوٹ بولا اور عمدہ بات کو جھٹلایا جب کبھی وہ اس کے پاس آئی۔ کیا کافروں کا ٹھکانا جہنم نہیں ہے؟

تفسیر۔ تمہید:۔ قرآن کریم کی تعلیم سے واضح ہے کہ دنیا میں دو قسم کے لوگ سب سے بڑھ کر بدکار ہیں۔ خدا تعالیٰ ان کا بیان ذکر کرتا ہے۔

۱۔ وہ جو اللہ پر افتراء کرے۔ الہام۔ وحی وخواب نہ ہو۔ اور کہے کہ مجھے ہوا ہے یا جھوٹی حدیث آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی طرف منسوب کرے۔ قرآن شریف کی کسی آیت کے معنے سچائی کیلئے نہیں بلکہ اپنے مطلب کیلئے شرارت سے کچھ اور کرلے۔

۲۔ وہ جو صادق کی تکذیب کرتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۷)

كَذَبَ عَلَى اللّٰهِ۔ خواب، کشف، الہام، وحی۔ قرآن کی آیت یا حدیث جھوٹی پڑھ دے یا جان بوجھ کر معنی غلط کر دے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۹)

۳۵۔ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ ؕ ذٰلِكَ جَزٰٓؤُا الْمُحْسِنِيْنَ۔

ترجمہ۔ اُن کے لئے ہے جو کچھ وہ چاہیں ان کے ربّ کے پاس۔ یہ ہے بدلہ محسنوں کا۔

تفسیر۔ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ۔ انکی دعائیں قبول ہوتی ہیں۔

الْمُحْسِنِيْنَ۔ یہ بات پیچھے نہیں رہ گئی بلکہ آئندہ بھی ہر محسن کے ساتھ ایسا ہی نیک سلوک ہوگا۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۷)

۳۹، ۴۰۔ وَ لَئِنْ سَاَلْتَھُمْ مَّنْ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ ؕ قُلْ اَفَرَءَيْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ اَرَادَنِيَ اللّٰهُ بِضُرٍّ هَلْ هُنَّ كٰشِفٰتُ ضُرِّهٖۤ اَوْ اَرَادَنِيْ بِرَحْمَةٍ هَلْ هُنَّ مُمْسِكٰتُ رَحْمَتِهٖ ؕ قُلْ حَسْبِيَ اللّٰهُ ؕ عَلَيْهِ يَتَوَكَّلُ الْمُتَوَكِّلُوْنَ۔ قُلْ يٰقَوْمِ اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ اِنِّيْ عَامِلٌ ۚ فَسَوْفَ تَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور اگر تو ان سے پوچھے کہ کس نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو تو وہ ضرور جواب دیں گے کہ اللہ ہی نے۔ تم کہہ دو بھلا دیکھو تو سہی جن کو تم اللہ کے سوا پکارتے ہو وہ دفع کر دیں گے اس تکلیف کو اگر اللہ نے مجھ کو کوئی تکلیف دینی چاہی یا میرے حق میں اللہ کچھ رحمت کا ارادہ فرمائے تو کیا وہ اس رحمت کو روک دیں گے۔ تم جواب دو۔ مجھے تو اللہ ہی بس ہے اور اسی پر بھروسہ کیا کرتے ہیں متوکل۔ کہہ دو اے میری قوم! تم اپنی حالت اور قوت اور ارادے کے موافق اپنی جگہ کام کرو میں بھی اپنی جگہ کام کر رہا ہوں تو آگے چل کر تم کو معلوم ہو جاوے گا۔

تفسیر۔ لَيَقُوْلُنَّ اللّٰهُ۔ ان کی فطرت بھی جواب دے گی۔

اعْمَلُوْا عَلٰى مَكَانَتِكُمْ۔ تم سب کھڑے ہو کر میرا مقابلہ کرو۔ منصوبے کرلو۔ مددگار بنالو۔ سارا زور لگالو۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۷)

۴۳۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ حِيْنَ مَوْتِهَا وَ الَّتِيْ لَمْ تَمُتْ فِيْ مَنَامِهَا ۚ فَيُمْسِكُ الَّتِيْ قَضٰى عَلَيْهَا الْمَوْتَ وَ يُرْسِلُ الْاُخْرٰۤى اِلٰۤى اَجَلٍ مُّسَمًّى ؕ اِنَّ فِيْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّقَوْمٍ يَّتَفَكَّرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اللہ نفسوں کو اُن کی موت کے وقت وفات دیتا ہے (قبض کرتا ہے جان کو) اور جو مرے نہیں اپنے سوتے وقت (اس کو وفات دیتا ہے خواب میں) پھر ان روحوں کو روک رکھتا ہے جن پر واقعی موت کا حکم جاری کر چکا ہے اور ان دوسروں کو بھیج دیتا ہے (یعنی سونے والوں کی روحوں کو جو

ابھی مرے نہیں) ایک مقرر وقت تک ۔ کچھ شک نہیں کہ بڑی بڑی نشانیئیں ہیں اس میں ان کے لئے جو غور کرتے ہیں ۔

تفسیر ۔ قبضِ روح اللہ تعالیٰ فرماتا ہے ۔ اَللّٰهُ يَتَوَفَّى الْاَنْفُسَ[1] (الزمر: ۴۳) ۔ روح کلام الٰہی کو کہتے ہیں مگر لوگوں نے غلطی سے نفس کا نام روح رکھ لیا ہے ۔ اللہ تعالیٰ جانوں کو قبض کرتا ہے کب؟ جب کہ مر جاتی ہیں اور جب سو جاتی ہیں ۔ اس طرح تمہاری جانیں قبضۂ قدرت الٰہیہ میں ہیں ۔

(بدر جلد ۱۰ نمبر ۴۸ و ۴۹ مورخہ ۱۹ / اکتوبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۳)

خدا جانوں کو جب ان کی موت کا وقت آتا ہے ۔ اپنے قبضہ میں کر لیتا ہے ۔ یعنی وہ جانیں بے خود ہو کر الٰہی تصرف اور قبضہ میں اپنی موت کے وقت آ جاتی ہیں ۔ اور زندگی کی خود اختیاری اور خود شناسی ان سے جاتی رہتی ہے ۔ اور موت ان پر وارد ہو جاتی ہے ۔ یعنی بکلی وہ روحیں نیست کی طرح ہو جاتی ہیں اور صفاتِ حیات زائل ہو جاتی ہیں اور ایسی روح جو دراصل مرتی نہیں ۔ مگر مرنے کے مشابہ ہوتی ہے ۔ وہ روح کی وہ حالت ہے کہ جب انسان سوتا ہے ۔ تب وہ حالت پیدا ہوتی ہے ۔ اور ایسی حالت میں بھی روح خدا تعالیٰ کے قبضے اور تصرف میں آ جاتی ہے ۔ اور ایسا تغیر اس پر وارد ہو جاتا ہے کہ کچھ بھی اس کی دنیوی شعور اور ادراک کی حالت اس کے اندر باقی نہیں رہتی ۔ غرض موت اور خواب دونوں حالتوں میں خدا کا قبضہ اور تصرف روح پر ایسا ہو جاتا ہے کہ زندگی کی علامت جو خود اختیاری اور خود شناسی ہے ۔ بکلی جاتی رہتی ہے ۔ پھر خدا ایسی روح کو جس پر درحقیقت موت وارد کر دی ہے واپس جانے سے روک رکھتا ہے ۔ اور وہ روح جس پر اس نے درحقیقت موت وارد نہیں کی اس کو پھر مقرر وقت تک دنیا کی طرف واپس کر دیتا ہے ۔ اس ہمارے کاروبار میں ان لوگوں کیلئے نشان ہیں ۔ جو فکر اور سوچ کرنے والے ہیں یہ ہے ترجمہ مع شرح آیت ممدوحہ بالا کا ۔ اور یہ آیت موصوفہ بالا دلالت کر رہی ہے کہ جیسی جسم پر موت ہے ۔ روحوں پر بھی موت ہے ۔ لیکن قرآن شریف سے ثابت ہوتا ہے کہ ابرار اور اخیار اور برگزیدوں کی روحیں چند روز کے بعد پھر زندہ کی جاتی ہیں ۔ کوئی تین دن کے بعد ، کوئی ہفتہ کے بعد ، کوئی چالیس دن کے بعد ۔

---

[1] اللہ نفسوں کو اُن کی موت کے وقت وفات دیتا ہے (قبض کرتا ہے جان کو)

اور پلید روحوں میں بھی عذاب دینے کیلئے ایک حِس پیدا کی جاتی ہے مگر نہ وہ مردوں میں داخل ہوتے ہیں نہ زندوں میں۔ جیسا کہ ایک شخص جب سخت درد میں مبتلا ہوتا ہے تو وہ بدحواسی اس کیلئے موت کے برابر ہوتی ہے۔ اور زمین و آسمان اس کی نظر میں تاریک دکھائی دیتے ہیں۔ انہی کے بارے میں خدا تعالیٰ قرآن شریف میں فرماتا ہے یعنی جو شخص اپنے رب کے پاس مجرم ہو کر آئے گا اس کیلئے جہنم ہے وہ اس جہنم میں نہ مرے گا اور نہ زندہ رہے گا (طٰہٰ:۷۵) اور خود انسان جب اپنے نفس میں غور کرے کہ کیونکر اس کی رُوح پر بیداری اور خواب میں تغیرات آتے رہتے ہیں تو بالضرور اس کو ماننا پڑتا ہے کہ جسم کی طرح روح بھی تغیر پذیر ہے۔ اور موت صرف تغیر اور سلبِ صفات کا نام ہے۔ ورنہ جسم کے تغیر کے بعد بھی جسم کی مٹی تو بدستور رہتی ہے لیکن اس تغیر کی وجہ سے جسم پر موت کا لفظ اطلاق کیا جاتا ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۶۔ ماہِ جون ۱۹۱۲ء صفحہ ۲۷۴۔ ۲۷۵)

یَتَوَفّٰی۔ قبض کرتا ہے جان کو۔ روح کے معنے عربی میں کلام کے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۷)

۴۵۔ قُلْ لِّلّٰهِ الشَّفَاعَةُ جَمِيْعًا ؕ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ ثُمَّ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔

ترجمہ۔ (خود ہی سمجھا دے) اللہ ہی کے اختیار میں ہے ساری سفارش۔ کیونکہ اسی کی بادشاہی ہے آسمانوں اور زمین میں۔ تو اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

تفسیر۔ لِلّٰهِ الشَّفَاعَةُ۔ شفاعت پانچ قسم ہے۔ ۱۔ شفاعت بالحب۔ مثلاً کسی پیارے نے بات کہہ دی وہ مانی جاتی ہے۔ ۲۔ شفاعت بالوجاہت۔ اللہ کے ہاں بھی بہت سے وجیہہ ہیں۔ مگر ان کی وجاہت کا دباؤ نہیں ہوتا۔ ۳۔ شفاعت بالعلم خدا کے ہاں بے علمی نہیں۔ ۴۔ شفاعت بلحاظ اکرام و اعزاز مثلاً حاکم جانتا ہے کہ مجرم کو چھوڑنا ہے۔ مگر اس چھوڑنے کے ساتھ کسی کا اکرام رکھ لیتا ہے۔ ۵۔ شفاعت بالحمق کہ یونہی بات کہہ دی۔ سب قسم کی شفاعتیں اللہ کے اختیار میں ہیں۔ جس کی شفاعت چاہے ان سے لے جسے چاہے اعزاز و علم و وجاہت و محبوبیت دیدے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۹)

۴۶۔ وَ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ ۚ وَ اِذَا ذُكِرَ الَّذِيْنَ مِنْ دُوْنِهٖۤ اِذَا هُمْ يَسْتَبْشِرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور جب بیان کیا جاتا ہے اکیلے اللہ کا تو نفرت کرتے ہیں ان لوگوں کے دل جو مانتے نہیں آخرت کو اور جب بیان کیا جائے اللہ کے سوا اوروں کا تو فوراً ہی خوش ہو جاتے ہیں۔

تفسیر۔ قرآن مجید میں ایسے لوگوں کا ذکر آیا ہے کہ اِذَا ذُكِرَ اللّٰهُ وَحْدَهُ اشْمَاَزَّتْ قُلُوْبُ الَّذِيْنَ لَا يُؤْمِنُوْنَ بِالْاٰخِرَةِ (الزمر:۴۶) جن میں آخرت کا ایمان نہیں ہوتا وہ لوگ صرف توحید کے ذکر پر بھڑک اٹھتے ہیں۔ غرض ایسی بحثوں کو لچر سمجھتا ہوں۔ اسے چاہیے کہ بہت بہت دعا کرے تا خدا کوئی ایسی راہ سمجھاوے جس سے اپنے مخالف کو نرمی کے رنگ میں سمجھا سکے۔

(بدر جلد ۸ نمبر ۲۶ مورخہ ۲۲ راپریل ۱۹۰۹ء صفحہ ۵)

اشْمَاَزَّتْ ۔نفرت کرتے ہیں۔ برا مناتے ہیں۔ انکار کرتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴ رنومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۷)

۴۷۔ قُلِ اللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ۔

ترجمہ ۔تو کہہ دے اے میرے اللہ! اے پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے اور بڑے جاننے والے چھپے اور کھلے کے! تُو ہی فیصلہ فرمائے گا اپنے بندوں میں اس کا جس میں اختلاف کر رہے تھے۔

تفسیر۔ قُلِ اللّٰهُمَّ ۔ جب ایسے لوگوں کی کثرت ہو کہ ذکرِ توحید کو برا سمجھیں تو دعا کرنی چاہیے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴ رنومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۷)

جو لوگ دعا کے ہتھیار سے کام نہیں لیتے۔ وہ بدقسمت ہیں۔ امام کی معرفت سے جو لوگ محروم ہیں وہ بھی دراصل دعاؤں سے بے خبر ہیں۔ اَمَّنْ يُّجِيْبُ الْمُضْطَرَّ اِذَا دَعَاهُ[1] (النمل:۶۳) سے پتہ ملتا ہے کہ اگر یہ لوگ اضطراب سے، تڑپ سے، حق طلبی کی نیت سے، تقویٰ کے ساتھ

---

[1] بھلا کون بے چین اور بے کس کی فریاد کو پہنچتا ہے جب وہ پکارتا ہے۔

دعائیں کرتے کہ الٰہی اس زمانہ میں کون شخص تیرا مامور ہے تو میں یقین نہیں کر سکتا کہ انہیں خدا تعالیٰ ضائع کرتا۔ میں کبھی کسی مسئلہ واختلاف سے نہیں گھبرایا کہ میرے پاس دعا کا ہتھیار موجود ہے اور وہ دعا یہ ہے۔ اَللّٰهُمَّ فَاطِرَ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ عٰلِمَ الْغَيْبِ وَالشَّهَادَةِ اَنْتَ تَحْكُمُ بَيْنَ عِبَادِكَ فِيْ مَا كَانُوْا فِيْهِ يَخْتَلِفُوْنَ [1] (الزمر:۴۷) اور حدیث اِهْدِنِيْ لِمَا اخْتُلِفَ فِيْهِ مِنَ الْحَقِّ بِاِذْنِكَ۔ اِنَّكَ تَهْدِيْ مَنْ تَشَآءُ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ۔ [2] سچا تقویٰ حاصل کرنے کیلئے بھی دعا ہی ایک عمدہ راہ ہے۔ پھر قرآن کریم کا مطالعہ۔ اس میں متقیوں کے صفات اور راست بازوں کے صفات موجود ہیں۔ اللہ تعالیٰ عمل کی توفیق بخشے۔ فہم وفراست بخشے۔ (بدر جلد ۷ نمبر ۳ مورخہ ۲۳ رجنوری ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۰)

۴۹۔ وَ بَدَا لَهُمْ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوْا وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور ان کو نظر آ جائیں گی ان کی کرتوتوں کی برائیاں اور انہیں پر الٹ پڑے گا وہ جس کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے۔

تفسیر۔ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔ ھزء سے نکلا ہے۔ کسی کو خفیف بنانا اور سمجھنا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴ رنومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۷)

۵۰۔ فَاِذَا مَسَّ الْاِنْسَانَ ضُرٌّ دَعَانَا ثُمَّ اِذَا خَوَّلْنٰهُ نِعْمَةً مِّنَّا قَالَ اِنَّمَاۤ اُوْتِيْتُهٗ عَلٰى عِلْمٍ بَلْ هِيَ فِتْنَةٌ وَّ لٰكِنَّ اَكْثَرَهُمْ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ جب آتی ہے انسان پر کوئی مصیبت تو وہ ہم کو پکارنے لگتا ہے پھر جب ہم اس کو عطا فرماتے ہیں نعمت اپنی طرف سے تو وہ کہنے لگتا ہے یہ تو مجھ کو علم اور تجربہ کے زور سے ملتا ہے۔ کچھ نہیں یہ تو آزمائش ہے لیکن بہت سے آدمی جانتے ہی نہیں۔

تفسیر۔ خَوَّلْنٰهُ۔ ہم عطا کرتے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴ رنومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۷)

---

[1] اے میرے اللہ! اے پیدا کرنے والے آسمانوں اور زمین کے اور بڑے جاننے والے چھپے اور کھلے کے! تو ہی فیصلہ فرمائے گا اپنے بندوں میں اس کا جس میں اختلاف کر رہے تھے۔ [2] تو اپنے اذن سے اس حق کی طرف جس میں اختلاف کیا گیا ہے میری راہنمائی فرما۔ یقیناً تو جس کے لئے چاہتا ہے اس کی سیدھے راستہ کی طرف راہنمائی فرماتا ہے۔

۵۲۔ فَاَصَابَهُمۡ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوۡا ؕ وَ الَّذِيۡنَ ظَلَمُوۡا مِنۡ هٰٓؤُلَآءِ سَيُصِيۡبُهُمۡ سَيِّاٰتُ مَا كَسَبُوۡا ۙ وَمَا هُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ۔

ترجمہ۔ پھر اُن کو ملیں اُن کے اعمال کی سزائیں اور ان لوگوں میں سے جن لوگوں نے بے جا کام کئے ان کو بھی قریب ہی پہنچے گی ان کے کرتوتوں کی سزا اور وہ تھکا نہیں سکتے۔

تفسیر۔ وَمَا هُمۡ بِمُعۡجِزِيۡنَ۔ اور نہ وہ عاجز ہیں۔ مطلق عاجز کر دینا چونکہ نشانِ نبوت نہ تھا جیسے بارہا ذکر کیا۔ رسالت مآب کے اثباتِ نبوّت میں قرآن نے یہ ناقص لفظ ترک کر کے آیت اور آیات اور برہان کا لفظ استعمال فرمایا اور خرقِ عادت کا لفظ چونکہ بالکل غیر صحیح تھا اس لئے اسے صاف ترک کر دیا۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل صفحہ ۷۰)

۵۴۔ قُلۡ يٰعِبَادِىَ الَّذِيۡنَ اَسۡرَفُوۡا عَلٰٓى اَنۡفُسِهِمۡ لَا تَقۡنَطُوۡا مِنۡ رَّحۡمَةِ اللّٰهِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يَغۡفِرُ الذُّنُوۡبَ جَمِيۡعًا ؕ اِنَّهٗ هُوَ الۡغَفُوۡرُ الرَّحِيۡمُ۔

ترجمہ۔ کہہ دے اے میرے بندو! جو اپنے نفسوں پر خطا کر بیٹھے ہو اپنے ہاتھ سے اللہ کی رحمت سے ناامید نہ ہو۔ بے شک اللہ ڈھانپتا ہے تمام گناہوں کو۔ کچھ شک نہیں کہ وہ بڑا غفور الرحیم ہے۔

تفسیر۔ کہہ دو اے بندو میرے جنہوں نے زیادتی کی اپنی جان پر۔ نہ آس توڑو اللہ کی مہر سے بے شک اللہ بخشتا ہے سب گناہ۔ وہ جو ہے وہی ہے گناہ معاف کرنے والا۔ مہربان۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۳۰۰ حاشیہ)

خدا تعالیٰ کے حضور پہنچنے کیلئے دو بازو ضروری ہیں۔ ۱۔ ایمان ۲۔ عملِ صالح۔

اَسۡرَفُوۡا۔ خطا کاری (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۷)

۵۵۔ وَ اَنِيۡبُوۡۤا اِلٰى رَبِّكُمۡ وَ اَسۡلِمُوۡا لَهٗ مِنۡ قَبۡلِ اَنۡ يَّاۡتِيَكُمُ الۡعَذَابُ ثُمَّ لَا تُنۡصَرُوۡنَ۔

ترجمہ۔ بشرطیکہ رجوع کرو اپنے ربّ کی طرف اور پورے فرمانبردار فدائی بن جاؤ اس سے پہلے کہ تم پر نازل ہو عذاب (کیونکہ عذاب آنے پر) تمہاری مدد نہ کی جائے گی۔

تفسیر۔ وَ اَنِیْبُوْٓا۔ یہ اس یَغْفِرُ الذُّنُوْبَ جَمِیْعًا (الزمر:۵۴) کیلئے بطور شرط ہے۔ اللہ کی طرف جھکو۔ اَسْلِمُوْا لَہٗ۔ اس جھکنے کا نشان یہ ہے کہ اس کی فرماں برداری کرو۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴/نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۷)

۵۶۔ وَ اتَّبِعُوْٓا اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ مِّنْ رَّبِّکُمْ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّاْتِیَکُمُ الْعَذَابُ بَغْتَۃً وَّ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور پیروی کر بہتر بات کی جو اتاری گئی تمہاری طرف تمہارے رب کی طرف سے اس سے پہلے کہ تم پر عذاب نازل ہو یکا یک اور تم بے خبر ہی ہو۔

تفسیر۔ اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ ۔ مثال کے لئے سنو! دو حکم ہیں کہ کسی کی ایذا رسانی کا بدلہ لے لو۔ دوسرا یہ کہ چشم پوشی کرو۔ اب یہ عفو اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ ہے۔

بعض کہتے ہیں کہ یہ صفتِ کاشفہ ہے یعنی جو کچھ رب نے اتارا ہے وہ احسن ہی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴/نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۷)

اَحْسَنَ مَآ اُنْزِلَ اِلَیْکُمْ ۔ مثلاً بدلہ لینا بھی جائز ہے۔ اور صبر اور غفر بھی۔ اب یہ صبر اور معافی دے دینا بہتر ہے۔ اور یہ طریق صلحاء ہے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۹)

۵۷، ۵۸۔ اَنْ تَقُوْلَ نَفْسٌ یّٰحَسْرَتٰی عَلٰی مَا فَرَّطْتُّ فِیْ جَنْۢبِ اللّٰہِ وَ اِنْ کُنْتُ لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ۔ اَوْ تَقُوْلَ لَوْ اَنَّ اللّٰہَ ھَدٰىنِیْ لَکُنْتُ مِنَ الْمُتَّقِیْنَ۔

ترجمہ۔ کہیں کوئی جی کہنے لگے (کہ ہمیں خبر ہی نہ ہوئی) اور اے افسوس میری اس کوتاہی پر جو میں نے اللہ کے حق میں کی اور میں تو بس ہنسی ہی کرتا رہا۔ یا کہنے لگے کہ اگر اللہ مجھ کو ہدایت دیتا تو میں ضرور متقیوں میں سے ہو جاتا۔

تفسیر۔ فَرَّطْتُّ۔ تفریط کے معنے کمی کرنے کے ہیں۔

لَمِنَ السّٰخِرِیْنَ۔ آجکل ایسے لوگ بہت ہیں جو مذہبی امور کو تمسخر میں اڑاتے رہتے ہیں۔

مِنَ الْمُتَّقِیْنَ۔ دکھوں سے بچنے والے ہوتے۔ دراصل تمام دکھوں کا اصل بدصحبت ہے اس سے بچو۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴/نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۷)

۶۴۔ لَہٗ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ اُولٰٓئِکَ ھُمُ الْخٰسِرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور اُسی کے پاس ہیں آسمان اور زمین کی کنجیاں اور جنہوں نے انکار کیا اللہ کی آیتوں کا وہی ٹوٹا پانے والے ہیں۔

تفسیر۔ مَقَالِیْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ۔ مثلاً کامیابی کی راہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۷)

۶۵۔ قُلْ اَفَغَیْرَ اللّٰہِ تَاْمُرُوْٓنِّیْٓ اَعْبُدُ اَیُّھَا الْجٰھِلُوْنَ۔

ترجمہ۔ تو کہہ دے کیا اے نادانو! تم مجھ سے یہ کہتے ہو کہ اللہ کے سوا میں کسی اور کی عبادت کروں۔

تفسیر۔ قرآن شریف ایک بے نظیر کتاب ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے اس کے سوا کسی کو کتاب مانا ہی نہیں۔ افسوس کہ اب مسلمانوں میں قرآن شریف کی عظمت بہت کم رہ گئی ہے۔ قرآن شریف زندوں کو سنانے کیلئے تھا۔ اب مردوں کو سنایا جاتا ہے۔ قرآن مجید نے اگلی قوم کو تمام جہان سے غنی کر دیا۔ مگر اب قرآن شریف سے ٹکے کمائے جاتے ہیں۔ قرآن مجید راستی قائم کرنے کیلئے آیا مگر اب قرآن شریف ہاتھ میں لے کر جھوٹی قسمیں کھائی جاتی ہیں۔ گویا یہ جھوٹ پھیلانے کا آلہ ہے۔ قرآن مجید اللہ کی محبت دلوں میں پیدا کرنے کیلئے تھا۔ لوگ اس کی آیتوں سے مخلوق کی محبت حاصل کرتے ہیں چنانچہ وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اَشَدُّ حُبًّا لِّلّٰہِ[1] (البقرہ:۱۶۶) کا عمل کیا جاتا ہے۔ حالانکہ یہی آیت اس بات کی تردید کرتی ہے کہ مخلوق میں سے کسی کی محبت میں فنا ہو جاوے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۷)

۶۹۔ وَ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَصَعِقَ مَنْ فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَنْ فِی الْاَرْضِ اِلَّا مَنْ شَآءَ اللّٰہُ ؕ ثُمَّ نُفِخَ فِیْہِ اُخْرٰی فَاِذَا ھُمْ قِیَامٌ یَّنْظُرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور صور پھونکا جائے گا تو بے ہوش ہو جائیں گے جو آسمان اور زمینوں میں ہیں مگر جس کو اللہ

---

[1] اور ایمان داروں کو تو (سب سے بڑھ کر) اللہ ہی کی محبت ہوتی ہے۔

چاہیے۔ پھر صور پھونکا جائے گا دوسری بار تو وہ یکا یک کھڑے ہو کر رہ جائیں گے دیکھتے۔

تفسیر۔ نُفِخَ فِی الصُّوْرِ ۔ بگل بجایا جاوے گا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۷)

۷۰۔ وَ اَشْرَقَتِ الْاَرْضُ بِنُوْرِ رَبِّهَا وَ وُضِعَ الْكِتٰبُ وَ جِایْٓءَ بِالنَّبِیّٖنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ قُضِیَ بَیْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ هُمْ لَا یُظْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور چمک اٹھے گی زمین اپنے ربّ کے نُور سے اور نامہ ٔاعمال لاکر رکھا جائے گا اور سب نبی اور گواہ حاضر کئے جائیں گے اور فیصلہ کر دیا جائے گا ان میں انصاف سے اور ان پر کچھ ظلم نہ ہوگا۔

تفسیر۔ الْكِتٰبُ ۔ نامۂ اعمال۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۷)

۷۲۔ وَ سِیْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْۤا اِلٰى جَهَنَّمَ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَاۤ اَلَمْ یَاْتِكُمْ رُسُلٌ مِّنْكُمْ یَتْلُوْنَ عَلَیْكُمْ اٰیٰتِ رَبِّكُمْ وَ یُنْذِرُوْنَكُمْ لِقَآءَ یَوْمِكُمْ هٰذَا ؕ قَالُوْا بَلٰى وَ لٰكِنْ حَقَّتْ كَلِمَةُ الْعَذَابِ عَلَى الْكٰفِرِیْنَ۔

ترجمہ۔ اور ہانکے اور روانہ کئے جائیں گے کافر جہنم کی طرف گروہ کے گروہ (یعنی ٹکڑیاں ٹکڑیاں) یہاں تک کہ جہنم کے پاس پہنچیں گے تو اس کے دروازے کھول دیئے جائیں گے اور دوزخ کا داروغہ ان سے کہے گا کیا تمہارے پاس تمہارے ہی میں کے رسول نہیں آئے تھے وہ تم پر پڑھتے تھے تمہارے رب کی آیتیں اور تم کو ڈراتے تھے اس دن کے دیدار سے۔ وہ جواب دیں گے کیوں نہیں۔ آئے تو تھے ضرور لیکن عذاب کی پیش گوئی ثابت ہو چکی تھی کافروں پر۔

تفسیر۔ جَهَنَّمَ ۔ دوزخ ایک مقام ہے۔ اسکی صورت ایسی ہے۔ جیسے بعض بیماروں کو حمام میں علاج کے واسطے بھیجا جاتا ہے۔ سرسام کا علاج سانپ کے ڈسوانے سے کیا جاتا ہے۔ ایسے ہی وہاں بھی روحانی بیماریوں کے معالجہ کے واسطے ایک زہریلی مخلوق ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۸)

اَلَمْ یَاْتِکُمْ رُسُلٌ مِّنْکُمْ ۔ کافروں میں سے رسولوں کو کہا۔پس اُولِی الْاَمْرِ مِنْکُمْ سے صرف مسلمان مرادنہیں۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۹)

۷۴۔وَ سِیْقَ الَّذِیْنَ اتَّقَوْا رَبَّهُمْ اِلَى الْجَنَّةِ زُمَرًا ؕ حَتّٰۤى اِذَا جَآءُوْهَا وَ فُتِحَتْ اَبْوَابُهَا وَ قَالَ لَهُمْ خَزَنَتُهَا سَلٰمٌ عَلَیْكُمْ طِبْتُمْ فَادْخُلُوْهَا خٰلِدِیْنَ۔

ترجمہ۔اور چلایا جائے گا ان لوگوں کو جنہوں نے سپر بنایا اپنے رب کو بہشت کی طرف جماعت جماعت۔ یہاں تک کہ جب اس کے قریب پہنچیں گے اور کھولے جائیں گے اس کے دروازے اور رضوان کہے گا ان سے سَلَامٌ عَلَیْکُمْ تم خوش نصیب وخوش حال ہو پس بہشت میں داخل ہو ہمیشہ رہنے کے لئے۔

تفسیر۔جولوگ اپنے رب سے ڈرتے ہیں۔ جنت کو گروہ گروہ میں انہیں لے چلیں گے۔ جب اُس کے پاس آویں گے اوراس کے دروازے کھولے جائیں گے۔ جنت کے نگہبان انہیں کہیں گے تم پر سلامتی ہو۔تم نے پاک زندگی بسر کی تواب ہمیشہ ہمیشہ کیلئے درآ ؤ۔

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۶)

الَّذِیْنَ اتَّقَوْا۔جن کے عقائدِ صحیحہ اوراعمالِ صالحہ ہیں۔ رنج وراحت، عسر ویسر میں اللہ تعالیٰ کے فرماں بردار رہتے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۸)

۷۵۔ وَ قَالُوا الْحَمْدُ لِلّٰهِ الَّذِیْ صَدَقَنَا وَعْدَهٗ وَ اَوْرَثَنَا الْاَرْضَ نَتَبَوَّاُ مِنَ الْجَنَّةِ حَیْثُ نَشَآءُ ۚ فَنِعْمَ اَجْرُ الْعٰمِلِیْنَ۔

ترجمہ۔اور بہشتی کہیں گے الحمد للہ کیسا اللہ اچھا ہے جس نے ہم کو سچ کر دکھلایا اپنا وعدہ اور ہم کو وارث بنایا اس زمین کا کہ ہم رہیں بہشت میں جہاں چاہیں تو کیا اچھا بدلہ ہے نیک کام کرنے والوں کا۔

تفسیر۔اوروہ (بہشتی) کہیں گے۔ اللہ کی حمد ہے۔جس نے اپنا وعدہ ہم سے سچا کیا۔اوراس زمین کا

وارث ہمیں بنایا۔اس جنت میں جہاں ہم چاہیں۔ٹھکانہ بنالیں۔عاملوں کا اجر کیا ہی خوب ہے۔

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۶)

۷۶۔ وَ تَرَى الْمَلٰٓئِكَةَ حَآفِّيْنَ مِنْ حَوْلِ الْعَرْشِ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ ۚ وَقُضِيَ بَيْنَهُمْ بِالْحَقِّ وَ قِيْلَ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

ترجمہ ۔اورتو دیکھے گا فرشتوں کو حلقہ باندھے ہوئے عرش کے آس پاس تسبیح کرتے ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اور فیصلہ کر دیا جائے گا لوگوں میں حق حق اور کہا جائے گا سب تعریف اور واہ واہ اسی اللہ کی ہے جو سب جہانوں کو آہستہ آہستہ کمال کو پہنچانے والا ہے۔

تفسیر۔ حَوْلِ الْعَرْشِ ۔ اللہ تعالیٰ کی تجلّی گاہ میں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۸)



سُوْرَۃُ الْمُؤْمِنِ مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

ہم سورۂ مومن کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اللہ رحمٰن اور رحیم کے نام سے۔

۲ تا ۴۔ حٰمٓ۔ تَنْزِیْلُ الْکِتٰبِ مِنَ اللّٰہِ الْعَزِیْزِ الْعَلِیْمِ۔ غَافِرِ الذَّنْۢبِ وَ قَابِلِ التَّوْبِ شَدِیْدِ الْعِقَابِ ذِی الطَّوْلِ لَآ اِلٰہَ اِلَّا ھُوَ اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ۔

ترجمہ۔ جو ہونے والی بات تھی وہ ہو چکی۔ قرآن مجید کا اُتارنا اللہ ہی کی طرف سے ہے جو بڑا غالب بڑا جاننے والا ہے۔ (جو کوئی اپنی حالت میں تبدیلی کرے) اس کے گناہ معاف کرنے والا (اور جو توبہ کر کے نیکی اختیار کرے) اُس کی توبہ قبول کرنے والا (نیکی نہ اختیار کرے تو) سخت عذاب دینے والا ہے۔ (نیکی اختیار کرے تو) انعام دینے والا ہے۔ کوئی بھی سچا معبود نہیں مگر وہی اور اسی کی طرف لوٹ جانا ہے۔

تفسیر۔ حٰمٓ۔ حمید۔ مجید۔ بادشاہ۔ حی کی طرف سے یہ کتاب آئی ہے۔

غَافِرِ الذَّنْۢبِ۔ غلطیوں کو معاف کرتا ہے۔ اگر تم باز آؤ۔

قَابِلِ التَّوْبِ۔ توبہ قبول کرنے والا ہے۔ اگر تم توبہ کرو۔

اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ۔ کوئی شخص اپنا ذاتی کمال نہیں رکھتا۔ اللہ تعالیٰ اپنی ذات میں غنی ہے اور اس کا کوئی مثل نہیں۔

اِلَیْہِ الْمَصِیْرُ۔ پھر اسکی طرف لوٹنا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۸)

حٰمٓ۔ حمید، مجید، حی و مالک۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۹)

۶،۷۔ كَذَّبَتْ قَبْلَهُمْ قَوْمُ نُوْحٍ وَّ الْاَحْزَابُ مِنْۢ بَعْدِهِمْ ۪ وَ هَمَّتْ كُلُّ اُمَّةٍۭ بِرَسُوْلِهِمْ لِيَاْخُذُوْهُ وَ جٰدَلُوْا بِالْبَاطِلِ لِيُدْحِضُوْا بِهِ الْحَقَّ فَاَخَذْتُهُمْ ۫ فَكَيْفَ كَانَ عِقَابِ۔ وَ كَذٰلِكَ حَقَّتْ كَلِمَتُ رَبِّكَ عَلَى الَّذِيْنَ كَفَرُوْۤا اَنَّهُمْ اَصْحٰبُ النَّارِ۔

ترجمہ۔ جھٹلایا تھا ان سے پہلے نوح کی قوم نے اور ان کے بعد اور جماعتوں نے۔ ہر ایک جماعت نے اپنے رسول کے ساتھ یہی ارادہ کیا کہ اس کو گرفتار کرلیں اور بے ہودہ جھگڑے کئے تاکہ اس کے سبب سے دین حق کو مشتبہ کردیں لڑکھڑا دیں تو پھر میں نے پکڑا تو کیسی تھی میری سزا۔ اور اسی طرح ثابت ہوچکی تیرے رب کی پیش گوئی کافروں پر کہ وہی دوزخی بھی ہیں۔

تفسیر۔ لِيَاْخُذُوْهُ۔ تاکہ پکڑیں اور انبیاء کے مقابلہ میں نامراد ہونا ثابت کریں۔

عِقَابِ۔ اللہ تعالیٰ انسان کو جو دکھ دیتا ہے۔ یونہی نہیں دیتا۔ بلکہ نافرمانی کے بعد بطور اس کے نتیجہ کے اس پر سزا مرتب ہوتی ہے۔ اسی واسطے اس کا نام عقاب فرمایا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۸)

۸۔ اَلَّذِيْنَ يَحْمِلُوْنَ الْعَرْشَ وَ مَنْ حَوْلَهٗ يُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّهِمْ وَ يُؤْمِنُوْنَ بِهٖ وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ۔

ترجمہ۔ جو امور دنیا اور دین کی تدبیر کرتے ہیں اور جو عرش کے گرداگرد ہیں وہ تسبیح کرتے ہیں اپنے رب کی تعریف کے ساتھ اور اس پر ایمان رکھتے ہیں اور مغفرت مانگتے ہیں ایمانداروں کے لئے کہ اے ہمارے رب! تو نے سب چیزوں کو قابل کر رکھا ہے رحم اور علم میں مغفرت کر ان لوگوں کی جو توبہ کریں اور تیری راہ کی پیروی کریں اور اُن کو دوزخ کے عذاب سے بچا۔

تفسیر۔ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا......الخ: اور گناہ بخشواتے ہیں ایمان والوں کے۔ اے رب ہمارے ہر چیز سمائی ہے تیری مہر اور خبر میں سو معاف کر ان کو جو توبہ کریں اور چلیں تیری راہ اور بچا ان کو آگ کی مار سے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ دوم صفحہ ۲۹۴ حاشیہ)

۱۰۔ وَ قِهِمُ السَّيِّاٰتِ ؕ وَ مَنْ تَقِ السَّيِّاٰتِ يَوْمَئِذٍ فَقَدْ رَحِمْتَهٗ ؕ وَ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔

ترجمہ ۔ اوران کو بچا بُرائیوں سے اور جس کو بچایا تو نے آج برائیوں سے تو بے شک تو نے اس پر بڑی مہربانی فرمائی اور یہی تو بڑی کامیابی ہے۔

تفسیر ۔ اَلْفَوْزُ الْعَظِيْمُ ۔ فوز بمعنے پاس ہونا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۸)

۱۱۔ اِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يُنَادَوْنَ لَمَقْتُ اللّٰهِ اَكْبَرُ مِنْ مَّقْتِكُمْ اَنْفُسَكُمْ اِذْ تُدْعَوْنَ اِلَى الْاِيْمَانِ فَتَكْفُرُوْنَ ۔

ترجمہ ۔ جو لوگ منکر ہیں اُن سے باآواز بلند کہہ دیا جائے گا کہ اللہ کی خفگی اس سے بڑھ کر ہے جو تم اپنی جانوں سے خفا ہو جب کہ تم بلائے جاتے تھے ایمان کی طرف تو تم حق پوشی کرتے تھے اور انکار۔

تفسیر ۔ اگر کوئی شخص اپنی چھوٹی سی غرض کیلئے کسی اپنے بڑے محسن و مربی کو ناراض کرتا ہے تو وہ فطرت کے تقاضا کے خلاف کرتا ہے۔

پس اللہ سے بڑھ کر کون محسن و مربی ہے کیونکہ دنیا کے عارضی محسنوں کو پیدا کرنے والا بھی وہی ہے۔ ایسے علیم و حکیم کی بات کو اگر نہ مانا جاوے تو دنیا و آخرت میں دکھ کا موجب ہے۔

لَمَقْتُ اللّٰهِ ۔ اللہ کی ناراضی یا اللہ کی لعنت۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۸)

۱۲۔ قَالُوْا رَبَّنَاۤ اَمَتَّنَا اثْنَتَيْنِ وَ اَحْيَيْتَنَا اثْنَتَيْنِ فَاعْتَرَفْنَا بِذُنُوْبِنَا فَهَلْ اِلٰى خُرُوْجٍ مِّنْ سَبِيْلٍ ۔

ترجمہ ۔ وہ کہیں گے اے ہمارے رب! تو ہم کو موت دے چکا دو بار اور جلا چکا دو بار اب ہم قائل ہوئے اپنے گناہوں کے۔ پھر اب بھی کوئی نکلنے کی راہ ہے (جہنم سے)۔

تفسیر۔ اثْنَتَيْنِ۔ایک ہم کچھ نہ تھے۔خدانے بنایا۔پھر موت کی تیاری ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۸)

۱۳۔ ذٰلِكُمْ بِاَنَّهٗۤ اِذَا دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ كَفَرْتُمْ ۚ وَ اِنْ يُّشْرَكْ بِهٖ تُؤْمِنُوْا ؕ فَالْحُكْمُ لِلّٰهِ الْعَلِيِّ الْكَبِيْرِ۔

ترجمہ۔(اُن سے کہا جائے گا) یہ عذاب اس لئے ہے کہ جب پکارا جاتا تھا اکیلے اللہ کو تو تم انکار کرتے تھے اور اگر اس کے ساتھ شریک ٹھہرایا جاتا تو تم یقین کرتے تھے۔پس اللہ ہی کا حکم ہے جو عالی شان اور بزرگ تر ہے۔

تفسیر۔دُعِيَ اللّٰهُ وَحْدَهٗ۔جن لوگوں میں کچھ نہ کچھ شرک ہے۔جب محض اللہ تعالیٰ کی عظمت و جبروت کا ذکر کیا جاوے تو انہیں برا معلوم ہوتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۸)

۱۵۔ فَادْعُوا اللّٰهَ مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ وَ لَوْ كَرِهَ الْكٰفِرُوْنَ۔

ترجمہ۔ تو اللہ کو خالص اُسی کی اطاعت کر کے پکارو گو کافر بُرا مانا ہی کریں۔

تفسیر۔ اللہ تعالیٰ کو پکارو۔اس کی عبادت میں اخلاص سے کام لو اور دین کے قبول کرنے میں ظاہر و باطن میں دکھ سکھ میں۔غرض کسی حالت میں ہو۔اللہ تعالیٰ کے سوا کسی کے ساتھ تمہارا تعلق نہ ہو۔اگر منکر برا مناویں تو پڑے مناویں۔ (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۱۷)

مُخْلِصِيْنَ لَهُ الدِّيْنَ۔تمہارا دین خدا کے لئے ہو جاوے۔

الْكٰفِرُوْنَ۔ غیر اللہ کے پرستار۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۸)

۱۶۔ رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ التَّلَاقِ۔

ترجمہ۔اللہ تعالیٰ درجے بلند کرنے والا عرش کا مالک ہے۔اپنے ہی حکم سے وحی کرتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنے بندوں میں سے تا کہ وہ ڈرائے ملاقات کے دن سے۔

تفسیر۔ رَفِیۡعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الۡعَرۡشِ۔[۱]

روح کلامِ الٰہی ہی کا نام ہے جس پر عمل کرنے سے موتیٰ اور مُردہ بے ایمان زندہ ہوتے ہیں بلکہ قرآن نے انبیاء اور ملائکہ کو بھی روح فرمایا ہے۔ کیونکہ وہ بھی اسی زندگی کے باعث ہیں جسے ایمان کہتے ہیں۔ (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۹۸،۹۹)

یُلۡقِی الرُّوۡحَ۔ روح سے مراد کلامِ الٰہی ہے جان۔ سَول (SOUL) کو عربی بولی میں نفس کہتے ہیں۔ قرآن شریف میں روح کے معنے کلام ہی کے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۸)

صاحب اونچے درجوں کا مالک تخت کا۔ اتارتا ہے بھید کی بات اپنے حکم سے جس پر چاہے۔ اپنے بندوں میں کہ وہ ڈراوے ملاقات کے دن سے۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ دوم صفحہ ۲۳۹ حاشیہ)

۲۶۔ فَلَمَّا جَآءَهُمۡ بِالۡحَقِّ مِنۡ عِنۡدِنَا قَالُوا اقۡتُلُوۡۤا اَبۡنَآءَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ وَ اسۡتَحۡیُوۡا نِسَآءَهُمۡ ؕ وَ مَا كَیۡدُ الۡكٰفِرِیۡنَ اِلَّا فِیۡ ضَلٰلٍ۔

ترجمہ۔ پھر جب اُن کے پاس ہمارا سچا پیغام لے کر آیا تو لوگوں نے کہا جو لوگ اس کے ساتھ ایمان لائے ان کی اولاد کو قتل کرواور حیا اڑادواُن کی عورتوں کی یا زندہ رکھوان کو اور کافروں کی تدبیر تو گمراہی میں ہی چلتی ہے۔

تفسیر۔ اقۡتُلُوۡۤا اَبۡنَآءَ الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا مَعَهٗ......الخ: بولے مارو بیٹے ان کے جو یقین لائے ہیں اُس کے ساتھ اور جیتی رکھوان کی عورتیں اور جو داؤں ہے منکروں کا سو غلطی میں۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اوّل صفحہ ۱۳۳ حاشیہ)

ایک عیسائی کے اعتراض

”فرعون نے بنی اسرائیل کے لڑکوں کو اس لئے مارڈالا کہ وہ موسیٰؑ پر ایمان لائے، یہ غلط ہے۔

---

[۱] بلند درجوں والا صاحب تخت کا اپنے امر سے جس بندے پر چاہتا ہے روح ڈالتا ہے تو کہ وہ ملاقات (قیامت) کے دن سے ڈراوے۔ (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۹۸)

بلکہ فرعون نے موسیٰ ؑ سے پہلے یہودی لڑکے اس لئے مارے کہ وہ بڑھ نہ جاویں۔خروج ۱ باب ۷‘‘ کے جواب میں فرمایا:۔

’’میں انصافاً اور حقاً کہتا ہوں کہ یہ اعتراض محض نادانی اور قرآن کے طرز اور زبان کے نہ سمجھنے سے پیدا ہوا ہے۔خوب یاد رکھنا چاہیے کہ صیغہ امر ہمیشہ کسی فعل کے وقوع کو مستلزم نہیں ہوا کرتا۔

قرآن کی اس آیت سے یہ کہاں پایا جاتا ہے کہ فرعون نے انہیں قتل کر ڈالا۔نصاریٰ کی عادت میں داخل ہے کہ دھوکہ دہی کے طور پر ایک ترجمہ فرضی اور ذہنی لکھ دیتے ہیں جو اصل کلام منقول عنہ سے کچھ بھی مناسبت نہیں رکھتا۔ اس سے بجائے اس کے کہ ان کا مقصود اغوا و اضلال برآوے۔ اہلِ انصاف کے نزدیک ان کی اصلیت باطن اور غرض ظاہر ہو جاتی ہے۔

اگر زبانِ عرب سے ذرا بھی مس ہو اور قرآنی طرز سے کچھ بھی واقفیت ہو تو بادنیٰ تامل آشکار ہو سکتا ہے کہ آیت کا پچھلا حصہ معترض کے اعتراض کو باطل کئے دیتا ہے کہ’’ کافروں کا کید یعنی دھوکے اور فریب کی تدبیریں اکارت ہو جانے والی ہیں‘‘ قرآن مجید کا یہ طرز ہے کہ جب منکروں اور کافروں نے خدا کے کسی برگزیدہ شخص کی نسبت ایذاء رسانی یا قتل وغیرہ کا منصوبہ باندھا اور خفیہ تدبیریں کیں مگر بوجہ من الوجوہ ان کی تدبیریں کارگر نہ ہوئیں اور وہ برگزیدہ شخص ان کے ابتلا کے دام سے محفوظ رہا۔ اس وقت قرآن اس شخص یا اشخاص کے سلامت رہنے اور دشمنوں کی تدابیر کے کارگر نہ ہونے کو اسی طرح پر لفظ کید کے اطلاق سے ذکر کرتا ہے کہ انہوں نے تدبیر تو کی اور منصوبہ تو باندھا مگر ان کا کید یعنی داؤں نہ چلا یا ہم نے چلنے نہ دیا۔

نظیراً دیکھو حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ میں جب دشمنوں نے اُن کو آگ میں ڈالا اور پھونک کر جلا دینا چاہا اور نصرت الٰہیہ سے جو ایسے وقت میں اللہ تعالیٰ کے خاص بندوں کے شامل حال رہتی ہے حضرت ابراہیمؑ ان کے مکائد اور شر سے محفوظ رہے۔قرآن اس کو اس طرح پر بیان فرماتا ہے۔

وَ اَرَادُوْا بِهٖ كَيْدًا فَجَعَلْنٰهُمُ الْاَخْسَرِيْنَ[1] (الانبیاء:۷۱)۔

---

[1] انہوں نے اس سے داؤں کرنے کا ارادہ کیا۔پس ہم نے انہیں کو ٹوٹا پانے والا کیا۔

اور کفار مکہ جس وقت اس بنی نوع انسان کے سچے خیر خواہ رؤف ورحیم ہادی محمد مصطفٰی صلی اللہ علیہ وسلم کی ایذاء رسانی کی تدابیر وفکر میں لگے ہوئے تھے قرآن کہتا ہے۔

اِنَّهُمْ يَكِيْدُوْنَ كَيْدًا۔ وَّ اَكِيْدُ كَيْدًا[1] (الطارق:۱۶،۱۷)۔

غرض اسی طرح کسی واقعے کو بیان کرنا زبانِ عرب کا عموماً اور قرآن کا خصوصاً طرز ہے۔ ٹھیک ایسا ہی اس آیت میں ہے جس پر اعتراض کیا گیا ہے کہ فرعون نے کہا یا اپنے ہالی موالی سے مشورہ کیا کہ مومنین کے بیٹوں کو مار ڈالو مگر کسی وجہ سے اس کا ارادہ یا قول یا مشورہ صورت پذیر نہ ہوا جسے قرآن ان الفاظ میں بیان کرتا ہے کہ کفّار کی تدابیر یا داؤں اکارت جانے والا ہے۔ یعنی وہ امر وقوع میں نہیں آیا۔

بھلا پادری صاحبان! اگر قتل والی بات غلط تھی تو کیوں بنی اسرائیل موسیٰؑ اور ہارون کو کہتے ہیں تم نے کیوں فرعون کے ہاتھ میں تلوار دی ہے کہ وے ہم کو قتل کریں خروج ۵ باب ۲۲۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اوّل صفحہ ۱۳۳ تا ۱۳۵)

۲۷۔ وَ قَالَ فِرْعَوْنُ ذَرُوْنِيْٓ اَقْتُلْ مُوْسٰى وَ لْيَدْعُ رَبَّهٗ ۚ اِنِّيْٓ اَخَافُ اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ اَوْ اَنْ يُّظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ۔

ترجمہ۔ اور فرعون نے کہا میرے مزاحم مت ہو میں موسیٰ کو مار ڈالوں گا اور اسے چاہیے کہ وہ اپنے رب کو بلا لے۔ میں ڈرتا ہوں یہ کہ کہیں وہ تمہارے دین کو بدل نہ ڈالے یا یہ کہ نکال کھڑا کرے تمہیں ملک سے فساد کر کے۔

تفسیر۔ دنیا میں بڑی بڑی سلطنتیں ہو گزری ہیں مگر اب ان کا نام ونشان بھی باقی نہیں ہے۔

اَنْ يُّبَدِّلَ دِيْنَكُمْ ۔ قوم کے دینداروں کو اس طریق سے اکسایا ہے۔

يُظْهِرَ فِي الْاَرْضِ الْفَسَادَ۔ یہ قوم کے امیروں کو برانگیختہ کیا ہے کہ دیکھو تمہاری امارت چھن جائے گی۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴ نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۸)

---

[1] وہ خفیہ داؤں بچا رہے ہیں اور میں ان کے داؤں کو باطل کرنے کے درپے ہوں۔

۲۸۔ وَ قَالَ مُوْسٰۤی اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّکُمْ مِّنْ کُلِّ مُتَکَبِّرٍ لَّا یُؤْمِنُ بِیَوْمِ الْحِسَابِ۔

ترجمہ۔ اور موسیٰ نے جواب دیا میں تو پکار چکا اپنے اور تمہارے ربّ کو۔ ہر ایک مغرور حقیر سمجھنے والے کے مقابلہ میں جو یقین نہیں کرتا حساب کے وقت کا۔

تفسیر۔ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ۔ بڑے سے بڑے زبردست دشمن کے مقابلہ میں خدا کی پناہ میں آ جانا بڑی بات ہے۔ ہر مشکل کے وقت دعا سے کام لو۔ دعا کے یہ معنے نہیں کہ اسباب مہیا نہ کریں۔ بلکہ جس قدر اسباب اپنی طاقت سے مہیا کر سکتے ہیں۔ وہ تو کر لیں۔ مگر چونکہ کئی باریک در باریک امور ہوتے ہیں اور کئی عجیب موانع جو کامیابی میں سدّ راہ ہو جاتے ہیں۔ اس لئے دعا کی جاتی ہے۔ نیز صحیح اسباب مرادمندی کا علم بھی خدا کے فضل ہی پر موقوف ہے۔ میں نے بڑے بڑے گھمسان کے مباحثوں میں جہاں میں تن تنہا تھا اور ہزاروں مخالف ہی مخالف۔ اس عُذْتُ بِرَبِّیْ کے جلوے دیکھے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴ رنومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۸)

۲۹۔ وَ قَالَ رَجُلٌ مُّؤْمِنٌ ۖ مِّنْ اٰلِ فِرْعَوْنَ یَکْتُمُ اِیْمَانَهٗۤ اَتَقْتُلُوْنَ رَجُلًا اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ اللّٰهُ وَ قَدْ جَآءَکُمْ بِالْبَیِّنٰتِ مِنْ رَّبِّکُمْ ؕ وَ اِنْ یَّكُ كَاذِبًا فَعَلَیْهِ كَذِبُهٗ ۚ وَ اِنْ یَّكُ صَادِقًا یُّصِبْكُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا یَهْدِیْ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ كَذَّابٌ۔

ترجمہ۔ اور کہا ایک مرد ایماندار نے فرعون کے عزیزوں میں سے جو اپنے ایمان کو چھپائے رکھتا تھا کہ کیا تم قتل کئے دیتے ہو ایک مرد کو اسی بات پر کہ وہ کہتا ہے کہ میرا رب اللہ ہے اور تحقیق میں تمہارے پاس کھلی کھلی نشانیاں لے کر آیا ہوں تمہارے رب کی طرف سے اور اگر فرض کرو کہ یہ جھوٹا ہے تو اسی پر پڑے گا اس کے جھوٹ کا وبال اور اگر سچا ہے تو تم پر آ پڑے گا بعض اس عذاب کا جن کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے۔ بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا حد سے بڑھے ہوؤں جھوٹوں کو۔

تفسیر۔ ایک اور بات ہے جو انسان کو سچائی کے قبول کرنے سے روک دیتی ہے۔ اور وہ تکبر ہے۔ خدا تعالیٰ نے فرما دیا ہے کہ متکبروں کو خدا تعالیٰ کی آیتیں نہیں مل سکتیں۔ کیونکہ تکبر کی وجہ

سے انسان تکذیب کرتا ہے۔ اور جھٹلانے کے بعد صداقت کی راہ نہیں ملتی ہے۔ پہلے تکذیب کر چکتا ہے۔ پھر انکار کرتا ہے یاد رکھو مفتری کبھی بھی کامیاب نہیں ہوتا۔ اِنَّ اللّٰہَ لَا یَھْدِیْ مَنْ ھُوَ مُسْرِفٌ کَذَّابٌ[1] (المؤمن:۲۹) پس اپنے اندر دیکھو کہ کہیں ایسا مادہ نہ ہو۔ کبھی کبھی انسان کی ایک بدعملی دوسری بدعملی کیلئے طیار کردیتی ہے۔ خدا تعالیٰ سے بہت وعدہ کر کے خلاف کرنے والا منافق مرتا ہے۔ امام کے ہاتھ پر بڑا زبردست اور عظیم الشان وعدہ کرتے ہیں کہ دین کو دنیا پر مقدم کروں گا۔

اب سوچ کر دیکھو کہ کہاں تک اس وعدہ کی رعایت کرتے ہو اور دین کو مقدم کرتے ہو۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۱۴ مورخہ ۱۷؍اپریل ۱۹۰۱ء صفحہ ۳۔۴)

یَکْتُمُ اِیْمَانَہٗ۔ اس وقت تک (تقریر) اس نے اپنے ایمان کو مخفی رکھا تھا۔

اَنْ یَّقُوْلَ رَبِّیَ۔ کیا عمدہ پیرایہ نصیحت ہے۔ کیسے دل آویز طریقے سے شرم دلائی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴؍نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۸)

یُصِبْکُمْ بَعْضُ الَّذِیْ یَعِدُکُمْ[2] (المؤمن:۲۹) اس بَعْضُ الَّذِیْ پر خوب غور کرو کہ اس میں یہی سر تھا کہ تمام وعدے نبی کی زندگی میں پورے نہ ہوں گے۔ حضرت شیخ عبدالقادر جیلانی رحمۃ اللہ نے فرمایا۔ قَدْ یُوْعَدُ وَ لَا یُوْفٰی۔ یعنی بعض دفعہ خدا وعدہ کرتا ہے مگر پورا نہیں کرتا۔ نادان سمجھتا ہے کہ اس نے وفا نہیں کی حالانکہ مناسب وقت پر وہ وعدہ دیا اس کی مثل پورا ہوجاتا ہے۔

(الحکم جلد ۱۲ نمبر ۳۷ مورخہ ۶؍جون ۱۹۰۸ء صفحہ ۷)

۳۰۔ یٰقَوْمِ لَکُمُ الْمُلْکُ الْیَوْمَ ظٰھِرِیْنَ فِی الْاَرْضِ ۫ فَمَنْ یَّنْصُرُنَا مِنْۢ بَاْسِ اللّٰہِ اِنْ جَآءَنَا ؕ قَالَ فِرْعَوْنُ مَآ اُرِیْکُمْ اِلَّا مَآ اَرٰی وَ مَآ اَھْدِیْکُمْ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ۔

ترجمہ۔ اے میرے قوم! تمہاری ہی سلطنت ہے آج غالب ہو رہے ہو ملک میں پھر کون تمہاری مدد کرے گا اللہ کے عذاب سے اگر تم پر آنازل ہوا۔ فرعون نے کہا میں تمہیں وہی بتاتا ہوں جو خود سمجھتا

---

[1] بے شک اللہ ہدایت نہیں دیتا حد سے بڑھے ہوؤں جھوٹوں کو۔ [2] تم پر آپڑے گا بعض اس عذاب کا جن کا وہ تم سے وعدہ کرتا ہے۔

ہوں اور راہ راست ہی کی ہدایت دیتا ہوں۔

تفسیر۔ ظٰهِرِيْنَ فِي الْاَرْضِ۔ طاقت وغلبہ والے ہو زمین میں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۸)

۳۳۔ وَيٰقَوْمِ اِنِّيْ اَخَافُ عَلَيْكُمْ يَوْمَ التَّنَادِ۔

ترجمہ۔ اور اے میری قوم! میں تم پر خوف کرتا ہوں ایک دوسرے کو بلانے کے دن کا۔

تفسیر۔ يَوْمَ التَّنَادِ۔ ایک دوسرے کو پکارنے کا دن جیسا کہ مصیبت کے وقت کرتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۸)

۳۵۔ وَلَقَدْ جَآءَكُمْ يُوْسُفُ مِنْ قَبْلُ بِالْبَيِّنٰتِ فَمَا زِلْتُمْ فِيْ شَكٍّ مِّمَّا جَآءَكُمْ بِهٖ ؕ حَتّٰۤى اِذَا هَلَكَ قُلْتُمْ لَنْ يَّبْعَثَ اللّٰهُ مِنْۢ بَعْدِهٖ رَسُوْلًا ؕ كَذٰلِكَ يُضِلُّ اللّٰهُ مَنْ هُوَ مُسْرِفٌ مُّرْتَابُۨ۔

ترجمہ۔ اور بے شک تمہارے پاس آ چکے ہیں یوسف اس سے پہلے کھلی نشانیاں لے کر پھر تم ہمیشہ شک ہی میں رہے ان چیزوں سے جو وہ لایا تھا یہاں تک کہ جب وہ وفات پا گیا تو لگے کہنے کہ ہرگز نہ بھیجے گا اللہ اس کے بعد کوئی رسول۔ اسی طرح اللہ اس کو گمراہ کیا کرتا ہے جو حد سے بڑھ جانے والا شکی و ہلاک کنندہ ہو۔

تفسیر۔ يُضِلُّ اللّٰهُ۔ اللہ تباہ، ہلاک کر دیتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۴ مورخہ ۲۴ر نومبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۸)

۳۶۔ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ؕ كَبُرَ مَقْتًا عِنْدَ اللّٰهِ وَعِنْدَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ؕ كَذٰلِكَ يَطْبَعُ اللّٰهُ عَلٰى كُلِّ قَلْبِ مُتَكَبِّرٍ جَبَّارٍ۔

ترجمہ۔ ان لوگوں کو جو جھگڑا کرتے ہیں اللہ کی آیتوں میں بلا سبب اور بلا سند جو ان کے پاس آئی ہو۔ بڑے غضب کی بات ہے یہ اللہ کے پاس اور ایمانداروں کے پاس۔ اسی طرح اللہ مہر کر دیتا ہے ہر ایک غرور کرنے والے حقیر سمجھنے والے سرکش کے دل پر۔

تفسیر۔ کفر اور تکبر اور بداعمالی کے کسب سے مہر لگتی ہے۔ ان بری باتوں کو چھوڑ دو۔ مہر ہٹی ہوئی دیکھ لو۔ خدائے تعالیٰ نے اپنے قانون میں یہ بات رکھ دی ہے کہ جن قویٰ سے کام نہ لیا جاوے وہ قویٰ بتدریج اور آہستہ آہستہ کمزور ہوتے جاتے ہیں۔ یہاں تک کہ وہ قویٰ جن سے کام نہیں لیا گیا۔ اسی طرح سے بیکار اور معطل رہتے رہتے بالکل نکمے ہوجاتے ہیں اور ان پر صادق آتا ہے کہ اب ان قویٰ پر اور ان قویٰ کے رکھنے والوں پر مہر لگ گئی ہے۔ ہر ایک گناہ کا مرتکب دیکھ لے۔ جب وہ پہلے پہل کسی برائی کا ارتکاب کرتا ہے تو اس وقت اس کے مَلکی قویٰ کیسے مضطرب ہوتے ہیں پھر جیسے وہ ہر روز برائی کرتا جاتا ہے ویسے آہستہ آہستہ وہ اضطراب اور حیا اور تامل جو پہلے دن اس بدکار کو لاحق ہوا تھا وہ اڑ جاتا ہے۔ تمہیں تعجب اور انکار کیوں ہے؟ انسانی نیچر اور فطرت اور اس کے محاورے کی بولی پر غور کرو۔ شریر اور بدذات آدمی کو ایک ناصحِ فصیح نہیں کہتا کہ ان کی عقل پر پتھر پڑ گئے۔ ان کے کان بہرے ہو گئے۔ ان کی سمجھ پر تالے لگ گئے۔ کیا ان مجازوں سے حقیقت مراد ہوتی ہے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۳۱۸)

اسی طرح بہکاتا ہے اللہ اس کو جو ہو زیادتی والا شک کرتا۔ وے جھگڑتے ہیں اللہ کی باتوں میں بغیر سند کے جو پہنچی ان کو۔ بڑی بیزاری ہے اللہ کے یہاں اور ایمانداروں کے یہاں۔ اسی طرح مُہر کرتا ہے اللہ ہر دل پر غرور والے سرکش کے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۳۲۴ حاشیہ)

عَلٰی کُلِّ قَلْبِ مُتَکَبِّرٍ جَبَّارٍ۔ مہر بے وجہ نہیں لگی یاد رہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۹)

۳۷۔ وَقَالَ فِرْعَوْنُ یٰهَامٰنُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا لَّعَلِّیْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ۔

ترجمہ۔ اور فرعون نے کہا اے ہامان! بنا میرے لئے ایک اونچا محل تاکہ میں جا پہنچوں ان راستوں یا تدبیروں سے۔

تفسیر۔ یٰهَامٰنُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا۔ اے ہامان! میرے لئے ایک محل تیار کر۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل صفحہ ۱۵۰ حاشیہ)

اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ۔ تا کہ آسمانی اسباب پر پہونچ جائیں۔ یہ اس نے بطورِ تمسخر کہا ہے۔ کیونکہ حضرت موسیٰؑ اسے کہتے تھے کہ اس کی فوق الفوق حکومت ہے۔ فرعون نے شرارت سے ان تصرفات کو جسمانی بنالیا۔ اور کہا کہ ایک محل بناؤ تا موسیٰؑ کا خدا اوپر پہونچ کر دیکھیں۔

ایک دہریہ نے مجھ سے کہا کہ اگر زمین و آسمان کے درمیان پتھر بھر دیئے جاویں تو تمہارا خدا کچلا جائے۔ میں نے کہا احمق کہ ان پر زمانہ گزرتا ہے یا نہیں؟ کہا۔ ہاں۔ میں نے کہا زمانہ تو مخلوق ہے جب وہ نہیں کچلا جاتا تو زمانہ سی لطیف چیز پیدا کرنے والا تو بہت ہی لطیف ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۶ مورخہ ۸؍دسمبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۹)

ایک عیسائی کے اس اعتراض ''ہامان تو موسیٰؑ کی موت کے ڈیڑھ سو برس بعد اخویرس کا وزیر تھا'' (دیکھو استیر ۳ باب) کے جواب میں تحریر فرمایا۔

یہ اعتراض ٹھیک ایسا ہی ہے جیسے کوئی عیسائیوں کو کہے۔ ساؤل داؤد سے پہلے سموئیل کے وقت بادشاہ ہوا۔ مسیح کا رسول کیسے ہوگیا۔ یعقوب تو بنی اسرائیل کا باپ اسحٰق کا بیٹا تھا۔ مسیحؑ کا بھائی کیونکر بن گیا۔ مریمؑ تو موسیٰؑ اور ہارونؑ کی بہن تھی۔ مسیحؑ کی ماں کس طرح ہوگئی۔ افسوس صد افسوس۔ ضد اور ہٹ انسان کو کس طرح موت کے اتھاہ کنویں میں جھکاتی ہے!

مینس اور یمبرس نے موسیٰؑ کا مقابلہ کیا (۲ تمطاؤس ۳ باب ۸) بتاؤ توریت میں کہاں لکھا ہے کہ موسیٰؑ کا مقابلہ انہی دو آدمیوں نے کیا۔ اگر ساؤل یعقوب اور مریم کئی آدمیوں کے نام ہو سکتے ہیں تو کیا ناممکن ہے کہ ہامان فرعون کے افسر کا نام بھی ہو اور خویرس کے وزیر کا بھی۔

اگر کہو مینس اور یمبرس کا نام گو توریت میں نہیں۔ تو تمطاؤس چونکہ الہامی کلام ہے۔ اس لئے اس میں ہونا بھی ان کی صداقت کی کافی دلیل ہے۔ تو ہم بھی قرآن کو الہامی اور الٰہی کلام مانتے ہیں اور بہت صفائی سے وہی جواب دے سکتے ہیں۔

حقیقی جواب۔ ہامان کے معنے عربی میں محافظ کے ہیں اور یہ وہ شخص ہے جو فرعون کی طرف سے بنی اسرائیل پر متعین تھا کہ ان سے اینٹیں پکانے کا کام لے۔ دیکھو خروج ۵ باب ۶ تا ۸

حضرت موسیٰؑ اُس شخص کو بھی نصیحت فرماتے تھے اور بنی اسرائیل کے ساتھ حسنِ سلوک کو کہتے تھے قرآن مجید سے بھی یہی پایا جاتا ہے کہ یہ شخص افسر عمارت تھا جہاں فرمایا ہے اور فرعون کا قول جو اس نے ہامان کو کہا۔ نقل کیا ہے۔ یٰھَامٰنُ ابْنِ لِیْ صَرْحًا۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل صفحہ ۱۴۹، ۱۵۰)

لَعَلِّیْٓ اَبْلُغُ الْاَسْبَابَ ۔ یہ تمسخر کے طور پر کہتا ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۹)

۳۸۔ اَسْبَابَ السَّمٰوٰتِ فَاَطَّلِعَ اِلٰٓی اِلٰہِ مُوْسٰی وَ اِنِّیْ لَاَظُنُّہٗ کَاذِبًا ؕ وَ کَذٰلِکَ زُیِّنَ لِفِرْعَوْنَ سُوْٓءُ عَمَلِہٖ وَ صُدَّ عَنِ السَّبِیْلِ ؕ وَ مَا کَیْدُ فِرْعَوْنَ اِلَّا فِیْ تَبَابٍ ۔

ترجمہ ۔ آسمان کے راستوں میں پھر میں جھانک کر دیکھوں موسیٰ کے معبود کو اور میں تو اس کو جھوٹا ہی خیال کرتا ہوں اسی طرح فرعون کو پسند آ گئے اپنے بداعمال اور وہ راہِ راست سے روکا گیا اور فرعون کا منصوبہ تو تباہی کا منصوبہ تھا۔

تفسیر ۔ اِلَّا فِیْ تَبَابٍ ۔ فرعون کی تدبیروں سے موسیٰؑ ہلاک نہیں ہوئے بلکہ خود فرعون ہی ہلاک ہوا۔ خوب یاد رکھو۔ کبھی کسی راست باز کے مقابلہ میں نہ آؤ۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۶ مورخہ ۸ ؍دسمبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۹)

۳۹۔ وَ قَالَ الَّذِیْٓ اٰمَنَ یٰقَوْمِ اتَّبِعُوْنِ اَھْدِکُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ۔

ترجمہ ۔ اور اس آدمی نے جو ایمان لایا تھا کہا کہ اے قوم! میری پیروی کرو میں تمہیں راہ راست دکھا دوں گا۔

تفسیر ۔ اَھْدِکُمْ سَبِیْلَ الرَّشَادِ ۔ فرعون نے وَمَآ اَھْدِیْکُمْ اِلَّا سَبِیْلَ الرَّشَادِ کہا تھا۔ اس کی تردید میں فرماتا ہے۔ اِلَی النَّجٰوۃِ۔ اونچے پر آ جاؤ جہاں ہر قسم کے عذابوں سے محفوظ رہو۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۶ مورخہ ۸ ؍دسمبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۹)

۴۱۔ مَنْ عَمِلَ سَيِّئَةً فَلَا يُجْزٰٓى اِلَّا مِثْلَهَا ۚ وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ۔

ترجمہ۔ توجس نے بُرا کام کیا تو اُسے سزا اُتنی ہی ملے گی جتنا اس نے کیا ہے اور جس نے نیک کام کیا وہ مرد ہو یا عورت بشرطیکہ وہ ایمان والا ہو تو ضرور یہی لوگ بہشت میں داخل ہوں گے ان کو رزق ملے گا وہاں بے شمار۔

تفسیر۔ جس قدر مومن کا ایمان بڑھتا ہے۔ اسی قدر وہ بڑے فضل کو جذب کرتا ہے اور اسے حاصل کرتا ہے۔ جیسے جس قدر روشندان اور فتیلہ بڑا ہوگا اسی قدر زیادہ روشنی کو کھینچے گا۔ اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ جب ایمان فضل کو بلاتا ہے اور فضل سے نجات ہے تو اعمال کیا ہوئے۔ کیا اعمال لغو اور بیکار ہوں گے تو معلوم ہوا کہ سائل نے ایمان اور اعمال نیک کا تعلق نہیں سوچا۔ کیونکہ نیک اعمال اور سچا ایمان ایک دوسرے کو لازم وملزوم ہے۔ سچا ایمان نیک اعمال کا بیج ہے اور اچھے بیج کا ضرور ہاں اچھا ہی پھل ہوتا ہے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۲۹۳)

اور جس نے کی ہے بھلائی وہ مرد ہو یا عورت اور وہ یقین رکھتا ہو۔ سو وہ لوگ جائیں گے بہشت میں۔ روزی پائیں گے وہاں بے شمار۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۲۹۳ حاشیہ)

۴۲۔ وَ يٰقَوْمِ مَا لِيْٓ اَدْعُوْكُمْ اِلَى النَّجٰوةِ وَ تَدْعُوْنَنِيْٓ اِلَى النَّارِ۔

ترجمہ۔ اور اے قوم! مجھے کیا ہو گیا ہے کہ میں تمہیں بلاتا ہوں نجات کی طرف اور حالانکہ تم مجھ کو بلاتے ہو جہنم کی طرف۔

تفسیر۔ اِلَى النَّجٰوةِ۔ اونچے پر آ جاؤ۔ جہاں ہر قسم کے عذابوں سے محفوظ رہو۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۶ مورخہ ۸؍دسمبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۹)

۴۷۔ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا غُدُوًّا وَّ عَشِيًّا ۚ وَ يَوْمَ تَقُوْمُ السَّاعَةُ ۫ اَدْخِلُوْٓا اٰلَ فِرْعَوْنَ اَشَدَّ الْعَذَابِ۔

ترجمہ۔ وہ آگ ہے کہ اس پر حاضر کئے جاتے ہیں صبح وشام اور جس دن قیامت قائم ہوگی تو حکم ہوگا کہ داخل کرو فرعون والوں کو سخت سے سخت عذاب میں۔

تفسیر۔ اَلنَّارُ یُعْرَضُوْنَ عَلَیْھَا۔اس میں عذابِ قبر کا ثبوت ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۹)

۵۲۔ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ یَوْمَ یَقُوْمُ الْاَشْھَادُ۔

ترجمہ۔بے شک ہم مدد کرتے ہیں اپنے بھیجے ہوؤں کی اور ایمانداروں کی دنیا ہی کی زندگی میں اور اس دن جس دن لوگ کھڑے ہوں گے۔

تفسیر۔ ہم اپنے مرسلوں اور کامل مومنوں کو جو ہمارے کہے پر چلتے اور ہمیں مانتے ہیں نصرت و امداد و تائید دیتے رہے اور دیتے رہیں گے۔اس دنیا میں اور قیامت کے دن۔

اب تمام ماموروں مرسلوں اور ان کے سچے ساتھ والوں کی تاریخ دیکھ ڈالو۔کس طرح بے کس و بے بس، بے یار و غمگسار دنیا میں آتے ہیں۔مثلاً یوسف علیہ السلام کو دیکھو زبردست طاقت اور جماعت نے ان کے ساتھ کیا کیا۔مگر آخر یوسف علیہ السلام کامیاب اور وہ سب کے سب باہمہ عصبیت ناکام و نادم ہوئے۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے دشمن کیسے زبردست تھے۔پھر کیسے نامراد ہلاک ہوئے۔تائید و نصرت مرسل کے بارے دو خبریں ہیں۔ایک دنیا میں تائید و نصرت کی۔دوسری بعد الموت کی۔ان دو میں سے ایک واقعہ نے دنیا میں اپنی خبر کے مطابق ظہور کیا۔پس اسی مناسبت سے دوسری خبر جو اسی کے ساتھ ہے۔اپنے واقعہ کے ساتھ ضرور ظہور پذیر ہوگی۔

فرعون و موسیٰؑ کے مابین جنگ ہو رہی ہے۔ایک طرف ایک طاقت ور بادشاہ ہے جو مدمقابل کو کہتا ہے۔تو ہمارا نمک پرورده اور تیری تمام قوم ہماری غلام ہے۔ان دونوں کے درمیان الٰہی نصرت کا وعدہ ہوتا ہے کہ موسیٰؑ ان کی تمام شرارتوں سے محفوظ رہیں گے اور فرعونی بالکل غرق ہو کر عذاب آخرت کے مستحق ہوں گے۔ فَوَقٰهُ اللّٰهُ سَيِّاٰتِ مَا مَكَرُوْا وَ حَاقَ بِاٰلِ فِرْعَوْنَ سُوْٓءُ الْعَذَابِ۔ اَلنَّارُ يُعْرَضُوْنَ عَلَيْهَا[1] (المومن:۴۶،۴۷) پھر دیکھ لو ان تینوں علوم نے کیسی زبردست قوت سے قیامت کو

---

[1] تو اللہ نے بچا لیا اُن کی بُری تجویز سے اور اُلٹ پڑا فرعون کے لوگوں پر بُرا عذاب۔وہ آگ ہے کہ اس پر حاضر کئے جاتے ہیں۔

ثابت ومحکم کردیا ہے۔ (نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۴۲۔۴۳)

ساری خلقت جو میری نگاہ سے بذریعہ علم، کتاب، سماع، مشاہدہ گزری ہے وہ یہی چاہتی ہے کہ میں جیت جاؤں اور مجھے نصرت ملے۔لوگ اپنے ننگ وناموس کے قیام کیلئے جانوں تک بے دریغ نثار کردیتے ہیں۔

اللہ تعالیٰ اس فطرت کے تقاضا پر فرماتا ہے۔ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔ اسی ورلی زندگی میں رسولوں اور مومنوں کی نصرت کریں گے۔تاریخ اس وعدہ کے ایفا اور اس نشان کے صداقت کی شہادت دیتی ہے۔حضرت نوح علیہ السلام کا ہی معاملہ دیکھو کہ آخرکار آپ ہی سلامت ومامون رہے۔

حضرت ابراہیم علیہ السلام کے مقابلہ میں مجوس تھے۔مگر اس سب سے بڑے مخالف نمرود کا کچھ نشان نہیں۔مؤرخین اس کے بارہ میں بحث کرتے ہیں کہ آیا وہ تھا بھی یا نہیں۔تھا تو کون؟

اسی طرح حضرت موسیٰؑ حضرت مسیحؑ کے دشمنوں کا حال ہوا۔پھر جناب نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نام رہ گیا اور کس عزّت سے لیا جاتا ہے۔

امام حسین رضی اللہ عنہ کی اولاد تو ہر جگہ پائی جاتی ہے۔مگر یزید کی نسل میں سے ہونا تو درکنار اس کا ہم نام بھی کوئی کہلانا نہیں چاہتا۔(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۶ مورخہ ۸؍دسمبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۹)

کس قدر خوشی اور امید کا مقام ہے کہ اللہ تعالیٰ کی نصرت اور تائید اسی دنیا میں بھی ملتی ہے اور اس دنیا میں نصرت اور تائید الٰہی کا ملنا آخرت کی نصرت پر ایک قوی دلیل ہے۔اور پھر یہ بھی کہ یہ نصرت اور تائید ہر مومن مخلص کو ملتی ہے۔اگر صرف انبیاء علیہم السلام کے ساتھ ہی مخصوص ہوتی تو البتہ عام مومنوں کیلئے کس قدر دل شکن بات ہوسکتی تھی۔مگر خدا کا کس قدر احسان ہے کہ فرما دیا ہے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا اللہ تعالیٰ کے مامور اور مرسل اور مومن اسی دنیا میں اللہ تعالیٰ کی تائیدات سے حصّہ لیتے ہیں اور یہ نصرت عجیب عجیب طور پر اپنا ظہور کرتی ہے کیونکہ اس نصرت سے اللہ کی ہستی کا ثبوت، مامور من اللہ کی صداقت اور اللہ کے دوسرے وعدوں کی تصدیق کی ایک

دلیل ہوتی ہے اور ایک عظیم الشان حجّت ہوتی ہے جو خدا کی طرف سے قائم کی جاتی ہے۔ کیا خوب فرمایا ہے۔

خدا کے پاک لوگوں کو خدا سے نصرت آتی ہے   جب آتی ہے تو پھر عالم کو اک عالم دکھاتی ہے
کبھی وہ خاک ہو کر دشمنوں کے سر پہ پڑتی ہے   کبھی ہو کر وہ پانی ان پہ اک طوفان لاتی ہے
غرض رُکتے نہیں ہرگز خدا کے کام بندوں سے   بھلا خالق کے آگے خلق کی کچھ پیش جاتی ہے

پس میں تمہیں کہتا ہوں کہ اگر تم اللہ کی نصرت چاہتے ہو۔ اُسے سپر بنانا چاہتے ہو تو جس نے سپر بنانے کا نمونہ اپنی عملی زندگی سے دکھایا ہے اس کے نیچے آؤ اور اس کے رنگ میں رنگین ہو جاؤ۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۴ مورخہ ۳۱ / جنوری ۱۹۰۱ء صفحہ ۶)

ہم ضرور کامیاب کرتے ہیں اپنے رسولوں اور مومنوں کو دنیا کی زندگی میں اور پیش ہونے والوں کے پیش ہونے کے دن میں۔ (نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۶۴)

حضرت امام حسین کربلا میں شہید ہوئے۔ یہ اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا کے خلاف نہیں۔ موت تو سبھی کو آتی ہے دیکھنا یہ ہے کہ دنیا میں معزز و مکرم کون ہے وہ جس کی نسل کا بچہ پیدا ہوتے ہی سید سردار کا لقب پاتا ہے۔ یا وہ جس کے نام پر کوئی اپنا نام بھی نہیں رکھتا۔ اور نہ کوئی مانتا ہے کہ میں اس کی نسل سے ہوں۔ جس کے نام کا تصور قرآن مجید کی مندرجہ ذیل آیات کے پڑھتے ہوئے بھی آنکھوں کے سامنے آجاتا ہے۔ فَهَلْ عَسَیْتُمْ اِنْ تَوَلَّیْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِی الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْٓا اَرْحَامَكُمْ۔[1] (محمد:۲۳) وَ اِذَا تَوَلّٰى سَعٰى فِی الْاَرْضِ لِیُفْسِدَ فِیْهَا وَ یُهْلِكَ الْحَرْثَ وَ النَّسْلَ۔[2] (البقرة:۲۰۶)

(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۴۔ ماہ اپریل ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۷۵۔۱۷۶)

---

[1] تو کیا تم قریب ہو کہ اگر والی بنو تو ملک میں فساد کرو اور اپنے رشتہ داروں کا لحاظ کاٹ دو۔

[2] وہ جب لوٹ کر گیا یا حاکم یا والی بنا تو دوڑتا پھرا ملک میں تا کہ اس میں شرارت پھیلاوے اور کھیتی اور نسل کو تباہ کرے (یا عورت اور بچوں کو)۔

جو شخص اپنی خواہشوں کو خدا کی رضا کیلئے نہیں چھوڑتا تو خدا بھی اس کیلئے پسند نہیں کرتا جو وہ اپنے لئے پسند کرتا ہے۔ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے مقابلہ میں کیسے دشمن موجود تھے مگر وہ خدا جس نے اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا فرمایا۔ اس نے سب پر فتح دی صلح حدیبیہ میں ایک شخص نے آ کر کہا۔ تم اپنے بھائیوں کا جتھا نہ چھوڑو۔ ایک ہی حملہ میں یہ سب تمہارے پاس بیٹھنے والے بھاگ جائیں گے۔ اس پر صحابہؓ سے ایک خطرناک آواز سنی۔ اور وہ ہکا بکا رہ گیا۔ یہ حضرت نبی کریمؐ کے اللہ کے حضور بار بار جان قربان کرنے کا نتیجہ تھا کہ ایسے جاں نثار مرید ملے۔ آخر وہ جو باپ بنتے تھے۔ جو تجربہ کار تھے۔ ہر طرح کی تدبیریں جانتے۔ ان سب کے منصوبے غلط ہو گئے۔ (بدر جلد ۷ نمبر ۳ مورخہ ۲۳؍جنوری ۱۹۰۸ء صفحہ ۹)

۵۶۔ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ وَّ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ سَبِّحْ بِحَمْدِ رَبِّكَ بِالْعَشِيِّ وَالْاِبْكَارِ۔

ترجمہ۔ تُو صبر کر (یعنی نیکیوں پر جما رہ اور بدیوں سے بچتا رہ) بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے اور حفاظت مانگ اپنی بشریت کی کمزوری کی اور تسبیح کر اپنے رب کی حمد کے ساتھ شام اور صبح۔

تفسیر۔ بِالْعَشِيِّ۔ پچھلے پہر۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۶ مورخہ ۸؍دسمبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۹)

۵۷۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ بِغَيْرِ سُلْطٰنٍ اَتٰىهُمْ ۙ اِنْ فِيْ صُدُوْرِهِمْ اِلَّا كِبْرٌ مَّا هُمْ بِبَالِغِيْهِ ۚ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰهِ ؕ اِنَّهٗ هُوَ السَّمِيْعُ الْبَصِيْرُ۔

ترجمہ۔ جو لوگ جھگڑتے ہیں اللہ کی نشانیوں میں بغیر سند کے جو اُن کے پاس آئی ہو ان کے سینوں میں تو ایک غرور بھرا ہوا ہے کہ وہ اس تک پہنچنے والے نہیں تو تُو پناہ مانگ اللہ کی بے شک وہ بڑا سننے والا بڑا دیکھنے والا ہے۔

تفسیر۔ سُلْطٰنٍ۔ دلیل۔

مَاهُمْ بِبَالِغِيْهِ۔ متکبر اپنی کبریائی کی حد کو کبھی نہیں پہونچتا اور کبھی کامیاب نہیں ہوتا میں نے ایسے نظارے خود دیکھے ہیں۔ جوشِ تکبر میں جن پر ظلم کیا جنہیں ذلیل سمجھا آخر انہی کے ہاتھوں بلکہ میخ والے جوتوں سے پٹوایا گیا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۶ مورخہ ۸ ردسمبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۹)

۵۸۔ لَخَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ اَكْبَرُ مِنْ خَلْقِ النَّاسِ وَ لٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ کچھ شک نہیں کہ آسمان اور زمین کا پیدا کرنا بہت بڑا ہے آدمی کے پیدا کرنے سے لیکن اکثر لوگ تو جانتے ہی نہیں۔

تفسیر۔ وَلٰكِنَّ اَكْثَرَ النَّاسِ لَا يَعْلَمُوْنَ۔ خوب یادرکھو۔ میجارٹی مذہب میں نہیں چلتی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۶ مورخہ ۸ ردسمبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۹)

۶۱۔ وَ قَالَ رَبُّكُمُ ادْعُوْنِيْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ؕ اِنَّ الَّذِيْنَ يَسْتَكْبِرُوْنَ عَنْ عِبَادَتِيْ سَيَدْخُلُوْنَ جَهَنَّمَ دٰخِرِيْنَ۔

ترجمہ۔ اور تمہارا رب فرماتا ہے کہ تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا تو تکبر کرنے والے میری عبادت، سے قریب ہی جہنم میں داخل ہوں گے ذلیل بن کر۔

تفسیر۔ اُدْعُوْنِيْۤ اَسْتَجِبْ لَكُمْ۔[1] (المؤمن:۶۱) یہ ایک ہتھیار ہے اور وہ بڑا کارگر ہے لیکن کبھی اس کا چلانے والا آدمی کمزور ہوتا ہے اس لئے اس ہتھیار سے منکر ہو جاتا ہے۔ وہ ہتھیار دعا کا ہے جس کو تمام دنیا نے چھوڑ دیا ہے۔ مسلمانوں میں ہماری جماعت کو چاہیے کہ اس کو تیز کریں اور اس سے کام لیں۔ جہاں تک ان سے ہوسکتا ہے دعائیں مانگیں اور نہ تھکیں۔ میں ایسا بیمار ہوں کہ وہم بھی نہیں ہو سکتا کہ میری زندگی کتنی ہے اس لئے میری یہ آخری وصیت ہے کہ لا الٰہ الا اللہ کے ساتھ دعا کا ہتھیار تیز کرو۔

(البدر جلد ۱۰ نمبر ۱۰ مورخہ ۱۲ر جنوری ۱۹۱۱ء صفحہ ۳)

---

[1] تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

۶۲۔ اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الَّیْلَ لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ وَ النَّھَارَ مُبْصِرًا ؕ اِنَّ اللّٰہَ لَذُوْ فَضْلٍ عَلَی النَّاسِ وَ لٰکِنَّ اَکْثَرَ النَّاسِ لَا یَشْکُرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے تمہارے لئے رات کو بنایا تاکہ تم اس میں آرام کرو اور دن بنادیا ہے سب چیزوں کے دکھلانے کو۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ بڑا افضل رکھتا ہے لوگوں پر لیکن اکثر لوگ شکر گزاری ہی نہیں کرتے۔

تفسیر۔ لَکُمُ۔ تمہاری ہی بھلائی کے لئے۔

لِتَسْکُنُوْا فِیْہِ۔ تاکہ تم اس میں آرام کرو۔

آرام بڑی دولت ہے۔ آرام سے صحت اچھی رہتی ہے۔ علم بڑھتا ہے۔ دنیا کی تمام چیزوں کیلئے قدرتی طور پر ایک وقفہ مقرر ہے۔ انسان کیلئے بھی ضروری ہے کہ آرام کرے۔ مگر آرام خدا ہی کے فضل پر موقوف ہے۔ ہم نے بیس روپے سے لے کر کروڑ روپیہ آمد تک کے لوگوں سے پوچھا ہے تو انہوں نے اپنے تئیں دکھی بتایا ہے۔ جس سے معلوم ہوا کہ سکھ کی زندگی دولت پر موقوف نہیں بلکہ تمام جسم کے سکھ اللہ کی فرماں برداری میں ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۶ مورخہ ۸ ؍دسمبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۹)

۶۵۔ اَللّٰہُ الَّذِیْ جَعَلَ لَکُمُ الْاَرْضَ قَرَارًا وَّ السَّمَآءَ بِنَآءً وَّ صَوَّرَکُمْ فَاَحْسَنَ صُوَرَکُمْ وَ رَزَقَکُمْ مِّنَ الطَّیِّبٰتِ ؕ ذٰلِکُمُ اللّٰہُ رَبُّکُمْ ۚۖ فَتَبٰرَکَ اللّٰہُ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ۔

ترجمہ۔ اللہ وہ ذات ہے جس نے بنادیا زمین کو تمہارے ٹھہرنے کی جگہ اور آسمانوں کو مضبوط جگہ اور تمہاری صورتیں بنائیں تو کیا ہی اچھی تمہاری صورتیں بنائیں اور تم کو پاکیزہ ستھری چیزیں کھانے کو دیں۔ یہ ہے اللہ تمہارا رب پس بڑی بابرکت ہے اللہ کی ذات جو آہستہ آہستہ سب جہانوں کو کمال کی طرف پہنچانے والی ہے۔

تفسیر۔ قَرَارًا۔ آرام گاہ۔

فَاَحْسَنَ صُوَرَكُمْ ۔ یہ انسان کے تصویر کے عجائبات ہیں کہ ہاتھی، چیتے ، شیر اس کے اشارہ پر چلتے ہیں۔ پھر پہاڑ ، بجلی ، ہوا پر قابو ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۶ مورخہ ۸ /دسمبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۱۹)

۶۸۔ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ مِّنْ تُرَابٍ ثُمَّ مِنْ نُّطْفَةٍ ثُمَّ مِنْ عَلَقَةٍ ثُمَّ يُخْرِجُكُمْ طِفْلًا ثُمَّ لِتَبْلُغُوْۤا اَشُدَّكُمْ ثُمَّ لِتَكُوْنُوْا شُيُوْخًا ۚ وَ مِنْكُمْ مَّنْ يُّتَوَفّٰى مِنْ قَبْلُ وَ لِتَبْلُغُوْۤا اَجَلًا مُّسَمًّى وَّ لَعَلَّكُمْ تَعْقِلُوْنَ۔

ترجمہ۔ وہی اللہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا مٹی سے پھر تھوڑی سی چیز سے، پھر لوتھڑے سے، پھر تم کو بچہ بنا کر نکالتا ہے تا کہ تم اپنی جوانی کو پہنچو، پھر تم کو (زندہ رکھتا ہے) تا کہ تم بڑھاپے کو پہنچو اور وہی تم میں سے کسی کی تو روح قبض کر لیتا ہے اس سے پہلے اور (زندہ رکھتا ہے بعض کو) تا کہ تم پہنچ جاؤ مقرر وقت تک اور تا کہ تم سمجھ پکڑو۔

تفسیر۔ مِنْ تُرَابٍ ۔ یہی مٹی ہے۔ جو اگر کپڑے کو لگے تو کپڑا میلا ہو جائے اور اسی مٹی سے انسان پیدا ہوتا ہے۔

تَعْقِلُوْنَ ۔ بدیوں سے رُکو۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۶ مورخہ ۸ /دسمبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۲۰)

۶۹۔ هُوَ الَّذِيْ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۚ فَاِذَا قَضٰۤى اَمْرًا فَاِنَّمَا يَقُوْلُ لَهٗ كُنْ فَيَكُوْنُ۔

ترجمہ۔ وہی اللہ ہے جو جلاتا ہے اور مارتا ہے تو جب ٹھہرا لیتا ہے کسی کام کا کرنا تو اس کو کہہ دیتا ہے ہو جا تو وہ ہو جاتا ہے۔

تفسیر۔ وہی زندہ کرتا اور مارتا ہے۔ پس جب جاری کرتا ہے حکم تو کہتا ہے۔ ہو جا۔ پس ہو جاتا ہے۔ (نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۱۹)

۷۰۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ يُجَادِلُوْنَ فِيْۤ اٰيٰتِ اللّٰهِ ؕ اَنّٰى يُصْرَفُوْنَ۔

ترجمہ۔ کیا تُو نے ان کی طرف نہیں دیکھا جو جھگڑتے ہیں اللہ کی آیتوں میں وہ کدھر سے پھیرے جاتے ہیں۔

تفسیر۔ کسی کی عظمت، خوبی، جلال، طاقت، حلم، احسان دیکھنے کیلئے اس کے افعال ہی گواہ ہوتے ہیں۔ پچھلے رکوع میں اسی بات کا ذکر تھا۔ اب اللہ تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کرنے والوں کا ذکر سنو!

اَنّٰی یُصْرَفُوْنَ ۔ بت پرستوں کا معاملہ خصوصیت سے موجبِ تعجب ہے۔ خود ہی اپنے ہاتھ سے تراشتے ہیں۔ پھر خود ہی اسے معبود قرار دیتے ہیں۔ اور اس کے آگے اپنی حاجتیں پیش کرتے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۶ مورخہ ۸؍دسمبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۲۰)

۷۸۔ فَاصْبِرْ اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ۚ فَاِمَّا نُرِیَنَّكَ بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ اَوْ نَتَوَفَّیَنَّكَ فَاِلَیْنَا یُرْجَعُوْنَ ۔

ترجمہ۔ تُو صبر کر بے شک اللہ کا وعدہ سچا ہے پھر ہم ضرور دکھائیں گے تجھے کچھ اُس میں سے جو ہم اُن سے وعدہ کرتے ہیں یہاں تک کہ تجھے وفات دیں گے تو وہ ہماری طرف لوٹائے جائیں گے۔

تفسیر۔ فَاِمَّا نُرِیَنَّكَ ۔ اِمَّا سے ظاہر ہے کہ پیشگوئی کے پورا ہونے کی صورت کا علم اللہ ہی کو ہے اور اسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ جس رنگ میں چاہے۔ پوری کر دے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۶ مورخہ ۸؍دسمبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۲۰)

بَعْضَ الَّذِیْ نَعِدُهُمْ ۔ اس سے پہلے اِنَّ وَعْدَ اللّٰهِ حَقٌّ ہے۔ بعض وعدوں میں تخلف ہو جاتا ہے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۹)

۸۱۔ وَ لَكُمْ فِیْهَا مَنَافِعُ وَ لِتَبْلُغُوْا عَلَیْهَا حَاجَةً فِیْ صُدُوْرِكُمْ وَ عَلَیْهَا وَ عَلَى الْفُلْكِ تُحْمَلُوْنَ ۔

ترجمہ۔ اور تمہارے لئے ان میں بہت سے فائدے ہیں تا کہ تم پہنچو ان پر سوار ہو کر اپنے دلی مقاصد تک اور جانوروں اور کشتیوں پر سوار پھرتے ہو تم۔

تفسیر۔ اللہ کی کتاب، اللہ کی عظمت سمجھانے، قرب کی راہیں بتانے اور اس ذات سے حبِّ کامل پیدا کرانے کیلئے نازل ہوئی ہے۔ اور یہ باتیں اس کے عجیب در عجیب احسانوں کے مطالعہ

کرنے سے پیدا ہوتی ہیں جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰی حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَیْھَا ۔ کامل علم والے، کامل قدرت والے، کامل احسانوں والے کی محبت خود بخود آ جاتی ہے۔ اور پھر اس محبت کرنے والے میں فرماں برداری پیدا ہوتی ہے جو تمام سُکھوں کی موجب ہے۔ پہلے اپنے احسان بیان فرماتا ہے۔

وَ عَلَی الْفُلْکِ تُحْمَلُوْنَ ۔ پہلے بری سفر کا ذکر کیا۔ اب بحری سفر کے ذرائع بتائے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۶ مورخہ ۸ ؍دسمبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۲۰)

۸۲۔ وَ یُرِیْکُمْ اٰیٰتِهٖ ۖ فَاَیَّ اٰیٰتِ اللّٰهِ تُنْكِرُوْنَ ۔

ترجمہ۔ اور اللہ تم کو دکھاتا ہے اپنی نشانیاں تو تم اللہ کی کون کون سی نشانیوں کا انکار کرو گے۔

تفسیر۔ وَ یُرِیْکُمْ اٰیٰتِهٖ ۔ ایک مقناطیسی سوئی کے طفیل اندھیری راتوں میں بڑے بڑے سمندروں میں سفر ہوتا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۶ مورخہ ۸ ؍دسمبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۲۰)

۸۳۔ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ فَیَنْظُرُوْا كَیْفَ كَانَ عَاقِبَةُ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ؕ كَانُوْۤا اَكْثَرَ مِنْهُمْ وَ اَشَدَّ قُوَّةً وَّ اٰثَارًا فِی الْاَرْضِ فَمَاۤ اَغْنٰی عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا یَكْسِبُوْنَ ۔

ترجمہ۔ کیا ان لوگوں نے ملک میں سیر نہیں کی کہ دیکھتے کیسا انجام ہوا اُن سے اگلوں کا۔ وہ اُن سے زیادہ تھے اور بہت سخت تھے طاقت میں اور ان مِلک و اِملاک میں جو چھوڑ گئے تو ان کے کچھ کام نہ آیا جو وہ کمایا کرتے تھے۔

تفسیر۔ اَفَلَمْ یَسِیْرُوْا فِی الْاَرْضِ ۔ کتابوں کے ذریعے بھی سیر فی الارض ہو سکتا ہے۔

فَمَاۤ اَغْنٰی عَنْهُمْ ۔ تاتاریوں، پٹھانوں نے کتنے ممالک فتح کئے۔ پھر ایرانیوں نے اپنی ملکداری کا کہاں تک سکّہ بٹھایا کہ اب تک اس کے آثار باقی ہیں۔ فارسی زبان اب بھی گاؤں میں پڑھائی جاتی ہے۔ مگر آخر تنزل آیا۔ اب وہ طمطراق، وہ شوکت، وہ شان کہاں گئی۔ خدا جب مٹانے پر آیا تو وہ ساز و سامان کچھ بھی کام نہ آیا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۰ نمبر ۶ مورخہ ۸ ؍دسمبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۲۲۰)

۸۴۔ فَلَمَّا جَآءَتْهُمْ رُسُلُهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ وَ حَاقَ بِهِمْ مَّا كَانُوْا بِهٖ يَسْتَهْزِءُوْنَ۔

ترجمہ۔ پھر جب اُن کے پاس آئے اُن کے رسول کھلی کھلی نشانیاں لے کر تو یہ لوگ خوش ہوئے اس پر جواُن کے پاس علم تھا اور اُلٹ پڑا اُن پر وہی جس کی وہ ہنسی اڑایا کرتے تھے۔

تفسیر۔ اللہ تعالیٰ کی راہ میں سعی اور جہاد اور تقویٰ اللہ سے روکنے والی ایک خطرناک غلطی ہے جس میں اکثر لوگ مبتلا ہو جاتے ہیں اور وہ یہ ہے فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ۔ کسی قسم کا علم جو انسان کو ہو وہ اس پر ناز کرے۔ اسی کو اپنے لئے کافی اور راحت بخش سمجھے تو وہ سچے علوم اور ان کے نتائج سے محروم رہ جاتا ہے۔ خواہ کسی قسم کا علم ہو۔ وجدان کا، سائنس کا، صرف ونحو یا کلام یا اور علوم۔ غرض کچھ ہی ہو انسان جب ان کو اپنے لئے کافی سمجھ لیتا ہے تو ترقیوں کی پیاس مِٹ جاتی ہے اور محروم رہتا ہے۔

راست باز انسان کی پیاس سچائی سے کبھی نہیں بجھ سکتی۔ بلکہ ہر وقت بڑھتی ہے۔ اس کا ثبوت اس سے بڑھ کر کیا ہو گا کہ ایک کامل انسان۔ اَعْلَمُ بِاللّٰہِ۔ اَتْقٰی لِلّٰہِ۔ اَخْشٰی لِلّٰہِ جس کا نام محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کے سچے علوم، معرفتیں، سچے بیان اور عمل درآمد میں کامل تھا۔ اس سے بڑھ کر، اعلم، اتقیٰ اور اخشیٰ کوئی نہیں۔ پھر بھی اس امام المتقین اور امام العالمین کو یہ حکم ہوتا ہے قُلْ رَّبِّ زِدْنِيْ عِلْمًا۔[۱] (طٰہٰ: ۱۱۵)

اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ سچائی کیلئے اور اللہ تعالیٰ کی معرفت اور یقین کی راہوں اور علوم حقہ کیلئے اسی قدر پیاس انسان میں بڑھے گی۔ جس قدر وہ نیکیوں اور تقویٰ میں ترقی کرے گا۔ جو انسان اپنے اندر اس پیاس کو بجھا ہوا محسوس کرے۔ اور فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ کے آثار پائے اس کو استغفار اور دعا کرنی چاہیے کہ وہ خطرناک مرض میں مبتلا ہے جو اس کیلئے یقین اور معرفت کی راہوں کو روکنے والی ہے۔

۱؎ کہا کر اے میرے ربّ! مجھے علم اور زیادہ دے۔

چونکہ اللہ تعالیٰ کی رضا کی راہیں بے انت اور اس کے مراتب و درجات بے انتہا ہیں۔ پھر مومن کیونکر مستغنی ہوسکتا ہے اس لئے اسے واجب ہے کہ اللہ کے فضل کا طالب اور ملائکہ کی پاک تحریکوں کا متبع ہو کر کتاب اللہ کے سمجھنے میں چست و چالاک ہو۔ اور سعی اور مجاہدہ کرے۔ تقویٰ اختیار کرے تا سچے علوم کے دروازے اس پر کھلیں۔

غرض کتاب اللہ پر ایمان تب پیدا ہوگا۔ جب اس کا علم ہوگا اور علم منحصر ہے مجاہدہ اور تقویٰ پر اور فَرِحُوْا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ سے الگ ہونے پر۔

(الحکم جلد ۷ نمبر ۲ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۵)

یہودیوں کو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی رسالت اور وحی پر ایمان لانے سے جو چیز مانع ہوئی وہ یہی تکبرِ علم تھا فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ ۔ انہوں نے یہ سمجھ لیا کہ ہمارے پاس ہدایت کا کافی ذریعہ ہے۔ صحفِ انبیاء اور صحفِ ابراہیمؑ و موسیٰؑ ہمارے پاس ہیں ہم خدا تعالیٰ کی قوم کہلاتے ہیں نَحْنُ اَبْنَآءُ اللّٰهِ وَ اَحِبَّآئُهٗ کہہ کر انکار کر دیا کہ ہم عربی آدمی کی کیا پرواہ کر سکتے ہیں۔ اس تکبر اور خود پسندی نے انہیں محروم کر دیا اور وہ اس رحمۃ لِّلْعٰلمین کے ماننے سے انکار کر بیٹھے جس سے حقیقی توحید کا مصفّٰی اور شیریں چشمہ جاری ہوا۔ (الحکم جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۰؍اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۶)

کتابوں کو جمع کرنے اور ان کے پڑھنے کا شوق جنون کی حد تک پہونچا ہوا ہے۔ میرے مخلص احباب نے بسا اوقات میری حالتِ صحت کو دیکھ کر مجھے مطالعہ سے باز رہنے کے مشورے دیئے۔ مگر میں اس شوق کی وجہ سے ان کے دردمند مشوروں کو عملی طور پر اس بارہ میں مان نہیں سکا۔ میں نے دیکھا ہے کہ ہزاروں ہزار کتابیں پڑھ لینے کے بعد بھی وہ راہ جس سے مولیٰ کریم راضی ہو جاوے اس کے فضل اور مامور کی اطاعت کے بغیر نہیں ملتی۔ ان کتابوں کے پڑھ لینے اور ان پر ناز کر لینے کا آخری ڈپلومہ کیا ہوسکتا ہے۔ یہی کہ فَرِحُوا بِمَا عِنْدَهُمْ مِّنَ الْعِلْمِ۔

(الحکم جلد ۹ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۷؍مئی ۱۹۰۵ء صفحہ ۶)

سُوْرَۃُ حٰمٓ السَّجْدَۃِ مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

ہم سورۂ سجدہ کو پڑھنا شروع کرتے ہیں باعظمت وشان اللہ کے نام سے جس نے سب کچھ دیا جو چاہیے تھا مخلوق کو اور سب کچھ دے گا باعتبار نتیجوں کے جو چاہیے مخلوق کو۔

۲ تا ۹۔ حٰمٓ۔ تَنْزِیْلٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔ کِتٰبٌ فُصِّلَتْ اٰیٰتُہٗ قُرْاٰنًا عَرَبِیًّا لِّقَوْمٍ یَّعْلَمُوْنَ۔ بَشِیْرًا وَّ نَذِیْرًا ۚ فَاَعْرَضَ اَکْثَرُھُمْ فَھُمْ لَا یَسْمَعُوْنَ۔ وَقَالُوْا قُلُوْبُنَا فِیْٓ اَکِنَّۃٍ مِّمَّا تَدْعُوْنَآ اِلَیْہِ وَفِیْٓ اٰذَانِنَا وَقْرٌ وَّمِنْۢ بَیْنِنَا وَ بَیْنِکَ حِجَابٌ فَاعْمَلْ اِنَّنَا عٰمِلُوْنَ۔ قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ یُوْحٰٓی اِلَیَّ اَنَّمَآ اِلٰھُکُمْ اِلٰہٌ وَّاحِدٌ فَاسْتَقِیْمُوْٓا اِلَیْہِ وَ اسْتَغْفِرُوْہُ ؕ وَ وَیْلٌ لِّلْمُشْرِکِیْنَ۔ الَّذِیْنَ لَا یُؤْتُوْنَ الزَّکٰوۃَ وَ ھُمْ بِالْاٰخِرَۃِ ھُمْ کٰفِرُوْنَ۔ اِنَّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَھُمْ اَجْرٌ غَیْرُ مَمْنُوْنٍ۔

ترجمہ۔ ہو چکا جو ہونے کا تھا فیصلہ۔ یہ رحمن اور رحیم کا اتارا ہوا کلام ہے۔ یہ ایک کتاب ہے۔ مفصل بیان کی گئیں ہیں جس کی آیتیں (یعنی) قرآن عربی اُن لوگوں کے لئے جو جانیں۔ وہ قرآن دوستوں کو خوش خبری سنانے والا دشمنوں کو ڈرانے والا ہے پھر بہتوں نے ان میں سے منہ پھیر لیا پس وہ سنتے ہی نہیں۔ اور کہتے ہیں ہمارے تو دل پردوں میں ہیں اس خبر سے جس کی طرف تم ہم کو بلاتے ہو اور ہمارے کانوں میں ڈانٹ لگے ہیں بوجھ ہے اور ہمارے اور تمہارے درمیان پردہ ہے۔ تو تُو کر ہم بھی کرنے والے ہیں۔ تُو کہہ دے میں آدمی ہوں تمہیں جیسا ہاں میری طرف وحی کی جاتی ہے اس کے سوا نہیں کہ تمہارا معبود وہی اکیلا معبود ہے تو تم اسی کی طرف سیدھے ہو جاؤ اور اسی سے اپنی حفاظت طلب کرو اور مشرکوں پر تو افسوس ہے۔ جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور وہ آخرت کے بھی منکر ہیں۔

بے شک جن لوگوں نے اللہ کو مانا اور بھلے کام کئے ان کے لئے ایسا اجر ہے جو موقوف ہونے والا نہیں (دائمی اور غیر منقطع ہے)۔

تفسیر۔ رحمٰن و رحیم کی جانب سے اترا ہوا۔ یہ کتاب ہے جس کی آیتیں کھلی کھلی ہیں۔ قرآن عربی جاننے والے لوگوں کے واسطے بشیر و نذیر ہے۔ پس اکثر لوگوں نے منہ پھیرا اور وہ سنتے ہی نہیں اور کہتے ہیں ہمارے دلوں پر غلاف چڑھے ہوئے ہیں۔ تیری اس بات کی طرف سے جدھر تو ہمیں بُلاتا ہے۔ اور ہمارے کان بوجھل ہو رہے ہیں اور تیرے اور ہمارے درمیان اوٹ ہے۔ تُو اپنے کام میں لگا رہ۔ ہم اپنے کام میں۔ تو کہہ دے (اے محمدؐ) میں ایک تمہیں سا بشر ہوں۔ میری طرف خدا کا پیغام آتا ہے کہ تمہارا معبود واحد ہے۔ اسی کی راہ پر سیدھے کھڑے ہو جاؤ اور اُسی سے بخشش مانگو۔ ہلاکت ان مشرکین کے واسطے جو زکوٰۃ نہیں دیتے اور آخرت کے منکر ہیں۔ بے شک ایمانداروں اور نیکوکاروں کیلئے غیر منقطع اجر ہے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۲۲۴ حاشیہ)

قُلْ اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ ......الخ: تو کہہ میں بھی آدمی ہوں جیسے تم حکم آتا ہے مجھ کو کہ تم پر بندگی ایک حاکم کی ہے۔ سو سیدھے رہو اسکی طرف اور اس سے گناہ بخشواؤ اور خرابی ہے شرک والوں کی۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل صفحہ ۱۵ حاشیہ)

۱۰ تا ۱۳۔ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗٓ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَآ اَقْوَاتَهَا فِيْٓ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ۔ ثُمَّ اسْتَوٰٓى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَآ اَتَيْنَا طَآئِعِيْنَ۔ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ اَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ۔

ترجمہ۔ کہہ دے کیا تم اس کا انکار کرتے ہو جس نے پیدا کیا زمین کو دو روز میں (یعنی دو حالتوں میں) اور تم مقرر کرتے ہو اللہ کے لئے برابر والا۔ وہی تو سب جہانوں کو آہستہ آہستہ کمال کی طرف

پہنچانے والا ہے (تو اس کا برابر والا ہی کون ہے)۔ اور پیدا کر دیئے زمین میں پہاڑ اور اس کے اندر برکت رکھی اور اس میں ٹھہرا دی رہنے والوں کے لئے خوراک۔ یہ سب چار وقتوں میں ہوا۔ پورا ہو گیا سوال کرنے والوں کے لئے جواب۔ پھر متوجہ ہوا آسمان کی طرف اور وہ دھواں تھا پھر اس کو اور زمین کو حکم دیا کہ خوشی سے یا زبردستی حاضر ہو جاؤ۔ دونوں نے عرض کی ہم تو بخوشی حاضر ہیں۔ پھر سات آسمان بنا دیئے (اسی طرح زمین) پھر اُن کو بنا دیا دو وقتوں میں اور بھیج دیا ہر ایک آسمان میں اُس کا حکم اور انتظام اور آراستہ کر دیا دنیا کے آسمان کو چراغوں سے ستاروں کے اور محفوظ بنایا۔ یہ بڑے زبردست دانا کے اندازے ہیں۔

تفسیر۔ تو کہہ۔ کیا تم ایسے خدا کا کفر کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا اور اس کے شریک مقرر کرتے ہو۔ یہی تو عالموں کا پروردگار ہے۔ پھر اس پر پہاڑ بنائے اور زمین کو برکت دی اور اشیائے خوردنی کے اس میں اندازے باندھے۔ یہ سب کچھ چار دن میں ہوا۔ حاجت مندوں کیلئے سب سامان درست ہو گیا۔ پھر سماء کی جانب متوجہ ہوا اور وہ دخان تھا (یعنی اسے ٹھیک کیا) پھر اسے اور زمین دونوں کو کہا کہ خواستہ یا نخواستہ تم دونوں حاضر ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا ہم خوشی سے آتے ہیں (یہ ایک اندازِ محاورہ ہے جس کا مدعا یہ ہے کہ یہ اشیاء ہمارے مطیع فرمان ہیں اور کبھی کسی طرح ہمارے حکم سے انحراف کر نہیں سکتیں) پھر ان کو سات سماء مقرر کیا دو دن میں اور ہر سماء کو اس کا متعلق کام سپرد کیا۔ (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۸۶ حاشیہ)

مسلمانوں کا اعتقاد یہ ہے۔ اَللّٰہُ خَالِقُ کُلِّ شَیْءٍ (الرعد:۱۷) اس اعتقاد سے مٹی کا خالق بھی اللہ تعالیٰ ہے۔ اور مٹی کے مادہ کا خالق بھی وہی ہے۔ مادہ اور روح کی تشریح جس قدر روحانی تربیت میں مفید ہے اس قدر قرآن کریم نے تشریح کر دی ہے۔ اور جس تفصیل کی ضرورت روحانی تعلیم میں نہیں۔ اس سے قرآن کریم نے سکوت فرمایا۔ خلاصہ مطلب یہ ہے کہ اگر روح کے معنے کلام الٰہی کے ہیں۔ تو روح غیر مخلوق اور غیر مادی ہے۔ یہ روح الٰہی صفت ہے۔ اور مختلف اوقات میں اللہ تعالیٰ کے پیارے بندوں پر نازل ہوتی رہی اور نازل ہوتی ہے۔ اور نازل ہو گی اور اُن کی وساطت سے عام

مخلوق الٰہی کے پاس پہنچی اور پہنچے گی۔ اور روح کے معنی اگر ملائکہ اور انبیاء علیہم السلام کے لیں تو وہ مخلوق ہیں۔ ایک وقت میں پیدا نہیں ہوئے بلکہ مختلف اوقات اور انواع و اقسام کے مختلف اشیاء سے پیدا ہوا کئے۔ انسانی جسمانی روح ایک قسم کی لطیف ہوا ہے جو انسان میں شریانی عروق اور انسانی پھیپھڑوں کے بن جانے اور قابلِ فعل ہونے کے وقت نفخ کی جاتی ہے اس مطلب کو سمجھنے کیلئے اللہ تعالیٰ کی کتاب پر غور کرو۔ یہ صادق کتاب حقیقت نفس الامری کی خبر دیتی ہے کہ انسان اسی نطفہ سے جو عناصر کا نتیجہ ہے۔ خلق ہوتا ہے اور پھر یہیں اسے سمیع و بصیر یعنی مدرک اور ذی العقل بنایا جاتا ہے۔ نہ یہ کہ پیچھے سے اپنے ساتھ کچھ لاتا ہے۔ اور پرانے اعمال کا نتیجہ۔ اس کے ساتھ چپٹا ہوتا ہے جس وہم و فرض کا کوئی مشاہدہ کا ثبوت نہیں۔......

ایک مدت تک مجھے تعجب اور افسوس ہوا کہ تکذیب براہین کے مصنف صاحب نے اس قدر طول طویل اعتراض آیت شریفہ خَلَقَ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ (الاعراف:۵۵) پر کیوں کیے اور میرے تعجب اور افسوس کی کئی وجہیں ہیں۔

اوّل۔ اس لئے۔ چھ دن☆ میں زمین، آسمان اور جو کچھ ان دونوں میں ہے۔ اس کے پیدا ہونے کی خبر ایسے سچے لوگوں نے دی ہے جن کا صدق مختلف دلائل اور نشانات سے ثابت ہے اور اس خبر کو مشاہدہ ضرور یہ علوم اور قانونِ قدرت کے مستحکم انتظام نے نہیں جھٹلایا۔

دوم۔ اس لئے کہ جن لوگوں نے یہ خبر دی ہے ان میں سے ایک کا نام سیدنا موسیٰ علیہ السلام ہے اور دوسرے کا نام سیدنا محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہے اور ان لوگوں نے یوں کہا ہے کہ ہم کو اللہ تعالیٰ نے یہ خبر دی۔ اور اسی کے مکالمہ سے یہ بات ہمیں معلوم ہوئی۔ ان خبر دہندوں کی امداد اللہ تعالیٰ نے جیسے کی ہے اس کی خبر دنیا سے مخفی نہیں۔ اور جو تعجب انگیز کامیابی ان لوگوں کو ہوئی۔ اس کی نظیر مدعیانِ الہام میں کوئی نہیں دکھا سکا۔ انصاف کرو کیا جنابِ الٰہی کی پاک اور مقدس بارگاہ سے جھوٹوں کو ایسی امداد مل سکتی ہے۔

☆ دن یا یوم کے معنی ۱۲ گھنٹے کے نہیں۔ یاد رکھو۔

سوم۔ اس لئے کہ جس کتاب میں یہ خبر دی گئی اس کا من جانب اللہ ہونا بہت وجوہ سے ثابت کیا گیا۔ چاہو اس کا نام توریت لو۔ چاہو قرآن کریم کہو۔

چہارم۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ کے اکثر بلکہ تمام کام جن کو ہم دیکھتے ہیں۔ آہستگی اور تدریج سے ہوا کرتے ہیں۔ بقدر امکان اپنے اردگرد کا کارخانۂ قدرت دیکھ لو۔ پھل دار درخت کتنے دنوں میں پھل دار کہلاتا ہے۔ گھوڑے اور ہاتھی کا آج پیدا ہوا بچہ کتنے دنوں میں اللہ تعالیٰ اس کو ہماری سواری کے قابل بنائے گا۔ آدمی کا وہ بچہ جو آجکل ماں کے رحم میں یا باپ کے جسم میں آرام گزیں ہے۔ اللہ تعالیٰ اس کو کتنے دنوں میں عالم فاضل اور ریفارمر کرے گا۔ پس جب ایسے کام جو بتدریج ہورہے ہیں اسی قادرِ مطلق، سرب شکتیمان، کُنْ کے کلمہ کے ساتھ پیدا کرسکنے والے کی پیدائش ہے تو زمین وآسمان اور اس کے درمیانی اشیاء کا چھ روز میں پیدا ہونا کیوں محلِ انکار ہے؟

پنجم۔ اس لئے کہ زمین، آسمان اور ان دونوں کی درمیانی تین چیزیں ہیں اور ان کی بناوٹ دو طرح پر ہے۔ اول۔ ان اشیاء کی اصل بناوٹ۔ دوم۔ ان کی ترتیب۔ پس یہ چھ چیزیں ہوئیں۔ جو چھ یوم میں پیدا ہوئیں یہاں یہ امر بھی یاد رکھنے کے قابل ہے کہ آریہ نے بھی تمام مخلوق کے اصول اشیاء چھ چیزوں کو مانا ہے۔ ارضی اشیاء چہار۔ جن کو اربعہ عناصر یا چار تت کہتے ہیں۔ اور سماوی چیزیں دو۔ زمین کی چار چیزیں۔ مٹی[۱]، پانی[۲]، آگ[۳]، ہوا[۴]۔ سماوی دو چیزیں۔ اکاش جسے سماء یا السماء کہئے۔ اور دوسری روح جسے جیو کہتے ہیں قرآن کریم میں ایک جگہ کچھ تفصیل کی گئی ہے اسے بھی سنو۔ قُلْ اَئِنَّكُمْ لَتَكْفُرُوْنَ بِالَّذِيْ خَلَقَ الْاَرْضَ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ تَجْعَلُوْنَ لَهٗۤ اَنْدَادًا ؕ ذٰلِكَ رَبُّ الْعٰلَمِيْنَ۔ وَ جَعَلَ فِيْهَا رَوَاسِيَ مِنْ فَوْقِهَا وَ بٰرَكَ فِيْهَا وَ قَدَّرَ فِيْهَاۤ اَقْوَاتَهَا فِيْۤ اَرْبَعَةِ اَيَّامٍ ؕ سَوَآءً لِّلسَّآىِٕلِيْنَ۔ ثُمَّ اسْتَوٰۤى اِلَى السَّمَآءِ وَ هِيَ دُخَانٌ فَقَالَ لَهَا وَ لِلْاَرْضِ ائْتِيَا طَوْعًا اَوْ كَرْهًا ؕ قَالَتَاۤ اَتَيْنَا طَآىِٕعِيْنَ۔ فَقَضٰىهُنَّ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ فِيْ يَوْمَيْنِ وَ اَوْحٰى فِيْ كُلِّ سَمَآءٍ اَمْرَهَا ؕ وَ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ ۖۗ وَ حِفْظًا ؕ ذٰلِكَ تَقْدِيْرُ الْعَزِيْزِ الْعَلِيْمِ۔ (حٰمٓ السجدۃ:۱۰۔۱۳)[۱]

---

[۱] تو کہہ کہ کیا تم ایسے خدا کا کفر کرتے ہو جس نے زمین کو دو دن میں پیدا کیا۔ اور اس کے شریک مقرر کرتے ہو۔

ششم۔اس لئے کہ ان چیزوں کے بنانے میں یہ نہیں فرمایا کہ تمام تمام دن اور رات میں ان اشیاء کو پیدا کیا۔ بلکہ یہ فرمایا ہے کہ چھ روز میں یہ چھ چیزیں پیدا کیں۔ یہ کہا جا سکتا ہے کہ ایک ایک چیز ایک ایک روز میں۔ایک آن کے اندر کلمہ کُنْ سے پیدا ہوئی۔

ہفتم۔اس لئے کہ اللہ تعالیٰ خَالِقُ الْاَرْضِ وَ السَّمٰوٰتِ۔معطل بیکار نہیں۔ وہ ہمیشہ اپنی کاملہ صفات سے موصوف ہے۔ایسا کیوں مانا جاوے کہ تمام اشیاء کو ایک آن میں پیدا کر کے پھر معطل ہو گیا؟ بلکہ وہ ہمیشہ خالق ہے۔اور مخلوق کا حافظ ہے اور رہے گا۔

ہشتم۔اس لئے کہ یوم عربی زبان میں مطلق وقت کو کہتے ہیں پس سِتَّةِ اَيَّامٍ کے یہ معنے ہوں گے۔ چھ وقت میں۔ چاہو وہ وقت ایک آن كَلَمْحِ الْبَصَرِ لو۔ چاہو تو وہ ایک ایک یوم لاکھوں کروڑوں برس کا یوم جیسے راقم کا اعتقاد ہے۔سمجھو۔

نہم۔اس لئے کہ یوم عربی زبان میں اس زمانہ اور وقت کو بھی کہتے ہیں جس میں کوئی واقعہ گزرا۔ گو وہ واقعہ کتنے بڑے وقت میں گزرا ہو۔ دیکھو۔ یوم بعاث، یوم حنین، یوم بنو بکر، یوم بسوس، یوم عاد وغیرہ وغیرہ۔اس زمین و آسمان وغیرہ کی پیدائش کے زمانہ کو اس محاورہ پر یوم کہا گیا۔

دہم۔اس لئے کہ پدارتھ وِدّیا یعنی علم طبعیات۔خصوصاً علم طبقات الارض سے ثابت ہو چکا ہے یہ زمین کسی زمانہ میں آتشیں گیاس تھا بلکہ یوں کہیے کہ ایک ستارہ روشن تھا۔ جب قدرتی اسباب سے اللہ تعالیٰ نے اس میں کسی قدر کثافت پیدا کر دی تو یہ زمین اس وقت ایک سیال مادہ ہو گیا۔ جسے عربی زبان میں اَلْمَآء کہتے ہیں۔اور اس پر اس وقت ہوا چلا کرتی تھی۔ جیسے توریت شریف کی کتاب

بقیہ حاشیہ۔ یہی تو عالموں کا پروردگار ہے۔پھر اس پر پہاڑ بنائے۔اور زمین کو برکت دی اور اشیائے خوردنی کے اس میں انداز باندھے۔ یہ سب کچھ چار دن میں ہوا۔حاجت مندروں کے لئے سب سامان درست ہو گیا۔ پھر سماء کی جانب متوجہ ہوا اور وہ دخان تھا (یعنی اُسے ٹھیک کیا) پھر اسے اور زمین دونوں کو کہا کہ خواستہ یا نخواستہ تم دونوں حاضر ہو جاؤ۔ انہوں نے کہا۔ ہم خوشی سے آتے ہیں۔(یہ ایک اندازِ محاورہ ہے جس کا مدعا یہ ہے کہ یہ اشیاء ہمارے مطیع فرمان ہیں اور کبھی کسی طرح ہمارے حکم سے انحراف نہیں کر سکتیں) پھر ان کو سات سماء پر مقرر کیا دو دن میں۔اور ہر سماء کو اس کا متعلق کام سپرد کیا۔

پیدائش کی پہلی آیتوں میں لکھا ہے۔ پھر جب وہ اَلْمَآء زیادہ کثیف ہوگیا تو اس پر وہ حالت آ گئی۔ جس کے باعث اس پر زمین کا لفظ بولا گیا۔ پس ایک دن اس پر وہ تھا کہ یہ زمین سیال ہوئی۔ اور دوسرا دن وہ آیا کہ کثیف ہوگئی۔ طبقات الارض سے یہ امر بھی پایہ ثبوت کو پہنچ گیا ہے کہ جس قدر زمین کے نیچے مرکز کی طرف کھودا جاوے۔ زمین کی گرمی بہ نسبت بالائی سطح کے نیچے کو بڑھتی جاتی ہے حتّٰی کہ اب بھی چھتیس میل کی دُوری پر ایسا گرم مادہ موجود ہے جس کی گرمی تصور سے باہر ہے۔ اس زمانہ سے بہت عرصہ پہلے جب اسکا بالائی حصہ کثیف ہونا شروع ہوا تھا۔ ایک دن اس ہماری آرام گاہ پر وہ گزرا تھا کہ اس زمین کی بالائی نہایت پتلی سطح کے نیچے اس مادہ کا آتشیں سمندر موجیں مارتا تھا اور اسکی بالائی باریک سطح کو توڑ توڑ کے بڑے راکس[1] اور بڑے بڑے حجرے قطعات باہر نکلتے تھے اور پہاڑوں کا سلسلہ پیدا ہوتا جاتا تھا اور ظاہر ہے کہ اس وقت بڑے بڑے زلزلے اور بھونچال ہوتے تھے۔ جب بڑے بڑے پہاڑ پیدا ہو گئے اور زمین کا بالائی حصّہ زیادہ موٹا ہو گیا۔ پھر تیسرا اور چوتھا دن یا تیسرا اور چوتھا وقت اس کرّہ ارضی پر وہ آیا کہ نباتات، جمادات، پھل، پھول وغیرہ اشیاء انسانی آرام اور آسائش کے سامان مہیا ہوئے۔ ایک دن ان اشیاء کی پیدائش کا اور دوسرا دن ان اشیاء کی ترتیب کا۔ غرض دو دن پہلے اور دو دن یہ کل چار روز زمین کی درستی کے ہوئے۔ اسی طرح زمین کی بالائی فضا اور زمین کی سقف اور زمین کی بناء۔ آسمان کو اللہ تعالیٰ نے دو روز میں بنایا اور ان میں امرِ الٰہی کی وحی ہوئی اور وہ وقت آ گیا کہ انسان زمین پر آباد ہوں۔ کیونکہ جیسے قرآن کریم نے فرمایا ہے۔ سَوَآءً لِّلسَّآئِلِيْنَ (حم سجدہ:۱۱) انسان کی تمام ضرورتیں اور اس کیلئے سب مَا یُحْتَاجُ پورا ہو گیا۔

اس تکذیب براہین سے غالباً پہلے کا ذکر ہے۔ میرے ایک پیارے عزیز نے مجھ سے اسی آیت پر سوال کیا کہ اللہ تعالیٰ کو قرآن میں القادر یعنی قادرِ مطلق کہا ہے اور وہ تمام زمین اور آسمان کو ایک آن میں پیدا کر سکتا ہے۔ کیونکر مان لیا جاوے۔ آسمان و زمین کو اس نے چھ دن میں بنایا ہو۔ اس وقت ایک جوار کا کھیت ہمارے سامنے لہلہا رہا تھا۔ میں نے تھوڑی دیر سکوت کر کے پوچھا۔ اس کھیت کا

---

[1] چٹانیں ROCKS

دانہ کب تک تیار ہو کر کھانے کے قابل ہوگا؟ اس عزیز نے جواب دیا۔ کئی مہینے کے بعد پک کر کھانے کے قابل ہوگا۔ تب میں نے کہا اس کے دانہ کو کون بناوے گا؟ اس نے جواب دیا۔ وہی۔ جسے القادر، قادرِ مطلق، سرب شکتیمان، جگدیشر کہتے ہیں۔ میں نے کہا وہ ایک کُنْ میں سب کچھ پیدا کر سکتا ہے۔ کیونکر مانا جاوے کہ وہی ایسی قدرت والا دانوں کے بنانے میں اتنی دیر کرے۔ تب اس عزیز نے کہا۔ صاحب یہ اس کی خواہش۔ اچھا۔ اس کی مرضی ہے۔ اور ساتھ ہی ہنس دیا اور کہا کہ جواب ہو گیا۔ (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۸۴ تا ۱۸۹)

۱۸۔ وَ اَمَّا ثَمُوْدُ فَهَدَيْنٰهُمْ فَاسْتَحَبُّوا الْعَمٰى عَلَى الْهُدٰى فَاَخَذَتْهُمْ صٰعِقَةُ الْعَذَابِ الْهُوْنِ بِمَا كَانُوْا يَكْسِبُوْنَ۔

ترجمہ۔ لیکن ثمود کو ہم نے راستہ بتلایا تو انہوں نے اندھا رہنے کو اچھا سمجھا راستہ دیکھنے سے۔ تو اُن کو ذلّت کے عذاب نے پکڑ لیا اُن بُرے کرتوتوں کی وجہ سے جو وہ کرتے تھے۔

تفسیر۔ اور جو ثمود تھے سو ہم نے ان کو راہ بتائی پھر ان کو خوش لگا اندھے رہنا۔ سوجھنے سے۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۳۲۶ حاشیہ)

۲۱۔ حَتّٰۤى اِذَا مَا جَآءُوْهَا شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَ اَبْصَارُهُمْ وَ جُلُوْدُهُمْ بِمَا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ۔

ترجمہ۔ یہاں تک کہ جب دوزخ پر پہنچ جائیں گے تو ان کے کان گواہی دیں گے (یا ان کے مخبر) اور ان کی آنکھیں (ان کے جاسوس) اور ان کی جلدیں (عام یا عضو مخصوص) ان اعمال کی جو وہ کرتے تھے۔

تفسیر۔ شَهِدَ عَلَيْهِمْ سَمْعُهُمْ وَ اَبْصَارُهُمْ وَ جُلُوْدُهُمْ (حٰم السجدہ:۲۱) نَخْتِمُ عَلٰۤى اَفْوَاهِهِمْ[۱] (یٰس:٦٦) یہ بڑی عجیب بات ہے کہ آدمی کے ہاتھ پاؤں وغیرہ زبان کا کام دیں گے۔ یہ ڈھکونسلا ہے۔ قرآنی بہشت خراب خانہ ہے۔

الجواب۔ شہادت تحریری بھی ہوتی ہے اور تقریری بھی۔ اور تقریر زبان سے اور ایماء و کنایہ سے بھی۔

[۱] ہم مہر لگا دیں گے ان کے منہ پر۔

اسی طرح یاد رکھو کہ کلام بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایسا ہی نطق بھی دو قسم کا ہوتا ہے۔ ایسے ہی شہادت، تحدیث اور قول کے اقسام بھی ہوتے ہیں۔تم ایورو یدتو پڑھے ہوئے نہیں مگر سنو! ایک آتشک کا مارا ہوا ہمارے سامنے آتا ہے تو اس کے ہاتھ اور پاؤں کے نقش ونگار جو آتشک سے پیدا ہوتے ہیں اور اس کے آنکھ کان کی حالت صاف صاف گواہی دیتی ہے کہ یہ آتشک کا مبتلا ہے۔ ایک شخص مجلوق اور جریان کا مبتلا ہمارے سامنے آتا ہے اس کا آنکھ سے ہم پتہ لگا سکتے ہیں اور اسی طرح ہزاروں بیماروں میں یہ امر مشہود ہے۔ پھر کیا علیم وخبیر ذات پاک کے سامنے ہی سمع وبصر گواہی نہیں دے سکتے۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۱۵۰، ۱۵۱)

۲۴۔ وَ ذٰلِكُمْ ظَنُّكُمُ الَّذِيْ ظَنَنْتُمْ بِرَبِّكُمْ اَرْدٰىكُمْ فَاَصْبَحْتُمْ مِّنَ الْخٰسِرِيْنَ۔

ترجمہ۔ اور یہ بدگمانی (یعنی اللہ نادان ہے خبیر نہیں) جو تم نے اپنے رب کے حق میں کی۔ اُس نے تو تم کو تباہ ہی کر دیا اب تو تم بڑے نقصان میں آ گئے۔

تفسیر۔ اور اسی گمان نے جو تم نے اپنے رب سے کیا تمہیں ہلاک کیا۔ پھر تم زیاں کار ہو گئے۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۱۶ حاشیہ)

۲۶۔ وَ قَيَّضْنَا لَهُمْ قُرَنَآءَ فَزَيَّنُوْا لَهُمْ مَّا بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ مَا خَلْفَهُمْ وَ حَقَّ عَلَيْهِمُ الْقَوْلُ فِيْۤ اُمَمٍ قَدْ خَلَتْ مِنْ قَبْلِهِمْ مِّنَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ ۚ اِنَّهُمْ كَانُوْا خٰسِرِيْنَ۔

ترجمہ۔ اور پھر یہ بھی ہے کہ ہم نے تعینات کر دیئے ان پر ہم نشین تو انہوں نے پسند کر دکھائے ان کے کھلے اور چھپے کام اور ان پر ثابت ہو گئی پیش گوئی عذاب کی اُن اُمتوں کے ساتھ جو پہلے گزر چکے ہیں۔ امراء، غرباء میں سے کچھ شک نہیں کہ وہ سب کے سب نقصان پانے والے تھے۔

تفسیر۔ اور لگا دی ہم نے ان پر تعیناتی۔ پھر انہوں نے بھلا دکھایا ان کو جو اُن کے آگے اور ان کے پیچھے اور ٹھیک پڑی ان پر بات مل کر سب فرقوں میں جو ہو چکے ہیں ان سے آگے جنوں کے اور آدمیوں کے وَے تھے ٹوٹے والے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۳۲۰ حاشیہ)

۳۱ تا ۳۳۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِيْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ فِي الْاٰخِرَةِ ۚ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْٓ اَنْفُسُكُمْ وَ لَكُمْ فِيْهَا مَا تَدَّعُوْنَ۔ نُزُلًا مِّنْ غَفُوْرٍ رَّحِيْمٍ۔

ترجمہ۔ کچھ شک نہیں کہ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب تو اللہ ہی ہے (پھر سب کا دھیان اور مطلق گناہ چھوڑ دیا) اور اسی حالت پر جمے رہے تو ان پر فرشتے اُترتے ہیں (یہ کہتے ہوئے) کہ آپ خوف نہ کریں اور دل میں رنجیدہ نہ ہوں اور خوشخبری سنیں اُس جنت کی جس کا آپ سے وعدہ ہو چکا ہے۔ ہمیں تمہارے دلی دوست ہیں دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی اور تمہارے لئے وہاں موجود ہوگا جو کچھ تم مانگو گے۔ یہ غفور الرحیم کی طرف سے ناشتہ اور مہمانی ہے۔

تفسیر۔ جو لوگ ایمان کو مشروط کرتے ہیں وہ محروم رہ جاتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ ایسے لوگوں کی پروا نہیں کرتا۔ ہاں خدا تعالیٰ کسی کو خالی نہیں چھوڑتا۔ جو اس کی راہ میں صدق وثبات سے قدم رکھتا ہے۔ وہ بھی اس قسم انعامات سے بہرہ وافر لے لیتا ہے۔ جیسے فرمایا اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَيْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ۔ جن لوگوں نے اپنے قول وفعل سے بتایا کہ ہمارا رب اللہ تعالیٰ ہے۔ پھر انہوں نے اس پر استقامت دکھائی۔ ان پر فرشتے نازل ہوتے ہیں۔ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نزولِ ملائکہ سے پہلے دو باتیں ضروری ہیں۔ رَبُّنَا اللّٰهُ کا اقرار اور اس پر صدق وثبات اور اظہارِ استقامت۔

ایک نادان سنت اللہ سے ناواقف ان مراحل کو تو طے نہیں کرتا اور امید رکھتا ہے اس مقام پر پہنچنے کی جو ان کے بعد واقع ہے۔ یہ کیسی غلطی اور نادانی ہے۔

اس قسم کے شیطانی وسوسوں سے بھی الگ رہنا چاہیے۔ خدا تعالیٰ کی راہ میں استقامت اور عجز کے ساتھ قدم اٹھاؤ۔ قویٰ سے کام لو۔ اس کی مدد طلب کرو۔ پھر یہ کوئی بڑی بات نہیں ہے کہ تم

بھی اللہ تعالیٰ کے فضل کے وارث ہو جاؤ اور حقیقی رؤیا اور الہام سے حصّہ پاؤ۔

(الحکم جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۰/اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۶)

خوش قسمت وہی ہے جو ان باتوں سے فائدہ اٹھائے۔ جذباتِ نفس پر قابو رکھ کر خدا تعالیٰ کے احکام پر عمل کرے۔ مساکین اور یتامیٰ کو مال دیوے۔ قسم قسم کے طریقوں سے رضا جوئی اللہ تعالیٰ کی کرے۔ ایک وقت کا عمل دوسرے وقت کے عمل سے بعض دفعہ اتنا فرق رکھتا ہے کہ اول مہاجرین نے جہاں ایک مُٹھی جَو کی دی تھی۔ بعد میں آنے والا کوئی احد پہاڑ کے برابر سونا دیتا تھا تو اس کی برابری نہ کر سکتا تھا۔ سائل کو دو، دکھی کو دو، ذوی القربیٰ کو دو، نماز سنوار کر پڑھو، مسنون تسبیح اور کلام شریف اور دعاؤں کے بعد اپنی زبان میں بھی عرض معروض کرو تا کہ دلوں پر رقت طاری ہو۔ غریبی میں، امیری میں و مشکلات میں و مقدمات میں، ہر حالت میں مستقل رہو اور صبر کو ہاتھ سے نہ دو۔ تقویٰ کا ابتدا دعا، خیرات اور صدقہ سے ہے اور آخر ان لوگوں میں شامل ہونے سے ہے۔ جن کی نسبت فرمایا ہے۔ اِنَّ الَّذِيْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا۔ جن لوگوں نے کہا کہ ہمارا رب اللہ ہے اور پھر استقامت دکھلائی۔ (بدر جلد ۲ نمبر ۵۰ مورخہ ۱۳/دسمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۹)

نیکی کی تحریک کیلئے ملائکہ بڑی نعمت ہیں وہ انسان کے دل میں نیکی کی تحریک کرتے ہیں۔ اگر کوئی ان کے کہنے کو مان لے تو اس طبقہ کے جو ملائکہ ہیں وہ سب اس کے دوست ہو جاتے ہیں۔

قرآن مجید میں فرمایا۔ نَحْنُ اَوْلِيٰٓؤُكُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا۔[۱] (آیت: ۳۲) ایسی پاک مخلوق کسی کی دوست ہو اور کیا خواہش ہو سکتی ہے؟ (الحکم جلد ۱۵ نمبر ۲۱ و ۲۲ مورخہ ۷، ۱۴/جون ۱۹۱۱ء صفحہ ۶)

انسان کو بیٹھے بیٹھے کبھی نیک اور کبھی بد ارادے پیدا ہو جاتے ہیں۔ یہ کیوں ہوتے ہیں۔ جبکہ کوئی کام بدوں اسباب اور عِلَل کے نہیں ہوتا۔ تو نیک اور بد ارادے کی تحریک کیوں ہوئی۔ اس محرک کو ہماری شریعت میں فرشتہ کہتے ہیں۔ ہم اسی پر قناعت کرتے اور نیکی کے محرک کا نام فرشتہ رکھتے ہیں۔ رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ملائکہ و شیاطین کو ہر وقت انسان کے دل سے تعلق

۱؎ ہمیں تمہارے دلی دوست ہیں دنیا کی زندگی میں بھی اور آخرت میں بھی۔

رہتا ہے اور موقع پر تحریکیں کرتے ہیں۔ اگر وہ تحریک نیکی کی ہے تو فرشتہ کی طرف سے ہے اور بتدریج پھر وہ تحریک ہوتی اور بڑھتی جاتی ہے۔ اور وہ انسان اس میں لگ پڑتا ہے۔ یہاں تک کہ اس کے ملائکہ اور شیاطین میں جنگ ہو پڑتی اور ملائکہ جیت جاتے اور پھر وہ شخص فرشتوں سے مصافحہ کر لیتا ہے اس کے متعلق قرآن کریم میں فرمایا۔ اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ ......الآیہ

پس ایسے لوگوں پر پھر ملائکہ نازل ہوتے اور خدا کہتا کہ ہم تمہارے ساتھ ہیں۔ مت غم کھاؤ۔ پس اس طرح ملائکہ کا ماننا بھی نیکی سکھلاتا اور بدی سے روکتا ہے۔

(الحکم جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۲۴ جنوری ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۱)

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰہُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْہِمُ الْمَلٰٓئِکَۃُ اَلَّا تَخَافُوْا وَ لَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّۃِ الَّتِیْ کُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُکُمْ فِی الْحَیٰوۃِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَۃِ (حٰمٓ السّجدہ: ۳۱، ۳۲) جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس اقرار پر پختہ ہو گئے ان پر فرشتے اترتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو اور خوشی مناؤ اس جنت کی کہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ ہم دنیا میں اور آخرت میں تمہارے ساتھی ہیں۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۶۳)

۳۴۔ وَ مَنْ اَحْسَنُ قَوْلًا مِّمَّنْ دَعَآ اِلَی اللّٰہِ وَ عَمِلَ صَالِحًا وَّ قَالَ اِنَّنِیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

ترجمہ۔ اور اُس سے بہتر کس کی بات ہو سکتی ہے جو اللہ کی طرف بلائے اور بھلے کام کرے اور کہے میں تو فدائی فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

تفسیر۔ اس شخص سے بھلی بات کس کی۔ جس نے لوگوں کو اللہ کی طرف بلایا اور اچھے کام کئے۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۳۴)

۳۵، ۳۶۔ وَ لَا تَسْتَوِی الْحَسَنَۃُ وَ لَا السَّیِّئَۃُ ؕ اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ فَاِذَا الَّذِیْ بَیْنَکَ وَ بَیْنَہٗ عَدَاوَۃٌ کَاَنَّہٗ وَلِیٌّ حَمِیْمٌ ۔ وَ مَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا الَّذِیْنَ صَبَرُوْا ۚ وَ مَا یُلَقّٰھَآ اِلَّا ذُوْ حَظٍّ عَظِیْمٍ ۔

ترجمہ۔ اور نیکی بدی تو برابر نہیں ہوسکتی۔ بُری بات کو ایسی بات سے دفع کیا کر جو بہت بھلی ہو جب تُو ایسا کرے گا تو وہ شخص کہ تجھ میں اور اُس میں دشمنی ہے (تیرا) گاڑھا دوست بن جائے گا گویا کہ وہ تیرا دلی دوست ہے۔ اور یہ خصلت انہیں کو دی جاتی ہے جو نیکی پر جمے رہتے ہیں اور بدیوں سے بچتے ہیں اور یہ (بات) تو بڑے ہی خوش نصیب لوگوں کو ملتی اور سکھائی جاتی ہے۔

تفسیر۔ نیکی و بدی۔ دونوں ایک دوسرے کے ساتھ ہم پلہ اور خوبی میں مساوی نہیں۔ بدی کا دفعیہ نیکی کے ساتھ کر دکھاؤ۔ اگر ایسا ہی حسنِ سلوک اپنے دشمنوں سے کر دکھاؤ گے تو تمہارے دشمن بھی تمہارے سچے دوستوں اور گرم جوش والے خیر خواہوں کی طرح ہو جاویں گے۔ اس نصیحت کو وہی لوگ مانیں جو بڑی بردباری اور بلند حوصلگی کا حصہ رکھتے ہیں۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۳۰، ۲۳۱)

اِدْفَعْ بِالَّتِیْ ھِیَ اَحْسَنُ (حٰمٓ السّجدۃ: ۳۵)۔ مدافعت بھی کرو تو اس طریق سے کہ وہ بہت ہی عمدہ ہو۔ ادفع السّیّئۃ بالحسنۃ۔ ہر بدی کو کسی خوبی سے ہٹا دو۔ جب مخالفوں کے ساتھ بھی ہمیں مدافعت میں خوبیاں مدنظر رکھنی چاہییں تو دو مسلمانوں کے درمیان تباغض، عداوت اور باہم جنگ کیونکر ہوسکتی ہے۔ (بدر جلد ۱۰ نمبر ۹ مورخہ ۵؍ جنوری ۱۹۱۱ء صفحہ ۱۴)

۳۷۔ وَ اِمَّا یَنْزَغَنَّکَ مِنَ الشَّیْطٰنِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ ھُوَ السَّمِیْعُ الْعَلِیْمُ ۔

ترجمہ۔ اور اگر تجھ کو رو کے شیطان کی طرف سے کوئی وسوسہ تو تُو اللہ کی پناہ مانگ (یعنی کثرت سے استغفار کر) بے شک وہ بڑا سننے والا ہے (مضطر کی دعا) بڑا جاننے والا ہے (نیک نیتی کا)۔

۳۸۔ وَ مِنْ اٰیٰتِہِ الَّیْلُ وَ النَّھَارُ وَ الشَّمْسُ وَ الْقَمَرُ ؕ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ وَ اسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَھُنَّ اِنْ کُنْتُمْ اِیَّاہُ تَعْبُدُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور اُس کی نشانیوں میں سے رات اور دن اور سورج اور چاند ہیں۔ تو تم سجدہ کرو سورج کو نہ چاند کو اور سجدہ کرو اللہ ہی کو جس نے ان کو پیدا فرمایا اگر تم اسی کی عبادت کرنا چاہتے ہو۔

تفسیر۔ اور اس کے نشانوں سے ہے رات، دن، سورج اور چاند۔ مت سجدہ کرو سورج اور چاند کو بلکہ اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا اگر تم اسی کی عبادت کرتے ہو۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۳۴ حاشیہ)

اللہ کا علم ایسا وسیع ہے کہ بشر اس کے مساوی ہو ہی نہیں سکتا۔ جو نشان اللہ تعالیٰ نے اپنی الوہیت کیلئے بطور نشان رکھے ہیں وہ کسی اور میں نہیں بنانے چاہییں۔ بڑا نشان تذلّل کا ہے۔ سجدہ۔ اس سے بڑھ کر اور کوئی عاجزی نہیں۔ زمین پر گر پڑے۔ اب آگے اور کہاں کدھر جاویں۔ فرماتا ہے۔ لَا تَسْجُدُوْا لِلشَّمْسِ وَ لَا لِلْقَمَرِ وَ اسْجُدُوْا لِلّٰہِ الَّذِیْ خَلَقَھُنَّ۔ پس جو غیر کو سجدہ کرے وہ مشرک ہے۔

حنفی مذہب میں یہ معرفت کا نکتہ ہے کہ رکوع کو بھی سجدہ میں داخل کر لیا ہے۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں کہ آیت سجدہ پڑھ کر رکوع چلے جانا بھی مِنْ وَجْہٍ سجدہ ہے۔ اسی واسطے وَ کے ساتھ نہیں آتا۔ الرُّکَّعِ السُّجُوْدِ آیا ہے۔ اردو میں ایک مصرعہ

سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے

ہاتھ باندھ کر بہیئت صلوٰۃ کسی کے سامنے کھڑے ہونا اور امید وبیم کے لحاظ سے اس کی وہ تعریفیں (جو خدا تعالیٰ کی کی جاتی ہیں) کرنا بھی شرک ہے۔ اور کسی سے سوائے اللہ کے دعا مانگنا بھی۔ ہاں دعا کروانا شرک نہیں ہے۔ (بدر جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۳؍ جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۲)

۴۱۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُلْحِدُوْنَ فِیْٓ اٰیٰتِنَا لَا یَخْفَوْنَ عَلَیْنَا ؕ اَفَمَنْ یُّلْقٰی فِی النَّارِ خَیْرٌ اَمْ مَّنْ یَّاْتِیْٓ اٰمِنًا یَّوْمَ الْقِیٰمَۃِ ؕ اِعْمَلُوْا مَا شِئْتُمْ ۙ اِنَّہٗ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِیْرٌ۔

ترجمہ۔ جو لوگ ہیر پھیر کر غلط مطلب ثابت کرنا چاہتے ہیں ہماری آیتوں میں وہ ہم سے چھپے

ہوئے نہیں بھلا جو شخص آگ میں ڈال دیا جائے وہ بہتر ہے یا وہ شخص جو آئے گا قیامت کے دن امن چین سے۔ خیر کرلو جو تمہیں کرنا ہے کچھ شک نہیں کہ تمہارے سب کرتوت اللہ دیکھ ہی رہا ہے۔

تفسیر۔ یُلْحِدُوْنَ۔ کسی اسمِ الٰہی کی تکذیب کرتے۔ استہزاء کرتے تحریف کرتے ہیں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۷۹)

۴۳۔ لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ۔

ترجمہ۔ جھوٹ اس کے پاس آنے ہی نہیں پاتا نہ آگے سے نہ پیچھے سے۔ یہ اتاری ہوئی بڑے حکمت والے تعریف کئے گئے کی ہے۔

تفسیر۔ اس کتاب کا محافظ حضرت حق سبحانہٗ ہے۔ جس کیلئے آئندہ پیشگوئی ہے کہ اس کتاب کی باطل کرنے والی آئندہ بھی کوئی چیز نہیں بھیجیں گے۔ تو پھر ہم کو سائنس یا بیرونی خطرناک دشمن سے گھبرانے کی کیا ضرورت ہے۔ جب ہم کو ایسی کتاب دی گئی ہے کہ جس کا خدا حافظ ہے اور جس کی باطل کرنے والی کوئی چیز فطرت کے خالق نے پیدا ہی نہیں کی۔ پس جیسا ہمارا رسول کامل ہے۔ ویسے ہی ہماری کتاب کامل ہے۔ یہ کتاب تو قیامت تک رہے گی مگر ایسی کامل کتاب ہمارے گھروں سے نکل کر دوسرے گھروں میں چلی گئی۔ تو ہمارے بزرگوں کی روح کو کیا خوشی ہوگی؟ پس خوف ہے تو یہ کہ ہمارے گھروں سے یہ کتاب نہ نکلے اور ہم اس کی اِتباع سے محروم نہ رہیں۔

(بدر جلد ۹ نمبر ۲۳ مورخہ ۳۱؍ مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۳)

لَا یَاْتِیْهِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْهِ وَ لَا مِنْ خَلْفِهٖ ؕ تَنْزِیْلٌ مِّنْ حَكِیْمٍ حَمِیْدٍ

(حٰم سجدہ: ۴۳) یہ حکیم حمید خدا کی کتاب ہے اس میں کسی راہ سے جھوٹ کا کوئی دخل نہیں۔ یہ کتاب باوجود ان خوبیوں کے جو اس میں ہیں یہ بھی دیکھنا چاہیے کہ وہ کس ملک میں اتری ہے۔ وہ ایسے ملک میں اتری جہاں نہ کوئی کالج تھا اور نہ کوئی یونیورسٹی۔ اس ملک میں اس زمانہ کی تصنیف شدہ کسی علم کی کوئی کتاب نہیں ملتی نہ کوئی یادداشت دکھائی دیتی ہے۔ زیادہ سے زیادہ دو علم ان میں رائج تھے۔ ایک

تو بسبب تجارت پیشہ ہونے کے ان کو علم حساب کی ضرورت رہتی تھی اس واسطے یہ علم ان میں پایا جاتا تھا۔ دوسرا ان کو اپنی زبان کا فخر تھا اور ان میں سے کا ہر ایک شخص اپنی زبان کے کچھ نہ کچھ اشعار یاد رکھتا تھا۔ یہی ان سب کا مایۂ فخر اور یہی ان سب کا مایۂ علم تھا۔ اس بات پر بہت بحث ہوئی ہے کہ علم حساب سب سے اول کہاں سے نکلا ہے مگر مجھے اس وقت اس بحث میں پڑنے کی کچھ ضرورت نہیں۔ غرض یہ ہے کہ ہماری کتاب اس خدا کی طرف سے ہے جو سب کچھ جانتا ہے اور اس کتاب کی تعریف میں فرماتا ہے کہ لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ کوئی نیا علم، کوئی نئی سائنس، کوئی نئی تحقیقات ایسی نہیں ہوسکتی جو اس کتاب کو باطل کرسکے۔ کوئی مشاہدہ کوئی تجربہ صحیحہ، کسی زمانہ کی ترقی علوم ایسی نہیں ہے اور نہ ہوسکتی ہے جو اس کتاب کی مبطل ہوسکے۔ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ نہ اس وقت وَ لَا مِنْ خَلْفِہٖ اور نہ اس زمانہ کے بعد کوئی ایسا امر پیدا ہوسکتا ہے جو اس کو باطل کرسکے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا دامن قیامت تک وسیع ہے۔ یہ ایک بہت بڑا دعویٰ ہے کہ قیامت تک کوئی ایسا امر پیدا نہ ہوگا جو کہ اس کتاب کا مبطل ہوسکے۔

قرآن ہمیشہ سچا پایا تیرہ ۱۳ سو برس کی ترقیات کو میں نے دیکھا اور پڑھا ہے۔ یہ ترقی سائنس میں ہو یا صوفیائے کرام میں ہو ہر ایک کے واسطے مسلمانوں میں بہت سامان موجود ہے۔ کیونکہ یہ بڑی خوش قسمتی کی بات ہے کہ تمام علوم جدیدہ کا ترجمہ عربی میں ہوجاتا ہے۔ غرض تمام موجودہ علوم کو میں نے دیکھا ہے ان سب کو پڑھ کر میں نے اللہ تعالیٰ کے فرمان کو سچا پایا ہے۔ جو شخص قرآن کو ہاتھ میں رکھے اس کے واسطے کوئی مشکل نہیں۔ (بدر جلد ۷ نمبر ۳۱ مورخہ ۱۳؍اگست ۱۹۰۸ء صفحہ ۹)

یاد رکھو قرآن مجید کامل کتاب ہے لَا یَاْتِیْہِ الْبَاطِلُ مِنْۢ بَیْنِ یَدَیْہِ وَ لَا مِنْ خَلْفِہٖ (حٰمٓ السجدۃ: ۴۳) اس کی شان ہے باطل اس پر اثر نہیں کرسکتا۔ جو لوگ آجکل کے علوم جدیدہ اور سائنس سے ڈرتے ہیں انہوں نے قرآن مجید کی عظمت اور شوکت کو سمجھا ہی نہیں قرآن مجید پر باطل کا اثر نہیں ہوسکتا۔ وہ تمام صداقتوں کی جامع کتاب ہے اور خاتم الکتب ہے۔ اس کے فہم کے لئے اوّل وہ کتاب خود ذریعہ ہے پھر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا عمل درآمد ہے پھر احادیث ہیں پھر لغت

ہے پھر اللہ تعالیٰ کی حضور سے مدد اور دعا ذرائع ہیں۔ یہ میرے اصول ہیں یہاں رہو تب اور چلے جائیں تب ان کو یاد رکھو۔ (الحکم جلد ۱۶ نمبر ۳ مورخہ ۲۱؍ جنوری ۱۹۱۲ء صفحہ ۷)

۴۷۔ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ؕ وَمَا رَبُّكَ بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔

ترجمہ۔ (خیر) جس نے نیک عمل کیا تو اپنی ذات کے لئے کیا اور جس نے بدکاری کی تو اس کا وبال اسی پر ہے اور تیرا رب تو بندوں پر کچھ بھی ظلم کرنے والا نہیں۔

تفسیر۔ اور تیرا رب ایسا نہیں کہ ظلم کرے بندوں پر۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۳۰۰ حاشیہ)

۴۸۔ اِلَيْهِ يُرَدُّ عِلْمُ السَّاعَةِ ؕ وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ مِّنْ اَكْمَامِهَا وَمَا تَحْمِلُ مِنْ اُنْثٰى وَلَا تَضَعُ اِلَّا بِعِلْمِهٖ ؕ وَيَوْمَ يُنَادِيْهِمْ اَيْنَ شُرَكَآءِيْ ۙ قَالُوْٓا اٰذَنّٰكَ ۙ مَا مِنَّا مِنْ شَهِيْدٍ۔

ترجمہ۔ اللہ ہی کی طرف حوالہ کیا جاتا ہے قیامت کا علم اور جو نکلتے ہیں پھل اپنے گابھوں میں سے اور جو کسی مادہ کو پیٹ رہتا ہے یا جنتی ہے مگر یہ سب کام اللہ ہی کے علم کے مطابق ہیں اور جس دن اللہ ان کو پکارے گا کہ میرے شریک کہاں ہیں وہ کہیں گے کہ ہم نے تو تجھ کو کہہ سنایا تھا کہ ہم میں سے اس بات کا کوئی گواہ نہیں۔

تفسیر۔ عِلْمُ السَّاعَةِ۔ ہر گھڑی کا علم کیا معلوم کہ اب سے کچھ منٹ بعد کیا ہوگا۔

وَمَا تَخْرُجُ مِنْ ثَمَرٰتٍ۔ یہ تفصیل اس لئے ہے تا لوگ جانیں کہ اللہ کو علم جزئیات کا بھی ہے۔ فلاسفر کہتے ہیں۔ صرف کلیات کا علم ہے۔ وہ غلطی پر ہیں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۰)



سُوْرَۃُ الشُّوْرٰی مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

ہم سورۂ شوریٰ کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اُس عظیم الشان اللہ کے نام سے جو رحمٰن اور رحیم ہے۔

۲، ۳۔ حٰمٓ ۔ عٓسٓقٓ ۔

ترجمہ ۔ جو بات ہونے والی تھی وہ ہوچکی ۔ (اگر) وعدۂ ساعتِ قیامت نہ ہوتا۔

تفسیر۔ حمید ۔ مجید ۔ علی و عظیم ۔ سمیع و قادر و قوی ہوں ۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹ ۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۰)

۶۔ تَکَادُ السَّمٰوٰتُ یَتَفَطَّرْنَ مِنْ فَوْقِہِنَّ وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ یُسَبِّحُوْنَ بِحَمْدِ رَبِّہِمْ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ اللّٰہَ ہُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِیْمُ ۔

ترجمہ ۔ معلوم ہوتا ہے کہ آسمان پھٹ پڑیں اوپر سے اور فرشتے تسبیح کرتے ہیں اپنے رب کی حمد کی اور مغفرت مانگتے ہیں ملک والوں کے لئے ۔ ہوشیار ہوجاؤ بے شک اللہ ہی غفور الرحیم ہے۔

تفسیر۔ وَ یَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِی الْاَرْضِ ۔ اور گناہ بخشواتے ہیں زمین والوں کے۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۲۹۴ حاشیہ)

۹۔ وَ لَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَہُمْ اُمَّۃً وَّاحِدَۃً وَّ لٰکِنْ یُّدْخِلُ مَنْ یَّشَآءُ فِیْ رَحْمَتِہٖ ؕ وَ الظّٰلِمُوْنَ مَا لَہُمْ مِّنْ وَّلِیٍّ وَّ لَا نَصِیْرٍ ۔

ترجمہ ۔ اور اللہ چاہتا تو سب لوگوں کو ایک ہی جماعت بنا دیتا لیکن وہ داخل فرماتا ہے جس کو چاہتا ہے اپنی رحمت میں (یعنی نیک بختوں کو) اور بے جا کام کرنے والوں کا تو کوئی بھی دلی دوست اور مددگار نہیں (نہ اللہ نہ غیر اللہ)۔

تفسیر۔ لَوْ شَآءَ اللّٰہُ لَجَعَلَھُمْ اُمَّةً وَّاحِدَةً۔ اللہ نے چاہا ایک ہو جاؤ گے۔ چنانچہ ہو گئے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۰)

۱۲۔ فَاطِرُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ جَعَلَ لَكُمْ مِّنْ اَنْفُسِكُمْ اَزْوَاجًا وَّ مِنَ الْاَنْعَامِ اَزْوَاجًا ۚ یَذْرَؤُكُمْ فِیْهِ ؕ لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔

ترجمہ۔ وہ پیدا فرمانے والا ہے آسمانوں اور زمین کا اسی نے پیدا کر دیئے تمہارے لئے تمہارے ہی میں سے جوڑے اور چوپایوں میں سے جوڑے تم کو پھیلاتا ہے اُس میں۔ اُس کے جیسی تو کوئی بھی چیز نہیں اور وہی بڑا سننے والا ہے بڑا دیکھنے والا ہے۔

تفسیر۔ ہم اللہ تعالیٰ پر ایمان لاتے ہیں کہ وہ جمیع صفاتِ کاملہ سے موصوف اور تمام بدیوں سے منزہ ہے وہ اپنی ذات میں، اپنے صفات میں، اسماء اور محامد اور افعال میں واحد لاشریک ہے۔ وہ اپنی ذات میں یکتا، صفات میں بے ہمتا اور افعال میں لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ اور بے نظیر ہے۔

(الحکم جلد ۱۲ نمبر ۱۵ مورخہ ۲۶؍فروری ۱۹۰۸ء صفحہ ۳)

لَیْسَ كَمِثْلِهٖ شَیْءٌ ۚ وَ هُوَ السَّمِیْعُ الْبَصِیْرُ۔ اس کے مانند کوئی نہیں اور وہ ہے سنتا دیکھتا۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل صفحہ ۲۵ حاشیہ)

میں جس ایمان پر قائم ہوں وہ وہی ہے جس کا ذکر میں نے لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ میں کیا ہے۔ میں اللہ کو اپنی ذات میں واحد، صفات میں یکتا اور افعال میں لَیْسَ كَمِثْلِهٖ اور حقیقی معبود سمجھتا ہوں۔

(بدر جلد ۹ نمبر ۲۳ مورخہ ۳۱؍مارچ ۱۹۱۰ء صفحہ ۳)

۲۴۔ ذٰلِكَ الَّذِیْ یُبَشِّرُ اللّٰهُ عِبَادَهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ ؕ قُلْ لَّاۤ اَسْـَٔلُكُمْ عَلَیْهِ اَجْرًا اِلَّا الْمَوَدَّةَ فِی الْقُرْبٰی ؕ وَ مَنْ یَّقْتَرِفْ حَسَنَةً نَّزِدْ لَهٗ فِیْهَا حُسْنًا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ شَكُوْرٌ۔

ترجمہ۔ یہی وہ حالت ہے جس کی خوش خبری دیتا ہے اللہ اپنے ان بندوں کو جو ایمان لائے اور بھلے کام کئے۔ تُو کہہ دے میں تو کچھ تم سے مانگتا نہیں اس پر مزدوری مگر رشتے ناتے میں محبت قائم رکھو

اور جو شخص نیکی کرے گا ہم اس کو زیادہ دیں گے اُس کی نیکی میں خوبی۔ بے شک اللہ بڑا عیبوں کا ڈھانپنے والا بڑا قدردان قبول کرنے والا ہے۔

تفسیر۔ اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی ۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے بارہا اعلان فرمایا لَآ اَسْئَلُکُمْ عَلَیْہِ اَجْرًا کہ میں اس تبلیغ پر کوئی اجر نہیں مانگتا۔ ہاں مودۃ فی القربیٰ چاہتا ہوں۔لوگوں نے اس کے معنے کئے ہیں۔حضرت امام حسینؓ وسیّدۃ النساءؓ سے محبت کرو۔ یہ بات تو بہت اچھی ہے۔مگر یہ سورۃ مکی ہے اور اس وقت امام حسینؓ پیدا نہیں ہوئے تھے۔حضرت ابن عباسؓ نے اس کے خوب معنے کئے ہیں کہ تمام عرب آپس میں خانہ جنگیاں چھوڑ کر اتحاد و مودّت پیدا کرلو۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کا ہر قوم میں رشتہ تھا پس آپ نے فرمایا۔ان خانہ جنگیوں کو چھوڑ کر مودّت اختیار کرلو کہ اس میں بھی تمہارا ہی بھلا ہے۔ دوسرے معنے یہ ہیں کہ جو چیزیں تمہیں اللہ کے نزدیک کرتی ہیں ان کی محبت پیدا کرو اور ان کے حصول کی کوشش و آرزو میں لگ جاؤ۔ تیسرے معنے یہ ہیں کہ اللہ کی قربت حاصل کرنے کی محبت رکھو۔ تینوں معنی صحیح اور پاکیزہ ہیں۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۴۔ ماہ اپریل ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۷۸۔۱۷۹)

اِلَّا الْمَوَدَّۃَ فِی الْقُرْبٰی ۔تم پیار کرو ان کاموں میں جو قربِ الٰہی کا موجب ہیں یا یہ کہ اپنے رشتہ داروں میں محبت بڑھاؤ۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۰)

۳۱۔ وَ مَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ وَ یَعْفُوْا عَنْ کَثِیْرٍ ۔

ترجمہ ۔اور تم پر جو کچھ مصیبت پڑتی ہے وہ تمہاری ہی بداعمالیوں کی وجہ سے ہے اور بہت کچھ تو وہ معافی کر دیتا ہے یا بہتوں سے وہ معاف کر دیتا ہے۔

تفسیر۔ جب ہمارے نبی کریم اور رسول رؤف رحیم صلی اللہ علیہ وسلم مکہ معظّمہ سے مدینہ طیبہ میں رونق افروز ہوئے۔تو چند دشٹ، منافق، دل کے کمزور جن میں نہ قوتِ فیصلہ تھی اور نہ تاب مقابلہ۔آپ کے حضور حاضر ہوئے اور بظاہر مسلمان ہو گئے اور آخر بڑے بڑے فسادوں کی جڑ بن گئے۔ وہ مسلمانوں میں آکر مسلمان بن جاتے اور مخالفانِ اسلام کے پاس پہنچتے تو مسلمانوں کی

بدیاں کرتے۔ .... سردست جماعت اسلام تعداد میں بہت ہی قلیل اور تھوڑی سی ہے اور مسائل اسلام بھی جو پیش ہوئے ہیں بہت کم ہیں۔ یہ بدبخت منافق اگر اس قلیل جماعت کے سامنے تابِ مقابلہ نہیں لا سکتے اور اپنے دل کی مرض سے بزدل ہو کر مسلمانوں کی ہاں میں بظاہر ہاں ملاتے ہیں تو یاد رکھیں۔ ان کا یہ کمزوری کا مرض اور بڑھے گا کیونکہ یہ جماعت اسلام روز افزوں ترقی کرے گی اور یہ موذی بدمعاش اور بھی کمزور ہوں گے اور ہوں گے۔ چنانچہ ایسا ہی ہوا۔

نیز اسلام کے مسائل روز بروز ترقی کریں گے۔ جب یہ لوگ تھوڑے سے مسائل کا فیصلہ نہیں کر سکتے تو ان مسائل کثیرہ کا کیا فیصلہ کر سکیں گے جو یوماً فیوماً روز افزوں ہیں۔ بہرحال ان کا مرض اللہ تعالیٰ بڑھائے گا اور اسلام کو ان کے مقابلہ میں ترقی دے گا۔ ہاں رہی یہ بات کہ یہ سزا ان کو کیوں ملی تو اس کا جواب بھی سچ ہے کہ ان کے اپنے اعمال کا بدنتیجہ تھا۔ اس میں قرآن کریم کا ارشاد یہ ہے۔ مَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ (الشوریٰ:۳۱) یعنی تمہیں ہر ایک مصیبت اپنے ہاتھوں کی کرتوت کے سبب سے پہنچتی ہے۔ عمدہ غذا، ہوا اور بہار کا مزہ تندرست کو ملتا ہے۔ نہ بیمار کو۔ یہ قانونِ قدرت ہے۔ (نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۸۸۔۸۹)

میں نے بعض نادانوں کو دیکھا ہے۔ جب جناب الٰہی اپنی کامل حکمت و کمالیت سے اس کے قصور کے بدلے سزا دیتے ہیں اور وہ سزا اسی کی شامتِ اعمال سے ہی ہوتی ہے۔ جیسے فرمایا۔ وَمَآ اَصَابَكُمْ مِّنْ مُّصِيْبَةٍ فَبِمَا كَسَبَتْ اَيْدِيْكُمْ تو وہ شکایت کرنے لگ جاتے ہیں۔ مثلاً کسی کا کوئی پیارے سے پیارا مر جائے تو اس ارحم الرّاحمین کو ظالم کہتے ہیں۔ بارش کم ہو تو زمیندار سخت لفظ بک دیتے ہیں اور اگر بارش زیادہ ہو تب بھی خدا تعالیٰ کی کامل حکمتوں کو نہ سمجھتے ہوئے برا بھلا کہتے ہیں۔ اس لئے ہر آدمی پر حکم ہے کہ اللہ تعالیٰ کی تنزیہ و تقدیس و تسبیح کرے۔ آپ کے کسی اسم پر کوئی حملہ کرے تو اس حملہ کا دفاع کرے۔ (الفضل جلد ۱ نمبر ۶ مورخہ ۲۲؍جولائی ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۲)

ہر شریف الطبع آدمی دوسرے کو کسی مصیبت میں مبتلا پا کر عبرت پکڑتا ہے۔ شریف مزاج لڑکوں کو جب ہم نصیحت کرتے ہیں تو کسی اور کا حوالہ دیتے ہیں کہ فلاں نے ایسا کام کیا تو یہ سزا پائی۔ اس

سے یہ نتیجہ نکلا کہ ہر ایک شریف انسان دوسرے سے عبرت پکڑتا ہے۔ ہم کس قدر دکھیاروں کو دیکھتے ہیں تو قرآن کریم کے مطابق مَآ اَصَابَکُمْ مِّنْ مُّصِیْبَۃٍ فَبِمَا کَسَبَتْ اَیْدِیْکُمْ ۔ ہر ایک کو اپنے کئے ہوئے کی سزا ملتی ہے۔ جو کچھ تم کو مصیبت آئی۔تمہارے اپنے ہاتھوں کی کمائی سے تم کو ملی۔ میں نے کبھی کسی مومن کو نمبر ۱۰ کا بدمعاش نہیں دیکھا۔ نہ ہی نیک اعمال والے کو آتشک کا شکار ہوتے دیکھا ہے۔اس طرح ہر قسم کی بیماریوں اور مصیبتوں کا یہی حال ہے۔ایک دفعہ کا ذکر ہے کہ میرے ایک استاد صاحب سے ایک جذامی علاج کروایا کرتا تھا۔اس کی تنخواہ ماہوار تیس ہزار روپے تھی۔ گویا ایک ہزار روپیہ یومیہ وہ پاتا تھا۔ایک دن وہ استاد صاحب کے پاس آیا اور کہنے لگا کہ حضور نے بیسن کی روٹی کھانے کیلئے فرمایا ہے۔ وہ نگلنی مشکل ہے۔اگر حکم ہو تو کچھ لقموں کے بعد ایک ڈلی مصری کی بھی کھا لیا کروں۔ میرے استاد صاحب نے بڑے زور سے فرمایا کہ نہیں۔ ہرگز نہیں ہوسکتا۔ وہ آدمی بڑا مہمان نواز تھا۔مگر اس وقت وہ روپیہ اس کے کام نہ آسکا۔اسی طرح دیکھتے ہیں کہ مسلول و مدقوق کی حالت جب ترقی کر جاتی ہے تو دوسرے آدمی پاس بیٹھنے ، کھانے پینے وغیرہ سے مضائقہ کرتے ہیں۔ یہ جسمانی بیماری کا حال ہے۔اسی طرح روحانی بیماری کا حال ہے۔

سننے والو! ظاہر کو باطن سے تعلق ہوتا ہے۔اور باطن کو ظاہر سے رشتہ ہے۔غور کرو۔(میں دیکھتا ہوں) ایک دوست کو دیکھ کر میرے دل کو سرور ملتا ہے۔......اور دیکھتے ہی دل خوش ہو جاتا ہے۔اس کا دیکھنا جو ظاہری ہے۔اس نے باطن میں جا کر دخل پایا۔اسی طرح ایک دشمن کو دیکھ کر میں خوش نہیں ہوتا۔ بلکہ اس وقت میرے دل کی حالت کچھ اور ہوتی ہے۔یہ اس باطن کی رنجیدگی سے ظاہر پر اثر ہوتا ہے۔ اور اس کے آثار میرے چہرہ پر اور ہر میرے اعضاء پر بھی نمودار ہوتے ہیں۔ پھر غصہ میں آ کر اسے کچھ نہ کچھ ناگوار لفظ بول دیتے ہیں۔اس سے یہ قاعدہ نکلا کہ باطن کو ظاہر کے ساتھ اور ظاہر کو باطن کے ساتھ تعلق ضرور ہوتا ہے تو یہ معاملہ صاف ہے کہ انسان کا اندرونہ اور بیرونہ کچھ عجائبات سے باہم پیوست ہوتا ہے۔ (الفضل جلد ۱ نمبر ۱۸ مورخہ ۱۵/اکتوبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۵)

۳۴۔ اِنۡ یَّشَاۡ یُسۡکِنِ الرِّیۡحَ فَیَظۡلَلۡنَ رَوَاکِدَ عَلٰی ظَہۡرِہٖ ؕ اِنَّ فِیۡ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّکُلِّ صَبَّارٍ شَکُوۡرٍ ۔

ترجمہ۔ اگر اللہ چاہے تو ہوا کو ٹھہرا دے پس جہاز رہ جائیں کھڑے کے کھڑے دریا کے پشت پر۔ کچھ شک نہیں کہ اس میں نشانیاں ہیں ہر ایک بڑے صبر کرنے والے اور شکر کرنے والے کے لئے۔

تفسیر۔ یُسۡکِنِ الرِّیۡحَ ۔ ان کے اسٹیم روک دے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۰)

۳۷،۳۸۔ فَمَاۤ اُوۡتِیۡتُمۡ مِّنۡ شَیۡءٍ فَمَتَاعُ الۡحَیٰوۃِ الدُّنۡیَا ۚ وَ مَا عِنۡدَ اللّٰہِ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی لِلَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا وَ عَلٰی رَبِّہِمۡ یَتَوَکَّلُوۡنَ ۔ وَ الَّذِیۡنَ یَجۡتَنِبُوۡنَ کَبٰٓئِرَ الۡاِثۡمِ وَ الۡفَوَاحِشَ وَ اِذَا مَا غَضِبُوۡا ہُمۡ یَغۡفِرُوۡنَ ۔

ترجمہ۔ کہ جو کچھ تم کو دیا گیا ہے کوئی چیز ہو یہ تھوڑے دن کا فائدہ اٹھانا ہے دنیا کی زندگی کا اور جو اللہ کے یہاں ہے وہ تو بہت بہتر و زیادہ پائیدار ہے ان لوگوں کے لئے جو ایمان لائے اور وہ اپنے رب پر بھروسہ کرتے ہیں۔ اور جو لوگ بچتے ہیں کبیرہ گناہوں سے (یعنی بڑے گناہوں سے) اور کھلی بے حیائی کی باتوں سے اور جب ان کو غصہ آجاتا ہے تو وہ معاف کر دیتے ہیں (ڈھانپ لیتے ہیں یعنی پی جاتے ہیں)۔

تفسیر۔ یَجۡتَنِبُوۡنَ کَبٰٓئِرَ ۔ ہر ایک بدی کی ابتدا صغیرہ ہے۔ یعنی مبادی معاصی اور انتہا کبیرہ ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۰)

وَ مَا عِنۡدَ اللّٰہِ خَیۡرٌ وَّ اَبۡقٰی ...... ہُمۡ یَغۡفِرُوۡنَ ۔ وہ نعمتیں جو اللہ تعالیٰ کے پاس ہیں بہت ہی اچھی اور ہمیشہ رہنے والی ہیں اور انہیں کو ملیں گی کہ جو ایمان لائے اور اپنے رب ہی پر ان کا بھروسہ ہے اور وہ جو بڑے بڑے گناہوں سے اور بے حیائیوں سے بچے رہتے ہیں۔ اور اگر کسی پر غضب کریں تو عفو کرتے ہیں۔

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۲۴)

۳۹۔ وَ الَّذِیْنَ اسْتَجَابُوْا لِرَبِّهِمْ وَ اَقَامُوا الصَّلٰوةَ ۪ وَ اَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ ۪ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ۔

ترجمہ۔اور جنہوں نے حکم مانا اپنے رب کا اور نماز کو ٹھیک درست رکھا اور آپس کے مشورہ سے کام کیا اور ہمارے دیئے ہوئے میں سے کچھ خرچ کرتے ہیں۔

تفسیر۔ اور ایمان والے وہ جنہوں نے حکم مانا اپنے رب کا اور درست رکھی نماز اور ان کی حکومت ہے مشورے سے آپس میں۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل صفحہ ۵۶ حاشیہ)

اَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ ۪ وَ مِمَّا رَزَقْنٰهُمْ یُنْفِقُوْنَ۔ اور ان کی حکومت باہمی مشورہ سے ہوتی اور کچھ ہمارا دیا خرچ کرتے ہیں۔ (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۲۴)

ہندوستان میں بارہ ریاستیں ہمارے دیکھتے دیکھتے تباہ ہوگئی ہیں۔کئی معزز گھرانے مرتد اور بے دین ہو گئے ہیں۔اسلام پر اعتراضات کا آرا چلتا ہے۔مگر کسی کو گھبرا نہیں۔اس کی کیا وجہ ہے؟ یہی کہ لوگ اپنے اپنے نفسانی ہمّ وحزن میں مبتلا ہیں اور سچے اسباب اور ذرائع ترقی کی تلاش سے محروم و بے نصیب ہیں۔پس دعا کرنی چاہیے کہ اللہ تعالیٰ عجز سے بچاوے اور بقدرِ فہم وفراست تہیۂ اسباب کرنا ضروری ہے اور پھر اس کے ساتھ مشورہ کرنا چاہیے۔قرآن شریف کا حکم ہے کہ اَمْرُهُمْ شُوْرٰی بَیْنَهُمْ۔مشورہ کرنا ایسا پاک اصول ہے کہ اس کے ساتھ خدا تعالیٰ کی طرف سے نصرت اور برکت عطا ہوتی ہے اور انسان کو ندامت نہیں ہوتی مگر خود پسندی اور کبِر ایسی امراض ہیں کہ انہوں نے شیطان اور انسان دونوں کو ہلاک کر دیا ہے۔دیکھو ہر انسان ایسی پختہ عقل اور فہم رسا کہاں رکھتا ہے کہ خود بخود اپنی عقل سے ہی ساری تدابیر کر لے۔اور کامیاب ہو جاوے۔یہ ہر ایک انسان کا کام نہیں۔اسی واسطے مشورہ کرنا ضروری رکھا گیا۔ناتجربہ کار تو ناتجربہ کار ہی ہے۔مگر اکثر اوقات بڑے بڑے تجربہ کار بھی مشورہ نہ کرنے کی وجہ سے سخت سے سخت ناکامیوں میں مبتلا ہو کر بڑی بڑی ندامتیں برداشت کرتے ہیں۔

پس خود کو موجودہ ناکامیوں کے بہت فکروں میں ہلاک نہ ہونے دو۔اور نہ گزشتہ کاہلیوں

اور فروگزاشتوں کے خیال سے اپنے آپ کو عذاب میں ڈالو۔ بلکہ سچے اسباب کی تلاش کرو اور مشوروں سے کام لو۔ (الحکم جلد ۱۲ نمبر ۲۶ مورخہ ۱۰؍اپریل ۱۹۰۸ء صفحہ ۶)

۴۱۔ وَجَزٰٓؤُا سَیِّئَۃٍ سَیِّئَۃٌ مِّثْلُھَا ۚ فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ ؕ اِنَّہٗ لَا یُحِبُّ الظّٰلِمِیْنَ۔

ترجمہ۔ اور برائی کا بدلہ برائی ویسی۔ پھر جو کوئی معاف کر دے اور سنوار کر لے (یعنی عفو بالاصلاح ہو) تو اس کا ثواب اللہ کے ذمہ ہے کچھ شک نہیں کہ وہ پسند نہیں کرتا بے جا کام کرنے والوں کو۔

تفسیر: اور برائی کا بدلہ برائی ویسی ہے۔ پھر جو کوئی معاف کرے اور سنوارے سو اس کا ثواب ہے اللہ کے ذمے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل صفحہ ۵۲ حاشیہ)

فَمَنْ عَفَا وَ اَصْلَحَ فَاَجْرُہٗ عَلَی اللّٰہِ۔ جس نے درگزر کی اور سنور گیا تو اس کا اجر اللہ پر ہے۔

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۳۲ حاشیہ)

۵۲۔ وَ مَا کَانَ لِبَشَرٍ اَنْ یُّکَلِّمَہُ اللّٰہُ اِلَّا وَحْیًا اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ اَوْ یُرْسِلَ رَسُوْلًا فَیُوْحِیَ بِاِذْنِہٖ مَا یَشَآءُ ؕ اِنَّہٗ عَلِیٌّ حَکِیْمٌ۔

ترجمہ۔ اور کسی بشر کی طاقت نہیں کہ اللہ اس سے بات کرے (یعنی روبرو) مگر وحی کے ذریعہ سے یا پردے کے پیچھے سے (رؤیا و کشف کے ذریعہ سے) یا کسی رسول و فرشتے کو بھیج دے۔ پھر وہ پہنچا دے اللہ کے حکم سے جو اللہ چاہے، بے شک اللہ بڑے مرتبے والا حکمت والا ہے۔

تفسیر۔ اَوْ مِنْ وَّرَآئِ حِجَابٍ۔ مثلاً کوئی نقشہ دکھا یا جاوے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۰)

براہمو لوگوں کو دیکھو تو خدا تعالیٰ کی بڑی تعریفیں کریں گے مگر خدا تعالیٰ کی اس صفت سے ان کو قطعاً انکار ہے۔ جس سے وہ ہدایت نامے دنیا میں بھیجتا اور انسان کو غلطیوں سے بچانے کے لئے رہنمائی کرتا ہے اور نہیں مانتے کہ یُرْسِلَ الرَّسُوْلَ بھی خدا تعالیٰ کی کوئی صفت ہے۔

(الحکم جلد ۳ نمبر ۱۶ مورخہ ۵ مئی ۱۸۹۹ء صفحہ ۴)

۵۳۔ وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا ؕ مَا كُنْتَ تَدْرِيْ مَا الْكِتٰبُ وَ لَا الْاِيْمَانُ وَ لٰكِنْ جَعَلْنٰهُ نُوْرًا نَّهْدِيْ بِهٖ مَنْ نَّشَآءُ مِنْ عِبَادِنَا ؕ وَ اِنَّكَ لَتَهْدِيْۤ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔

ترجمہ۔ اسی طرح بھیجا ہم نے تیری طرف ہمارے حکم سے ہمارا کلام قرآن مجید۔ تُو جانتا ہی نہ تھا کہ کتاب کیا چیز ہے اور ایمان کیا ہے مگر ہم نے بنا دیا اس وحی کو ایک نور۔ ہم راہ دکھاتے ہیں اس کے ذریعہ سے جسے چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے اور کچھ شک نہیں تُو تو ہدایت کرتا ہے سیدھی راہ ہی کی طرف۔

تفسیر۔ اور ایسا ہی ہم نے تیری طرف اپنے امر سے روح بھیجی ہے۔ تو نہ تو کتاب ہی سمجھتا تھا اور نہ ایمان۔ پر ہم نے اسے نور بنایا ہے۔ اس سے جس کو چاہتے ہیں اپنے بندوں میں سے ہدایت دیتے ہیں اور یقیناً تُو سیدھی راہ کی طرف ہدایت کرتا ہے۔

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۹۸ حاشیہ)



سُوْرَۃُ الزُّخْرُفِ مَکِّيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

ہم سورہ زخرف کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اللہ کے نام سے جو رحمٰن ورحیم ہے۔

۲۔ حٰمٓ ۔

ترجمہ۔ اللہ نے حمایت کی محمدؐ کی۔

تفسیر۔ حمید و مجید وحی (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۰)

۴۔ اِنَّا جَعَلْنٰہُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ ۔

ترجمہ۔ ہم نے اس کتاب کو بنایا ہے قرآن عربی زبان کا تا کہ تم سمجھو۔

تفسیر۔ اِنَّا جَعَلْنٰہُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا (الزخرف:۴) میں جَعَلْنَا پر بڑی بڑی بحثیں ہوئی ہیں کیونکہ مسلمانوں میں ایک فرقہ قرآن کو مخلوق اس بنا پر کہتا ہے۔ امام احمد بن حنبل فرماتے تھے کہ جَعَلَ کا لفظ بولو نہ کہ خَلَقَ کا۔ جَعَلْنٰہُ کے معنے بَیَّنَّاہُ (بیان کیا ہم نے)۔ ان معنوں کے رو سے کوئی مشکل نہیں پڑتی۔ (الفضل جلد ۱ نمبر ۲۶ مورخہ ۱۰؍دسمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۱)

۵۔ وَ اِنَّہٗ فِیْۤ اُمِّ الْکِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ ۔

ترجمہ۔ اور بے شک وہ قرآن سورہ فاتحہ میں ہے اور ہمارے نزدیک وہ بلند قدر حکمتوں سے بھری ہوئی ہے۔

تفسیر۔ اِنَّہٗ۔ اس ضمیر کی طرف خیال رکھو۔ سب قرآن مجید کی طرف پھرتی ہیں۔ سوائے ایک کے کہ شیطان کی طرف ہے۔

فِیْۤ اُمِّ الْکِتٰبِ۔ محکمات کا علم ہو تو سب قرآن کا حل ہو جاتا ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۰)

اِنَّهٗ فِيْٓ اُمِّ الْكِتٰبِ (الزخرف:۵) کے متعلق فرمایا کہ اس پر بھی مفسرین نے بہت بحث کی ہے مگر اللہ تعالیٰ نے مجھ پر خاص فضل کیا اور اس کے معنے سمجھائے کہ اَلْكِتٰبِ سے مراد تورات ہے اور اُمّ کے معنے محکمات۔ تو مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید کی پیشگوئی تورات کے محکمات میں موجود ہے۔ چنانچہ استثناء باب ۱۸ آیت ۱۸ کو پڑھنے سے معلوم ہوسکتا ہے۔

فرمایا۔ اَفَنَضْرِبُ عَنْكُمُ الذِّكْرَ صَفْحًا (الزخرف:۶) سے مَا مَنَعَنَآ اَنْ نُّرْسِلَ بِالْاٰيٰتِ اِلَّآ اَنْ كَذَّبَ بِهَا الْاَوَّلُوْنَ (بنی اسرائیل:۵۸) کے معنے حل ہوتے ہیں۔ فرمایا۔ جیسے تمہارے خطا کار ہونے سے ہم اس قرآن مجید کے بھیجنے سے نہیں رک سکتے ایسے ہی نشانات بھیجنے سے ہمیں یہ بات نہیں روک سکتی کہ پہلوں نے جھٹلایا۔ (الفضل جلد ۱ نمبر ۲۶ مورخہ ۱۰ر دسمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۱)

۱۱۔ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ مَهْدًا وَّ جَعَلَ لَكُمْ فِيْهَا سُبُلًا لَّعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔

ترجمہ۔ جس نے بنا دیا تمہارے لئے زمین کو جھولنا اور بنا دیئے تمہارے لئے اس میں راستے تا کہ تم راہ پا جاؤ۔

تفسیر۔ لَعَلَّكُمْ تَهْتَدُوْنَ۔ جب ظاہری رستے بنائے تو باطنی رستے بھی ضرور ہیں۔ کتاب اللہ پر عمل سے خدا تک پہنچو۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۰)

۱۲۔ وَالَّذِيْ نَزَّلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءًۢ بِقَدَرٍ ۚ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا ۚ كَذٰلِكَ تُخْرَجُوْنَ۔

ترجمہ۔ وہی اللہ ہے جس نے اتارا بادل سے پانی اندازے سے پھر ہم نے زندہ کر دیا اس سے ایک شہر مردہ کو۔ اسی طرح نکالے جاؤ گے یعنی مرے بعد زندہ ہو کر اٹھو گے۔

تفسیر۔ فرمایا۔ علماء میں بحث ہے کہ جس گاؤں میں طاعون ہو اس کے باشندوں کو باہر ڈیرہ لگانا چاہیے یا نہیں۔ فَاَنْشَرْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّيْتًا (الزخرف:۱۲) سے یہ مسئلہ حل ہوتا ہے کیونکہ بارش اس گاؤں کی زمینوں کو تروتازہ وشاداب کرتی ہے نہ مکانوں کو۔ پس گاؤں سے نکل کر اس کی زمین میں ڈیرہ لگانا منع نہیں۔ (الفضل جلد ۱ نمبر ۲۶ مورخہ ۱۰ر دسمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۱)

۱۴، ۱۵۔ لِتَسْتَوٗا عَلٰى ظُهُوْرِهٖ ثُمَّ تَذْكُرُوْا نِعْمَةَ رَبِّكُمْ اِذَا اسْتَوَيْتُمْ عَلَيْهِ وَ تَقُوْلُوْا سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ۔ وَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ۔

ترجمہ۔ تا کہ چڑھ بیٹھو اور ٹھیک سوار ہو اس کی پیٹھ پر پھر یاد کرو تمہارے ربّ کا احسان جب ان پر بیٹھ جاؤ اور کہو پاک ذات ہے وہ جس نے ہمارے بس میں کر دیا اس سواری کو اور اس کو ہم قابو میں نہ لا سکتے تھے۔ اور ہمیں تو اپنے رب ہی کی طرف ضرور لوٹ جانا ہے۔

تفسیر۔ فرمایا۔ ہم بچپن سے سنتے تھے کہ گھوڑے کی ایک رکاب میں پاؤں رکھ کر دوسری میں رکھنے تک مولیٰ مرتضیٰ قرآن مجید پڑھ لیا کرتے۔ اب اس کا مطلب سمجھ میں آیا کہ جزوِ قرآن بھی قرآن ہے۔ پس اس سے یہ مراد ہے کہ وہ آیت سُبْحٰنَ الَّذِيْ سَخَّرَ لَنَا هٰذَا وَ مَا كُنَّا لَهٗ مُقْرِنِيْنَ وَ اِنَّاۤ اِلٰى رَبِّنَا لَمُنْقَلِبُوْنَ (الزخرف: ۱۴، ۱۵) پڑھ لیتے تھے۔ (الفضل جلد ۱ نمبر ۲۶ مورخہ ۱۰ر دسمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۱)

۱۶۔ وَ جَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ۔

ترجمہ۔ اور لوگوں نے ٹھہرایا اللہ کے بندوں میں سے ایک جزء بے شک انسان بڑا ہی ناشکرا ہے۔

تفسیر۔ یہ قرآن کریم میں نہیں لکھا کہ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اللہ تعالیٰ کی ذات یا اس کی صفات کے جزو ہیں اور اللہ تعالیٰ کے نور سے ایک ٹکڑا محمد صلی اللہ علیہ وسلم بن گیا۔ ایسا خیال شرک ہے۔ قرآن کریم میں اس کو رد کیا گیا ہے۔ جہاں فرمایا کہ لوگوں نے اللہ تعالیٰ کے عباد اور بندوں کو اللہ تعالیٰ کا جزو بنایا ہے یہ بڑا کفر ہے اور کھلا کفر ہے جَعَلُوْا لَهٗ مِنْ عِبَادِهٖ جُزْءًا ؕ اِنَّ الْاِنْسَانَ لَكَفُوْرٌ مُّبِيْنٌ۔ ہاں کل نورانی بندے اس کے نور سے ہوتے ہیں۔ کیا معنے؟ اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہیں۔ مگر یہ لفظ قرآن کریم میں نہیں۔ (بدر جلد ۹ نمبر ۴۵ مورخہ ۲، ۹ر ستمبر ۱۹۱۰ء صفحہ ۳)

۱۹۔ اَوَ مَنْ يُّنَشَّؤُا فِي الْحِلْيَةِ وَ هُوَ فِي الْخِصَامِ غَيْرُ مُبِيْنٍ۔

ترجمہ۔ کیا بیٹی ذات جو پرورش پائے زیوروں میں اور وہ جھگڑے کے وقت میں صاف بات بھی نہیں کر سکتی (تو کیا اللہ کے لئے ایسی چیز مقرر کرتے ہو)۔

تفسیر۔ فِی الْخِصَامِ ۔لڑائی میں کھل کر نہیں نکل سکتی۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۰)

۲۱۔ وَ قَالُوْا لَوْ شَآءَ الرَّحْمٰنُ مَا عَبَدْنٰھُمْ ؕ مَا لَھُمْ بِذٰلِكَ مِنْ عِلْمٍ ۗ اِنْ ھُمْ اِلَّا یَخْرُصُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور یہ کہتے ہیں کہ اگر رحمن چاہتا تو ہم ان کی پوجا نہ کرتے۔اس بات کا تو ان کو علم نہیں ہے ہاں یہ تو صرف اٹکل ہی دوڑا رہے ہیں۔

تفسیر۔ اور کہتے ہیں اگر چاہتا رحمن ہم نہ پوجتے ان کو کچھ خبر نہیں ان کو اس کی یہ سب اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۳۲۵ حاشیہ)

۳۲۔ وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ۔

ترجمہ۔اور کہتے ہیں کہ یہ قرآن کیوں نہ اتارا گیا بڑے آدمی پر دو بڑی بستیوں کے رہنے والوں سے۔

تفسیر۔ نبوت اور ماموریت ایک باریک اورلطیف راز ہوتا ہے۔جس کو دنیا میں منہمک انسان جھٹ پٹ نہیں سمجھ سکتا۔اگر یہ بات ہوتی کہ ہر شخص معاً نبی کے دعویٰ کرنے ہی پر اس کی حقیقت کو سمجھ لیتا تو پھر مخالفوں کا وجود ہی نہ ہوتا۔چونکہ انسان اپنی عقل و دانش پر بھروسہ کرنا چاہتا ہے۔اور مجرد اسی کے فیصلہ پر راضی ہونا پسند کرتا ہے۔اس لئے اکثر اوقات وہ غلطیاں کرتا اور نقصان اٹھاتا ہے۔یہی اٹکل بازی تھی جس نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں لوگوں سے یہ کہلوایا۔ لَوْ لَا نُزِّلَ ھٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰی رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْیَتَیْنِ عَظِیْمٍ ۔میاں یہ قرآن شریف تو مکہ یا طائف کے کسی بڑے نمبردار پر نازل ہونا چاہیے تھا۔اپنی نگاہ ونظر میں وہ یہی سمجھتے تھے کہ قرآن شریف اگر نازل ہو تو کسی نمبردار پر نازل ہو۔کیونکہ ان کی نگاہوں کی منتہا تو وہ نمبرداری ہوسکتی تھی۔پس یہی حال ہے کہ انسان اپنی اٹکلوں سے کام لینا چاہتا ہے حالانکہ ایسا اس کو نہیں کرنا چاہیے۔ بلکہ جس معاملہ میں اس کو کوئی علم اور معرفت نہیں ہے۔اس پر اسکو رائے زنی کرنے سے شرم کرنی چاہیے۔اس لئے پاک کتاب کا حکم ہے کہ لَا تَقْفُ مَا لَیْسَ لَكَ بِهٖ عِلْمٌ۔

ناواقف دنیا اپنی تدبیروں سے جو انتخاب کرنا چاہتی ہے وہ منظور نہیں ہوسکتا۔سچا انتخاب وہی ہے جس کو اللہ تعالیٰ کرتا ہے۔ چونکہ انسانی عقل پورے طور پر کام نہیں کرتی اور وہ فتویٰ نہیں دے سکتی کہ ہمارا کیا ہوا انتخاب صحیح اور مفید ثابت ہوگا یا ناقص۔ اس لئے انتخاب ماموریت کیلئے اللہ تعالیٰ ہی کا کام ہے۔ (الحکم جلد ۵ نمبر ۶ مورخہ ۱۷رفروری ۱۹۰۱ءصفحہ ۵)

مشکلات پیش آنے کا یہ باعث ہوا کرتا ہے کہ انسانی طبائع کسی کا محکوم ہونے میں مضائقہ کیا کرتے ہیں۔ چنانچہ خود خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہماری حکومت کو یہ لوگ طوعاً اور کرھاً مانتے ہیں۔ پس جب خدا کی حکومت کا یہ حال ہے تو پھر جب انبیاء علیہم السلام کی حکومت ہوتی ہے اس وقت لوگوں کو اور بھی اعتراضات سوجھتے اور کہتے ہیں لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ کہ وحی کا مستحق فلاں رئیس یا عالم تھا۔ اس سے ظاہر ہے کہ لوگ رسول کی بعثت کیلئے خود بھی کچھ صفات اور اسباب تجویز کرتے ہیں۔ جس سے ارادہ الٰہی بالکل لگاؤ نہیں کھاتا۔ علیٰ ھذا القیاس۔ جب رسول کے خلیفہ کی حکومت ہو تب تو ان کو مضائقہ پر مضائقہ اور کراہت پر کراہت ہوتی ہے۔

(الحکم جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۱۰رجنوری ۱۹۰۵ءصفحہ ۱۱)

۳۳۔ اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ۔

ترجمہ۔ کیا یہ لوگ بانٹ رہے ہیں تیرے رب کی رحمت کو۔ ہم نے تقسیم کی اُن کے درمیان اُن کی روزی اسی دنیا کی زندگی میں۔ ہمیں نے بلند مرتبہ بنایا ہے ایک کو ایک پر تا کہ بنائے ایک دوسرے کو محکوم۔ تیرے رب کی رحمت تو ان چیزوں سے بہتر ہے جو یہ جمع کر رہے ہیں۔

تفسیر۔ کیا یہ لوگ الٰہی فضل کی خود تقسیم کرتے ہیں حالانکہ دیکھتے ہیں کہ وجہ معاش میں ہم نے ان کو خود مختار نہیں رکھا اور خود ہم نے اس کی تقسیم کی ہے۔ پس جب ان کو علم ہے کہ خدا کے ارادہ سے سب کچھ ہوتا ہے تو پھر انبیاء اور ان کے خلفاء کا انتخاب بھی اس کے ارادہ سے ہونا چاہیے۔

(الحکم جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۱۰رجنوری ۱۹۰۵ءصفحہ ۱۱)

ہمارے سید ابن ابراہیم علیہما الصلوٰۃ والسلام کی نسبت جب آپ کے پہلے مخاطبوں میں سے چند نا سمجھ اور نا عاقبت اندیشوں نے اس قسم کا اعتراض کیا تھا تو وہ دو گروہ تھے۔ عرب کے قدیم باشندے اور یہود...... عربوں کے سوال کو اس طرح نقل فرمایا ہے۔ وَ قَالُوْا لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ (الزخرف:۳۲)[1]

اور جواب میں فرمایا ہے۔

اَهُمْ يَقْسِمُوْنَ رَحْمَتَ رَبِّكَ ؕ نَحْنُ قَسَمْنَا بَيْنَهُمْ مَّعِيْشَتَهُمْ فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ رَفَعْنَا بَعْضَهُمْ فَوْقَ بَعْضٍ دَرَجٰتٍ لِّيَتَّخِذَ بَعْضُهُمْ بَعْضًا سُخْرِيًّا ؕ وَ رَحْمَتُ رَبِّكَ خَيْرٌ مِّمَّا يَجْمَعُوْنَ[2] (الزخرف:۳۳)۔

اس سوال و جواب میں ایک لطیفہ غور کے قابل ہے۔ اُمّی، ان پڑھ عربوں نے یہ تو نہ کہا کہ رسول کیوں ہوا؟ اور اللہ تعالیٰ نے کیوں رسول کر کے بھیجا؟ کیونکہ آخر اتنی تو سمجھ رکھتے تھے کہ رسولوں کا آنا، ملہموں کا پیدا ہونا بے وجہ نہیں۔ ضرور ان کا بابرکت وجود برکات کا مُثمر ہے مگر یہ کہا کہ رسولوں کا آنا بے شک ضروری اور فضل ہے۔ پر جن پر دنیوی فضل ہو رہا ہے وہی اس روحانی فضل کے مورد کیوں نہ ہوئے؟ اگر امیر ہی رسول ہوتے تو بڑی کامیابی ہو جاتی۔ پادریو! آریو! کاش تم اتنی عقل رکھتے! اور جواب سے یہ ظاہر کیا جب دنیوی ترقیات کو دیکھتے ہو کہ بعض ترقی کے اعلیٰ درجہ پر پہنچ گئے ہیں اور بعض سخت تنزل میں گرفتار۔ پس روحانی معاملات کو دنیا کے حال پر کیوں نہیں قیاس کرتے؟ جیسے

---

[1] اور عربوں نے کہا یہ قرآن مکّہ اور طائف کے کسی بڑے آدمی پر کیوں نہ اترا۔

[2] قرآن کا نازل ہونا۔ قرآن کا لانے والا ہونا تو اللہ تعالیٰ کا فضل ہے۔ وہ اتنا بھی نہیں سمجھتے کہ دنیا کے گزارے میں یہی تو ہم نے ہی تقسیم کر رکھی ہے اور بعض کو بعض پر مختلف درجوں کے فضائل دے کر عزت بخشی ہے تو کہ ایک دوسرے کے کام آویں۔ بادشاہ رعایا کا خادم اور رعایا بادشاہ کی خدمت گزار۔ جب ظاہری دنیا و دولت کی تقسیم ان لوگوں کی تجویزوں پر نہیں تو نبوّت و رسالت والا تو ان تمام چیزوں سے بڑھ کر ہے۔ جس کو یہ لوگ جمع کرتے ہیں کیا اس رحمت و فضل کو یہ لوگ اپنے ناقص عقل پر تقسیم کرنا چاہتے ہیں۔

دنیاوی عزتوں کی تقسیم الٰہی ارادوں اور اس کے قدرتی اسبابوں سے ہو رہی ہے۔ اور تمہاری عقلیں وہاں پوری حاوی نہیں۔ ایسے ہی روحانی عزت بھی جس کا اعلیٰ حصہ نبوت و رسالت ہے۔ تمہاری غلط منطق سے کسی کو نہیں مل سکتی۔ (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۲۴۴۔۲۴۵)

۳۴۔ وَ لَوْ لَاۤ اَنْ یَّكُوْنَ النَّاسُ اُمَّةً وَّاحِدَةً لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ بِالرَّحْمٰنِ لِبُیُوْتِهِمْ سُقُفًا مِّنْ فِضَّةٍ وَّ مَعَارِجَ عَلَیْهَا یَظْهَرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور اگر ایسا نہ ہوتا کہ لوگ ایک ہی جماعت ہو جائیں گے (کافر و مومن حرص کے سبب سے) تو البتہ رحمن کے منکروں کے گھروں کی چھت ہم چاندی ہی کی بنا دیتے اور سیڑھیاں بھی کہ وہ اس پر چڑھیں۔

تفسیر۔ لَّجَعَلْنَا لِمَنْ یَّكْفُرُ۔ آخر کافر بھی جو محنت کرتے ہیں۔ ان کا معاوضہ دنیا میں اجر پاتے ہیں۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۰)

۳۶۔ وَ زُخْرُفًا ؕ وَ اِنْ كُلُّ ذٰلِكَ لَمَّا مَتَاعُ الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا ؕ وَ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِیْنَ۔

ترجمہ۔ اور سونے کے بھی (گھر بنا دیتے) اور یہ سب کیا ہے دنیا کی چند روزہ زندگی کا گزران ہے اور تیرے رب کے نزدیک متقیوں کے لئے انجام بخیر ہے۔

تفسیر۔ عاقبت اندیش اللہ تعالیٰ کی صفت عدل اور رحم اور صفت فوقیت علی الکل پر ایمان رکھنے والا فتح و نصرت کا مالک صرف اللہ تعالیٰ کو یقین کرنے والا۔ تمام نظامِ عالم کا قابض اور متصرف صرف ایک اللہُ الحق۔ قدوس رب کو سمجھنے والا اللہ تعالیٰ ہی کو حق اور راستی کا حامی اور مددگار جاننے والا جانتا ہے کہ الٰہی امداد انجام کار راست بازی کے ساتھ ہے۔ حق ہی کی عمارت مستحکم چٹان پر قائم ہے۔ سچائی کامیابی سے مآل کار علیحدہ نہیں ہوتی۔ اور وہ الہامِ الٰہی بالکل سچ ہے جس میں ہے۔ وَ الْاٰخِرَةُ عِنْدَ رَبِّكَ لِلْمُتَّقِیْنَ (الزخرف:۳۶)۔[۱]

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۳)

---

[۱] آخر کار کامیابی خدا کے پاس پرہیزگاروں ہی کا حصہ ہے۔

۳۷۔ وَ مَنْ يَّعْشُ عَنْ ذِكْرِ الرَّحْمٰنِ نُقَيِّضْ لَهٗ شَيْطٰنًا فَهُوَ لَهٗ قَرِيْنٌ۔

ترجمہ۔اور جوکوئی رحمن کے ذکر سے غفلت کرے ہم اس پر مقرر کر دیتے ہیں ایک شیطان تو وہ اس کے ساتھ ساتھ رہتا ہے۔

تفسیر۔ اور جوکوئی آنکھیں چراوے رحمان کی یاد سے ہم اس پر تعین کریں ایک شیطان پھر وہ ہے اس کا ساتھی۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۳۲۱ حاشیہ)

۴۳۔ اَوْ نُرِيَنَّكَ الَّذِيْ وَعَدْنٰهُمْ فَاِنَّا عَلَيْهِمْ مُّقْتَدِرُوْنَ۔

ترجمہ۔ یا تجھ کو وہی دکھا دیں گے جو ہم نے ان سے پیشگوئیاں کہہ رکھی ہیں کیونکہ ہم تو ان پر بڑا اختیار رکھتے ہیں۔

تفسیر۔ اَوْ نُرِيَنَّكَ یہ الہام کا طرز ہے۔ اب تو مسلمان بھی اعتراض کرتے ہیں کہ یقینی بات نہیں بتائی۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۰)

۵۲۔ وَ نَادٰى فِرْعَوْنُ فِيْ قَوْمِهٖ قَالَ يٰقَوْمِ اَلَيْسَ لِيْ مُلْكُ مِصْرَ وَ هٰذِهِ الْاَنْهٰرُ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِيْ ۚ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور ڈھنڈوری پٹوا دی فرعون نے اپنی قوم میں اور کہلا یا اے میری قوم! کیا مصر کا ملک میری سلطنت نہیں اور یہ نہریں جو بہہ رہی ہیں ہمارے مکانوں کے نیچے کیا تم کو دِکھتا ہی نہیں۔

تفسیر۔ اے میری قوم۔ کیا تم نہیں دیکھتے۔ ملک مصر کا میں مالک ہوں اور یہ ندیاں میرے نیچے بہتی ہیں۔ (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۶ حاشیہ)

۵۳، ۵۴۔ اَمْ اَنَا خَيْرٌ مِّنْ هٰذَا الَّذِيْ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّ لَا يَكَادُ يُبِيْنُ۔ فَلَوْ لَاۤ اُلْقِيَ عَلَيْهِ اَسْوِرَةٌ مِّنْ ذَهَبٍ اَوْ جَآءَ مَعَهُ الْمَلٰٓئِكَةُ مُقْتَرِنِيْنَ۔

ترجمہ۔ ہاں میں بہتر ہی ہوں اُس شخص سے جو ایک ذلیل آدمی ہے (یعنی موسیٰ) یہ تو بات بھی صاف نہیں کر سکتا۔ پھر کیوں نہیں ڈالے گئے اس پر سونے کے کنگن یا اس کے ساتھ فرشتے ہوتے صفیں باندھ کر۔

تفسیر۔ وَ لَا یَکَادُ یُبِیْنُ ۔ بولنا بھی نہیں جانتا۔ بات بھی نہیں کرسکتا۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۰)

متقیوں کے مقابلہ میں بڑے بڑے بادشاہ باریک درباریک تدبیریں کرنے والے، مال خرچ کرنے والے، جتھوں والے آئے۔ مگر وہ بھی ان متقیوں کے سامنے ذلیل وخوار ہوئے۔ فرعون کی نسبت قرآن مجید میں مفصل ذکر ہے۔ حضرت موسیٰؑ کے بارہ میں کہا۔

هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّ لَا يَكَادُ يُبِيْنُ ایک ذلیل (اور ہینا) آدمی ہے۔ میرے سامنے بات بھی نہیں کر سکتا۔ اور اس کی قوم کو غلام بنا رکھا مگر دیکھو آخر اس طاقتوں والے، شان وشوکت والے، جاہ وجلال والے فرعون کا کیا حال ہوا۔ (بدر جلد ۷ نمبر ۳ مورخہ ۲۳ /جنوری ۱۹۰۸ء صفحہ ۸)

یہ غلط خیال ہے کہ نبیوں نے اس وقت مقابلہ کیا جب ان کا جتھا ہو گیا...... حضرت موسیٰؑ کیسی حالت میں تھے۔ فرعون نے کہا۔ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّ لَا يَكَادُ يُبِيْنُ۔ ان کی تمام قوم غلام تھی مگر ایک آواز سے سب کام کروا لیا۔ وَ اشْدُدْ عَلٰى قُلُوْبِهِمْ فَلَا يُؤْمِنُوْا حَتّٰى يَرَوُا الْعَذَابَ الْاَلِيْمَ ۔[1] (یونس: ۸۹) نبیوں کو۔ خدا کے پاک لوگوں کو جتھوں کی کیا پرواہ ہے۔ انبیاء کے نزدیک ایسا خیال شرک ہے۔ (بدر جلد ۹ نمبر ۱ مورخہ ۴ /نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱)

فرعون نے موسیٰ علیہ السلام کی تبلیغ سن کر کہا قَوْمُهُمَا لَنَا عٰبِدُوْنَ (المؤمنون: ۴۸) اس کی قوم تو ہماری غلام رہی ہے۔ هُوَ مَهِيْنٌ ۙ وَّ لَا يَكَادُ يُبِيْنُ۔ یہ کمینہ ہے اور بولنے کی اس کو مقدرت نہیں۔ اور ایسا کہا کہ اگر خدا کی طرف سے آیا ہے تو کیوں اس کو سونے کے کڑے اور خلعت اپنی سرکار سے نہیں ملا۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۲۴ /جنوری ۱۹۰۲ء صفحہ ۶)

بلکہ میں بہت اچھا ہوں اس ذلیل سے اور یہ تو صاف صاف بول بھی نہیں سکتا بھلا کیوں نہ ڈالے گئے اس کو سونے کے کنگن۔ اور نہ آئے اس کے ساتھ فرشتے پر باندھ کر۔ کنگن اس کے زمانہ میں عزّت کا نشان تھا جیسے ہندوستان کی ہندو ریاستوں میں اب بھی ہے۔

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۶ حاشیہ)

---

[1] اور سخت کر دے اُن کے دل کہ وہ تجھ پر ایمان ہی نہ لائیں جب تک نہ دیکھ لیں ٹیس دینے والا عذاب۔

۵۷۔ فَجَعَلْنٰھُمْ سَلَفًا وَّ مَثَلًا لِّلْاٰخِرِیْنَ۔

ترجمہ۔ پھر ہم نے اس کو بنا دیا گیا گزرا اور ایک فسانہ پچھلوں کے لئے۔

تفسیر۔ مَثَلًا نیک نمونہ۔ اچھی صفتوں والا۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۰)

۶۱، ۶۲۔ وَ لَوْ نَشَآءُ لَجَعَلْنَا مِنْکُمْ مَّلٰٓئِکَۃً فِی الْاَرْضِ یَخْلُفُوْنَ۔ وَ اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِھَا وَ اتَّبِعُوْنِ ؕ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ۔

ترجمہ۔ اور اگر ہم چاہیں تو بنا دیں تم میں فرشتے کہ زمین میں وہ تمہاری جگہ کام کریں۔ اور بے شک قرآن شریف ایک قیامت کی علامت ہے تو تم قیامت سے شبہ نہ کرو اور میرا کہا مانو یہی سیدھا راستہ ہے۔

تفسیر۔ اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ۔ یہ قرآن کہ اس میں قیامت کا خوب بیان ہے۔ اگر مسیحؑ کی طرف ضمیر پھرتی ہے تو آگے فرمایا وَعِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۰)

اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ۔ سورہ زخرف کو اگر غور سے مطالعہ کیا جاوے تو صاف کھل جاتا ہے کہ اِنَّہٗ کی ضمیر قرآن مجید کی طرف راجع ہے چنانچہ شروع سورۃ میں ہے۔ اِنَّا جَعَلْنٰہُ قُرْءٰنًا عَرَبِیًّا لَّعَلَّکُمْ تَعْقِلُوْنَ۔ وَ اِنَّہٗ فِیْٓ اُمِّ الْکِتٰبِ لَدَیْنَا لَعَلِیٌّ حَکِیْمٌ۔ یہ اِنَّہٗ قرآن مجید ہے۔ پھر اس سے آگے اسی سورۃ میں دوسرے مقام پر ارشاد ہوتا ہے۔ وَ اِنَّہٗ لَذِکْرٌ لَّکَ وَ لِقَوْمِکَ ۚ وَ سَوْفَ تُسْئَلُوْنَ یہاں بھی اِنَّہٗ قرآن مجید ہے۔ آگے چل کر تیسرے مقام پر فرمایا۔ وَ اِنَّہٗ لَعِلْمٌ لِّلسَّاعَۃِ فَلَا تَمْتَرُنَّ بِھَا وَ اتَّبِعُوْنِ ؕ ھٰذَا صِرَاطٌ مُّسْتَقِیْمٌ۔ یہاں کیوں قرآنِ مجید مراد نہ ہو۔ اس کا مطلب یہ ہے کہ قرآن مجید میں انسان کے تنزل و ترقی کی گھڑیوں کا علم ہے۔ اور اس میں بتایا گیا ہے کہ قومیں کیونکر بنتی اور بگڑتی ہیں۔ پس تو اے قرآن پڑھنے والے ان میں شک نہ کرو کیونکہ یہ بہت ہی قطعی اور صحیح اور سچی باتیں ہیں۔

اگر یہ ضمیر عیسیٰؑ کی طرف پھیری جائے تو یہ خرابی پڑتی ہے کہ عِلْمٌ صفت ہے اور مبتدا کی خبر صفت

نہیں ہوسکتی پھر اس کا بھی وَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ سے فیصلہ ہو گیا کہ عیسیٰ علیہ السلام عِلْمُ السَّاعَۃِ اور وہ عِلْمُ السَّاعَۃِ خدا کے پاس ہے۔ اور تم بھی اے مخاطبو! اسی کی طرف لوٹ کر جاؤ گے۔ تُرْجَعُوْنَ اور اِنَّالِلّٰہِ وَاِنَّآاِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ سے ظاہر ہے کہ اللہ کے پاس زندہ بجسد العنصری موجود نہیں بلکہ جس طرح اور ابرار مر کر جاتے ہیں۔ اُسی طرح وہ بھی چلا گیا۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۳۔ ماہ مارچ ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۳۴)

اس سوال کے جواب میں کہ ’’ابنِ مریم قیامت کی نشانی ہیں یا علامت اس لئے ثابت ہوتا ہے کہ وہ زندہ ہیں اور قریبِ قیامت آویں گے‘‘ فرمایا۔

اول یہاں لفظ علم کا بہ عین مکسور ہے۔ جس کے معنے یہ لوگ علامت یا نشانی کہتے ہیں حالانکہ وہ لفظ جس کے معنے علامت یا نشانی ہے۔ عَلم بہ عین مفتوح ہے سو اول تو ان کی خاطر لغت کو محرف مبدل کیا جاوے تو ان کے معنے تسلیم کئے جاویں۔

دوم یہاں لفظ ساعت کا ہے جس کے معنے قیامت کے کئے جاتے ہیں حالانکہ یہ لفظ عذاب اور گھڑی یعنی وقت کے معنوں پر آتا ہے اور قیامت صغریٰ یعنی ایک قوم کی موت یا تباہی پر بھی استعمال ہوتا ہے۔ کوئی خصوصیت اسے قیامتِ کبریٰ سے نہیں اور اگر فرض کر لیا جاوے کہ اِنَّہٗ کی ضمیر ابن مریم کی طرف ہے۔ تو اس کے معنے یہ ہوئے کہ ابنِ مریم کے ذریعہ اس عذاب کی گھڑی کا علم حاصل ہوتا ہے جو کہ یہودیوں پر آنا ہے۔ چنانچہ ابنِ مریم کے بعد یہودی طیطوس رومی کے ہاتھوں سخت تباہ و برباد ہوئے۔

سوم یہاں ابنِ مریم کو ساعت کا علم کہا گیا ہے اور اسی سورت کے اگلے رکوع ۱۳ میں لکھا ہے۔ وَ عِنْدَہٗ عِلْمُ السَّاعَۃِ وَاِلَیْہِ تُرْجَعُوْنَ۔ یعنی ساعت کا علم خدا کے پاس ہے اور تم نے اسی کے پاس جانا ہے۔ تو جب ساعت کا علم خدا کے پاس ہوا تو جو شئے ساعت کا علم ہوگی وہ خدا کے پاس ہوگی۔ پس اگر ابن مریم ساعت کا علم ہے تو اسے خدا کے پاس ہونا چاہیے مگر کس طرح جیسے کہ ہم نے بھی خدا کے پاس ہونا ہے اسی طرح دیکھو یہاں بھی لفظ تُرْجَعُوْن کا ہے اور ہماری نسبت بھی ہے اِنَّالِلّٰہِ وَ اِنَّآ

اِلَيْهِ رَاجِعُوْن ۔تو گویا جیسے ہم نے خدا کے پاس جانا ہے ویسے ہی مسیحؑ بھی خدا کے پاس ہیں اور اس سے وفات ثابت ہوئی۔

چہارم ۔اس سورۃ میں جیسے اِنَّہٗ یہاں آیا ہے ویسے ہی اور جگہ بھی آیا ہے۔اور وہاں اکثر جگہ قرآن شریف مراد ہے۔تو یہ معنے ہوئے کہ قرآن شریف قیامت کی بات کا خوب علم بتاتا ہے اور یہ بالکل سچ ہے۔

پنجم ۔کیا وجہ ہے کہ اِنَّہٗ کی ضمیر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف نہ پھیری جاوے حالانکہ آپ نے دو انگلیوں کو ملا کر کہا بُعِثْتُ اَنَا وَ السَّاعَۃُ کَھَاتَیْنِ اب کیا ضرورت ہے کہ ابنِ مریم جو کہ آپ سے پیشتر ہوا۔اُسے ساعت کا علم کہا جاوے اور آنحضرتؐ جو بعد ازاں ۔گو یا عیسٰی علیہ السلام کی نسبت قیامت سے بہت قریب ہوئے ان کو عِلْمُ السَّاعَۃِ نہ کہا جاوے۔

(بدر جلد ۲ نمبر ۴ مورخہ ۱۳؍فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۳۰)

۷۰۔ اَلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاٰيٰتِنَا وَ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ۔

ترجمہ۔ جن لوگوں نے مانا ہماری آیتوں کو اور وہ فدائی فرمانبردار تھے۔

تفسیر۔ كَانُوْا مُسْلِمِيْنَ ۔ایمان کے ساتھ عمل ضروری ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۰۔۴۸۱)

۷۱۔ اُدْخُلُوا الْجَنَّةَ اَنْتُمْ وَ اَزْوَاجُكُمْ تُحْبَرُوْنَ۔

ترجمہ۔(اُن کو کہا جائے گا) جنت میں جاؤ تم اور تمہارے ساتھ والے یا بیبیاں مزے کرتے ہوئے۔

تفسیر۔ داخل ہوجاؤ جنت میں اور تمہاری بیبیاں بڑی خوشی اور امن میں ۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۶۱)

۷۲۔ يُطَافُ عَلَيْهِمْ بِصِحَافٍ مِّنْ ذَهَبٍ وَّ اَكْوَابٍ ۚ وَ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۚ وَ اَنْتُمْ فِيْهَا خٰلِدُوْنَ۔

ترجمہ ۔اُن کے سامنے دَور چلے گا طلائی رکابیوں کا اور دستی دار پیالوں کا اور اس میں جو تمہارا جی چاہے سب ہی موجود ہے اور آنکھوں کی ٹھنڈک ہے۔سدا وہاں رہو گے۔

تفسیر۔ وَ فِيْهَا مَا تَشْتَهِيْهِ الْاَنْفُسُ وَ تَلَذُّ الْاَعْيُنُ ۔ اور تمہارے لئے اس میں وہ چیزیں ہیں جو نفس چاہتا ہے اور آنکھیں مزہ لیتی ہیں۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اول صفحہ ۱۷۵ حاشیہ)

۸۶۔ وَ تَبٰرَكَ الَّذِيْ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ مَا بَيْنَهُمَا ۚ وَ عِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۚ وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔

ترجمہ۔ بڑی بابرکت ہے وہ ذات اور اسی کی سلطنت آسمانوں اور زمین میں ہے اور جو کچھ ان دونوں کے بیچ میں ہے اور اسی کے نزدیک ہے قیامت کا علم اور اسی کی طرف تم لوٹائے جاؤ گے۔

تفسیر۔ وَعِنْدَهٗ عِلْمُ السَّاعَةِ ۔ گویا مسیحؑ مر کر خدا کے پاس ہے جہاں اب بھی مر کر پہنچیں گے۔

وَ اِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ ۔ یہ بھی ثابت ہوا کہ عیسٰی تمہارے پاس نہیں آئے گا۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۰)

۸۷۔ وَ لَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور وہ تو کچھ اختیار نہیں رکھتے جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا شفاعت کرنے کے لئے مگر ہاں جس نے گواہی دی سچی اور وہ جانتے ہیں۔

تفسیر۔ بعض لوگ حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے شافع ہونے کا ثبوت قرآن مجید سے طلب کرتے ہیں۔ ان کیلئے یہ آیت حجتِ قویہ ہے۔ وَ لَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ۔ اور جن کو یہ خدا کے سوا پکارتے ہیں وہ شفاعت کے مالک نہیں۔ ہاں یہ بات صحیح ہے کہ ایک شافع ہے۔ جس نے حق کی گواہی دی اور وہ لوگ اسے خوب جانتے ہیں۔ یعنی (سیدنا محمد صلی اللہ علیہ وسلم)۔ اسی طرح ایک اور آیت ہے۔ وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا (النساء:۶۵) اور اگر ان لوگوں نے اپنی جان پر کوئی ظلم کیا تو وہ تیرے پاس آتے اور اللہ سے مغفرت مانگتے اور رسول بھی ان کیلئے مغفرت مانگتا۔ تو اللہ کو توبہ قبول کرنے والا مہربان پاتے۔

شفاعت کی حقیقت سمجھنے کیلئے یہ جاننا ضروری ہے کہ یہ لفظ شفع سے نکلا ہے۔ اور مندرجہ ذیل
اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ وَ يَغْفِرْ لَكُمْ ذُنُوْبَكُمْ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ [1]
(آلِ عمران: ۳۲) آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع انسان کے گناہوں کی مغفرت کا موجب ہے۔ حضورِ انور کی ذات ستودہ صفات ایک نور ہے۔ جو اس نور سے تعلق پیدا کرتا ہے۔ اس سے ظلمات دور ہوتی ہیں۔ یہ شفاعت ہے۔ مجرموں کی جنبہ بازی کا نام شفاعت نہیں جیسا کہ بعض نادانوں نے غلطی سے سمجھا ہے اور اس پر اعتراض کرتے ہیں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۳۔ ماہ مارچ ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۳۶ ۔ ۱۳۷)

مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ ۔ جو آجکل حق کی گواہی دے رہا ہے یعنی محمد رسول اللہؐ۔ جسے کفار تک جانتے ہیں بعض مسلمان جو شفاعت کے منکر ہیں ان پہ افسوس۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۱)

’’میں اپنے فن طبابت میں دیکھتا ہوں کہ میری کوشش کی سپارش، میری دی ہوئی دواؤں کی سپارش کہیں منظور ہے اور کہیں نامنظور۔ اسی طرح سائنس دانوں کی سپارشیں کہیں منظور ہیں کہیں نامنظور۔ بادشاہوں کے وزراء، امراء سپہ سالاروں کی سپارشیں کہیں منظور ہیں کہیں نامنظور۔ دعائیں کہیں کامیاب کر کے شکر کے انعامات کا موجب ہوتی ہیں اور کہیں ناکامی سے صبر کے انعامات دلاتی ہیں۔

پس اس قاعدہ کے مطابق بعضوں کے حق میں لکھا ہے کہ ان کے لئے سپارش نامنظور ہے اور بعض کے لئے سپارش منظور ہے۔ اسی طرح بعض کی سپارش منظور اور بعض کی نامنظور۔ سپارش اور گناہ کا یہ تعلق ہے کہ گناہ اخذ کا موجب ہے۔ اور سپارش کنندہ کی سپارش اس کے نیک اعمال کے باعث الٰہی عفو (کھما) کو حاصل کر کے ایک قسم کے گناہ گار کیلئے تو کھما کا موجب ہوتی ہے اور سپارش کنندہ کے واسطے باعثِ اعزاز و امتیاز۔ شفاعت ایک دعا بلکہ دعا سے بڑھ کر ایک درجہ کی پرارتھنا ہے۔ پس اس پر انکار کیا؟

(نور الدّین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۱۴۱، ۱۴۲)

[1] (اے محمدؐ) تم ان سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو (جیسا کہ میں اللہ کا محبوب بنا ہوں) تو تم میرے چال چلو پوری پوری تو تم بھی اللہ کے محبوب بن جاؤ گے اور تمہارے گناہ بخش دیئے جائیں گے اور اللہ غفور الرحیم ہے۔

ایک عیسائی کے اعتراض کہ ’’ انسان کی نجات قیامت کے روز کیونکر ہوگی۔حسنِ عمل سے یا شفاعت شفیع سے یا دونوں سے‘‘ کے جواب میں تحریر فرمایا۔

مخلوق کی نجات کا مدار ایسا تنگ اور محدود نہیں جو پادریوں نے بیان کیا۔کیا خدائی ارادے محدود ہیں؟ کیا اس بے حد ہستی کے کام کسی مخلوق کے خیال اور وہم پر موقوف ہیں؟ بندگانِ خدا کی نجات قیامت کے روز محض باری تعالیٰ کے فضل وکرم سے ہوگی اور صرف اس کے رحم اور غریب نوازی سے ہم نجات پائیں گے اگر اعمال وغیرہ سے نجات ہے تو فضل کچھ بھی نہیں ناظرین یقین کرو کہ فضل وکرم خداوندی سے نجات ہے اور یہی فضل وکرم اسلام میں نجات کا باعث ہے دیکھو سورۂ دخان۔اس میں اہل جنت کے انعامات کا ذکر ہوتے ہوتے بتایا ہے کہ جنّت میں جانے والے دوزخ سے اللہ کے فضل سے بچے۔

وَ وَقٰىهُمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ۔ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ۔[۱] (الدخان:۵۷،۵۸)

اور سورۂ حدید میں ہے۔

سَابِقُوْٓا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ[۲] (الحدید:۲۲)

وَ مَنْ يُّطِعِ اللّٰهَ وَ الرَّسُوْلَ فَاُولٰٓئِكَ مَعَ الَّذِيْنَ اَنْعَمَ اللّٰهُ عَلَيْهِمْ مِّنَ النَّبِيّٖنَ وَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَ الشُّهَدَآءِ وَ الصّٰلِحِيْنَ ۚ وَ حَسُنَ اُولٰٓئِكَ رَفِيْقًا۔ ذٰلِكَ الْفَضْلُ مِنَ اللّٰهِ ؕ وَ كَفٰى بِاللّٰهِ عَلِيْمًا۔[۳] (النساء:۷۰،۷۱)

۱؎ اور بچایا ان کو دوزخ کی مار سے فضل سے تیرے رب کے۔ ۲؎ دوڑو اپنے رب کی معافی کی طرف اور بہشت کو جس کا پھیلاؤ ہے جیسے پھیلاؤ آسمان اور زمین کا رکھی گئی ہے ان کے واسطے جو یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر۔ یہ بڑائی اللہ کی ہے دیوے اس کو جس کو چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے۔ ۳؎ اور جو لوگ چلتے ہیں حکم میں اللہ کے اور رسول کے سو وے ان کے ساتھ ہیں جن کو اللہ نے نوازا۔ نبی اور صدیق اور شہید اور نیک بخت اور خوب ہے ان کی رفاقت۔ یہ فضل ہے اللہ کی طرف سے اور اللہ بس ہے خبر رکھنے والا۔

قرآن بیان کرتا ہے۔گناہ تین قسم کے ہوتے ہیں۔اوّل شرک۔دوم کبائر۔
سوم صغائر۔شرک کی نسبت قرآن کریم فیصلہ دیتا ہے کہ وہ ہرگز بدوں توبہ معاف نہ ہوگا۔اس کی سزا بھگتنی ضرور ہے اِنَّ اللّٰهَ لَا يَغْفِرُ اَنْ يُّشْرَكَ بِهٖ وَ يَغْفِرُ مَا دُوْنَ ذٰلِكَ۔[1] (النساء:۱۱۷) انجیل بھی بااین کہ بڑی بشارت اور بشیر ہے۔فرماتی ہے متی ۱۲ باب ۳۱۔روح کے خلاف کا کفر معاف نہ ہوگا۔

دوسری قسم گناہوں کی وہ کبائر اور بڑے بڑے گناہ جو شرک کے نیچے ہیں اور صغائر یا مبادی کبائر سے اوپر اور یہ بالکل ظاہر ہے کہ ہر ایک کبیرہ اور بڑے گناہ کی ابتدا میں چھوٹے گناہ جو اس کبیرہ سے کم ہیں ہوتے ہیں مثلاً جو شخص زنا کا مرتکب ہوا۔ضرور ہے کہ ارتکابِ زنا سے پہلے وہ اس نظربازی کا مرتکب ہو جس سے زنا کے ارتکاب تک نوبت پہنچی۔یا ابتداءً وہ باتیں سنیں جن کے باعث اس بدکاری کے ارتکاب تک اس زنا کنندہ کی نوبت پہنچی۔ایسے ہی ان باتوں کا ارتکاب جن کے وسیلے سے اس کو وہ شخص ملا۔جس سے زانی نے زنا کیا اور بالکل ظاہر ہے کہ ان ابتدائی کارروائیوں کی برائی زنا کی برائی سے ضرور کمی پر ہے۔ایسے کبائر اور بڑے گناہوں کی نسبت قرآن کریم فرماتا ہے۔

اِنْ تَجْتَنِبُوْا كَبَآىِٕرَ مَا تُنْهَوْنَ عَنْهُ نُكَفِّرْ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ۔[2] (النساء:۳۲) کیا معنی؟ جن بڑے بڑے گناہوں کے ارتکاب سے تم لوگ منع کئے گئے۔اگر ان بڑے گناہوں سے بچ رہو تو ان کے مبادی اور ان کے حصول کی ابتدائی کارروائی صرف ان بڑے گناہوں سے بچ رہنے کے باعث معاف ہوسکتی ہے۔مثلاً کسی شخص نے کسی ایسی عورت سے جماع کرنا چاہا جو اس کے نکاح میں نہیں اور اس عورت کے بلانے پر کسی کو ترغیب دی یا کچھ مال خرچ کیا۔اور اُسے خالی مکان میں لایا اور اسے دیکھا۔بلکہ اس کا بوسہ بھی لے لیا۔لیکن جب وہ دونوں برضا و رغبت برائی کے مرتکب ہونے لگے اور کوئی چیز روک اور بدکاری کی مانع وہاں نہ رہی اور اس بدکارروائی کا آخری بدنتیجہ بھی ظاہر نہ ہوا تھا کہ

۱؎ اللہ یہ نہیں بخشتا کہ اس کا شریک ٹھہرایا جائے اور اس سے نیچے بخشتا ہے۔
۲؎ اگر تم بچتے رہو گے بری چیزوں سے جو تم کو منع ہوئیں تو ہم اتار دیں گے تم سے تقصیریں تمہاری۔

اس زانی کے ایمان نے آ کر اسے زنا سے روک دیا۔اب یہ شخص باایں کہ مال خرچ کر چکا ہے یا ثانی کی رضامندی پا چکا۔صرف ایمان کے باعث ہاں صرف ایمان ہی کے باعث اور خدا کے خوف سے باہمہ وسعت و طاقت اس بڑی برائی کے ارتکاب سے ہٹ گیا اور اسکا مرتکب نہ ہوا۔تو صرف اسی اجتناب سے اس کی ابتدائی کارروائیاں جو حقیقت میں مبادی گناہ اور گناہ کی محرک تھیں معاف ہو جائیں گی۔کیونکہ اس کا ایمان بڑا تھا۔جس نے آخری حالت میں خدا کے فضل سے دستگیری کی۔

اور تیسری قسم گناہ کی صغائر ہیں۔جن کا ذکر کبائر میں ضمناً آ گیا۔

ناظرین! نجات صرف رحم اور فضل سے ہے اور رحم اور فضل کا مستحق ایماندار ہے۔ اِنَّ رَحْمَتَ اللّٰهِ قَرِيْبٌ مِّنَ الْمُحْسِنِيْنَ ۔[1] (الاعراف:۵۷)

اور ایمان کے پھل نیک اعمال ہیں۔پس کل اعمال یا اکثر اعمال اگر عمدہ ہیں تو معلوم ہوا کہ اُن عمدہ اعمال کے عامل کا ایمان بڑا اور قوی تھا۔جب ایمان بڑا اور قوی ہوا۔تو بہت بڑے فضل کا جاذب ہو گا اور اگر نیک اعمال کے ساتھ تیسری قسم کے چھوٹے بداعمال یا چھوٹے بڑے دونوں قسم کے بُرے اعمال مل گئے تو ظاہر ہے کہ ایسے شخص کے ایمان میں بمدّ مقابل کچھ کفر بھی ہے۔جس کے بدثمرات یہ معاصی چھوٹے اور بڑے ہیں۔کیونکہ ایمان کا پھل تو یہ بداعمال ہو نہیں سکتے۔پھر لامحالہ کفر سے یہ ثمرات ہوں گے۔گو وہ چھوٹا ہی کفر کیوں نہ ہو۔اور کفر فضل کا جاذب نہیں۔بلکہ فضل کو روکتا ہے۔جیسے اندھیری کوٹھڑی کی دیواریں اور چھت سورج کی روشنی کو روکتی ہیں۔

پس ایسے شخص میں ضرور جنت اور نجات کے اسباب اور فضل کے کھینچنے اور لینے کے ذریعے دوزخ میں جانے کے اسباب اور بہشت و نجات میں جانے کی روکیں مل جائیں گی۔اس لئے ایک میزان کی ضرورت پڑی۔مگر یہ میزان دکانداروں کی ترازو سے یا ریلوے والوں کی ماپ تول سے نرالی ہے۔دیکھو سموئیل ۲ باب ۳۔ یہ ترازو خدا کے عدل اور قدوسیّت کی ترازو ہے۔نیک اعمال کی زیادتی میں ایمان کی قوت ظاہر ہے اس لئے وہ ایمان بڑے فضل کا لینے والا ہوا۔اور مساوات اور کمی کی

---

[1] بے شک مہر اللہ کی نزدیک ہے نیکی والوں سے۔

صورت میں قرآن کی اس امید بھری آیت سے

وَ اٰخَرُوْنَ اعْتَرَفُوْا بِذُنُوْبِهِمْ خَلَطُوْا عَمَلًا صَالِحًا وَّ اٰخَرَ سَيِّئًا ؕ عَسَى اللّٰهُ اَنْ يَّتُوْبَ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔[1] (التوبة:۱۰۲)

امید ہے کہ خداوندی رحم اس کے غضب پر سبقت لے جاوے اور اس کا فضل بچالے۔ اِلَّا یہی فضل کبھی کسی شفیع کو اپنے پہنچنے کیلئے ذریعہ بنالیتا ہے۔ اہلِ اسلام میں بےاذن شفاعت ثابت نہیں۔ اور جب اذن سے شفاعت ہوئی۔ تو وہ شفاعت حقیقت میں فضل ہوگیا۔ یہی فضل نجات کا باعث ہے اور اس بِالِاذن شفاعت کا ثبوت جسے خدا کے رحم اور فضل نے گنہگار کے بچانے کیلئے تحریک دی۔ قرآن میں یہ ہے۔

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْۤا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۔[2] (النساء:۶۵)

یادرکھو جب نیک اعمال☆ کثرت سے نہیں ہوتے۔ اور ایمانی قوت کا قوی ہونا ثابت نہیں ہوتا۔ اس وقت بڑے فضل کو یہ چھوٹا سا ایمان نہیں کھینچ سکتا اور فضل لینے سے سبب میں کمزوری ہوتی ہے اس لئے باری تعالیٰ کا رحم اور کرم چھوٹے سے ایمان کے ساتھ کسی شفیع کی شفاعت اور داعیوں کی دعا کو ملادیتا ہے اور اسی کمزور ایمان کو اس ذریعہ سے قوّت دیکر فضل کے لائق بنادیتا ہے۔ بلکہ صرف ایمان ہی ابدی سزا سے بچانے کیلئے اس فضل کو لے لیتا ہے۔ جس کے ساتھ انسان دوزخ کی ابدی سزا سے بچ جاوے۔ پادری صاحب! پولوس بھی کیا کہتا ہے۔ پھر اگر فضل سے ہے تو اعمال سے نہیں۔ نہیں تو فضل فضل نہ رہے گا اور اگر اعمال سے ہے تو پھر فضل کچھ نہیں۔ نہیں تو عمل عمل نہ رہے گا۔ نامۂ رومیاں ۱۱ باب ۶۔

---

[1] اور بعضے لوگوں نے مان لیا اپنا گناہ۔ ملایا ایک کام نیک اور دوسرا بد۔ شاید اللہ معاف کرے ان کو۔ بے شک اللہ بخشنے والا مہربان ہے۔ [2] اور ان لوگوں نے جس وقت اپنا برا کیا تھا اگر آتے تیرے پاس پھر اللہ سے بخشواتے اور بخشواتا ان کو رسول۔ تو اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان۔

☆ اعمال ، ایمان ، گناہ ، ثواب ، فضل ان سب اصطلاحات کی نسبت حکیمانہ طور پر ہمارا خیال کچھ کیوں نہ ہو اور ہم عیسائی مفہوم اور مذاق سے بالکل الگ کیوں نہ ہو لیکن بہر حال ان اصطلاحات کا اطلاق مخاطبین ہی کے مذاق کے موافق ہم کیے جاتے ہیں کیونکہ ہماری اس کتاب کا موضوع ومنشاء بھی یہی ہے۔

پادری صاحبان! آپ کو عہدِ جدید میں دکھلا دیا کہ آپ کا یہ سوال کہ نجات اعمال سے ہے یا شفاعت سے کیسا کمزور ہے۔نجات نہ اعمال سے ہے نہ شفاعت سے۔نجات صرف خدا کے فضل سے ہے۔

ہاں اتنی بات رہی کہ خداوندی فضل کو کون چیز جذب کرتی ہے۔اور کس کے ذریعہ ہم محض فضل سے نجات پا سکتے ہیں۔تو اس کا جواب یہ ہے کہ ایمان فضلِ ربانی کو جذب کرتا ہے۔قرآن فرماتا ہے۔

فَاَمَّا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ اعْتَصَمُوْا بِهٖ فَسَيُدْخِلُهُمْ فِيْ رَحْمَةٍ مِّنْهُ وَ فَضْلٍ۔[1] (النساء:۱۷۶)

اس آیت سے صاف واضح ہوتا ہے کہ جو لوگ ایمان لائے ان کو خداوند کریم فضل و رحمت میں داخل کرے گا۔

عہد جدید بھی یہی کہتا ہے۔دیکھو نامۂ رومیاں ۳ باب ۲۸۔کیونکہ ہم نے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ آدمی ایمان ہی سے بے اعمال شریعت کے راست باز ٹھہرتا ہے اور نامۂ رومیاں ۴ باب ۳۔فرشتہ کیا کہتا ہے۔یہی کہ ابراہام خدا پر ایمان لایا اور یہ اس کیلئے راست بازی گِنا گیا۔

نجات اور فضل اور ایمان کی مثال بعینہٖ ایسی ہے کہ ایک شخص جس کی آنکھیں تندرست ہیں۔ایک ایسے مکان میں جو بالکل بند ہے بیٹھا ہے اور کہیں اُس مکان میں روشنی آنے کا راستہ نہیں۔اب اس شخص کو ایک نہایت عزیز اور پیارے دوست کا دیدار مطلوب ہے اور وہ دوست بھی اس مکان میں موجود ہے۔اور ظاہر ہے کہ روشنی کے بدوں اپنے دوست کا چہرہ نہیں دیکھ سکتا اور اس دوست کے دیدار سے اس طالبِ دیدار کے دل اور روح کو کوئی راحت نہیں مل سکتی۔جب تک روشنی نہ آوے۔اور دوست کا چہرہ نہ دکھلاوے۔روشنی لینے کے مختلف ذریعے ہیں۔یا تو اس مکان میں روشندان نکالے یا چراغ وغیرہ سے کام لے۔غرض کوئی چیز روشنی کی جاذب ہی نہیں تو روشنی دیدار لینے میں امداد نہ کرے

---

[1] سو جو یقین لائے اللہ پر اور اس کو مضبوط پکڑا تو ان کو داخل کرے گا اپنی مہر میں اللہ فضل میں۔

گی۔گوروشنی فی الحقیقت دیکھنے کا آلہ ہے۔جب روشندان یا چراغ وغیرہ سے روشنی لے تو دوست کے دیدار سے وہ دیدار کا طالب آرام پا سکتا ہے۔ایسا ہی دیدار اور دیدار سے آرام تو نجات ہے۔اور وہ روشنی فضل وکرمِ خداوندی ہے۔ایمان ایک روشندان یا چراغ ہے جو فضل کی روشنی کو کھینچتا ہے اور ایمان کو اس روشنی کا جاذب قرآن نے بھی کہا ہے۔

اَللّٰہُ وَلِیُّ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا ۙ یُخْرِجُھُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۔[۱] (البقرۃ:۲۵۸)

پس جس قدر مومن کا ایمان بڑھتا ہے۔اسی قدر وہ بڑے فضل کو جذب کرتا ہے۔اور اسے حاصل کرتا ہے جیسے جس قدر روشندان اور فتیلہ بڑا ہوگا۔اسی قدر زیادہ روشنی کو کھینچے گا۔اب اگر کوئی یہ سوال کرے کہ جب ایمان فضل کو بلاتا ہے اور فضل سے نجات ہے تو اعمال کیا ہوئے؟ کیا اعمال لغو اور بیکار ہوں گے؟ تو معلوم ہوا کہ سائل نے ایمان اور اعمالِ نیک کا تعلق نہیں سوچا۔کیونکہ نیک اعمال اور سچا ایمان ایک دوسرے کو لازم وملزوم ہے۔سچّا ایمان نیک اعمال کا بیج ہے۔اور اچھے بیج کا ضرور ہاں اچھے بیج کا ضرور اچھا ہی پھل ہوتا ہے۔

پولوس نامۂ رومیاں ۶ باب ۱۵ میں صاف فرماتے ہیں کہ تم فضل کے اختیار میں ہو۔پس تو کیا ہم گناہ کیا کریں۔اس لئے کہ ہم شریعت کے اختیار میں نہیں۔بلکہ فضل کے اختیار میں ہیں۔ایسا نہ ہو۔کیا تم نہیں جانتے کہ جس کی تابعداری میں تم اپنے آپ کو غلام کے مانند سونپتے ہو۔اسی کے غلام ہو۔جس کی تابعداری کرتے ہو۔خواہ گناہ کی۔جس کا انجام موت ہے۔خواہ فرماں برداری کی جس کا پھل راست بازی ہے۔بھلا کچھ شک ہے کہ درخت اپنے پھلوں سے ہی پہچانا جاتا ہے۔بالکل سچ ہے کہ سچا ایمان اچھے اور نیک اعمال کا باعث ہے اور کفر اقسام بدکاریوں کا مثمر۔انسان کی کمزوریاں کبھی اسے کفر کے باعث فضل کے لینے میں بدنصیب کرکے گناہ کا مرتکب بناتی ہیں۔

اور غفلت کی حالت میں شیطان کڑوے بیج بوتا ہے۔متی ۱۲ باب ۲۵۔اس واسطے عادل خدا کی ذاتِ بابرکات نے اس کی تدبیر فرمائی۔

---

[۱] اللہ کام بنانے والا ہے ایمان والوں کا ، نکالتا ہے ان کو اندھیروں سے اُجالے میں۔

فَمَنْ ثَقُلَتْ مَوَازِيْنُهٗ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔[۱] (الاعراف:۹)

وَ مَنْ عَمِلَ صَالِحًا مِّنْ ذَكَرٍ اَوْ اُنْثٰى وَ هُوَ مُؤْمِنٌ فَاُولٰٓئِكَ يَدْخُلُوْنَ الْجَنَّةَ يُرْزَقُوْنَ فِيْهَا بِغَيْرِ حِسَابٍ ۔[۲] (المومن:۴۱)

کیا معنی؟ کہ جب ایک انسان بد اور نیک اعمال دونوں قسم کے عملوں کا مرتکب ہوتا ہے تو معلوم ہوا کہ اُس میں ایمان اور اس کے مدمقابل کے بیج بوئے گئے ہیں۔ اس لئے میزان کی ضرورت ہوئی۔ تا کہ عدل کی صفت پوری ہو۔ پس جس کے نیک اعمال بڑھ گے۔ عدل اور رحم اس کا شفیع ہوا اور فضل وکرم سے ایسے شخص کا بیڑا پار ہو گیا۔ سچ ہے بھلے اور چنگے کو طبیب کی ضرورت نہیں۔ متی ۹ باب ۱۲۔ اور جس کے اعمال نیک اور بد ملے جلے ہیں تو اس کیلئے بھی رحم اور کرم کا پلہ امید ہے کہ فضل سے بھاری ہو جاوے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۲۸۹ تا ۲۹۴)

اس سوال کے جواب میں کہ ’’اگر شفیع کی ضرورت ہے تو اس کے شرائط اور وجہ خصوصیت کیا ہے؟‘‘

جواب:۔

’’شفیع کے شرائط وہی جانے جسے شفیع بنانا ہو۔ یعنی خدا جس کے رحم اور کرم اور فضل نے شفیع بنایا ہو۔ اِلّا جہاں جہاں شفاعت کا ثبوت ہے۔ وہاں وہاں قرآن نے وہ شرائط بتلا دیئے ہیں۔ غور کرو۔ انبیاء اور ملائکہ کی شفاعت اُسی کے رحم اور فضل سے ہے۔ اور اسی کے اذن اور اجازت سے دیکھو۔

بَلْ عِبَادٌ مُّكْرَمُوْنَ ۔ لَا يَسْبِقُوْنَهٗ بِالْقَوْلِ وَ هُمْ بِاَمْرِهٖ يَعْمَلُوْنَ ۔[۳] (الانبیاء:۲۷،۲۸)

وَ لَا يَشْفَعُوْنَ ۙ اِلَّا لِمَنِ ارْتَضٰى ۔[۴] (الانبیاء:۲۹)

وَ لَا يَمْلِكُ الَّذِيْنَ يَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِهِ الشَّفَاعَةَ اِلَّا مَنْ شَهِدَ بِالْحَقِّ وَ هُمْ يَعْلَمُوْنَ ۔[۵] (الزخرف:۸۷)

۱؎ سو جن کی تولیں بھاری پڑیں سو وہی ہیں جن کا بھلا ہوا۔ ۲؎ اور جس نے کی ہے بھلائی وہ مرد ہو یا عورت اور وہ یقین رکھتا ہو سو وہ لوگ جائیں گے بہشت میں۔ روزی پائیں گے وہاں بے شمار۔ ۳؎ لیکن وہ بندے ہیں جن کو عزت دی ہے۔ اس سے بڑھ کر نہیں بول سکتے۔ اور وہ اسی کے حکم پر کام کرتے ہیں۔ ۴؎ اور سفارش نہیں کرتے مگر اس کی جس سے وہ راضی ہو۔ ۵؎ اور اختیار نہیں رکھتے جن کو یہ پکارتے ہیں سفارش کا۔ مگر جس نے گواہی دی سچی اور ان کو خبر تھی۔

وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۚ رَبَّنَا وَسِعْتَ كُلَّ شَيْءٍ رَّحْمَةً وَّ عِلْمًا فَاغْفِرْ لِلَّذِيْنَ تَابُوْا وَ اتَّبَعُوْا سَبِيْلَكَ وَ قِهِمْ عَذَابَ الْجَحِيْمِ ۔[1] (المومن:۸)

وَ يَسْتَغْفِرُوْنَ لِمَنْ فِي الْاَرْضِ ۔[2] (الشوریٰ:٦)

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ دوم صفحہ ۲۹۴)

اس سوال کے جواب میں کہ ''شفاعت کبریٰ اور صغریٰ کی تعریف کیا ہے۔شفاعت کبریٰ یا صغریٰ کا قرآن سے بہ نسبت محمدؐ صاحب کے کیا ثبوت ملتا ہے۔لفظی معنی لکھ کے آیت سے ثابت کریں تاویلیں اور مرادی معنی مطلوب نہیں۔

جواب:۔ یہ قرآن ہی وہ کتاب ہے جو ہر زمانے کے فلسفے میں اپنے آپ کو راست باز ثابت کرتی رہی اور ثابت کرے گی جس قدر علوم دنیا میں ترقی پاویں گے۔یہ کتاب ان کے سچے اصولوں سے کبھی مخالفت نہ کرے گی اور اپنا صدق ظاہر کرنے کو بے تعصب محقّقوں کو اپنی راستی پر کھینچ لائے گی۔اگر حق طلبی مدنظر ہے۔اسی سوال کے جواب پر اکتفا کیجئے اور لیجئے ہم آپ کے تمام پہلوؤں کو دیکھ کے جواب دیتے ہیں اور لفظی معنے لکھ کر آیتیں دکھلاتے ہیں۔اور دونوں قسم کی شفاعتوں کا قرآن سے ثبوت دیتے ہیں۔شفاعت کے معنے سفارش۔صغریٰ کے معنے چھوٹی اور کبریٰ کے معنی بڑی۔شفاعتِ صغریٰ چھوٹی سپارش۔شفاعت کبریٰ بڑی سپارش۔ہاں نہیں سپارش بڑی۔ چھوٹا اور بڑا ہونا ایک نسبتی امر ہے۔جیسے ایک اور تین۔ایک تین سے چھوٹا اور تین ایک سے بڑا۔ اب قرآن سے ثبوت لیجئے اور ثبوت بھی کیسا جس میں یہ بات بھی ثابت ہوجائے گی کہ دونوں قسم کی سفارش آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے حق میں ثابت ہے۔پہلے چھوٹی سفارش۔

وَ لَوْ اَنَّهُمْ اِذْ ظَّلَمُوْٓا اَنْفُسَهُمْ جَآءُوْكَ فَاسْتَغْفَرُوا اللّٰهَ وَ اسْتَغْفَرَ لَهُمُ الرَّسُوْلُ لَوَجَدُوا اللّٰهَ تَوَّابًا رَّحِيْمًا ۔[3] (النساء:٦۵)

---

[1] اور گناہ بخشواتے ہیں ایمان والوں کے۔اے رب ہمارے ہر چیز سمائی ہے تیری مہر اور خبر میں۔سو معاف کر ان کو جو توبہ کریں اور چاہیں تیری راہ اور بچا ان کو آگ کی مار سے۔ [2] اور گناہ بخشواتے ہیں زمین والوں کے۔

[3] اور ان لوگوں نے جس وقت اپنا برا کیا تھا اگر آتے تیرے پاس پھر اللہ سے بخشواتے اور بخشواتا ان کو رسول تو اللہ کو پاتے معاف کرنے والا مہربان۔

خُذْ مِنْ اَمْوَالِهِمْ صَدَقَةً تُطَهِّرُهُمْ وَ تُزَكِّيْهِمْ بِهَا وَصَلِّ عَلَيْهِمْ ؕ اِنَّ صَلٰوتَكَ سَكَنٌ لَّهُمْ ؕ وَاللّٰهُ سَمِيْعٌ عَلِيْمٌ ۔ (التوبہ:۱۰۳)[1]

دیکھو یہاں صرف منافقوں کے گروہ کی شفاعت کا تذکرہ ہے۔اس لئے یہ شفاعت صغریٰ شفاعت ہوئی اور کبریٰ شفاعت کا ذکر ان آیات شریفہ میں ہے جن کے ذریعے آپ بڑے جوش وخروش سے حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے گنہگار ہونے کا استدلال کرتے ہیں۔ وہ آیات اس قسم کی ہیں۔
وَاسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَالْمُؤْمِنٰتِ ۔[2] (محمد:۲۰)

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۲۹۶، ۲۹۷)

شفاعت ایک قسم کی دعا ہے اور دعا کا مؤثر ہونا کل مذاہب تاریخیہ میں مسلّم اور دعا کیلئے یا دعا کی قبولیت کیلئے گناہوں سے پاک ہونا ہرگز ہرگز شرط نہیں۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۲۹۷)

۸۹۔ وَ قِيْلِهٖ يٰرَبِّ اِنَّ هٰٓؤُلَآءِ قَوْمٌ لَّا يُؤْمِنُوْنَ ۔

ترجمہ ۔اور رسول اللہ کے یارب یارب کہنے کی قسم ہے کہ یہ ایسے نکمے لوگ ہیں کہ مانتے ہی نہیں۔

تفسیر۔ وَ قِيْلِهٖ ۔ یہ عطف ساعۃ پر ہے۔ ۲۔ و بمعنے رب یعنی بار بار اس کا کہنا۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۱)

۹۰۔ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَ قُلْ سَلٰمٌ ؕ فَسَوْفَ يَعْلَمُوْنَ ۔

ترجمہ۔ تو خیر تُو ان سے منہ پھیر لے اور کہہ دے سلام۔ آگے چل کر یہ معلوم کرلیں گے۔

تفسیر۔ فَاصْفَحْ عَنْهُمْ وَ قُلْ سَلٰمٌ ۔تو ان سے درگزر کر اور سلام کہہ دے۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۳۲)

پھر عفو کر ان سے اور کہہ سلام۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اول صفحہ ۵۳ حاشیہ)

---

[1] لے ان کے مال میں سے زکوٰۃ کہ ان کو پاک کرنے اس سے اور تربیت اور دعا دے ان کو البتہ تیری دعا ان کے واسطے آسودگی ہے۔ اور اللہ سب سنتا ہے جانتا۔ [2] اور معافی مانگ اپنے گناہ کے واسطے اور ایماندار مردوں اور عورتوں کے لئے۔

سُوْرَۃُ الدُّخَانِ مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

ہم سورۂ دخان کو پڑھنا شروع کرتے ہیں صاحبِ جلال و جمال اللہ کے اسم شریف سے جس کا مظہر رحمٰن و رحیم ہے۔

۱۱۔ فَارْتَقِبْ یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ ۔

ترجمہ۔ تو تُو اس وقت کا منتظر رہ جس دن آسمان لے آوے ایک ظاہر دھواں۔

تفسیر۔ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ ۔قحط کے دن آئیں گے جن کی وجہ سے آسمان دھواں دھار نظر آئے گا۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۱)

جب ابن صیاد کی بعض مشابہ بہ دجال شعبدہ بازیوں کا حال نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور پہنچا تو آپؐ اس کے پاس تشریف لے گئے اور اسے پوچھا اَتَشْھَدُ اَنِّیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ کیا تو گواہی دیتا ہے کہ میں اللہ کا رسول ہوں۔ اس نے جواب دیا۔ آپ اُمیوں کے رسول ہیں۔ پھر اس نے اپنی نسبت سوال کیا تو آپؐ نے جواب دیا کہ میں اللہ کے سب رسولوں کو مانتا ہوں۔ اس سے اس احتیاط کا پتہ چلتا ہے جو انبیاء کرتے ہیں۔ یہ اور ان کے پیرو لوگ کبھی تکذیب کی راہ اختیار نہیں کرتے۔ پھر آپؐ نے پوچھا کہ میرے دل میں اس وقت کیا ہے۔ تو اُس نے دُخ کہا۔ روایات میں آیا ہے۔ کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت یَوْمَ تَاْتِی السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِیْنٍ کا خیال فرمایا تھا۔ ابن عربی نے اپنا ایک ذوقی لطیفہ اس واقعہ کے متعلق لکھا ہے۔ وہ کہتے ہیں۔ ابنِ صیاد کو دُخ بھی معلوم نہ ہوتا۔ مگر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنے طور پر بغیر صریح امر ربی تشریف لے گئے تھے۔ میں نے اس حکایت سے یہ فائدہ اٹھایا ہے کہ مباحثہ کبھی اپنی خواہش سے نہیں کرنا چاہیے اور کبھی پہل نہ کرو۔

چنانچہ میرا معمول ہے کہ جب بات گلے پڑ جائے۔تو پھر میں اللہ سے دعا مانگتا ہوں۔اور خدا کے فضل سے ہمیشہ کامیاب ہوتا ہوں۔اور مجھے کوئی ایسا واقعہ یادنہیں کہ میں نے کسی مباحثہ میں زِک اٹھائی ہو۔ماموریں کی جدا بات ہے۔انہیں تو اللہ کے حکم سے بعض وقت چیلنج کرنا پڑتا ہے۔مگر غور سے دیکھا جائے تو ابتدا ان کی طرف سے بھی نہیں ہوتی۔(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۲۔ماہ فروری ۱۹۱۲ء صفحہ ۸۴،۸۵)

يَوْمَ تَاْتِي السَّمَآءُ بِدُخَانٍ مُّبِيْنٍ۔[1] اس آیت کے شانِ نزول میں لکھا ہے۔مکے میں جب قحط نہایت سخت پڑا۔ابوسفیان آپؐ کے پاس آئے اور کہا تو صلہ رحمی کا حکم کرتا ہے۔اور دیکھ تیرے باعث ہم کیسے وبال میں ہیں۔تو دعا کر۔آپؐ نے دعا کی۔جناب یوسفؑ نے تو فرعونی خزانہ سے غلہ دلایا تھا۔آپؐ نے الٰہی خزانہ سے دلایا۔(بخاری۔سورۃ دخان)

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اول صفحہ ۷۲)

۱۷۔ يَوْمَ نَبْطِشُ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى ۚ اِنَّا مُنْتَقِمُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور جس دن ہم بڑی پکڑ پکڑیں گے ہم تو بدلہ لینے والے ہیں۔

تفسیر۔ الْبَطْشَةَ الْكُبْرٰى۔جنگ بدر۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۱)

۱۸،۱۹۔وَ لَقَدْ فَتَنَّا قَبْلَهُمْ قَوْمَ فِرْعَوْنَ وَ جَآءَهُمْ رَسُوْلٌ كَرِيْمٌ۔ اَنْ اَدُّوْۤا اِلَيَّ عِبَادَ اللّٰهِ ؕ اِنِّيْ لَكُمْ رَسُوْلٌ اَمِيْنٌ۔

ترجمہ۔ اور بے شک ہم آزما چکے ہیں ان سے پہلے فرعون کی قوم کو اور ان کے پاس معزز پیغمبر آیا تھا۔کہ میرے ساتھ کر دو اللہ کے بندوں کو(یعقوب کی اولاد کو) میں تمہارے پاس بھیجا ہوا آیا ہوں، امانت دار ہوں۔

تفسیر۔ اور ہر آئینہ آزمایا ہم نے ان سے پہلے فرعون کی قوم کو اور آیا ان لوگوں کو رسول بزرگ کہ حوالے کرو طرف میرے اللہ کے بندوں کو ہر آئینہ میں تم لوگوں کا امانت دار اور رسول ہوں۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اول صفحہ ۱۵۰ حاشیہ)

---

[1] جس دن لاوے آسمان دھواں صریح۔

۲۱۔ وَ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ وَ رَبِّکُمْ اَنْ تَرْجُمُوْنِ۔

ترجمہ۔اور میں پناہ مانگتا ہوں میرے اور تمہارے رب سے اس سے کہ تم مجھ کو سنگسار کرو۔

تفسیر۔ وَ اِنِّیْ عُذْتُ بِرَبِّیْ۔ یہ دعا میری مجربہ ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۱)

۳۰۔ فَمَا بَکَتْ عَلَیْہِمُ السَّمَآءُ وَ الْاَرْضُ وَ مَا کَانُوْا مُنْظَرِیْنَ۔

ترجمہ۔ تو اُن پر آسمان وزمین نہ روئے (مذہبی اور دنیوی لوگ) اور نہ اُن کو مہلت ملی نہ خود رو سکے اور نہ نادم ہو سکے۔

تفسیر۔ فَمَا بَکَتْ عَلَیْہِمُ السَّمَآءُ۔ ا۔اہل ملک و اہل زمین ۲۔اس وقت خاص بارش کے چند قطرے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۱)

۵۰۔ ذُقْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ۔

ترجمہ۔ چکھ تُو تو بڑا عزت والا سردار تھا۔

تفسیر۔ عزت بمعنی حمیت ضد جاہلیت ہے۔دیکھو قرآن میں ایک جگہ اس کا استعمال ہوا ہے۔

اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ (البقرہ:۲۰۷)۔

یعنی جب اسے خدا سے ڈرنے کو کہا جاتا ہے تو اسے عزت (ضد وحمیت جاہلانہ) گناہ پر آمادہ کرتی ہے۔پس ایسے کیلئے جہنم بس ہے۔

اور عزیز کا لفظ جو اس سے مشتق ہوا ہے۔قرآن میں (سورۂ دخان) شریر جہنمی پر جب جہنم میں ڈالا جائے گا بولا گیا ہے۔ذُقْ اِنَّکَ اَنْتَ الْعَزِیْزُ الْکَرِیْمُ ۔چکھ کیونکہ تو بڑی حمیت والا اور بزرگ بنا بیٹھا تھا۔اور عزیز اور رب العزت کے معنی ایک ہی ہیں۔پس رب العزت اُس شخص سے مراد ہے جو دنیا میں متکبر اور جبار اور بڑا ضدی کہلاتا ہے۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل صفحہ ۱۵۳)

۵۷، ۵۸۔ لَا یَذُوْقُوْنَ فِیْهَا الْمَوْتَ اِلَّا الْمَوْتَةَ الْاُوْلٰی ۚ وَ وَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ۔ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ؕ ذٰلِكَ هُوَ الْفَوْزُ الْعَظِیْمُ ۔

ترجمہ ۔ نہ مزہ چکھیں گے وہاں موت کا سوا پہلی موت کے (جو چکھ چکے دنیا میں) اور ان کو اللہ نے بچا لیا جہنم کی آگ سے ۔ یہ تیرے رب کا فضل ہے اور یہی تو بڑی کامیابی ہے ۔

تفسیر ۔ وَ وَقٰهُمْ عَذَابَ الْجَحِیْمِ ۔ فَضْلًا مِّنْ رَّبِّكَ ۔ اور بچایا ان کو دوزخ کی مار سے فضل سے تیرے رب کے ۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۲۸۸ حاشیہ)



سُوْرَۃُ الْجَاثِیَۃِ مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

ہم سورۃ جاثیہ کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اللہ کے اسم پاک سے جو بلا مبادلہ رحم کرنے والا سچی کوشش کو بے کار نہیں کرنے والا ہے۔

۷۔ تِلْكَ اٰیٰتُ اللّٰہِ نَتْلُوْھَا عَلَیْكَ بِالْحَقِّ ۚ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ بَعْدَ اللّٰہِ وَ اٰیٰتِہٖ یُؤْمِنُوْنَ۔

ترجمہ۔ یہ ہیں اللہ کی آیتیں جو ہم تجھ کو پڑھ پڑھ کر سناتے ہیں ٹھیک و درست۔ پھر اب اللہ اور اس کی آیتوں کے بعد کونسی حدیث اور بات پر ایمان لائیں گے۔

تفسیر۔ فَبِاَیِّ حَدِیْثٍۭ۔ یعنی قرآن مجید کے بعد۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۱)

۱۳۔ اَللّٰہُ الَّذِیْ سَخَّرَ لَكُمُ الْبَحْرَ لِتَجْرِیَ الْفُلْكُ فِیْہِ بِاَمْرِہٖ وَ لِتَبْتَغُوْا مِنْ فَضْلِہٖ وَ لَعَلَّكُمْ تَشْكُرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اللہ وہ ذات پاک ہے جس نے تمہارے قبضہ میں کر دیا سمندر کو اور یہ کہ چلیں اس میں جہاز اللہ ہی کے حکم سے تاکہ تم تلاش کرو اس کا مال اور شکر گزاری اختیار کرو۔

تفسیر۔ سچ فرمایا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے کہ ایمان ثریّا پر چلا جائے گا۔ دو مولویوں کا ذکر سناتا ہوں۔ ایک مولوی میرے پاس بڑے اخلاص و محبت سے بہت دن رہا آخر ایک دن مجھے کہا۔ معلوم ہوتا ہے کہ آپ کے پاس کوئی تسخیر کا عمل ہے جو آسائش کی تمام راہیں آپ کیلئے کھلی ہیں اور اتنی مخلوقِ خدا آپ کے پاس آتی ہے۔ میں نے کہا۔ عملِ تسخیر کیا ہوتا ہے۔ خدا نے تو فرما دیا کہ سَخَّرَ لَكُمْ مَّا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ۔ سارا جہان تمہارے لئے مسخر۔ اس سے بڑھ کر اور کیا

تسخیر ہوسکتی ہے۔انسان کو چاہیے کہ دعا کرے۔دعا کی عادت ڈالے۔اس سے کامیابیوں کی تمام راہیں کھل جائیں گی۔میری یہ بات سن کر وہ ہنس دیا اور کہا۔یہ تو ہم پہلے ہی سے جانتے ہیں۔کوئی عملِ تسخیر بتلاؤ۔ایک اور مولوی تھا۔اس نے مجھ سے مباحثہ چاہا۔میں نے اُسے سمجھایا۔تم لوگوں کی تعلیم ابتداہی سے ایسی ہوتی ہے کہ ایک عبارت پڑھی اور پھر اس پر اعتراض۔پھر اس اعتراض پر اعتراض۔اسی طرح ایک لمبا سلسلہ چلا جاتا ہے۔اس سے کچھ اس قسم کی عادت ہوجاتی ہے کہ کسی کے سمجھائے سے کچھ نہیں سمجھتے۔میں تمہیں ایک راہ بتاتا ہوں۔بڑے اضطراب سے خدا تعالیٰ کے حضور دعا کرو۔اس نے بھی یہی کہا کہ یہ تو جانتے ہیں۔

غرض دعا سے لوگ غافل ہیں حالانکہ دعا ہی تمام کامیابیوں کی جڑھ ہے۔دیکھو قرآن شریف کی ابتدا بھی دعا ہی سے ہوتی ہے۔انسان بہت دعائیں کرنے سے **منعَم علیہ** بن جاتا ہے۔دکھی ہے تو شفاء ہوجاتی ہے غریب ہے تو دولتمند۔مقدمات میں گرفتار ہے تو فتحیاب۔بے اولاد ہے تو اولاد والا ہوجاتا ہے۔نماز روزہ سے غافل ہے تو اسے ایسا دل دیا جاتا ہے کہ خدا کی محبت میں مستغرق رہے۔اگر کسل ہے تو اسے وہ ہمت دی جاتی ہے جس سے بلند پروازی کر سکے۔کاہلی ، سستی ہے تو اس سے یہ بھی دور ہوجاتی ہے۔غرض ہر مرض کی دوا ہر مشکل کی مشکل کشا یہی دعا ہے۔

(بدر جلد ۷ نمبر ۳ مورخہ ۲۳ /جنوری ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۰)

۲۰۔ اِنَّهُمْ لَنْ يُّغْنُوْا عَنْكَ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ وَ اِنَّ الظّٰلِمِيْنَ بَعْضُهُمْ اَوْلِيَآءُ بَعْضٍ ۚ وَ اللّٰهُ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ۔

ترجمہ۔ وہ تو تجھے کچھ بھی مدد نہ دے سکیں گے اللہ کے مقابلہ میں۔کچھ شک نہیں کہ بے جا کام کرنے والے لوگ ایک دوسرے کے دشمن ہیں اور اللہ تو متقیوں ہی کا دوست ہے۔

تفسیر۔ تقویٰ کے باعث اللہ تعالیٰ متقی کے لئے مکتفی ہو جاتا ہے۔اور اس سے ولایت ملتی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ وَلِيُّ الْمُتَّقِيْنَ۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۳۹ مورخہ ۳۱/اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۵)

۲۴۔ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰىہُ وَ اَضَلَّہُ اللّٰہُ عَلٰی عِلْمٍ وَّ خَتَمَ عَلٰی سَمْعِہٖ وَ قَلْبِہٖ وَ جَعَلَ عَلٰی بَصَرِہٖ غِشٰوَۃً ؕ فَمَنْ یَّھْدِیْہِ مِنْۢ بَعْدِ اللّٰہِ ؕ اَفَلَا تَذَکَّرُوْنَ۔

ترجمہ۔ بھلا تو نے دیکھا اس کو جس نے اپنا معبود بنا لیا اپنی خواہش کو اور اس کو گمراہ کر دیا اللہ نے علم ہوتے ہوئے اور مہر لگا دی اس کے کان اور دل پر اور اس کی آنکھوں پر پردہ ڈال دیا تو اللہ کے گمراہ کرنے کے بعد اس کی کون رہنمائی کر سکے۔تو کیا تم کچھ بھی نہیں سوچتے اور نصیحت نہیں پکڑتے۔

تفسیر۔ اَفَرَءَیْتَ مَنِ اتَّخَذَ اِلٰھَہٗ ھَوٰىہُ۔تم دیکھتے ہو بعض آدمی اپنی خواہش کو معبود بنا لیتے ہیں۔

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن ۲ ۱۴ حاشیہ)

۲۵۔وَ قَالُوْا مَا ھِیَ اِلَّا حَیَاتُنَا الدُّنْیَا نَمُوْتُ وَ نَحْیَا وَ مَا یُھْلِکُنَآ اِلَّا الدَّھْرُ ۚ وَمَا لَھُمْ بِذٰلِکَ مِنْ عِلْمٍ ۚ اِنْ ھُمْ اِلَّا یَظُنُّوْنَ۔

ترجمہ۔ اور کہتے ہیں یہ کیا (جھگڑا ہے) بس ہماری زندگی تو یہی دنیا کی ہے ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور ہمیں تو کوئی بھی نہیں مارتا مگر زمانہ اور ان کو اس کا کچھ علم بھی نہیں (دہریوں کو صحیح علم نہیں ہوتا) وہ تو صرف اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔

تفسیر۔ اور وہ کہتے ہیں۔ ہماری دنیا کی زندگی ہے (یہیں) ہم مرتے ہیں اور جیتے ہیں اور زمانہ ہی ہمیں ہلاک کرتا ہے۔انہیں اس بات کا کچھ بھی علم نہیں۔ وہ تو بس اٹکلیں دوڑاتے ہیں۔

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن ۱۹۱ حاشیہ)



سُوْرَۃُ الْاَحْقَافِ مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

ہم سورۂ احقاف کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اس بابرکت اللہ کے نام سے جو سب کچھ دے چکا ہے اور نتیجے دینے کو بھی تیار ہے۔

۵۔ قُلْ اَرَءَیْتُمْ مَّا تَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ اَرُوْنِیْ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ اَمْ لَھُمْ شِرْکٌ فِی السَّمٰوٰتِ ؕ اِیْتُوْنِیْ بِکِتٰبٍ مِّنْ قَبْلِ ھٰذَآ اَوْ اَثٰرَۃٍ مِّنْ عِلْمٍ اِنْ کُنْتُمْ صٰدِقِیْنَ۔

ترجمہ۔ کہہ دے بھلا دیکھو تو سہی جن کو تم پکارتے ہو اللہ کے سوا مجھ کو دکھاؤ تو انہوں نے کیا پیدا کیا زمین میں یا ان کا کچھ ساجھا ہے آسمان میں۔ تم میرے پاس کوئی کتاب تو لاؤ اس سے پہلے کی یا کوئی علمی نشان بتاؤ یا کوئی علمی روایت جب تم سچے ہو۔

تفسیر۔ مَاذَا خَلَقُوْا مِنَ الْاَرْضِ ۔ ارضی اشیاء میں سے کوئی ایک بنائی؟ ثابت ہوا۔ مسیحؑ نے چمگاڈر نہیں بنائی۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۱)

۶۔ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ مَنْ لَّا یَسْتَجِیْبُ لَہٗٓ اِلٰی یَوْمِ الْقِیٰمَۃِ وَھُمْ عَنْ دُعَآئِھِمْ غٰفِلُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور اس سے زیادہ گمراہ کون ہے جو اللہ کے سوا ایسوں کو پکارے جو اس کو جواب تک نہ دیں قیامت کے دن تک اور ان کے پکارنے تک کی خبر نہیں۔

تفسیر۔ وَمَنْ اَضَلُّ مِمَّنْ یَّدْعُوْا مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ ۔ اور اس سے زیادہ کون گمراہ ہے جو اللہ کے سوا دوسروں کی عبادت کرتا ہے۔ (نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۳۱)

۹۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ افْتَرٰىهُ ؕ قُلْ اِنِ افْتَرَيْتُهٗ فَلَا تَمْلِكُوْنَ لِيْ مِنَ اللّٰهِ شَيْـًٔا ؕ هُوَ اَعْلَمُ بِمَا تُفِيْضُوْنَ فِيْهِ ؕ كَفٰى بِهٖ شَهِيْدًۢا بَيْنِيْ وَ بَيْنَكُمْ ؕ وَ هُوَ الْغَفُوْرُ الرَّحِيْمُ۔

ترجمہ۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ قرآن کو نبی نے اپنے دل سے بنا لیا ہے تو جواب دے دے کہ اگر میں اس کو بنا لایا ہوں اپنے دل سے تو تم اللہ سے میرا کچھ پیچھا نہیں چھڑا سکتے وہی بخوبی جانتا ہے جن کاموں میں تم لگے ہوئے ہو تو اللہ کی یہ غیب گوئی کافی ہے تمہارے میرے درمیان شہادت دینے کو اور وہی غفور الرحیم ہے۔

تفسیر۔ کیا کہتے ہیں یہ بنا لایا تو کہہ اگر میں بنا لایا ہوں تو تم میرا بھلا نہیں کر سکتے۔ اللہ کے سامنے کچھ۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۱۹۹ حاشیہ)

۱۰،۱۱۔ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ وَ مَاۤ اَدْرِيْ مَا يُفْعَلُ بِيْ وَ لَا بِكُمْ ؕ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا يُوْحٰۤى اِلَيَّ وَ مَاۤ اَنَا اِلَّا نَذِيْرٌ مُّبِيْنٌ۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ كَانَ مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ وَ كَفَرْتُمْ بِهٖ وَ شَهِدَ شَاهِدٌ مِّنْۢ بَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ عَلٰى مِثْلِهٖ فَاٰمَنَ وَ اسْتَكْبَرْتُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ لَا يَهْدِي الْقَوْمَ الظّٰلِمِيْنَ۔

ترجمہ۔ تو کہہ دے میں نیا اور انوکھا رسول تو نہیں ہوں اور میں جانتا نہیں کہ میرے ساتھ اور تمہارے ساتھ کیا کیا جائے گا اور میں تو اُسی پر چلوں گا جو میری طرف وحی کی جاتی ہے اور میں ہوں ہی کیا صرف ایک کھلم کھلا دشمنوں کو ڈرانے والا ہی۔ تو کہہ دے بھلا غور کرو یہ قرآن اگر اللہ ہی کی طرف سے ہو اور تم نے اس کو نہ مانا اور بنی اسرائیل کا ایک حکمران شہادت دے چکا اپنے مثیل کی تو وہ ایمان لا چکا اور تم نے اپنے کو بڑا سمجھا اور دوسرے کو حقیر۔ کچھ شک نہیں کہ ظالم لوگ جس راہ پر چل رہے ہیں وہ تو اللہ کی بتائی ہوئی نہیں۔

تفسیر۔ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا لطیف ارشاد فرمایا قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ کہہ دو کہ میں کوئی نیا رسول تو نہیں آیا۔ مجھ سے پیشتر ایک دراز سلسلہ انبیاء و رسل کا گزرا

ہے۔ ان کے حالات دیکھو۔ وہ کھاتے پیتے بھی تھے۔ بیویاں بھی رکھتے تھے۔ پھر مجھ میں تم کون سی انوکھی اور نرالی بات پاتے ہو غرض یہ مامور ایک ہی قسم کے حالات اور واقعات رکھتے ہیں۔ ان پر اگر انسان خدا ترسی اور عاقبت اندیشی سے غور کرے تو وہ ایک صحیح رائے اور یقینی نتیجہ پر پہونچ سکتا ہے۔ (الحکم جلد ۵ نمبر ۶ مورخہ ۱۷ر فروری ۱۹۰۱ء صفحہ ۶)

ہمارے سید و مولیٰ فرماتے ہیں کہ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ میں کوئی نیا رسول تو نہیں آیا۔ آدم سے لے کر اب تک جو رسول آئے ہیں۔ ان کو پہچانو۔ ان کی معاشرت، تمدن اور سیاست کیسی تھی اور ان کا انجام کیا ہوا؟ ان کی صداقت کے کیا اسباب تھے۔ ان کی تعلیم کیا تھی۔ ان کے اصحاب نے اُن کو پہلے پہل کس طرح مانا۔ ان کے مخالفوں اور منکروں کا چال چلن کیسا تھا اور ان کا انجام کیا ہوا؟ یہ ایک ایسا اصل تھا کہ اگر اِس وقت کے لوگ اس معیار پر غور کرتے تو ان کو ذرا سی دقت پیش نہ آتی۔ اور ایک مجدد، مہدی، مسیح مرسل من اللہ کے ماننے میں ذرا بھی اشکال نہ ہوتا۔ مگر اپنے خیالات ملکی اور قومی رسوم، بزرگوں کے عادات کے ماننے میں تو بہت بڑی وسعت سے کام لیتے ہیں۔ اور خدا تعالیٰ کے ماموروں اور اس کے احکام کیلئے خدا کے علم اور حکمت کے پیمانہ کو اپنی ہی چھوٹی سی کھوپڑی سے ناپنا چاہتے ہیں۔ ہر ایک امام کی شناخت کیلئے یہ عام قاعدہ کافی ہے کہ کیا یہ کوئی نئی بات لے کر آیا ہے؟ اگر اس پر غور کرے تو تعجب کی بات نہیں ہے جو اللہ تعالیٰ اصل حقیقت کو اس پر کھول دے۔ ہاں یہ ضروری ہے کہ اپنے آپ کو ہیچ سمجھے اور تکبر نہ کرے۔ ورنہ تکبر کا انجام یہی ہے کہ محروم رہے۔ (الحکم جلد ۵ نمبر ۱۹ مورخہ ۲۴ر مئی ۱۹۰۱ء صفحہ ۱۰-۱۱)

ہمارے سید و مولیٰ ہادیٔ کامل محمد مصطفٰے صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی رسالت اور نبوت کو پیش کرتے ہوئے یہی فرمایا اور یہی آپ کو ارشاد ہوا۔ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ میں کوئی نیا رسول تو نہیں آیا ہوں۔ جو رسول پہلے آتے رہے ہیں۔ ان کے حالات اور تذکرے تمہارے پاس ہیں۔ ان پر غور کرو اور سبق سیکھو کہ وہ کیا لائے۔ اور لوگوں نے ان پر کیا اعتراض کئے۔ کیا باتیں تھیں جن پر عمل درآمد کرنے کی وہ تاکید فرماتے تھے اور کیا امور تھے جن سے نفرت دلاتے تھے۔ پھر اگر مجھ میں

کوئی نئی چیز نہیں ہے تو اعتراض کیوں ہے؟ کیا تمہیں معلوم نہیں؟ ان کے معترضوں کا انجام کیا ہوا تھا؟

(الحکم جلد ۶ نمبر ۲ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۲ء صفحہ ۸)

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ۔ ان کو کہہ دو کہ میں نے کوئی نیا دعویٰ نہیں کیا۔ نئے رسول کیلئے مشکلات ہوتی ہیں لیکن جس سے پہلے اور رسول اور نواب اور ملوک اور راست باز گزر چکے ہیں اس کو کوئی مشکلات نہیں ہوتیں۔ جن ذرائع سے پہلے راست بازوں کو شناخت کیا ہے۔ وہی ذریعے اس کی شناخت کیلئے کافی اور حجت ہیں۔ تعلیم میں مقابلہ کرلے۔ اس کا چال چلن دیکھ لے کہ پہلے راست بازوں جیسا ہے یا نہیں۔ دشمن کو دیکھ لے کہ اسی رنگ کے ہیں یا نہیں۔ آدمی کو ایک آسان راستہ نظر آتا ہے مگر خدا کے فضل سے مجھے محض اللہ ہی کے فضل سے اس آیت کے قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ کے بعد راست باز کی شناخت میں کوئی مشکل نہیں پڑی۔

(الحکم جلد ۷ نمبر ۲ مورخہ ۱۷؍جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۱۲)

قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ (الاحقاف:۱۰) کہہ دے میں کوئی نیا رسول دنیا میں نہیں آیا دنیا میں مجھ سے پہلے رسول آتے رہے ہیں تم نے اگر کسی کو راستباز اور صادق مانا ہے تو جس قاعدہ اور معیار سے مانا ہے تو وہی قاعدہ اور معیار میرے لئے بس ہے۔ میں نے قرآن شریف کے اس استدلال کی بنا پر بارہا ان لوگوں سے جو حضرت میرزا صاحب کے متعلق سوال اور بحث کرتے ہیں پوچھا کہ تم نے کبھی کسی کو دنیا میں راستباز اور صادق تسلیم کیا ہے یا نہیں؟ اگر کیا ہے تو وہ ذریعے اور معیار کیا تھے؟ جن ذریعوں سے تم نے صادق تسلیم کیا ہے پھر میرا ذمہ ہوگا کہ اس معیار پر اپنے صادق امام کی راستبازی اور صداقت ثابت کردوں۔ میں نے بارہا اس گُر اور اصول سے بہتوں کو لاجواب اور خاموش کرایا ہے اور یہ میرا مجرب نسخہ ہے اس راہ سے اگر چلو تو تم تمام مباحث کا دو لفظوں میں فیصلہ کردو۔

(الحکم جلد ۶ نمبر ۱۴ مورخہ ۱۷؍ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۴)

شَاهِدٌ کی تنوین واسطے تفخیم و تعظیم کے ہے۔اور لفظِ مِثْلِہٖ قابلِ غور ہے......

حضرت موسیٰؑ کا قصہ بتکرار و کثرت قرآن میں مذکور ہونا۔اس امر کا اشارہ اور اظہار کرتا ہے کہ قرآن اپنے رسولِ نبیؐ عربی کو مثیلِ موسیٰؑ ثابت کرتا ہے۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۱۹۷)

جو لوگ پیچھے آتے ہیں۔وہ بڑے خوش نصیب ہوتے ہیں۔کیونکہ پہلے لوگوں کے حالات ان تک پہنچ جاتے ہیں۔پس عقلمند ان سے فائدہ اٹھا کر خود ان غلطیوں میں نہیں پڑتے جن میں وہ پڑ کر ہلاک ہوئے بلکہ ان راہوں پر چلتے ہیں۔جن پر اگلے چل کر فائز المرام ہوئے۔حضرت نبی کریم صلعم نے اپنی صداقت کی دلیل پیش کی اور لوگوں کو متوجّہ کیا کہ مجھ سے پہلے کئی رسول ہو چکے ہیں۔خصوصًا بنی اسرائیل میں سے ایک عظیم الشان اپنے مثیل ہونے کی گواہی دے چکا ہے۔وَشَهِدَ شَاهِدٌ مِّنۢ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ عَلَىٰ مِثۡلِهِۦ ان کے منہاج پر غور کرو تو میرا صدق کھل جائے گا۔پھر صحابہ کرامؓ سے بڑھ کر ہم خوش قسمت ہیں کہ ہم میں جو ولی اللہ آیا اس سے پہلے ہزاروں اولیاء اللہ گزر چکے ہیں۔ان کی کتابیں ہمارے پاس محفوظ ہیں۔تمام دنیا کی رسالتیں کھل کر ہم تک پہنچ چکی ہیں۔مجوسیوں، یہودیوں، نصرانیوں، ہندوؤں کے پیغمبروں اور ان کے مذہب کی کتابیں مل سکتی ہیں۔پس ایسے وقت میں اگر کوئی تقویٰ سے لبریز دل لے کر غور کرتا تو اس فرستادۂ الٰہی کی شناخت میں اسے کیا مشکل تھی۔ آسمان سے نزول کے معنے بھی ایلیاء کی پیشگوئی یوحنا میں پوری ہونے سے حل ہو چکے ہیں۔ملاکی نبی باب ۴ آیت ۵ میں ارشاد ہوتا ہے۔دیکھو۔خداوند کے بزرگ اور ہولناک دن کے آنے سے پیشتر میں ایلیا نبی کو تمہارے پاس بھیجوں گا اور وہ باپ دادا کے دلوں کو بیٹوں کی طرف اور بیٹیوں کے دلوں کو ان کے باپ دادوں کی طرف مائل کرے گا۔یہ پیشگوئی ہے۔اس کے پورا ہونے کا حال متی باب ۱۱ آیت ۷ میں پڑھو۔الیاس جو آنے والا تھا۔یہی ہے۔چاہو تو قبول کرو۔انجیل مرقس باب ۹ ورس ۱۱۔۱۳ میں یہی مضمون ہے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۴۔ماہ جولائی ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۷۹۔۱۸۰)

شَاهِدٌ مِّنۢ بَنِيٓ إِسۡرَٰٓءِيلَ ۔ یعنی حضرت موسیٰؑ پیشگوئی فرما چکے ہیں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۱)

۱۶۔ وَ وَصَّیْنَا الْاِنْسَانَ بِوَالِدَیْهِ اِحْسٰنًا ؕ حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا ؕ وَ حَمْلُهٗ وَ فِصٰلُهٗ ثَلٰثُوْنَ شَهْرًا ؕ حَتّٰۤی اِذَا بَلَغَ اَشُدَّهٗ وَ بَلَغَ اَرْبَعِیْنَ سَنَةً ۙ قَالَ رَبِّ اَوْزِعْنِیْۤ اَنْ اَشْكُرَ نِعْمَتَكَ الَّتِیْۤ اَنْعَمْتَ عَلَیَّ وَ عَلٰی وَالِدَیَّ وَ اَنْ اَعْمَلَ صَالِحًا تَرْضٰىهُ وَ اَصْلِحْ لِیْ فِیْ ذُرِّیَّتِیْ ؕۚ اِنِّیْ تُبْتُ اِلَیْكَ وَ اِنِّیْ مِنَ الْمُسْلِمِیْنَ۔

ترجمہ۔اور ہم نے انسان کو وصیت کی ماں باپ کے ساتھ نیک سلوک کرنے کی۔اُس کو پیٹ میں رکھا اس کی ماں نے تکلیف سے اور جنا تکلیف سے اور اس کا پیٹ میں رہنا اور دودھ چھڑائی تیس مہینے کی ہے۔یہاں تک کہ جب پہنچا اپنی جوانی کو اور چالیس برس کا ہوا تو لگا کہنے اے میرے ربّ! مجھ کو اس بات کی توفیق دے کہ میں شکر ادا کروں تیرے احسان کا جو تُو نے مجھ پر اور میرے ماں باپ پر کیا اور یہ کہ میں نیک کام کروں جس سے تو راضی ہو اور میری اولاد میں نیک بختی پیدا کر۔ میں نے تیری طرف رجوع کیا اور میں فدائی فرمانبرداروں میں سے ہوں۔

تفسیر۔ بڑے ہی بدقسمت وہ لوگ ہیں جن کے ماں باپ دنیا سے خوش ہو کر نہیں گئے۔باپ کی رضامندی کو میں نے دیکھا ہے اللہ کی رضامندی کے نیچے ہے اور اس سے زیادہ کوئی نہیں۔ افلاطون نے غلطی کھائی ہے وہ کہتا ہے ’’ہماری روح جو اوپر اور منزہ تھی ہمارے باپ اسے نیچے گرا کر لے آئے‘‘

وہ جھوٹ بولتا ہے۔وہ کیا سمجھتا ہے روح کیا ہے۔نبیوں نے بتلایا ہے کہ یہاں ہی باپ نطفہ تیار کرتا ہے پھر ماں اس نطفہ کو لیتی ہے اور بڑی مصیبتوں سے اسے پالتی ہے۔۹ مہینے پیٹ میں رکھتی ہے بڑی مشقت سے حَمَلَتْهُ اُمُّهٗ كُرْهًا وَّ وَضَعَتْهُ كُرْهًا اسے مشقت سے اٹھائے رکھتی ہے اور مشقت سے جنتی ہے۔اس کے بعد وہ دو سال یا کم از کم پونے دو سال اسے بڑی تکلیف سے رکھتی ہے اور اسے پالتی ہے۔رات کو اگر وہ پیشاب کر دے تو بستر کی گیلی طرف اپنے نیچے کر لیتی ہے اور خشک طرف بچے کو کر دیتی ہے۔

انسان کو چاہیے کہ اپنے ماں باپ (یہ بھی میں نے اپنے ملک کی زبان کے مطابق کہہ دیا۔ ورنہ باپ کا حق اول ہے اس لئے باپ ماں کہنا چاہیے) سے بہت ہی نیک سلوک کرے۔تم میں سے جس کے ماں باپ زندہ ہیں۔ وہ ان کی خدمت کرے۔ اور جس کے ایک یا دونوں وفات پا گئے ہیں۔ وہ ان کیلئے دعا کرے۔صدقہ دے اور خیرات کرے۔

ہماری جماعت کے بعض لوگوں کو غلطی لگی ہے۔ وہ سمجھتے ہیں کہ مردہ کو کوئی ثواب وغیرہ نہیں پہنچتا۔ وہ جھوٹے ہیں۔ان کو غلطی لگی ہے۔ میرے نزدیک دعا ،استغفار ،صدقہ ،خیرات بلکہ حج ، زکوٰۃ ،روزے یہ سب کچھ پہنچتا ہے۔ میرا یہی عقیدہ ہے اور بڑا مضبوط عقیدہ ہے۔

ایک صحابی نبی کریم صلعم کے پاس حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ میری ماں کی جان اچانک نکل گئی ہے۔ اگر وہ بولتی تو ضرور صدقہ کرتی۔ اب اگر میں صدقہ کروں تو کیا اسے ثواب ملے گا تو نبی کریم صلعم نے فرمایا۔ ہاں۔تو اس نے ایک باغ جو اس کے پاس تھا صدقہ کر دیا۔

میری والدہ کی وفات کی تار جب مجھے ملی ۔تو اس وقت میں بخاری پڑھا رہا تھا۔ وہ بخاری بڑی اعلیٰ درجہ کی تھی۔ میں نے اس وقت کہا۔ اے اللہ۔ میرا باغ تو یہی ہے۔تو میں نے پھر وہ بخاری وقف کر دی۔ فیروز پور میں فرزند علی کے پاس ہے۔

(الفضل جلد ا نمبر ۲۵ مورخہ ۳/دسمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۵)

۳۰۔ وَ اِذْ صَرَفْنَآ اِلَيْكَ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ يَسْتَمِعُوْنَ الْقُرْاٰنَ ۚ فَلَمَّا حَضَرُوْهُ قَالُوْٓا اَنْصِتُوْا ۚ فَلَمَّا قُضِيَ وَلَّوْا اِلٰى قَوْمِهِمْ مُّنْذِرِيْنَ ۔

ترجمہ۔ اور جب ہم نے پھیرا تیری طرف جنّوں میں سے چند آدمیوں کو کہ وہ سننے لگے قرآن کو جب پیغمبر کے پاس آ چکے تو آپس میں باتیں کرنے لگے کہ چپ رہو تو جب وہ پورا ہو گیا لوٹ کر پہنچے قوم کی طرف ڈراتے ہوئے۔

تفسیر۔ نَفَرًا مِّنَ الْجِنِّ ۔ کچھ پہاڑی لوگ تھے۔ یہودی معلوم ہوتے تھے۔ نصیبین کے رہنے والے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۱)

۳۱۔ قَالُوْا یٰقَوْمَنَاۤ اِنَّا سَمِعْنَا كِتٰبًا اُنْزِلَ مِنْۢ بَعْدِ مُوْسٰى مُصَدِّقًا لِّمَا بَیْنَ یَدَیْهِ یَهْدِیْۤ اِلَى الْحَقِّ وَ اِلٰى طَرِیْقٍ مُّسْتَقِیْمٍ۔

ترجمہ۔ کہنے لگے اے ہماری قوم! ہم نے ایک کتاب سنی جو نازل ہوئی ہے موسیٰ کے بعد تصدیق کرتی ہے سب اچھی باتوں کی جو سامنے پیش ہوئی ہیں اور ایک سچی بات کی رہ نمائی کرتی ہے سیدھی راہ کی طرف۔

تفسیر۔ بولے اے قوم ہماری ہم نے سنی ایک کتاب جو اتری ہے موسیٰؑ کے پیچھے۔ سچا کرتی سب اگلیوں کو سمجھاتی سچا دین اور راہ سیدھی۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۱۹۷ حاشیہ)

۳۲، ۳۳۔ یٰقَوْمَنَاۤ اَجِیْبُوْا دَاعِیَ اللّٰهِ وَ اٰمِنُوْا بِهٖ یَغْفِرْ لَكُمْ مِّنْ ذُنُوْبِكُمْ وَ یُجِرْكُمْ مِّنْ عَذَابٍ اَلِیْمٍ۔ وَ مَنْ لَّا یُجِبْ دَاعِیَ اللّٰهِ فَلَیْسَ بِمُعْجِزٍ فِی الْاَرْضِ وَ لَیْسَ لَهٗ مِنْ دُوْنِهٖۤ اَوْلِیَآءُ ؕ اُولٰٓىِٕكَ فِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔

ترجمہ۔ اے ہماری قوم! اللہ کی طرف بلانے والوں کو مان لو اور ایمان لاؤ۔ تمہارے گناہ تمہارے لئے معاف کئے جائیں گے اور ٹیس دینے والے عذاب سے تم پناہ میں آ ہی جاؤ گے۔ اور جو نہ مانے گا اللہ کی طرف بلانے والے کو تو وہ تھکا نہ سکے گا ملک میں اور اللہ کے سوا اس کا کوئی بھی مددگار نہیں۔ تو یہی لوگ صریح گمراہی میں ہیں۔

تفسیر۔ اے قوم ہماری مانو اللہ کے بلانے والے کو اور اس پر یقین لاؤ کہ بخشے تم کو کچھ تمہارے گناہ اور بچاوے تم کو ایک دکھ کی مار سے اور جو کوئی نہ مانے گا اللہ کے بلانے والے کو تو وہ نہ تھکا سکے گا بھاگ کر زمین میں اور کوئی نہیں اس کو اس کے سوائے مددگار۔ وہ لوگ بھٹکے ہیں صریح۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۱۹۹ حاشیہ)



سُوْرَةُ مُحَمَّدٍ مَّدَنِيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔

ہم سورۂ محمد کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اللہ کے اسم شریف سے جو رحمن ورحیم ہے۔

۲۔ اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ ۔

ترجمہ۔ جن لوگوں نے حق کو چھپایا اور اللہ کی راہ سے روکا ان کے اعمال اکارت گئے۔

تفسیر۔ خدا تعالیٰ کی ذات اس سے پاک ہے کہ اسے گمراہ کرنے والا کہا جائے۔ اس لئے کہ خود قرآن مجید نے مختلف مقامات میں بڑے بڑے لوگوں اور شریروں کی نسبت کہا ہے کہ وہ گمراہ اور ہلاک کرنے والے ہوتے ہیں۔ چنانچہ......... اَلَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِيْلِ اللّٰهِ اَضَلَّ اَعْمَالَهُمْ۔

جو لوگ منکر ہوئے۔ اور اللہ کے راہ سے روکتے ہیں۔ اللہ نے ان کے عمل باطل کر دیئے۔

(نور الدّین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۰۰)

۵۔ فَاِذَا لَقِيْتُمُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا فَضَرْبَ الرِّقَابِ ؕ حَتّٰۤى اِذَاۤ اَثْخَنْتُمُوْهُمْ فَشُدُّوا الْوَثَاقَ ۙ فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰى تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا ۛۚ ذٰلِكَ ؕۛ وَ لَوْ يَشَآءُ اللّٰهُ لَانْتَصَرَ مِنْهُمْ وَ لٰكِنْ لِّيَبْلُوَاۡ بَعْضَكُمْ بِبَعْضٍ ؕ وَ الَّذِيْنَ قُتِلُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ فَلَنْ يُّضِلَّ اَعْمَالَهُمْ ۔

ترجمہ۔ پھر جب تمہاری ملاقات ہو جاوے منکروں سے تو ان کی گردنیں مارو۔ یہاں تک کہ جب ان میں خوب خون ریزی کرو تو مضبوط قید کر لو پھر یا احسان کرنا اس کے بعد یا معاوضہ لے کر چھوڑ دینا یہاں تک کہ لڑائی رکھ دے اپنے ہتھیار۔ یہ حالت ہے اور اگر اللہ چاہتا تو خود ان سے انتقام لیتا لیکن وہ چاہتا ہے کہ آزمائیں تم کو ایک دوسرے سے اور جو لوگ اللہ کی راہ میں مارے گئے تو اللہ

ہرگز اکارت نہ کرے گا ان کے اعمال۔

تفسیر۔ حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا۔ اس جہاد کا منشاء یہ ہے کہ جنگیں موقوف ہو جائیں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۱)

غلامی کی نسبت فرمایا

فَاِمَّا مَنًّۢا بَعْدُ وَ اِمَّا فِدَآءً حَتّٰی تَضَعَ الْحَرْبُ اَوْزَارَهَا......[1]

اسلام میں مخالف قیدی جب جنگ سے آتے اور اس وقت ان کا واپس کرنا مصلحت نہ ہوتا۔ تو پرورش اور تربیت کے واسطے مجاہدین کے سپرد ہوئے اور حکم ہوتا جو کھانا تم کھاؤ۔ ان کو دو۔ جو تم پہنو۔ ان کو پہناؤ۔ طاقت سے زیادہ کام مت بتاؤ۔ ہاں جیل خانوں اور دریائے شور کے دُکھ نہ دیئے جاتے تھے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل صفحہ ۵۳)

قیدیانِ جنگ چار قسم کے ہوتے ہیں اور اب بھی چار قسم ہیں اول وہ جو شرارت کے سبب سے اس قابل ہی نہیں رہتے کہ امنِ عام کے سخت دشمن نہ ہوں۔ ایسے لوگوں کو قتل کیا جاتا ہے۔ چنانچہ اب بھی کورٹ مارشل میں ایسا ہی ہوتا ہے۔ ایسے موذیوں کا زندہ رکھنا ایک ایسے دانت کی مثال ہے جس کے ضرر سے دوسرے دانتوں کو تکلیف پہونچتی ہے۔ اگر نکالا نہ جاوے تو سارے دانتوں پر اس کا بُرا اثر پڑ کر سب کو تباہ کر دیتا ہے۔ دوسرے وہ قیدی جن کے بدلے روپیہ دے کر یا دوسرے قیدیوں کو چھڑانے کا فائدہ حاصل ہوتا ہے۔ ان دونوں کا ذکر قرآن میں یوں آیا ہے۔ وَ اقْتُلُوْهُمْ حَیْثُ ثَقِفْتُمُوْهُمْ (البقرۃ:۱۹۲) ۲۔ اِمَّا فِدَآءً میں ہے۔ سوم۔ وہ جن کا مفت چھڑانا ہی قرینِ مصلحت ہوتا ہے۔ جن کا ذکر اِمَّا فِدَآءً میں آ گیا ہے۔ چہارم۔ وہ جن کا واپس کرنا یا ان کا بدلہ لینا یا قتل کرنا مناسب نہیں ہوتا۔ ایسے قیدی اب بھی مہذب گورنمنٹوں میں موجود ہیں اور پورٹ بلیئر وغیرہ انہیں سے آباد ہیں۔ ایسے قیدیوں کی اگر شادیاں بیاہ روک دیئے جاویں تو ان کے فطری قویٰ پر کیسا بُرا اثر پڑتا ہے۔ میرے ایک انگریزی خواں دوست نے ایسا اعتراض کیا تو میں

---

[1] پس یا احسان کیجیو پیچھے اس کے اور یا بدلہ لیجیو یہاں تک کہ رکھ دیوے لڑائی بوجھ اپنے۔

نے اس کو قیدیوں کی چاروں مثالوں سے سمجھایا تھا۔ اوّل بیمار دانت کو باندھا جاتا ہے۔ اس کی منجنوں سے مالش کی جاتی۔ پھر کاٹا جاتا۔ پھر اکھاڑ کر باہر پھینک دیا جاتا ہے۔ یہی حال ہے قیدیانِ جنگ کا۔ پس جو قیدی دائم الحبس ہوں ان کو بیاہ سے روکنا تو جائز نہیں۔ پس مرد ہوں یا عورتیں سب کو نکاح کی اجازت ہے۔ (الحکم جلد ۸ نمبر ۴ مورخہ ۳۱ /جنوری ۱۹۰۴ء صفحہ ۴)

۱۴۔ وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ هِيَ اَشَدُّ قُوَّةً مِّنْ قَرْيَتِكَ الَّتِيْٓ اَخْرَجَتْكَ ۚ اَهْلَكْنٰهُمْ فَلَا نَاصِرَ لَهُمْ ۔

ترجمہ۔ اور بہت سے گاؤں جو سخت قوت دار تھے اس تیری بستی سے جس نے تجھ کو وطن سے نکال دیا ہے ہم نے ان کو تباہ کر دیا تو ان کا کوئی بھی مددگار نہ ہوا۔

تفسیر۔ اور کتنی تھیں بستیاں جو زیادہ تھیں زور میں اس تیری بستی سے۔ جس نے تجھ کو نکالا۔ ہم نے ان کو کھپا دیا پھر کوئی نہیں اُن کا مددگار۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۲۶۰ حاشیہ)

۱۶۔ مَثَلُ الْجَنَّةِ الَّتِيْ وُعِدَ الْمُتَّقُوْنَ ؕ فِيْهَآ اَنْهٰرٌ مِّنْ مَّآءٍ غَيْرِ اٰسِنٍ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ لَّبَنٍ لَّمْ يَتَغَيَّرْ طَعْمُهٗ ۚ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ خَمْرٍ لَّذَّةٍ لِّلشّٰرِبِيْنَ ۚ۬ وَ اَنْهٰرٌ مِّنْ عَسَلٍ مُّصَفًّى ؕ وَ لَهُمْ فِيْهَا مِنْ كُلِّ الثَّمَرٰتِ وَ مَغْفِرَةٌ مِّنْ رَّبِّهِمْ ؕ كَمَنْ هُوَ خَالِدٌ فِي النَّارِ وَ سُقُوْا مَآءً حَمِيْمًا فَقَطَّعَ اَمْعَآءَهُمْ ۔

ترجمہ۔ اس جنت کی ایک مثال جس کا متقیوں کو وعدہ کیا گیا ہے اس میں کثرت ہے ایسے پانی کی جس میں بُو نہیں اور باسی نہیں ہوتا نہریں ہیں اور کثرت سے دودھ کی نہریں ہیں جس کا ذائقہ نہیں بدلتا اور کثرت سے رَس پینے والوں کے لئے مزے ہیں اور کثرت سے صاف خالص شہد ہیں اور ان کے لئے وہاں ہر قسم کے میوے ہیں اور ان کے رب کی طرف سے مغفرت ہے (کمزوری سے حفاظت) کیا یہ لوگ برابر ہو سکتے ہیں اس کے جو ہمیشہ جلتا بھنتا رہے گا اور ان کو کھولتا ہوا پانی پلایا جائے گا اور وہ ان کی آنتوں کو ٹکڑے کر دے گا۔

تفسیر۔ حالت اس بہشت کی جو تقویٰ والوں سے وعدہ کیا گیا ہے۔ اس میں نہریں ہیں۔ اس پانی

کی جونہیں اُبستی ہیں اور نہریں ہیں اس دودھ کی جس کا مزہ نہیں بدلتا اور نہریں ہیں شراب کی جس میں مزہ ہے پینے والوں کو اور نہریں ہیں صاف کئے ہوئے شہد کی اور اس میں ہر قسم کا پھل ہے اور معافی ہے ان کے خدا کی۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل صفحہ ۱۷۴ حاشیہ)

۲۰۔ فَاعْلَمْ اَنَّهٗ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ الْمُؤْمِنٰتِ ؕ وَاللّٰهُ يَعْلَمُ مُتَقَلَّبَكُمْ وَ مَثْوٰىكُمْ۔

ترجمہ۔ تو تُو جان رکھ کہ کوئی بھی سچا معبود نہیں اللہ کے سوا اور اپنے بشری تقاضوں کی حفاظت طلب کرتا رہ اور ایماندار مرد اور عورتوں کے لئے یہی دعائے خیر کرتا رہ اور اللہ ہی جانتا ہے تمہارے چلنے پھرنے اور ٹھہرنے کی جگہ کو۔

تفسیر۔ ایک عیسائی کے اعتراض ’’وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ ...... اور ان کے امثال سے محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) کا گنہ گار ہونا ثابت ہوتا ہے‘‘ کے جواب میں فرمایا:

پھر کیا ہوا۔ سوچو تو سہی۔ مسیحؑ ملعون بنیں اور ان کی الوہیت اور خدائی میں بٹا نہ لگے بایں ہمہ گنہگاری کہ تمام عیسائیوں کے معاصی سے گنہگار ہوئے اور بقول ایوب عورت کے شکم سے نکل کر صادق نہیں ٹھہر سکتے تھے۔ دیکھو ایوّب۔ وہ جو عورت سے پیدا ہوا کیا ہے کہ صادق ٹھہرے۔ ۱۵ باب ۱۴۔ ایوب۔

پھر مریم جب بگناہ موروثی آدم گنہگار تھی تو مسیحؑ کو کوئی پاک نہیں ٹھہرا سکتا۔ کون ہے جو ناپاک سے پاک نکالے۔ کوئی نہیں۔ ایوب ۱۴ باب ۴۔ اور پھر عیسائیوں میں تمام آدمی آدم کے گناہ سے گنہگار ہیں اور آدم کا گناہ عورت سے شروع ہوا۔ تو مریم اور اس کا بیٹا کیسے محفوظ رہ سکتے ہیں؟ پس گنہگار اگر الوہیت سے معزول نہیں تو گنہگار نبوت اور رسالت سے کیسے معزول ہو سکتا ہے۔

اور سنو! کتب مقدسہ کا محاورہ ہے۔ مورثِ اعلیٰ کا نام لے کر قوم کو مخاطب کیا جاتا ہے۔ دیکھو یثرون (یعقوب) موٹا ہوا۔ اور اُس نے لات ماری۔ تو تُو موٹا ہو گیا۔ چربی میں چھپ گیا۔ خالق کو چھوڑ دیا۔ استثناء ۳۲ باب ۹۔ ۱۵ یعقوب کو جیسی اُس کی روشیں ہیں۔ سزا دیگا۔ ۱۲ باب ۲ ہوشیع۔ یعقوب کو اس کا

گناہ اور اسرائیل کو اُس کی خطا جتاؤں۔میکہ ۳باب ۸۔ یہ تو عہد عتیق کا محاورہ سنایا۔اب عہدِ جدید کو سنئے۔اس نے تو حد کردی ہے سنو سنو سنو۔

مسیحؑ نے ہمیں مول لے کر شریعت سے چھڑایا کہ وہ ہمارے بدلے میں لعنت ہوا۔ نامہ گلتیاں ۳باب ۱۳،۲۔قرنتی ۵ باب ۲۱۔

پس میں کہتا ہوں جب صاحبِ قوم قوم کے گناہ سے گنہگار کہا جاتا ہے۔اور جب قوم کو صاحب قوم کے نام سے مخاطب کیا جاتا ہے۔تو آپ ان آیات میں جن سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا گنہگار رہونا ثابت کرتے ہیں اس امر کو کیوں فروگزاشت کئے دیتے ہیں باایں ہمہ جن آیات سے آپ لوگ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت الزام قائم کرتے ہیں۔ان میں یقینی طور پر بلحاظ عربی بول چال کے اعتراض ہو ہی نہیں سکتا۔مثلاً سوچو۔آیت وَ اسْتَغْفِرْ لِذَنْۢبِكَ وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ (محمد:۲۰) میں ہم کہتے ہیں۔وَ لِلْمُؤْمِنِيْنَ والا واؤ عطف تفسیری کا واؤ ہے۔اور واؤ تفسیری خود قرآن میں موجود ہے۔دیکھو سورۂ رعد۔

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ ؕ وَ الَّذِيْۤ اُنْزِلَ اِلَيْكَ مِنْ رَّبِّكَ الْحَقُّ (الرعد:۲)[۱]

تِلْكَ اٰيٰتُ الْكِتٰبِ وَ قُرْاٰنٍ مُّبِيْنٍ (الحجر:۲)[۲]

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل صفحہ ۱۶۰۔۱۶۱)

۲۳۔فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ اَنْ تُفْسِدُوْا فِي الْاَرْضِ وَ تُقَطِّعُوْۤا اَرْحَامَكُمْ۔

ترجمہ۔تو کیا تم قریب ہو کہ اگر والی بنو تو ملک میں فساد کرو اور اپنے رشتہ داروں کا لحاظ کاٹ دو۔

تفسیر۔ فَهَلْ عَسَيْتُمْ اِنْ تَوَلَّيْتُمْ ۔میں جب یہ آیت پڑھتا ہوں۔یزید یاد آجاتا ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۱)

۱۔ یہ آیتیں قرآن کی ہیں اور جو اتارا گیا ہے تیرے پاس تیرے خدا سے وہ سچ ہے۔ ۲۔ یہ آیتیں ہیں کتاب کی اور کھلے قرآن کی۔

۳۳۔ اِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا وَ صَدُّوْا عَنْ سَبِیْلِ اللّٰہِ وَ شَآقُّوا الرَّسُوْلَ مِنْۢ بَعْدِ مَا تَبَیَّنَ لَھُمُ الْھُدٰی لا لَنْ یَّضُرُّوا اللّٰہَ شَیْئًا ط وَ سَیُحْبِطُ اَعْمَالَھُمْ ۔

ترجمہ۔ بے شک جن لوگوں نے انکار کیا اور حق کو چھپایا اور اللہ کے رستے سے روکا اور رسولؐ کو دکھ دیا وہ بھی اس کے بعد کہ ان پر ظاہر ہو چکی راہ راست تو وہ لوگ اللہ کا کچھ بھی بگاڑ نہ سکیں گے اور قریب ہی اللہ ان کے اعمال اکارت کر دے گا (یعنی ان کے منصوبے غلط ہو جائیں گے)۔

تفسیر۔ سَیُحْبِطُ اَعْمَالَھُمْ ۔ان کی کوششیں بارآور نہ ہوں گی اولاً مگر دنیا میں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۱)

۳۶۔ فَلَا تَھِنُوْا وَ تَدْعُوْٓا اِلَی السَّلْمِ ۖ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖ وَ اللّٰہُ مَعَکُمْ وَ لَنْ یَّتِرَکُمْ اَعْمَالَکُمْ ۔

ترجمہ۔ تو تم بودے نہ بنو اور بلاؤ صلح کی طرف یعنی جنگ کرتے رہو اور تمہیں بڑھ چڑھ کر رہو گے قسم اللہ کی (اللہ) تو تمہارے ساتھ ہے اور وہ تمہارے اعمالوں میں ہرگز تمہارا نقصان نہ کرے گا (یعنی تمہاری تدبیریں بنتی ہی جائیں گی)۔

تفسیر۔ جس نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کا ان کو دعویٰ ہے۔ان کا تو یہ حال تھا کہ جب ایک جنگ میں بعض صحابہ کی غلطی سے مومنوں کے پاؤں اُکھڑ گئے تو آپ تنِ تنہا جس طرف سے تیروں کی بوچھاڑ ہو رہی تھی۔ بڑھے اور

اَنَا النَّبِیُّ لَا کَذِبْ اَنَا ابْنُ عَبْدِالْمُطَّلِبْ

کا نعرہ لگانا شروع کیا۔ دیکھو صاحب۔لڑائی ہے تو مجھ سے ہے۔ میں موجود ہوں۔ اگر کوئی جاتا ہے تو جائے میں میدانِ جنگ میں موجود ہوں۔ یہ تھا آپؐ کا استقلال۔اور یہ تھی آپ کی ہمت ۔ یہ تو نبوت کے وقت کا ذکر ہے۔ اس سے پہلے بھی آپ نے نوجوانی کے عالم میں اپنے بے عدیل بیدار مغزی کا ثبوت دیا۔ آپؐ نے نوجوانوں کی ایک انجمن بنائی۔ جس کا کام تھا مظلوموں کی حمایت۔ ایک مظلوم آپ کے پاس آیا۔ جس کی شکایت اس نے کی ۔ وہ بڑا آدمی تھا۔ کوئی اسے کہنے کی جرأت نہیں کرتا تھا۔ آپ خود گئے اور کچھ ایسے دل آویز طریق سے تقریر کی کہ اس کا حق اسے دلا دیا۔ اسی

طرح قیصرِ روم کی طرف سے ایک شخص مقرر ہوا کہ وہ جوڑ توڑ کر کے عرب پر قیصرِ روم کا اثر بڑھا دے اور یہ ملک اس کے قبضے میں آ جائے۔ آپؐ نے فوراً اسے بھانپ لیا اور اس قومی نمک حرام کو پیش کر دیا۔

پس اے دوستو! تم اس نبی کی امت ہو۔ تو ایسا ہی حزم واحتیاط ، ہمت ، استقلال اور محنت اختیار کرو۔

فَلَا تَهِنُوْا وَ تَدْعُوْۤا اِلَى السَّلْمِ ۖۗ وَ اَنْتُمُ الْاَعْلَوْنَ ۖۗ وَاللّٰهُ مَعَكُمْ وَ لَنْ يَّتِرَكُمْ اَعْمَالَكُمْ ۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۴۔ ماہ اپریل ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۷۸)

۳۹۔ هٰۤاَنْتُمْ هٰۤؤُلَآءِ تُدْعَوْنَ لِتُنْفِقُوْا فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ۚ فَمِنْكُمْ مَّنْ يَّبْخَلُ ۚ وَ مَنْ يَّبْخَلْ فَاِنَّمَا يَبْخَلُ عَنْ نَّفْسِهٖ ؕ وَ اللّٰهُ الْغَنِيُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ ۚ وَ اِنْ تَتَوَلَّوْا يَسْتَبْدِلْ قَوْمًا غَيْرَكُمْ ۙ ثُمَّ لَا يَكُوْنُوْۤا اَمْثَالَكُمْ ۔

ترجمہ۔ توتم وہ لوگ ہو کہ تم کو بلایا جاتا ہے اس واسطے کہ تم اللہ کی راہ میں خرچ کرو تو کوئی تو تم میں سے ایسا ہے جو بخل کرتا ہے اور جو بخل کرتا ہے تو اپنی ہی جان کے ساتھ بخل کرتا ہے اور اللہ تو غنی ہے اور تم محتاج فقیر ہو اور اگر تم منہ پھیرو گے تو اللہ دوسری قوم کو بدل لے آئے گا تمہارے سوائے تو وہ تمہاری طرح نہ ہوں گی۔

تفسیر۔ انسان محتاج ہے کھانے پینے کا ، مکان کا ، غرض ذرے ذرے میں خدا کے حضور اس کی احتیاج ہے۔ چنانچہ اس نے فرمایا کہ وَاللّٰهُ الْغَنِيُّ وَ اَنْتُمُ الْفُقَرَآءُ حقیقی غنی اللہ کی ذات ہے۔ اور سراپا احتیاج انسان۔ جو احتیاج میں ہے اس کے برابر کوئی ذلیل نہیں۔ اسی لئے حکم ہے اسے خدا کے حضور تذلل کا۔ پھر انسان اپنے وجود میں ، اپنے بقاء میں ، دفعِ امراض میں ، رنج وراحت ، عسر ویسر ، غرض ہر حالت میں اللہ کا محتاج ہے۔

پس اللہ کا نام انسان کو یہ سمجھاتا ہے کہ حقیقی معبود، حقیقی مطاع ، حقیقی غنی ، وہی ذات ہے اور حقیقتاً محتاج ، حقیقتاً ذلیل ، حقیقتاً مطیع وہ انسان ہے جس کو اللہ نے پیدا کیا اور جو اپنے بقا میں ہر آن اس کے فضل کا محتاج ہے۔ اس فضل کے جذب کیلئے اطاعت فرض ہے۔

(بدر جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰ ؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۲)

سُوْرَۃُ الْفَتْحِ مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

ہم سورۂ فتح کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اس کے نام سے جس نے سب تدبیریں پہلے سے بنا رکھی ہیں سچی کوشش کا بدلہ دیا۔

۲، ۳۔ اِنَّا فَتَحْنَا لَکَ فَتْحًا مُّبِیْنًا ۔ لِّیَغْفِرَ لَکَ اللّٰہُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِکَ وَمَا تَاَخَّرَ وَیُتِمَّ نِعْمَتَہٗ عَلَیْکَ وَیَھْدِیَکَ صِرَاطًا مُّسْتَقِیْمًا ۔

ترجمہ۔ بے شک ہم نے تجھ کو کھلم کھلا فتح دی۔ نتیجہ یہ کہ تیرے اگلے اور پچھلے گناہ معاف کر دے اور تجھ پر اپنا احسان پورا کرے اور تجھے سیدھی راہ چلائے۔

تفسیر۔ ہجرت سے چھٹے سال حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ایک رؤیا ہوا کہ ہم مع صحابہؓ مکہ میں گئے ہیں اور عمرہ کے بعد حلق کروا رہے ہیں۔ اس بناء پر آپؐ نے پندرہ سو کے ہمراہ مکہ کی طرف کوچ کیا۔ حدیبیہ کے پاس مقام فرمایا۔ ادھر سے مکہ کے لوگ مقابلہ کو نکل آئے۔ آپؐ نے فرمایا ہم آپ سے لڑنے کیلئے نہیں آئے۔ آپ ہم کو اجازت دیں کہ بیت اللہ کا طواف کر کے چلے جائیں۔ اس پر بڑا لمبا مباحثہ ہوا۔ آخر یہ قرار پایا کہ ایک عہد نامہ لکھا جاوے دو فہرستیں تیار ہوں۔ ایک میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان قبیلوں کے نام ہوں جو ان کے ساتھ ہیں اور ایک طرف مشرکین اور ان کے ہمراہی قبیلوں کے نام ہوں۔ دوم یہ کہ اس سال آپ واپس تشریف لے جائیں اور آئندہ سال حج کیلئے آویں۔ آپؐ نے اسے منظور فرما لیا۔ حالانکہ صحابہؓ سے بہت اس پر راضی نہ تھے۔ سوم یہ کہ اگر کوئی ہم (مشرکین) میں سے مسلمان ہو جائے۔ تو وہ آپ ہمراہ نہ لے جائیں۔ نہ مدینہ میں رہنے دیں اور اگر آپ (نبی صلی اللہ علیہ وسلم) میں سے کوئی مرتد ہو جائے تو

ہمیں واپس دیا جائے۔ اسے بھی آپؐ نے مان لیا۔ حضرت عمرؓ خصوصیت سے اس پر گھبرا رہے تھے۔ چہارم یہ کہ جب بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اور محمد رسول اللہ لکھنے لگے تو مشرکین مانع ہوئے اور کہا کہ ہم اگر آپ کو رسول مانتے تو یہ جھگڑا ہی کیوں کرتے۔ یہ لفظ چونکہ لکھے جا چکے تھے۔ حضرت علیؓ کو ان کا مٹانا گوارا نہ تھا۔ اس لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے انہیں خود مٹا دیا۔ یہ چار شرطیں ایسی تھیں کہ صحابہؓ کو ان پر بڑا قلق تھا۔ ایسی حالت میں یہ سورۃ نازل ہوئی۔ اِنَّا فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا۔ اب بتاؤ اس وقت اس پیشگوئی کا سمجھ میں آنا آسان تھا؟ ہرگز نہیں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۴۔ ماہ اپریل ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۸۰)

ایسے بشارات حسبِ کتبِ مقدسہ ضرور ہوا کرتی ہیں۔ دیکھو متی۔ پطرس نے جب کہا۔ ہم نے تیرے لئے سب کچھ چھوڑ دیا۔ تو مسیحؑ نے فرمایا۔ تم بادشاہت کے وقت بارہ تختوں پر بیٹھو گے۔ ۱۹ باب ۲۷ متی۔

اگر کہو مسیحی بشارات اور پطرس کی خوشخبری مشروط تھی۔ بدوں شرط نہیں۔ تو ہم کہتے۔ مسیحی اور پطرسی شرط کا تو ذکر انجیل میں نہیں۔ قرآنی بشارات کا خود قرآن میں ذکر ہے۔ دیکھو آیت۔ لَئِنۡ اَشۡرَکۡتَ لَیَحۡبَطَنَّ عَمَلُکَ (الزمر:۶۶) مطلب یہ ہے کہ اگر خاتمہ ایمان پر ہوا تو تیرے گناہ معاف ہیں۔

اور سنو! فَتَحۡنَا لَکَ فَتۡحًا مُّبِیۡنًا (الفتح:۲) کے معنے آپ لوگوں کو معلوم نہیں۔ اس آیت شریف کی تفسیر کے لئے قرآن ہی عمدہ تفسیر ہے اور وہ خود آیت مفسرہ آیت اَلَمۡ نَشۡرَحۡ لَکَ صَدۡرَکَ۔ وَ وَضَعۡنَا عَنۡکَ وِزۡرَکَ۔ (الم نشرح:۲، ۳) ہے۔ فتح سے مراد ہے۔ دل پر علوم باری اور آسمانی بادشاہت کے اَسرار کا کھولنا اور جب وہ کھلتے ہیں تو توبہ اور خشیت اور خوف الٰہی پیدا ہوتا ہے۔ جس کے باعث گناہ نہیں رہتے۔ انسان نئی زندگی پاتا ہے۔ نیا جلال حاصل کرتا ہے۔

ایک اور جواب سنئے۔ مسیحؑ حواریوں کو فرماتے ہیں۔ جن کو تم بخشو۔ ان کے گناہ بخشے جاتے ہیں۔ اور جنہیں تم نہ بخشو گے۔ نہ بخشے جائیں گے۔ یوحنا ۲۰ باب ۲۳۔ بھلا جہاں مچھوں اور ٹوریوں

کو گناہ بخشنے کا اختیار ہے۔ وہاں باری تعالیٰ کو ایک خاتم الانبیاء کے گناہ بخشنے کا اختیار کچھ تعجب انگیز اور محلِّ انکار ہے؟ ہرگز نہیں! بیشک اللہ تعالیٰ نے نبی عرب حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو فتوحات دیں۔ ظاہری فتوح فتح مکہ وغیرہ جس کے ظہور سے بُت پرستی کا استیصال اس شہر سے کیا۔ عرب جیسے بت پرست ملک سے ابد کے لئے ہو گیا۔ اور تمام دنیا میں توحیدِ ربوبیت کے علاوہ توحیدِ الوہیت کا شور مچ گیا اور مختلف قبائلِ عرب لوٹ مار کرتے۔ شراب خوری اور جوئے بازی پر فخر بگھارتے۔ سراسر اخلاق مجسّم پورے موحد ہو کر نیک چال پر آ گئے۔ اتنی ہدایت پھیلانے سے ہادی کے گناہ معاف نہ ہوئے ہوں؟ بالکل عقل کے خلاف ہے اور فتوحات باطنی کا حال آگے لکھ چکا ہوں۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اوّل صفحہ ۱۶۲۔ ۱۶۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بخشش ذنب کے دو معنی لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْۢبِكَ (الفتح: ۳) کے متعلق دو معنی مجھے سمجھ میں آئے ہیں۔

ایک معنی تو امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کئے ہیں اور وہ اس طرح پر ہیں کہ انسان جب کوئی کام کرتا ہے تو لوگ اس میں کوئی نہ کوئی نقص نکال دیتے ہیں لیکن جب وہ کامیاب ہو جاتا ہے تو اعتراض کرنے والے خود بخود شرمندہ ہو جاتے ہیں۔ ایسا ہی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی اعتراض کرتے تھے لیکن جب آپ فاتح ہو گئے تو ان کو معلوم ہو گیا کہ وہ اعتراض ان کی اپنی غلطی تھی۔

دوسرے معنی جو اللہ تعالیٰ نے مجھے سمجھائے ہیں وہ یہ ہیں۔ ذنبك یعنی تیرے قصور، کیا مطلب کہ جو بدیاں اہل مکہ نے تجھ سے کی ہیں اور ہجرت سے پہلے جو ایذائیں اور تکلیفیں دی ہیں وہ ان کا قصور تھا مگر اللہ نے تیرے سبب سے اہل مکہ کے گناہ بھی بخش دیئے کیونکہ وہ مسلمان ہو گئے۔

(الحکم جلد ۷ نمبر ۳۷ مورخہ ۱۰؍اکتوبر ۱۹۰۳ء صفحہ ۳)



۷ تا ۱۰ ۔ وَّ یُعَذِّبَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ الْمُنٰفِقٰتِ وَ الْمُشْرِکِیْنَ وَ الْمُشْرِکٰتِ الظَّآنِّیْنَ بِاللّٰهِ ظَنَّ السَّوْءِ ؕ عَلَیْهِمْ دَآئِرَةُ السَّوْءِ ۚ وَ غَضِبَ اللّٰهُ عَلَیْهِمْ وَ لَعَنَهُمْ وَ اَعَدَّ لَهُمْ جَهَنَّمَ ؕ وَ سَآءَتْ مَصِیْرًا۔ وَ لِلّٰهِ جُنُوْدُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ عَزِیْزًا حَكِیْمًا۔ اِنَّآ اَرْسَلْنٰكَ شَاهِدًا وَّ مُبَشِّرًا وَّ نَذِیْرًا۔ لِّتُؤْمِنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ وَ تُعَزِّرُوْهُ وَ تُوَقِّرُوْهُ ؕ وَ تُسَبِّحُوْهُ بُكْرَةً وَّ اَصِیْلًا۔

ترجمہ۔ اوران منافق مرداورعورتوں کوعذاب دے گا اورمشرک مرداورعورتوں کو جوگمان کرتے ہیں اللہ کے ساتھ بُرا۔ انہی پر پڑے گا مصیبت کا بُرا چکر اور اللہ ان پر خفا ہوا اور در بدر کر دیا اُن کو اور ان کے لئے تیار کر رکھا ہے جہنم اور وہ بہت ہی بُری جگہ ہے۔ اور اللہ ہی کے لشکر ہیں آسمان اور زمین کے اور اللہ بڑا زبردست حکمت والا ہے۔ بے شک ہم نے تجھ کو بھیجا ہے بادشاہ بنا کر جو دوستوں کو خوش خبری سنانے والا دشمنوں کو ڈرانے والا ہے۔ تا کہ تم ایمان لاؤ اللہ اور اس کے رسول پر اور اس کی مدد کرو اور اس کی تعظیم کرو اور اللہ ہی کی تسبیح کرو صبح وشام۔

تفسیر۔ اور اللہ سزا دے گا منافق مرد وعورت اور مشرک مرد وعورت کو جو اللہ کی نسبت بدظنی رکھتے ہیں۔ انہیں کے اوپر برائی کا پھیر ہے اور اللہ ان پر ناراض ہوا اور ان پر لعنت کی اور ان کیلئے جہنم تیار کیا۔ اور وہ برا ٹھکانہ ہے (یہ لوگ اپنی دولت ، کثرت اور قوت پر فریفتہ نہ ہوں اور اپنے موجودہ وقت کو جس سے سزا ابھی غائب ہے۔ سردست آرام کا زمانہ تصور فرما کر مغرور نہ ہو جاویں۔ ان کو سزا دینا ، ان کا استیصال کرنا اور عقل وفکر انسان سے باہر نا اندیشہ سامانوں کا ہلاکت کے بہم پہنچانا ہم پر کچھ دشوار نہیں ہے۔ اسباب ہمارے ہیں اور اسباب کے خالق ہم ہیں) اور آسمان و زمین کے لشکر اللہ کے قبضہ میں ہیں اور اللہ غالب حکمت والا ہے۔ ہم نے تجھ کو (اے نبی) شاہد ، مبشر ، نذیر بھیجا ہے (اب ضرور ہے کہ تم لوگ) اللہ اور اس کے رسول پر ایمان لاؤ۔ اسے (رسول کو) قوت دو اور اس کی تعظیم کرو۔ اور صبح وشام اللہ کے نام کی تقدیس کرو۔ (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۰۰ حاشیہ)

۱۱۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ یُبَایِعُوۡنَکَ اِنَّمَا یُبَایِعُوۡنَ اللّٰہَ ؕ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ ۚ فَمَنۡ نَّکَثَ فَاِنَّمَا یَنۡکُثُ عَلٰی نَفۡسِہٖ ۚ وَ مَنۡ اَوۡفٰی بِمَا عٰہَدَ عَلَیۡہُ اللّٰہَ فَسَیُؤۡتِیۡہِ اَجۡرًا عَظِیۡمًا۔

ترجمہ۔ کچھ شک نہیں کہ جولوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں تو وہ اللہ ہی سے بیعت کرتے ہیں اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں کے اوپر ہے پھر جو عہد توڑ دے گا تو وہ اپنے ہی نفس کے لئے توڑ دے گا اور جو اس عہد کو پورا کرے گا جو اللہ سے کیا ہے تو اللہ اس کو قریب ہی عطا فرمائے گا بڑا اجر۔

تفسیر۔ یقیناً جولوگ تجھ سے بیعت کرتے ہیں وہ اللہ سے بیعت کرتے ہیں۔ اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔ اب جس نے عہد کو توڑ دیا وہ جان لے کہ وہ عہد شکنی کی سزا پاوے گا۔ اور جس نے پورا کیا اسے جس پر اس نے اللہ سے معاہدہ کیا ہے تو عنقریب اللہ اسے اجر عظیم دے گا۔

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۰۰ حاشیہ)

اپنے اس بڑے عظیم الشان معاہدہ کو اپنے پیشِ نظر رکھو۔ یہ معاہدہ تم نے معمولی انسان کے ہاتھ پر نہیں کیا خدا تعالیٰ کے مرسل مسیح ومہدی کے ہاتھ پر کیا ہے۔ اور میں تو یقین سے کہتا ہوں کہ خدا کے مُرسل ہی نہیں خدا کے ہاتھ پر کیا ہے۔ کیونکہ یَدُ اللّٰہِ فَوۡقَ اَیۡدِیۡہِمۡ آیا ہے۔

(الحکم جلد ۹ نمبر ۱۲ مورخہ ۱۰/اپریل ۱۹۰۵ء صفحہ ۶)

۱۹ تا ۲۱۔ لَقَدۡ رَضِیَ اللّٰہُ عَنِ الۡمُؤۡمِنِیۡنَ اِذۡ یُبَایِعُوۡنَکَ تَحۡتَ الشَّجَرَۃِ فَعَلِمَ مَا فِیۡ قُلُوۡبِہِمۡ فَاَنۡزَلَ السَّکِیۡنَۃَ عَلَیۡہِمۡ وَ اَثَابَہُمۡ فَتۡحًا قَرِیۡبًا۔ وَّ مَغَانِمَ کَثِیۡرَۃً یَّاۡخُذُوۡنَہَا ؕ وَ کَانَ اللّٰہُ عَزِیۡزًا حَکِیۡمًا۔ وَعَدَکُمُ اللّٰہُ مَغَانِمَ کَثِیۡرَۃً تَاۡخُذُوۡنَہَا فَعَجَّلَ لَکُمۡ ہٰذِہٖ وَ کَفَّ اَیۡدِیَ النَّاسِ عَنۡکُمۡ ۚ وَ لِتَکُوۡنَ اٰیَۃً لِّلۡمُؤۡمِنِیۡنَ وَ یَہۡدِیَکُمۡ صِرَاطًا مُّسۡتَقِیۡمًا۔

ترجمہ۔ بے شک اللہ راضی ہو گیا ہے مومنوں سے جب وہ تجھ سے بیعت کرنے لگے درخت کے نیچے پس اس نے جان لیا جو کچھ ان کے دلوں میں ہے پھر نازل فرمایا دلی اطمینان اُن پر

اور ان کو فتح قریب کا بدلہ دیا۔ اور بہت سی غنیمتیں جن پر قبضہ کریں گے اور اللہ بڑا زبردست حکمت والا ہے۔ اللہ نے تم سے وعدہ فرمایا ہے بہت سی غنیمتوں کا کہ تم ان کو لوگے تو تم کو جلد عطا فرمائیں یہ غنیمتیں (یعنی فتح خیبر) اور لوگوں کے ہاتھ روکے تم سے تا کہ ایک نمونہ ہو قدرت کا ایمانداروں کے لئے اور تا کہ اللہ تم کو سیدھی راہ بتادے (کامیابی کی)۔

تفسیر۔ صحابہؓ بہت سعید تھے۔ وہ خدا کے وعدوں پر ایمان لائے۔ تو مندرجہ ذیل انعامات سے سرفراز ہوئے۔

ایمان بالغیب کے انعامات۔ ۱۔ اللہ تعالیٰ راضی ہوا (لَقَدْ رَضِيَ اللّٰهُ عَنِ الْمُؤْمِنِيْنَ) مومنین کہلائے۔

شیعہ اس مقام پر غور کریں جو صحابہ کو منافق قرار دیتے ہیں۔ **فَعَلِمَ مَا فِيْ قُلُوْبِهِمْ** سے ظاہر ہے کہ ان کے دلوں میں بھی اخلاص ہی بھرا ہوا تھا۔

(۲)۔ خیبر کی فتح (وَ اَثَابَهُمْ فَتْحًا قَرِيْبًا) (۳)۔ بہت سی غنیمتیں ملیں (مَغَانِمَ كَثِيْرَةً يَّاْخُذُوْنَهَا) (۴)۔ سکینۃ کا نزول ہوا (فَاَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ عَلَيْهِمْ)۔ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْزَلَ السَّكِيْنَةَ فِيْ قُلُوْبِ الْمُؤْمِنِيْنَ[۱] سے اَنْ يَّاْتِيَكُمُ التَّابُوْتُ فِيْهِ سَكِيْنَةٌ[۲] کے معنے حل ہوتے ہیں کہ تابوت سے مراد وہ دل ہیں مطلب یہ ہے کہ ان کے دلوں میں اس خلافت سے اطمینان پیدا ہو جائے گا۔ (۵)۔ وَ كَفَّ اَيْدِيَ النَّاسِ عَنْكُمْ۔ لوگوں کی دست اندازی کو روکا۔ لڑائی نہ ہونے دی۔ (۶)۔ صراطِ مستقیم کی ہدایت فرمائی۔ (وَ يَهْدِيَكُمْ صِرَاطًا مُّسْتَقِيْمًا) (۷)۔ پھر اسی صبر و اطاعت کی وجہ سے (وَّ اُخْرٰى لَمْ تَقْدِرُوْا عَلَيْهَا قَدْ اَحَاطَ اللّٰهُ بِهَا[۳] اور انعامات کئے جن کا ان حالات میں وہ اندازہ نہ لگا سکتے تھے۔

وہی شرائط جو اس وقت نقصان دہ اور موجبِ ہتک معلوم ہوتی تھیں۔ اس عظیم الشان فتح کا

۱۔ وہی اللہ ہے جس نے اطمینان اتارا ایمانداروں کے دلوں میں۔ ۲۔ کہ ملے گا تم کو ایسا قلب جس میں تسلّی ہو۔ ۳۔ اور ایک فتح اور بھی ہونے والی ہے جن پر ابھی تم نے قدرت نہیں پائی۔

موجب ہو گئیں۔ جو مسلمان مرتد ہوتا وہ تو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اور ان کی جماعت کے کام کا نہ تھا۔ اس کے جانے سے انہیں کیا نقصان اور جو مشرکین میں سے مسلمان ہوتا وہ مکہ میں رہتا۔ تو دوسروں کی ہدایت کا موجب بنتا۔ پھر یہ فائدہ ہوا کہ ابوبصیر مسلمان ہو کر مدینہ بھاگ آیا۔ دو آدمی مکہ سے اس کو پکڑنے کیلئے روانہ ہوئے۔ جب حضور رسالتِ مآب میں پہنچے تو آپؐ نے حکم دیا کہ ابوالبصیر واپس چلا جائے اس نے بہتیرے عذر کئے مگر آپؐ نے فرمایا۔ ہم معاہدہ کے خلاف نہیں کریں گے۔ راستے میں اس نے اپنے محافظ مشرکوں میں سے ایک کی تلوار لے کر ایک کو مار دیا۔ دوسرا پھر فریاد کرتا ہوا آیا۔ ابوبصیر بھی پہنچ گیا۔ آپؐ نے اسے کہا۔ تو لڑائی کرانا چاہتا ہے میں تجھے واپس بھجوا دوں گا۔ یہ سن کر وہ وہاں سے بھاگ گیا اور ایک جگہ پر ڈیرہ بنا لیا۔ اب جو مسلمان ہوتا مکہ سے بھاگ کر ان کے پاس آ جاتا اور رفتہ رفتہ ان کی ایک جماعت بن گئی۔ چونکہ وہ مکہ والوں کے نکالے ہوئے تھے اس لئے انہوں نے اپنے اخراجات خوراک وغیرہ کے لئے مکہ ہی کے قافلوں سے اپنا حصہ لینا شروع کیا۔ اس طرح پر یہ شرط ان مشرکین کیلئے موجبِ ضرر ہوئی۔ اور وہ نبی کریمؐ کی خدمت میں آئے کہ آپؐ اپنے آدمیوں کو بلوا لیجئے۔ ہم اس شرط کو توڑتے ہیں۔

دوم۔ ان فہرستوں کے لکھوانے کا فائدہ یہ ہوا کہ خزاعہ پر جو نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حمایت میں تھے۔ بنوبکر وائل نے حملہ کیا اور مشرکین نے ان کا خفیہ خفیہ ساتھ دیا۔ خزاعہ میں سے دو آدمی نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے حضور فریاد لے کر حاضر ہوئے۔ ادھر مکہ والوں نے بھی اپنا ایک سردار بھیج دیا کہ معاہدہ نئے سرے سے ہو۔ کیونکہ میں اس وقت موجود نہ تھا۔ اس طرح پر وہ معاہدہ آپ ہی انہوں نے اپنے عمل اور اپنے قول سے توڑ دیا۔ اور نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے دس ہزار قدوسیوں کے ساتھ مکہ پر چڑھائی کی اور اس طرح پر خدا کا کلام اِنَّا فَتَحْنَا لَكَ فَتْحًا مُّبِيْنًا پورا ہوا۔ اور اسی فتح کے ذریعہ ثابت ہوا کہ نبی کریم صلعم کی زندگی ہر قسم کے عیبوں اور ان الزاموں سے پاک ہے۔ جو آپ کی ذات سے منسوب کئے جاتے تھے لِيَغْفِرَ لَكَ اللّٰهُ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِكَ وَمَا تَاَخَّرَ کے یہی معنے ہیں کہ تیری ذات پر جو الزام یہ مکہ کی ہجرت سے پہلے یا پیچھے لگاتے

تھے۔ وہ سب دور ہو جائیں۔ دوسرے معنے یہ ہیں کہ ان مشرکین نے جو تیرے گناہ اس وقت کئے تھے جبکہ تو (اے نبیؐ) پہلے مکّہ میں رہتا تھا اور پھر وہ قصور جو اس وقت کئے جبکہ تو مکہ سے چلا آیا اس فتح کے ذریعہ اللہ تعالیٰ ان کو معاف کر دے چنانچہ جب وہ مشرکین پکڑے حضور رسالت میں حاضر ہوئے تو آپؐ نے فرمایا۔لَا تَثْرِيْبَ عَلَيْكُمُ الْيَوْمَ يَغْفِرُ اللّٰهُ لَكُمْ وَهُوَ اَرْحَمُ الرّٰحِمِيْنَ تم پر آج کے دن کوئی الزام نہیں۔ اللہ تمہیں بخشے اور وہ بڑا رحم کرنے والا ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۴۔ ماہ اپریل ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۸۰ تا ۱۸۲)

۲۵۔ وَ هُوَ الَّذِيْ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ وَ اَيْدِيَكُمْ عَنْهُمْ بِبَطْنِ مَكَّةَ مِنْۢ بَعْدِ اَنْ اَظْفَرَكُمْ عَلَيْهِمْ ؕ وَ كَانَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرًا۔

ترجمہ۔ وہی اللہ ہے جس نے روک رکھے کافروں کے ہاتھ تم سے اور تمہارے ہاتھ ان سے مکہ کے اندر بعد اس کے کہ تم ان پر فتح پا چکے تھے اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو بخوبی دیکھ رہا ہے۔

تفسیر۔ كَفَّ اَيْدِيَهُمْ عَنْكُمْ ۔ یہ حدیبیہ کا ذکر ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۱)

۳۰۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ ؕ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗۤ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ تَرٰىهُمْ رُكَّعًا سُجَّدًا يَّبْتَغُوْنَ فَضْلًا مِّنَ اللّٰهِ وَ رِضْوَانًا ؗ سِيْمَاهُمْ فِيْ وُجُوْهِهِمْ مِّنْ اَثَرِ السُّجُوْدِ ؕ ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ ۛۚ وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۛ۫ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ فَاٰزَرَهٗ فَاسْتَغْلَظَ فَاسْتَوٰى عَلٰى سُوْقِهٖ يُعْجِبُ الزُّرَّاعَ لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ ؕ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنْهُمْ مَّغْفِرَةً وَّ اَجْرًا عَظِيْمًا۔

ترجمہ۔ محمدؐ اللہ کا رسول ہے اور جو لوگ اس کے ساتھ ہیں وہ کافروں پر بہت مؤثر ہیں ان سے متاثر نہیں ہوتے۔ شدید و غالب ہیں اور آپس میں ایک دوسرے سے متاثر ہوئے ہیں رحیم ہیں۔ تُو ان کو دیکھتا ہے رکوع کرنے والے، سجدہ کرنے والے، اللہ کا فضل چاہتے ہیں اور اس کی خوشنودی کے طالب ہیں ان کی

نشانئیں ان کے چہروں میں ہیں سجدوں کے اثر سے بھی، ان کی مثال ہے توریت میں (استثناء باب ۳۳) اور یہی ان کی مثال ہے انجیل میں (متی باب ۱۳۔آیت ۳۱، ۳۲ و ۸) جیسے ایک کھیتی ہے جس نے اپنی سوئی نکالی پھر اس کو موٹا کیا تو وہ موٹی ہوگئی ہے پھر سیدھی کھڑی ہوگئی اپنی نال پر پیاری لگتی ہے کسانوں کو تا کہ اللہ جی جلائے ایمانداروں سے سب کافروں کا اور اللہ نے وعدہ فرمایا ایمانداروں سے مغفرت اور اجرت عظیم کا۔

تفسیر۔ اَشِدَّآءُ عَلَى الْكُفَّارِ رُحَمَآءُ بَيْنَهُمْ ...... ذٰلِكَ مَثَلُهُمْ فِي التَّوْرٰىةِ۔ وہ بڑے مضبوط ہیں۔ کفّار کا اثر قبول نہیں کرتے۔ ہاں آپس میں ایک دوسرے سے نیک متأثر ہوتے ہیں۔ تو ان کو عبادت گزار، اللہ کے فضل و رضوان کا امیدوار پائے گا۔ فرماں برداری کے آثار ان کے چہروں سے ظاہر ہیں۔ دیکھو ۳۳ باب استثناء آیت ۲۔ خداوند کریم سینا سے آیا اور شعیر سے ان پر طلوع ہوا۔ فاران ہی کے پہاڑ سے وہ جلوہ گر ہوا۔ دس ہزار قدّوسیوں کے ساتھ آیا۔ اور ان کے دہنے ہاتھ ایک آتشی شریعت ان کیلئے تھی۔ ہاں۔ وہ اس قوم سے بڑی محبت رکھتا ہے۔ اس کے سارے مقدس تیرے ہاتھ میں ہیں اور وہ تیرے قدموں کے نزدیک بیٹھے ہیں اور تیری باتوں کو مانیں گے۔

اور وَ مَثَلُهُمْ فِي الْاِنْجِيْلِ ۚ كَزَرْعٍ اَخْرَجَ شَطْـَٔهٗ ...... لِيَغِيْظَ بِهِمُ الْكُفَّارَ اس کیلئے دیکھو متی باب ۱۳ آیت ۳۱۔ وہ ان کے واسطے ایک اور تمثیل لایا کہ آسمان کی بادشاہت خردل[1] کے دانہ کی مانند ہے۔ جسے ایک شخص نے لے کر اپنے کھیت میں بویا۔ وہ سب بیجوں میں چھوٹا ہے۔ پر جب اُگتا۔ تو سب ترکاریوں سے بڑا ہوتا اور ایسا پیڑ ہوتا کہ ہوا کی چڑیائیں آ کے اس کی ڈالیوں پر بسیرا کریں۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۴۔ ماہ مارچ ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۸۲۔ ۱۸۳)



[1] رائی۔ مرتّب

سُوْرَۃُ الْحُجُرٰتِ مَدَنِیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

ہم سورۂ حجرات کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اس باعظمت اللہ کے اسم شریف سے جس نے رسول اللہ کے مصاحبوں کو آگے سے چن رکھا اور جن کی نیک کوششوں کا بدلہ دینے والا ہے۔

۳۔ یٰٓاَیُّہَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِیِّ وَ لَا تَجْہَرُوْا لَہٗ بِالْقَوْلِ کَجَہْرِ بَعْضِکُمْ لِبَعْضٍ اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُکُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اے ایماندارو! اونچی اور برابر نہ ہو تمہاری آواز نبی کی آواز سے اور مقابلہ نہ کرو۔ چیخو مت جیسے مقابلہ کیا کرتے ہو تم ایک سے ایک۔ ایسا نہ ہو کہ اکارت ہو جائے تمہارا سب کیا کرایا اور تم کو خبر ہی نہ ہو۔

تفسیر۔ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَکُمْ ۔ کلام اللہ قول الرسول کے مقابل پر اپنی آواز نہ بڑھاؤ۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۱)

۸۔ وَ اعْلَمُوْٓا اَنَّ فِیْکُمْ رَسُوْلَ اللّٰہِ ؕ لَوْ یُطِیْعُکُمْ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ حَبَّبَ اِلَیْکُمُ الْاِیْمَانَ وَ زَیَّنَہٗ فِیْ قُلُوْبِکُمْ وَ کَرَّہَ اِلَیْکُمُ الْکُفْرَ وَ الْفُسُوْقَ وَ الْعِصْیَانَ ؕ اُولٰٓئِکَ ہُمُ الرّٰشِدُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور جان رکھو کہ تم میں اللہ کا رسول موجود ہے اگر وہ تمہارا کہا مانا کرے تمہارے بہت سے کاموں میں تو تم ضرور مشکلات میں پڑ جاؤ مگر اللہ نے تمہارے لئے ایمان پسند فرمایا ہے اور اس کو عمدہ کر دکھایا ہے تمہارے دلوں میں اور تمہاری نظروں میں برا بنا دیا ہے کفر اور فسق اور عصیان کو۔ یہی لوگ ہیں جو نیک چلن اور لائق اور منزل مقصود کو پہنچے ہوئے ہیں۔

تفسیر۔ اَنَّ فِیْکُمْ رَسُوْلَ اللّٰہِ ؕ لَوْ یُطِیْعُکُمْ فِیْ کَثِیْرٍ مِّنَ الْاَمْرِ لَعَنِتُّمْ ۔ کہ تم میں محمدؐ خدا کا رسول ہے۔ اگر تمہاری رائے پر چلے تو تمہیں مشکلوں اور دکھوں کا سامنا ہو۔

(الحکم نمبر ۱ جلد ۹ مورخہ ۱۰ رجنوری ۱۹۰۵ء صفحہ ۱۱)

۱۱۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ اِخْوَۃٌ فَاَصْلِحُوْا بَیْنَ اَخَوَیْکُمْ وَ اتَّقُوا اللّٰہَ لَعَلَّکُمْ تُرْحَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ ایماندار تو آپس میں بس بھائی بھائی ہیں تو صلح کراؤ اپنے دو بھائیوں میں اور اللہ کو سپر بناؤ اور اسی کا خوف رکھو تا کہ تم پر رحم کیا جائے۔

تفسیر۔ تمام ایمان والے آپس میں بھائی بھائی ہیں۔ امیر سے غریب تک، شریف سے وضیع تک، اجنبی سے اپنے پرائے ہم قوم تک۔ اگر ایمان والوں میں رنج آ جاوے تو ان بھائیوں میں صلح کرادو اور اللہ سے ڈرتے رہو تا کہ تم پر رحم ہو۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۲۹)

اس آیت کے رو سے مجھے یقین ہے کہ کم از کم اس آیت کے نزول تک جس قدر صحابہ تھے۔ وہ آپس میں بھائی بھائی تھے۔ اور یہ شیعہ کے خلاف نص صریح ہے۔

(بدر جلد ۸ نمبر ۱۳ مورخہ ۲۱ رجنوری ۱۹۰۹ء صفحہ ۷)

۱۲، ۱۳۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْهُمْ وَ لَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ عَسٰۤى اَنْ یَّكُنَّ خَیْرًا مِّنْهُنَّ ۚ وَ لَا تَلْمِزُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ لَا تَنَابَزُوْا بِالْاَلْقَابِ ؕ بِئْسَ الِاسْمُ الْفُسُوْقُ بَعْدَ الْاِیْمَانِ ۚ وَ مَنْ لَّمْ یَتُبْ فَاُولٰٓىٕكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ ۫ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ وَّ لَا تَجَسَّسُوْا وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ؕ اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ۔

ترجمہ۔ اے ایماندارو! ٹھٹھا نہ کیا کرے ایک قوم دوسری قوم سے ممکن ہے کہ جن پر ہنستے ہیں وہ بہتر

ہوں ہنسنے والوں سے اور نہ عورتیں ہنسی کیا کریں دوسری عورتوں سے شاید وہ دوسری بہتر ہوں ان سے اور آپس میں ایک دوسرے پر الزام نہ لگایا کرو اور نہ بُرے نام رکھا کرو ایمان لائے بعد۔ بُرا نام ایک بدکاری ہے اور جو توبہ نہ کرے تو وہی لوگ بے جا کام کرنے والے بداخلاق ہیں۔ اے ایماندارو! بچے رہو بہت بدگمانیوں سے کچھ شک نہیں بعض بدگمانیاں گناہ ہیں اور کسی کا بھید مت ٹٹولا کرو اور نہ کھولا کرو اور بعض کی غیبت بعض نہ کیا کرے بھلا تم میں کسی کو یہ بات پسند ہے کہ وہ اپنے مرے ہوئے بھائی کا گوشت کھائے سو یہ تو تم مکروہ ہی سمجھتے ہو گے (تو غیبت سے بھی کراہت کرو۔ بچو) اور اللہ کو سپر بناؤ بے شک اللہ بڑا توبہ قبول کرنے والا سچی کوشش کا بدلہ دینے والا ہے۔

تفسیر۔ مرد مردوں سے ہنسی نہ کریں۔ ہوسکتا ہے کہ وہی ان سے اچھے ہوں۔ اور نہ عورتیں عورتوں سے ہوسکتا ہے کہ وہی ان سے اچھی ہوں اور ایک دوسرے کی نکتہ چینی اور عیب گیری مت کرو۔ بُرے بُرے اور چھیڑ کے ناموں سے کسی کو مت پکارو۔ مومن ہونے کے بعد یہ ناپاک نام بہت بُری بات ہے۔ (نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۴)

اے ایمان والو! ٹھٹھا نہ کریں ایک لوگ دوسروں سے۔ شاید وہ بہتر ہوں اُن سے اور نہ عورتیں دوسری عورتوں سے۔ شاید وہ بہتر ہوں اُن سے۔ اور عیب نہ دو ایک دوسرے کو اور نہ نام ڈالو۔ چڑھ ایک دوسرے کی۔ بُرا نام ہے گنہگاری پیچھے ایمان کے اور جو کوئی توبہ نہ کرے۔ تو وہی ہیں بے انصاف۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل صفحہ ۵۰، ۵۱ حاشیہ)

او ایمان والو! کوئی قوم کسی قوم سے تمسخر نہ کرے۔ جس سے تم ہنسی کرتے ہو اور جسے تم مسخرہ بناتے ہو شاید تم سے اچھا ہو اور نہ عورتیں ہنسی کریں عورتوں سے، کیونکہ ہوسکتا ہے کہ جس سے ایک عورت تمسخر کرتی ہے دوسری سے اچھی ہو اور اپنوں کو کوئی طعن مت دیا کرو اور کسی کی نسبت برا لقب مت بولو۔ ایسی کرتوتوں سے برے لقب دینے والا اللہ تعالیٰ کے یہاں سے فاسق و بدکار ہونے کا لقب پاتا ہے۔ اور مومن کہلا کر فاسق بننا بُرا ہے۔ جو لوگ بُرے کاموں سے باز نہ آئے وہی بدکار رہیں۔ (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۳۰)

جب بعض آدمیوں کو آرام ملتا ہے۔فکرِ معاش سے گونہ بے فکری حاصل ہوتی ہے۔ وہ نکمے بیٹھنے لگتے ہیں۔اب اور کوئی مشغلہ تو ہے نہیں۔تمسخر کی خُو ڈال لیتے ہیں۔ یہ تمسخر کبھی زبان سے ہوتا ہے۔کبھی اعضاء سے کبھی تحریر سے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ اس تمسخر کا نتیجہ بہت برا ہے۔وحدت باطل ہو جاتی ہے۔ پھر وحدت جس قوم میں نہ ہو وہ بجائے ترقی کے ہلاک ہو جاتی ہے۔

حدیث میں آیا ہے کہ ایک عورت کو مار رہے تھے یہاں تک کہ اسے کہا جاتا کہ زَنَيْتِ۔ سَرَقْتِ تو نے زنا کیا۔تو نے چوری کی۔ایک سننے والی پر اس کا اثر ہوا اور اس نے دعا کی کہ الٰہی میری اولاد ایسی نہ ہو۔گود میں لڑکا بول اٹھا کہ الٰہی مجھے ایسا ہی بنائیو۔ کیونکہ اس عورت پر بدظنی کی جا رہی ہے۔ یہ واقع میں بہت اچھی ہے۔اسی طرح ایک اور کا ذکر ہے کہ ماں نے دعا کی۔الٰہی میرا بچہ ایسا ہی ہو۔مگر بچے نے کہا کہ الٰہی میں ایسا نہ بنوں۔غرض کسی کو کسی کے حالات کی کیا خبر ہوسکتی ہے۔ ہر ایک کا معاملہ خدا کے ساتھ ہے۔ممکن ہے کہ ایک شخص ایسا نہ ہو جیسا اسے سمجھا جاتا ہے۔لوگوں کی نگاہ میں حقیر ہو مگر خدا کے نزدیک مقرب ہو پھر اَلْاَعْمَالُ بِالْخَوَاتِيْمِ کے مطابق ممکن ہے۔جس سے تمسخر کیا جاتا ہے اس کا انجام اچھا ہو۔

وَلَا نِسَآءٌ مِّنْ نِّسَآءٍ ۔ آیت میں آیا ہے۔ یہاں عورتیں بیٹھی ہوئی نہیں مگر آدمی کا نفس بھی مؤنث ہے۔ ہر ایک اس کو مراد رکھ سکتا ہے۔دومؔ اپنے اپنے گھروں میں جا کر یہ بات پہنچا دو۔ کہ کوئی عورت دوسری عورت کی تحقیر نہ کرے۔اور اس سے ٹھٹھا نہ کرے۔تم ایک دوسرے کو عیب نہ لگاؤ اور نام نہ رکھو۔تم کسی کا بُرا نام رکھو گے تو تمہارا نام اس سے پہلے فاسق ہو چکا۔مومن ہونے کے بعد فاسق نام رکھانا بہت ہی بُری بات ہے۔ یہ تمسخر کہاں سے پیدا ہوتا ہے؟ بدظنی سے اس لئے فرماتا ہے۔ اِجْتَنِبُوْا كَثِيْرًا مِّنَ الظَّنِّ بدگمانیوں سے بچو۔ حدیث میں بھی آیا ہے۔اِيَّاكُمْ وَ الظَّنّ۔ فَاِنَّ الظَّنَّ اَكْذَبُ الْحَدِيْثِ۔اس بدظنی سے بڑا بڑا نقصان پہنچتا ہے۔میں نے ایک کتاب منگوائی۔ وہ بہت بے نظیر تھی۔ میں نے مجلس میں اس کی اکثر تعریف کی۔ کچھ دنوں بعد وہ کتاب گم ہوگئی مجھے کسی خاص پر تو خیال نہ آیا۔مگر یہ خیال ضرور آیا کہ کسی نے اٹھالی۔پھر جب کچھ عرصہ نہ ملی تو یقین ہو گیا کہ

کسی نے چرالی ہے ۔ ایک دن جب میں نے اپنے مکان سے الماریاں اٹھوائیں تو کیا دیکھتا ہوں الماری کے پیچھے بیچوں بیچ کتاب پڑی ہے۔جس سے معلوم ہوا کہ کتاب میں نے رکھی ہے اور وہ پیچھے جا پڑی۔اس وقت مجھے دو معرفت کے نکتے کھلے۔ایک تو مجھے ملامت ہوئی کہ میں نے دوسرے پر بدگمانی کیوں کی۔ دوم میں نے صدمہ کیوں اٹھایا۔خدا کی کتاب اس سے بھی زیادہ عزیز اور عمدہ میرے پاس موجود تھی۔اسی طرح میرا ایک بستر تھا جس کی کوئی آٹھ تہیں ہوں گی۔ایک نہایت عمدہ ٹوپی مجھے کسی نے بھیجی جس پر طلائی کام ہوا تھا۔ایک عورت اجنبی ہمارے گھر میں تھی۔اسے اس کام کا بہت شوق تھا۔اس نے اس کے دیکھنے میں بہت دلچسپی لی۔تھوڑی دیر بعد وہ ٹوپی گم ہوگئی۔ مجھے اس کے گم ہونے کا کوئی صدمہ تو نہ ہوا کیونکہ نہ میرے سر پر پوری آتی تھی نہ میرے بچوں کے سر پر۔مگر میرے نفس نے اس طرف توجہ کی کہ اس عورت کے پسند آ گئی ہوگی۔ مدت گذر گئی۔اس عورت کے چلے جانے کے بعد جب بستر کو جھاڑنے کیلئے کھولا گیا تو اس کی ایک تہہ میں سے نکل آئی۔

دیکھو بدظن کیسا خطرناک ہے اللہ تعالیٰ اپنے بعض بندوں کو سکھاتا ہے جیسا کہ اس نے محض اپنے فضل سے میری راہنمائی کی۔ اور لوگوں سے بھی ایسے معاملات ہوتے ہوں گے مگر تم نصیحت نہیں پکڑتے۔اس بدظنی کی جڑھ ہے ’’کرید‘‘ خواہ مخواہ کسی کے حالات کی جستجو اور تاڑ بازی۔اس لئے فرماتا ہے وَلَا تَجَسَّسُوْا اور پھر اس تجسس سے غیبت کا مرض پیدا ہوتا ہے۔

ان آیات میں تم کو یہ بھی سمجھایا گیا ہے کہ گناہ شروع میں بہت چھوٹا ہوتا ہے مگر آخر میں بہت بڑا ہو جاتا ہے جیسے بَڑ کا بیج دیکھنے میں کتنا چھوٹا ہے۔لیکن پھر بعض جڑیں ایک ایک میل تک چلی گئی ہیں۔ میں تم کو نصیحت کرتا ہوں کہ اپنے اعمال کا محاسبہ کرتے رہو۔اور بدی کو اس کے ابتداء میں چھوڑ دو۔

(بدر جلد ۹ نمبر ۳ مورخہ ۱۸ر نومبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱)

کسی دوسرے کو حقارت سے نہ دیکھو بلکہ مناسب یہ ہے کہ اگر کسی کو اللہ نے علم ، طاقت اور آبرو دی ہے تو اس کے شکریہ میں اس کی جو اس نعمت سے متمتع نہیں مدد کرے نہ یہ کہ اس پر تمسخر

اڑائے۔ یہ منع ہے۔ چنانچہ اس نے فرمایا۔ لَا یَسْخَرْ قَوْمٌ مِّنْ قَوْمٍ عَسٰٓی اَنْ یَّکُوْنُوْا خَیْرًا مِّنْھُمْ۔

(بدر جلد ۸ نمبر ۱۷ مورخہ ۱۸ ؍فروری ۱۹۰۹ء صفحہ ۲)

اوایمان والو! بُہتی بدگمانیوں سے بچو۔ بعض بدگمانی بدکاری ہوتی ہے۔ لوگوں کی عیب جوئی مت کیا کرو اور ایک دوسرے کا گلہ کبھی نہ کرو۔ گلہ کرنا ایسا بُرا ہے جیسا بھائی کا گوشت کھا لینا۔ کیا یہ امر کسی کو پسند ہے۔ بے ریب کسی کو بھی یہ بات پسند نہیں۔ اللہ سے اس کی نافرمانیوں پر ڈرو۔ اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو نافرمانیوں کو چھوڑ ، اس کی طرف متوجہ ہوتے ہیں رحم کرتا ہے۔

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۳۰)

بعضے گناہ ہوتے ہیں کہ وہ اور بہت سے گناہوں کو بلانے والے ہوتے ہیں۔ اگر ان کو نہ چھوڑا جائے تو ان کی ایسی ہی مثال ہے کہ ایک شخص کے بتوں کو توتوڑا جائے مگر بت پرستی کو اس کے دل سے دور نہ کرایا جاوے۔ اگر ایک بت کو توڑ دیا تو اس کے عوض سینکڑوں اور تیار ہو سکتے ہیں۔ مثلاً صلیب ایک پیسہ کو آتی ہے اگر کسی ایک کی صلیب کو توڑ ڈالیں تو لاکھوں اور بن سکتی ہیں۔ غرض جب تک شرارتوں اور گناہوں کی ماں اور جڑھ دور نہ ہو۔ تب تک کسی نیکی کی امید نہیں ہوسکتی اور تاوقتیکہ اصلی جڑھ اور اصلی محرک بدی کا دور نہ ہو۔ فروعی بدیاں بکلی دور نہیں ہوسکتیں۔ جب تک بدیوں کی جڑھ نہ کاٹی جاوے۔ تب تک وہ اور بدیوں کو اپنی طرف کھینچے گی اور دوسری بدیاں اپنا پیوند اس سے رکھیں گی۔ مثلاً شہوت بد ایک گناہ ہے۔ بدنظری، زنا، لواطت ، حسن پرستی سب اسی سے پیدا ہوئی ہیں۔ حرص اور طمع جب آتا ہے تو چوری جعلسازی، ڈاکہ زنی، ناجائز طور سے دوسروں سے مال حاصل کرنے اور طرح طرح کی دھوکہ بازیاں سب اسی کی وجہ سے کرنی پڑتی ہیں۔

غرض یہ یادرکھنے والی بات ہے کہ بعض باتیں اصل ہوتی ہیں اور بعض انکی فروعات ہوتی ہیں۔ جو لوگ اللہ تعالیٰ کو نہیں مانتے۔ وہ کوئی حقیقی اور سچی نیکی ہرگز نہیں کر سکتے اور وہ کسی کامل خلق کا نمونہ نہیں دکھا سکتے۔ کیونکہ وہ کسی صحیح نتیجہ کے قائل نہیں ہوتے۔ میں نے بڑے بڑے دہریوں کو مل کر پوچھا ہے کہ کیا تم کسی سچے اخلاق کو ظاہر کر سکتے ہو اور کوئی حقیقی نیکی عمل میں لا سکتے ہو تو وہ لاجواب سے ہو کر رہ

گئے ہیں۔ ہمارے زیرِ علاج بھی ایک دہریہ ہے۔ میں نے اس سے یہی سوال کیا تھا تو وہ ہنس کر خاموش ہو گیا تھا۔ ایسے ہی جو لوگ قیامت کے قائل نہیں ہوتے۔ وہ بھی کسی حقیقی نیکی کو کامل طور پر عمل میں نہیں لا سکتے۔ نیکیوں کا آغاز جزا سزا کے مسئلہ سے ہی ہوتا ہے۔ جو شخص جزا سزا کا قائل نہیں ہوتا۔ وہ نیکیوں کے کام بھی نہیں کر سکتا۔ ایسے ہی جو شخص یہ سمجھتا ہے کہ دوسرے لوگوں کے اس قسم کے الفاظ سے مجھے رنج پہنچتا ہے۔ وہ کسی کی نسبت ویسے الفاظ کیوں استعمال کرنے لگا۔ یا جو شخص اپنی لڑکی سے بدنظری اور بدکاری کروانا نہیں چاہتا اور اسے ایک برا کام سمجھتا ہے۔ وہ دوسروں کی لڑکیوں سے بدنظری کرنا کب جائز سمجھتا ہے۔ ایسے ہی جو اپنی ہتک کو برا خیال کرتا ہے وہ دوسروں کی ہتک کبھی نہیں کرتا۔ بہرحال یہاں اللہ تعالیٰ نے گناہوں سے بچنے کا ایک گُر بتایا ہے۔

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوا اجْتَنِبُوْا كَثِیْرًا مِّنَ الظَّنِّ١٘ اِنَّ بَعْضَ الظَّنِّ اِثْمٌ۔

ایماندارو! ظن سے بچنا چاہیے کیونکہ بہت سے گناہ اسی سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے۔

اِیَّاکُمْ وَ الظَّنَّ فَاِنَّ الظَّنَّ اَکْذَبُ الْحَدِیْثِ

ایک شخص کسی کے آگے اپنی ضرورتوں کا اظہار کرتا ہے اور اپنے مطلب کو پیش کرتا ہے۔ لیکن اس کے گھر کی حالت اور اس کی حالت کو نہیں جانتا اور اس کی طاقت اور دولت سے بے خبر ہوتا ہے۔ اپنی حاجت براری ہوتے نہ دیکھ کر سمجھتا ہے کہ اس نے جان بوجھ کر شرارت کی اور میری دستگیری سے منہ موڑا۔ تب محض ظن کی بناء پر اس جگہ جہاں اس کی محبت بڑھنی چاہیے تھی۔ عداوت کا بیج بویا جاتا ہے۔ اور آہستہ آہستہ ان گناہوں تک نوبت پہنچ جاتی ہے جو عداوت کا پھل ہیں۔ کئی لوگوں سے میں نے پوچھا ہے کہ جب تم نے میرا نام سنا تھا تو میری یہی تصویر اور موجودہ حالت کا ہی نقشہ آپ کے دل میں آیا تھا۔ یا کچھ اور ہی سماں اپنے دل میں آپ نے باندھا ہوا تھا تو انہوں نے یہی جواب دیا ہے کہ جو نقشہ ہمارے دل میں تھا اور جو کچھ ہم سمجھے بیٹھے تھے وہ نقشہ نہیں پایا۔ یاد رکھو۔ بہت بدیوں کی اصل جڑھ سوءِ ظن ہوتا ہے۔ میں نے اگر کبھی سوءِ ظن کیا ہے۔ تو اللہ تعالیٰ نے میری تعلیم

فرمادی کہ بات اس کے خلاف نکلی ۔ میں اس میں تجربہ کار ہوں ۔ اس لئے نصیحت کے طور پر کہتا ہوں کہ اکثر سوءظنیوں سے بچو۔ اس سے سخن چینی اور عیب جوئی کی عادت بڑھتی ہے۔ اسی واسطے اللہ کریم فرماتا ہے۔ وَ لَا تَجَسَّسُوْا ۔ تجسس نہ کرو۔ تجسس کی عادت بدظنی سے پیدا ہوتی ہے۔ جب انسان کسی کی نسبت سوءظنی کی وجہ سے ایک خراب رائے قائم کر لیتا ہے تو پھر کوشش کرتا ہے کہ کسی نہ کسی طرح اس کے کچھ عیب مل جاویں اور پھر عیب جوئی کی کوشش کرتا اور اسی جستجو میں مستغرق رہتا ہے۔ اور یہ خیال کر کے کہ اس کی نسبت میں نے جو یہ خیال ظاہر کیا ہے۔ اگر کوئی پوچھے تو پھر اس کا کیا جواب دوں گا۔ اپنی بدظنی کو پورا کرنے کیلئے تجسس کرتا ہے اور پھر تجسس سے غیبت پیدا ہوتی ہے جیسے فرمایا اللہ کریم نے وَ لَا یَغْتَبْ بَّعْضُكُمْ بَعْضًا ۔

غرض خوب یاد رکھو کہ سوءظن سے تجسس اور تجسس سے غیبت کی عادت شروع ہوتی ہے۔ اور چونکہ آجکل ماہ رمضان[1] ہے۔ اور تم لوگوں میں سے بہتوں کے روزے ہوں گے۔ اس لئے یہ بات میں نے روزہ پر بیان کی ہے اگر ایک شخص روزہ بھی رکھتا ہے اور غیبت بھی کرتا ہے اور تجسس اور نکتہ چینیوں میں مشغول رہتا ہے۔ تو وہ اپنے مُردہ بھائی کا گوشت کھاتا ہے۔ جیسے فرمایا اَیُحِبُّ اَحَدُكُمْ اَنْ یَّاْكُلَ لَحْمَ اَخِیْهِ مَیْتًا فَكَرِهْتُمُوْهُ!

اب جو غیبت کرتا ہے وہ روزہ کیا رکھتا ہے۔ وہ تو گوشت کے کباب کھاتا ہے اور کباب بھی اپنے مردہ بھائی کے گوشت کے اور یہ بالکل سچی بات ہے کہ غیبت کرنے والا حقیقت میں ہی ایسا بدآدمی ہوتا ہے۔ جو اپنے مردہ بھائی کے کباب کھاتا ہے۔ مگر یہ کباب ہر ایک آدمی نہیں دیکھ سکتا۔ ایک صوفی نے کشفی طور پر دیکھا کہ ایک شخص نے کسی کی غیبت کی۔ تب اس سے قے کرائی گئی تو اس کے اندر سے بوٹیاں نکلیں جن سے بُو بھی آتی تھی۔

یاد رکھو یہ کہانیاں نہیں۔ یہ واقعات ہیں۔ جو لوگ بدظنیاں کرتے ہیں وہ نہیں مرتے جب تک اپنی نسبت بدظنیاں نہیں سن لیتے۔ اس لئے میں تمہیں نصیحت کرتا ہوں اور دردِ دل سے کہتا ہوں کہ

---

[1] ماہ اکتوبر ۱۹۰۷ء۔ مرتّب

غیبتوں کو چھوڑ دو۔ بُغض اور کینہ سے اجتناب اور بکلی پرہیز کرو اور بالکل الگ تھلگ رہو۔ اس سے بڑا فائدہ ہوگا۔ میری نہ کوئی جاگیر مشترکہ ہے۔ نہ کوئی مکان مشترکہ ہے۔ میرا کوئی معاملہ دنیا کا کسی سے مشترکہ نہیں۔ اسی طرح میں اوروں پر قیاس کرتا ہوں کہ وہ بھی یہاں آکر[1] الگ تھلگ ہوں گے اور اگر کچھ بھی معمولی سی شراکت ہوگی بھی تو کوشش کرنے سے بالکل الگ رہ سکتے ہیں۔ انسان خود بخود اپنے آپ کو پھندوں میں پھنسا لیتا ہے ورنہ بات سہل ہے جو لڑکے دوسروں کی نکتہ چینیاں اور غیبتیں کرتے ہیں۔ اللہ کریم ان کو پسند نہیں کرتا۔ اگر کسی میں کوئی غلطی دیکھو تو خدا تعالیٰ سے اس کے لئے دعا کرو کہ اس کی وہ غلطی نکال دیوے اور اپنے فضل سے اس کو راہِ راست پر چلنے کی توفیق دیوے۔ یاد رکھو اللہ کریم تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ہے۔ وہ معاف کر دیتا ہے۔ جب تک انسان اپنا نقصان نہ اٹھائے اور اپنے اوپر تکلیف گوارا نہ کرے۔ کسی دوسرے کو سکھ نہیں پہنچا سکتا۔ بدصحبتوں سے بکلی کنارہ کش ہو جاؤ۔ خوب یاد رکھو کہ ایک چوہڑی یا لوہار کی بھٹی یا کسی عطار کی دکان کے پاس بیٹھنے سے ایک جیسی حالت نہیں رہا کرتی۔ ظن کے اگر قریب بھی جانے لگو تو اس سے بچ جاؤ۔ کیونکہ اس سے پھر تجسس پیدا ہوگا۔ اور اگر تجسس تک پہنچ چکے ہو تو پھر بھی رک جاؤ کہ اس سے غیبت تک پہنچ جاؤ گے اور یہ ایک بہت بڑی بد اخلاقی ہے۔ اور مُردار کھانے کی مانند ہے۔

وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ تَوَّابٌ رَّحِیْمٌ ۔ تقویٰ اختیار کرو اور پورے پورے پرہیز گار بن جاؤ۔ مگر یہ سب کچھ اللہ ہی توفیق دے تو حاصل ہوتا ہے۔ ہم تو انباروں کے انبار ہر روز معرفت کے پیش کرتے ہیں۔ گو فائدہ تو ہوتا ہے مگر ہم چاہتے ہیں کہ بہت فائدہ ہو اور بہتوں کو ہو خدا تعالیٰ توفیق عنایت فرماوے۔ آمین (الحکم جلد ۱۱ نمبر ۳۹ مورخہ ۳۱/۱۰ اکتوبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۸۔۹)

۱۴۔ یٰۤاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِّنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآىِٕلَ لِتَعَارَفُوْا ؕ اِنَّ اَكْرَمَكُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰىكُمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ عَلِیْمٌ خَبِیْرٌ ۔

ترجمہ۔ اے لوگو! ہم نے تم کو پیدا کیا ایک ہی آدمی سے ایک ہی عورت سے اور تمہارے قبیلے اور

[1] قادیان۔ مرتّب

کنبے بنائے تا کہ ایک دوسرے کو پہچانو۔ بے شک تم میں زیادہ عزت دار اللہ کے نزدیک وہی ہے جو بڑا متقی ہو۔ بے شک اللہ بڑا جاننے والا ہے بڑا اخبر دار ہے۔

تفسیر۔ (اللہ تعالیٰ فرماتا ہے) ہم نے ہی تم کو پیدا کیا نر و مادہ سے اور تم کو قوموں اور قبائل پر تقسیم کیا۔ تو کہ ایک دوسرے سے تعارف رکھو اور تمہیں یاد رہے کہ خدا کے یہاں تم میں سے وہی معزز ہے جو بڑا پرہیزگار ہے۔ اور جان رکھو۔ اللہ تعالیٰ علیم وخبیر ہے۔

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۲۳۰)

اے آدمیو! ہم نے تم کو بنایا نر اور مادہ اور کر دیں تم میں ذاتیں اور قبیلے تا کہ پہچان لو۔ بے شک بزرگ تم میں سے اللہ کے نزدیک بڑے ادب والا ہے۔ بے شک اللہ جاننے والا ہے خبردار۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل۔ صفحہ ۱۵ حاشیہ)

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰهِ اَتْقٰكُمْ ۔ یعنی تم میں سے معزز اور زیادہ مکرم وہ ہے جو زیادہ تر متقی ہے۔ جس قدر نیکیاں اور اعمال صالح کسی میں زیادہ تر ہیں وہی زیادہ معزز و مکرم ہے۔ کیا بے جا شیخی اور انانیت پیدا نہیں ہورہی؟ پھر بتلاؤ کہ اس نعمت کی قدر کی تو کیا کی؟ یہ اخوت اور برادری کا واجب الاحترام مسئلہ اسلام کے دیکھا دیکھی اب اور قوموں نے بھی لے لیا۔ پہلے ہندو وغیرہ قومیں کسی دوسرے مذہب وملّت کے پیرو کو اپنے مذہب میں ملانا عیب سمجھتے تھے اور پرہیز کرتے تھے۔ مگر اب شُدھ کرتے اور ملاتے ہیں۔ گو کامل اخوت اور سچے طور پر نہیں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف غور کرو کہ حضورؐ نے اپنی عملی زندگی سے کیا ثبوت دیا کہ زید جیسے کے نکاح میں شریف بیبیاں آئیں۔ اسلام! مقدس اسلام نے قوموں کی تمیز کو اٹھا دیا جیسے وہ دنیا میں توحید کو زندہ اور قائم کرنا چاہتا تھا اور چاہتا ہے۔ اسی طرح ہر بات میں اس نے وحدت کی روح پھونکی اور تقویٰ پر ہی امتیاز رکھا۔ قومی تفریق جو نفرت اور حقارت پیدا کر کے شفقت علیٰ خلق اللہ کے اصول کی دشمن ہوسکتی تھی اُسے دور کر دیا۔ ہمیشہ کا منکر خدا رسول کا منکر جب اسلام لاوے تو شیخ کہلاوے۔ یہ سعادت کا تمغہ! یہ سیادت کا نشان جو اسلام نے قائم کیا تھا صرف تقویٰ تھا۔ (الحکم جلد ۳ نمبر ۱۶ مورخہ ۵ رمئی ۱۸۹۹ء صفحہ ۴)

۱۵۔ قَالَتِ الْاَعْرَابُ اٰمَنَّا ؕ قُلْ لَّمْ تُؤْمِنُوْا وَ لٰكِنْ قُوْلُوْۤا اَسْلَمْنَا وَ لَمَّا
يَدْخُلِ الْاِيْمَانُ فِيْ قُلُوْبِكُمْ ؕ وَ اِنْ تُطِيْعُوا اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ لَا يَلِتْكُمْ مِّنْ
اَعْمَالِكُمْ شَيْـًٔا ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔

ترجمہ۔ گنوار کہتے ہیں کہ ہم ایمان لائے تم کہہ دو کہ ایمان نہیں لائے لیکن کہو کہ ہم فرمانبردار ہو گئے اور ابھی داخل نہیں ہوا تمہارے دلوں میں ایمان (یعنی ایمان یا سکینہ نہیں) اور تم اللہ اور اس کے رسول کے حکم پر چلو گے تو وہ تمہارے عملوں میں سے کچھ بھی کم نہ کرے گا۔ بے شک اللہ بڑا غفور الرحیم ہے۔

تفسیر۔ اعراب نے کہا ہم ایمان لائے تو کہہ کہ تم مومن نہیں ہوئے لیکن بولو کہ ہم فرمانبردار ہوئے اور ابھی ایمان تمہارے دلوں میں داخل نہیں ہوا۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل صفحہ ۸۰ حاشیہ)

۱۶۔ اِنَّمَا الْمُؤْمِنُوْنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رَسُوْلِهٖ ثُمَّ لَمْ يَرْتَابُوْا وَ
جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الصّٰدِقُوْنَ ۔

ترجمہ۔ اس کے سوا نہیں کہ ایماندار تو وہی ہیں جنہوں نے اللہ اور رسول کو مانا سچے دل سے پھر کچھ شک وشبہ نہ کیا اور بڑی نیک کوشش کی اپنے مال اور جان سے اللہ کی راہ میں (یعنی قرآن پر عمل کرنے میں) یہی لوگ سچے (ایماندار ہیں)۔

تفسیر۔ کہ مومن وہی لوگ ہوتے ہیں جو ایمان لاتے ہیں اللہ پر اور ایمان لاتے ہیں اللہ کے رسولؐ پر اور اگر ان پر کچھ مشکلات آ پڑیں تو کوئی شک وشبہ نہیں لاتے بلکہ جٰهَدُوْا بِاَمْوَالِهِمْ وَ اَنْفُسِهِمْ فِيْ سَبِيْلِ اللّٰهِ وہ اپنے مالوں اور جانوں سے خدا تعالیٰ کی راہ میں مجاہدہ کرتے ہیں لیکن وہ ایسا نہیں کرتے کہ کسی اور کی کمائی سے یا کسی اور کا مال حاصل کر کے خدا کی راہ میں خرچ کر دیں کیونکہ وہ سوچتے ہیں کہ پھر ان کو کہاں سے دوں گا اس لئے وہ خود کما کر اپنے مالوں کو خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔

آجکل قحط کا زور ہوتا جاتا ہے۔ مومن کو چاہیے کہ اپنی روٹی کا ایک حصہ کسی ایسے شخص کو دے دیا کرے جس کے پاس روٹی نہیں۔ اگر اس میں سے نہیں دے سکتا تو کوئی پیسہ ہی سہی کہ وہ بیچارہ خرید کر

کے ہی کھالے۔مومن آدمی کو تو خدا کی راہ میں جان دینے سے بھی دریغ نہیں ہوتا۔دیکھو آجکل سردی کا موسم ہے۔کسی مفلس کو اوڑھنے کیلئے کپڑا دینے سے تم کو دریغ نہیں کرنا چاہیے۔مومن کو جوں جوں ضرورتیں پیدا ہوتی رہیں۔سب میں شرکت لازمی ہے۔اسی واسطے میں نے یہ آیات پڑھی ہیں کہ مومن وہ لوگ ہوتے ہیں جنہیں اللہ پر اور اللہ کے رسول پر ایمان ہوتا ہے۔اور وہ اپنے مال اور جانیں خدا کی راہ میں خرچ کرتے ہیں۔کیونکہ وہ اس بات پر یقین رکھتے ہیں کہ ہمارا خرچ کرنا ضائع نہیں جائے گا۔اور ایسے ہی لوگ ہوتے ہیں جو خدا کے نزدیک بھی صادق اور سچے مومن ہوتے ہیں۔ اور پھر اس کے آگے فرمایا۔قُلْ اَتُعَلِّمُوْنَ اللّٰهَ بِدِيْنِكُمْ کہ کیا تم لوگ زبانی دعوے کرنے سے اللہ تعالیٰ کو اپنی دینداری جتلانی چاہتے ہو۔اللہ کے نزدیک تو تب ہی صادق ٹھہر سکو گے۔جب عملی طور پر دکھوں دردوں اور مصیبتوں میں ثابت قدم رہو گے۔اور اپنے مالوں اور جانوں سے دوسروں کی غم خواری کرو گے اور محتاجوں اور غریبوں کی امداد کرو گے۔یادرکھو۔دوسروں کی غم خواری بہت ضروری ہے لیکن یہ سب کچھ خدا تعالیٰ کی ہی توفیق سے ہوسکتا ہے۔اللہ تعالیٰ ہم سب کو اس پر عمل کرنے کی توفیق دے۔آمین۔ (الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴۶ مورخہ ۲۴؍دسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱)



سُوْرَۃُ قٓ مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

ہم سورۃ قٓ کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اس اللہ کے نام سے جس نے قیامت کی خبر پہلے سے دے رکھی ہے اور نیک کوشش کے بدلہ کا وعدہ فرما رکھا ہے۔

۲۔ قٓ وَالْقُرْاٰنِ الْمَجِیْدِ۔

ترجمہ۔ ٹھہر کر غور کر۔ قسم ہے قرآن مجید کی (کہ بے شک محمدؐ سچا پیغمبر ہے)۔

تفسیر۔ قٓ۔ قیامت ہے اور اس کا شاہد قرآن مجید ہے کہ تم بعد الموت مبعوث ہو گے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۲)

۱۰۔ وَ نَزَّلْنَا مِنَ السَّمَآءِ مَآءً مُّبٰرَکًا فَاَنْۢبَتْنَا بِهٖ جَنّٰتٍ وَّ حَبَّ الْحَصِیْدِ۔

ترجمہ۔ اور ہم نے بادل سے پانی برسایا بابرکت پھر اس سے اگائے باغ اور اناج جو کاٹا جاتا ہے۔

تفسیر۔ اتارا ہم نے بادلوں سے پانی برکت والا پھر لگائے ہم نے اس کے ساتھ باغ اور اناج کاٹنے کے۔ (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۹۶ حاشیہ)

۱۱،۱۲۔ وَ النَّخْلَ بٰسِقٰتٍ لَّهَا طَلْعٌ نَّضِیْدٌ۔ رِّزْقًا لِّلْعِبَادِ ۙ وَ اَحْیَیْنَا بِهٖ بَلْدَةً مَّیْتًا ؕ کَذٰلِکَ الْخُرُوْجُ۔

ترجمہ۔ اور لمبی لمبی اور اونچی کھجوریں بھی جن کے گابھے تہ بہ تہ ہیں۔ بندوں کو روزی دینے کے لئے اور ہم نے اس سے زندہ کر دیا مردہ شہر کو۔ اسی طرح نکلنا ہوگا (قبروں سے قیامت کے لئے)۔

تفسیر۔ اور کھجوریں بلند جن کے خوشے تہ برتہ ہیں۔ رزق ہے بندوں کیلئے اور زندہ کیا ہم نے اس کے ساتھ مردہ شہر کو۔ اسی طرح نکلنا ہے (یعنی زمین سے پھر نکلنا ہے)۔

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۹۶ حاشیہ)

۱۶۔ اَفَعَیِیۡنَا بِالۡخَلۡقِ الۡاَوَّلِ ؕ بَلۡ ہُمۡ فِیۡ لَبۡسٍ مِّنۡ خَلۡقٍ جَدِیۡدٍ ۔

ترجمہ ۔ تو کیا ہم تھک گئے پہلی ہی بار پیدا کرنے سے ۔ کچھ بھی نہیں بلکہ وہ لوگ شبہ میں پڑے ہوئے ہیں جدید پیدائش (یعنی مر کر جی اٹھنے سے)۔

تفسیر ۔ کیا ہم پہلی پیدائش سے تھک گئے ہیں۔ نہیں یہ لوگ نئی پیدائش سے شبہ میں ہیں۔

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۷۹ حاشیہ)

۱۹۔ مَا یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡہِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ ۔

ترجمہ ۔ یہاں تک کہ کوئی بات بھی آدمی منہ سے نہیں نکالتا مگر اس کے پاس ایک نگہبان تیار رہتا ہے (لکھ لینے کو)۔

تفسیر ۔ مومن کو چاہیے کہ ہر ایک چیز سے کوئی نہ کوئی نصیحت حاصل کرے۔ گریموفون کو محض تفریح کا ذریعہ سمجھا گیا ہے۔ انسان غور کرے تو اس کیلئے عبرت کا موجب ہے۔ جس طرح ایک شخص کی آواز اس میں بند ہوتی ہے اور پھر اس کے تمام انداز محفوظ ہو جاتے اور عام مجالس میں ظاہر ہوتے ہیں۔ اسی طرح اگر انسان یہ یقین رکھے کہ جو کچھ وہ بولے گا۔ اس کا ریکارڈ بھرنے والے مَا یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡہِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ ۔ کے ماتحت پاس ہی موجود ہوتے ہیں اور اس کے اعمال واقوال کا اثر ذراتِ عالم پر پڑ کر محفوظ رہتا ہے۔ اور پھر یہ سب کچھ ظاہر ہوگا۔ تو وہ کبھی ایسا جملہ نہ بولے، نہ کام کرے جو خلاف شریعت ہو۔ کیا کوئی شخص جسے یقین ہو کہ میری آواز فونوگراف میں بھری جا رہی ہے۔ کوئی ایسا فقرہ بولتا ہے جس سے اس کا ناپاک اور خبیث ہونا ہرگز ظاہر نہیں۔ تو پھر باوجودیکہ کلامِ الٰہی میں نصّ صریح ہے کہ مَا یَلۡفِظُ مِنۡ قَوۡلٍ اِلَّا لَدَیۡہِ رَقِیۡبٌ عَتِیۡدٌ ۔ وہ کیوں گندی باتیں کرے۔ ایک دن آتا ہے کہ یہ سب کچھ ظاہر کیا جاوے گا اس وقت جو ندامت وفضیحت ہوگی۔ وہ ایک شریف انسان کیلئے عذاب سے بڑھ کر ہے۔ یاد رکھو کہ جو کچھ ہم منہ سے بولتے ہیں اسے محفوظ کرنے والے خدا کے فرستادہ موجود ہوتے ہیں اور ہماری باتوں اور کاموں کا اثر ذراتِ عالم اور اعضاء انسانی پر پڑتا ہے۔ قیامت کے دن گریموفون کی طرح یہ سب کچھ

واپس ہوگا اور اس وقت فضیحت ہوگی۔ اگر پہلے ہی سے ہم نہ سنبھل سکے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۴ ماہ اپریل ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۷۶۔۱۷۷)

۳۰۔ مَا يُبَدَّلُ الْقَوْلُ لَدَيَّ وَمَآ اَنَا بِظَلَّامٍ لِّلْعَبِيْدِ۔

ترجمہ۔ بات نہیں بدلی جاتی میرے پاس اور میں اپنے چھوٹے بندوں پر ظلم کرنے والا بھی نہیں۔

تفسیر۔ بدلتی نہیں بات میرے پاس اور میں ظلم نہیں کرتا بندوں پر۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۳۰۰ حاشیہ)

۳۱۔ يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ۔

ترجمہ۔ جس دن ہم جہنم سے پوچھیں گے کیا تو بھرپور ہو چکی وہ کہتی جائے گی کیا کچھ اور بھی ہے۔

تفسیر۔ ایک آریہ کے اعتراض ''مفسر کہتے ہیں۔ خدا اپنے دونوں پاؤں دوزخ میں ڈال دے گا اور جہنم کو سیر کر دے گا'' کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا۔

''تمہارے یہاں پرمیشور کا نام سرب بیاپک ہے۔ تو کیا وہ نرک میں نہیں ہے۔ قرآن کریم میں صرف اس قدر ہے۔ يَوْمَ نَقُوْلُ لِجَهَنَّمَ هَلِ امْتَلَاْتِ وَ تَقُوْلُ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ (ق:۳۱) اور جو تم نے مفسروں کا قول نقل کیا ہے۔ اس میں یہ ہے جہنم هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کہتی رہے گی حَتّٰى يَضَعَ رَبُّ الْعِزَّةِ قَدَمَهٗ اور کہیں ہے يَضَعُ الْجَبَّارُ قَدَمَهٗ اور کہیں ہے حَتّٰى يَضَعَ اللّٰهُ رِجْلَهٗ پس قبل اس کے کہ تم کو مفصل جواب دیں۔ ضروری معلوم ہوتا ہے کہ الفاظ ذیل کے معنی لغت عرب سے لکھ دیں۔

جہنّم۔ ربّ۔ عزت۔ جبّار۔ قدم۔ رجل

۱۔ جَهَنَّم۔ دوزخ۔ نرک۔ عذاب کی جگہ۔

۲۔ ربّ کے معنی بڑا پالنہار۔ یہ لفظ اللہ تعالیٰ پر بھی بولا گیا ہے اور دنیاداروں، بڑے آدمیوں پر بھی۔ فرعون نے کہا۔ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى[1] (النازعات:۲۵) یوسف علیہ السلام نے ایک قیدی کو جو رہا ہونے والا تھا۔ فرمایا کہ اُذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ (یوسف:۴۳) یعنی اپنے مالک وامیر کے پاس

---

[1] میں تمہارا بہت بڑا ربّ ہوں۔

میرا ذکر کیجو اور اسی رب کی جمع ارباب ہے جس کے متعلق فرمایا ءَاَرْبَابٌ مُّتَفَرِّقُوْنَ خَيْرٌ اَمِ اللّٰهُ الْوَاحِدُ الْقَهَّارُ ۔[1] (یوسف:۴۰)۔

۳۔عزت :۔ بڑائی ،حمایت ،جاہلوں کی ہٹ ،قرآن شریف میں شریروں کے متعلق فرمایا۔ اَخَذَتْهُ الْعِزَّةُ بِالْاِثْمِ فَحَسْبُهٗ جَهَنَّمُ [2](البقرہ:۲۰۷) اورفرمایا ہے کہ جب شریر کوعذاب اور دکھ دیا گیا تو کہا جاوے گا۔ ذُقْ ۚ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَزِيْزُ الْكَرِيْمُ ۔[3] (الدخان:۵۰) پس رب العزت کے یہ معنی بھی ہوئے۔متکبر،ضدی،ہٹ والا۔

۴۔جبار کے معنی مصلح کے بھی ہیں۔اور ظالم کے بھی۔ مصلح کوتو عذاب ہونہیں سکتا ہے۔اور ظالم کے حق میں آیا ہے۔خَابَ كُلُّ جَبَّارٍ عَنِيْدٍ۔ مشکوٰۃ صفحہ ۴۹۶ میں ہے۔هَبْ هَبْ دوزخ میں ایک وادی ہےاس میں جبار لوگ داخل ہوں گے۔

۵۔قدم۔جس شخص کو کہیں بھیجا جاوے۔اُسے قدم کہتے ہیں۔قاموس اللغۃ میں ہے قَدَمُهٗ الَّذِيْنَ قَدَّمُهُمْ مِنَ الْاَشْرَارِ فَهُمْ قَدَمُ اللّٰهِ لِلنَّارِ۔ كَمَا اَنَّ الْخِيَارَ قَدَمُ اللّٰهِ لِلْجَنَّةِ ۔ وَ وَضْعُ الْقَدَمِ مَثَلٌ لِلرَّدْعِ وَالْقَمْعِ ۔[4]

احادیث میں ہے دِمَاءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعَةٌ تَحْتَ قَدَمِيْ۔ترجمہ۔قدم اس کا وہ بدلوگ ہیں جن کو وہ حسب ان کے اعمال کے آگ میں بھیجے گا۔جیسے کہ برگزیدہ لوگ بہشت کیلئے قدم اللہ ہیں۔ یعنی وہ جنہیں حسب ان کے اعمال کے اللہ تعالیٰ بہشت میں بھیجے گا۔اور قدم رکھنے کے اصل معنی ہیں روک دینا اور بیخ کنی کردینا۔جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا۔جاہلیت کے خون میرے قدم کے نیچے رکھے گئے ہیں۔یعنی میں ان کے انتقاموں سے قوم کو منع کرتا ہوں اور ان کو مسلتا ہوں۔

۶۔ رجل کے معنے قدم جماعت۔عربی زبان میں آتا ہے رِجْلٌ مِّنْ جَرَادٍ یعنی ٹڈیوں کا

---

[1] کیا کئی معبود الگ الگ اچھے یا اکیلا زبردست اللہ اچھا۔ [2] تو اس کو غرور آمادہ کرتا ہے گناہ پر تو ایسے کے لئے جہنم ہی بس ہے۔ [3] چکھ تو تو بڑا عزت والا سردار تھا۔ [4] قدم سے مراد وہ شریر لوگ ہیں جن کو خدا نے دوزخ کے آگے دھر دیا۔پس وہ لوگ خدا کی طرف سے آگ کے لئے آگے کیے گئے۔جیسے اچھے لوگ خدا کی طرف سے جنت کی جانب آگے کیے گئے۔یہاں تک کہ اللہ تعالیٰ اپنی رَوک اور تھام رکھے گا۔

ٹڈی دل جماعت۔

اب کس قدر صاف معنی ہیں کہ اللہ تعالیٰ جہنم کو فرمائے گا کیا تو بھر چکی وہ عرض کرے گی کیا کچھ اور بھی ہے۔ تب اللہ تعالیٰ شریروں اور ظالموں اور انکی جماعت کو جو جہنم کے لائق ہیں سب کو جہنم میں ڈال دے گا۔

خلاصہ مطلب یہ ہوا کہ نرکی اور جہنمی نرک اور جہنم میں داخل کئے جاویں گے اور یہی انصاف وعدل ہے۔ اب بتاؤ اس پر اعتراض کیا ہوا؟ (نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۷۷ تا ۲۷۹)

اسی آیت پر پادریوں کے اعتراض کے جواب میں فرمایا:۔

’’میں سچ سچ کہتا ہوں کہ حدیث (يَضَعُ فِيْهَا رَبُّ الْعِزَّةِ قَدَمَهٗ) کا مطلب صاف اور درست ہے مگر زبان اور محاورۂ عرب نہ جاننے کے سبب سے پادری صاحب اس بھول بھلیاں میں جا پڑے ہیں جو خود ان کے چالاک ہاتھوں کی کرتوت ہے۔

اصل منشا آپ کے اعتراض کا جملہ يَضَعُ فِيْهَا رَبُّ الْعِزَّةِ قَدَمَهٗ ہے جس کا ترجمہ ہے رکھے گا اس میں عزت والا اپنا قدم۔ اب ہم آپ کو ان الفاظ کا صحیح مطلب اور منشا بتاتے ہیں جن سے آپ کو بوجہ عدم فہم زبانِ عرب دھوکا ہوا ہے۔ گو الفاظ تو صاف تھے اور محاورۂ عرب کی طرف ذرا ہی سی رجوع کرنے سے بآسانی حل ہو سکتے تھے مگر چونکہ عادۃً نصاریٰ کا خاصہ ہے کہ کسی کلام کا اصل مقصد عمداً یا جہلاً بدوں توضیح وتفسیر نہیں سمجھتے یا سمجھ نہیں سکتے اور یہ عادت نسلاً بعد نسلٍ حضرات حواریین سے وراثت میں انہیں ملی ہے کہ وہ سادہ مزاج بھی حضرت مسیحؑ کے کلام کو بدوں تفسیر وتمثیل سمجھ نہیں سکتے تھے۔ اس لئے ضرور ہوا کہ ہم پوری تفسیر ان الفاظ کی کر دیں۔ سنو!

جواب ۱۔ پہلا لفظ جس پر پادری صاحب کو دھوکا ہوا ہے۔ لفظ رب ہے۔ سننا چاہیے کہ رب کا لفظ بڑے بڑے آدمیوں پر بولا گیا ہے۔ جیسے یوسف علیہ السلام کا قول اُس زندانی کو اُذْكُرْنِيْ عِنْدَ رَبِّكَ (یوسف:۴۳) کہ مجھے اپنے آقا کے رُوبرو یاد کرنا۔ اور فرعون کہتا ہے۔ اَنَا رَبُّكُمُ الْاَعْلٰى۔ (النّازعات:۲۵) میں تمہارا بڑا رب ہوں۔

یہ لفظ عام بڑے بڑے رئیسوں اور امیروں پر بھی اطلاق ہوتا ہے اس لئے اس کی جمع ارباب سے امراء اور دنیادار مراد لئے جاتے ہیں اور ٹھیک اسی طرح عبرانی زبان میں بھی جسے عربی کے ساتھ مشابہت تامہ ہے استعمال ہوا ہے چنانچہ رِبِّیؔ بڑے بڑے کاہنوں اور عالموں پر بولا ہی جاتا ہے۔

اور بعض جگہ جب کسی اسم کے ساتھ ترکیب میں مذکور ہوتا ہے جیسے مثلاً اسی جگہ رب العزۃ یا رب البیت یا رب المنزل اُس وقت مرادف لفظ صاحب کے ہوا کرتا ہے۔ مثلاً ہم کہہ سکتے ہیں صاحب العزۃ ، صاحب البیت ، صاحب المنزل ، عزت والا ، گھر والا ، منزل والا یا مالکِ منزل۔

جواب ۲۔ اور عزت بمعنی حمیت ، ضد جاہلیت ہے۔ دیکھو قرآن میں ایک جگہ اس کا استعمال ہوا ہے۔

اَخَذَتۡهُ الۡعِزَّةُ بِالۡاِثۡمِ فَحَسۡبُهٗ جَهَنَّمُ (البقرۃ:۲۰۷)۔ یعنی جب اسے خدا سے ڈرنے کو کہا جاتا ہے تو اُسے عزت (ضد وحمیت جاہلانہ) گناہ پر آمادہ کرتی ہے۔ پس ایسے کیلئے جہنم بس ہے۔

اور عزیزؔ کا لفظ جو اس سے مشتق ہوا ہے۔ قرآن میں (سورہ دخان:۵۰) شریر جہنمی پر جب جہنم میں ڈالا جائیگا بولا گیا ہے۔ ذُقۡ ۔ اِنَّكَ اَنۡتَ الۡعَزِيۡزُ الۡكَرِيۡمُ (الدخان:۵۰)۔ چکھ کیونکہ تو بڑی حمیت والا اور بزرگ بنا بیٹھا تھا۔ اور عزیزؔ اور رب العزۃؔ کے معنی ایک ہی ہیں۔ پس ربّ الۡعِزَّۃ اُس شخص سے مراد ہے جو دنیا میں متکبر اور جبار اور بڑا ضدی کہلاتا ہے۔ اسی حدیث کی بعض روایات میں آیا ہے حَتّٰی یَضَعَ فِیۡهَا الۡجَبَّارُ قَدَمَهٗ۔

جَبَّار اور رَبّ الۡعِزَّۃ کے ایک ہی معنے ہیں۔ یعنی متکبر ، سرکش ، حدود سے نکل جانے والا۔ پس گویا دونوں روایتیں علیٰ اختلافِ الفاظ معنی واحد رکھتی ہیں۔ اب حدیث کے معنی یہ ہوئے کہ دوزخ زیادہ طلبی کرتی رہے گی جب تک شریر ، متکبر اپنے تئیں عزیز جاننے والے اس میں اپنا پاؤں رکھیں یعنی داخل ہوں۔

یاد رہے کہ اہل اسلام کے اعتقاد میں دوزخ شریروں اور بدذاتوں کی جگہ ہے جیسا حدیث ذیل میں مذکور ہے۔

مشکٰوۃ صفحہ ۴۹۶۔ابوہریرہؓ سے روایت ہے کہ دوزخ میں ایک وادی ہے اس کا نام ھَب ھَب ہے اس کی تسکین کا باعث ہر ایک جبّار ہوگا۔ اس کے آخری جملے کے الفاظ یہ ہیں یُسَكِّنُهٗ كُلُّ جَبَّارٍ۔

جواب ۳۔بعض روایات میں اگر آیا ہے حَتّٰى يَضَعَ اللّٰهُ فِيْهَا قَدَمَهٗ۔اوّل تو یہ روایت حدیث کے اعلیٰ طبقے کی روایت نہیں کیونکہ اس میں روایت بالمعنٰی کا احتمال ہے۔ اگر مان بھی لیا جاوے۔ تو قدمؔ سے مراد اشرار ہیں پاؤں نہیں۔ دیکھو قاموس اللغۃ قَدَمَهٗ۔اَیِ الَّذِيْنَ قَدَّمَهُمْ مِنَ الْاَشْرَارِ۔ فَهُمْ قَدَمُ اللّٰهِ لِلنَّار كَمَا اَنَّ الْخِيَارَ قَدَمَهٗ لِلْجَنَّةِ یعنی قدم سے مراد وہ شریر لوگ ہیں جن کو خدا نے دوزخ کے آگے دھر دیا۔ پس وہ لوگ خدا کی طرف سے آگ کے لئے آگے کئے گئے جیسے اچھے لوگ خدا کی طرف سے جنت کی جانب آگے کئے گئے۔ پس حدیث کے یہ معنے ہوئے کہ دوزخ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ پکارتی رہے گی جب تک خدا اشرار کو اس میں نہ ڈالے گا۔ پھر وہ بس کرے گی۔

جواب ۴: وَضْعُ الْقَدَمِ۔ مَثَلٌ لِلرَّدْعِ وَ الْقَمْعِ۔یعنی وضع قدم ایک محاورہ ہے جس کے معنے ہیں روکنا اور تھام دینا۔ اب حدیث کے یہ معنے ہوئے کہ ’’یہاں تک اللہ تعالیٰ اپنی روک اور تھام رکھے گا۔اور ایسی روک کردیگا کہ دوزخ هَلْ مِنْ مَّزِيْدٍ کہنے سے رک جاوے گی۔‘‘

جواب ۵: وَضْعُ الْقَدَم : (پاؤں رکھ دینا) ذلیل اور خوار کرنے پر بولا جاتا ہے۔ چونکہ عبری اور عربی قریب قریب زبانیں ہیں اور کتبِ مقدّسہ میں بھی یہ محاورہ برتا گیا ہے اس لئے بنظرِ ثبوت اتنا ہی بس ہے۔

۱۔ یسعیاہ ۳۷ باب ۲۵۔ خدا فرماتا ہے میں اپنے پاؤں کے تلووں سے مصر کی سب ندیاں سکھا دوں گا۔

۲۔ ۲۔سموئیل ۲۲ باب ۳۹۔ہاں وہ میرے قدموں تلے پڑے ہیں۔

۳۔ ا۔سلاطین ۵ باب ۳۔جب تک کہ خدا نے ان کو اس کے قدموں تلے نہ کر دیا۔

۴۔ زبور ۸۔۶۔تو نے سب کچھ اس کے قدم کے نیچے کر دیا۔

۵۔ لوقا ۲۰ باب ۴۳ و مرقس ۱۲ باب ۳۶۔ جب تک تیرے دشمنوں کو تیرے پاؤں کی چوکی کروں۔

دیکھو ان سب محاورات میں لغوی معنوں میں قدم کا لفظ نہیں بولا گیا بلکہ مجازی معنوں میں۔پس حدیث کے یہ معنی ہوئے کہ ’’یہاں تک کہ خدا جہنم کو ذلیل وخوار کر ڈالے اور اسے چپ کرا دے‘‘۔

ہاں یہ محاورہ اس خطبے میں بھی آیا ہے جو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے آخری حج میں بمقام عرفات پڑھا۔

’’وَدِمَآءُ الْجَاهِلِيَّةِ مَوْضُوْعَةٌ تَحْتَ قَدَمِيْ‘‘ [۱]

جواب نمبر ۶: یہ جواب گو الزامی جواب ہے مگر ہم نے اس بارے میں مسیحؑ کے اس قول کی پیروی کی ہے کہ ’’الزام مت لگاؤ تاکہ تم پر الزام نہ لگایا جاوے‘‘ اور نیز الزامی جواب اس لئے بھی اختیار کیا جاتا ہے کہ معترض اپنی مسلمہ و مالوفہ کتابوں سے اس قسم کے اشتباہ کو رفع کرے۔اب جواب سنئے۔

مسیحی اعتقاد میں مسیحؑ ملعون ہوا (نعوذ باللہ) اور ملعون کا ٹھکانہ جہنم ہے۔دیکھو حل الاشکال اور پولوس نامۂ گلتیاں ۳ باب ۱۳۔جو کاٹھ پر لٹکایا جاوے وہ ملعون ہے۔

اور نیز مسیحی اعتقاد میں مسیحؑ خدا ہیں اور ربّ العزت بھی ہیں (صاحب عزت) پس معنے یہ کہ جہنم کو تسکین نہ ہوگی۔جب تک عیسائیوں کے خدا اس میں قدم نہ رکھیں۔اب سارے جوابوں کی آپ ہی کوشش کریں۔

حاصل الامر چونکہ پادری صاحب نے حدیث کا مطلب غلط سمجھا اور بطور بنائے فاسد علی الفاسد اس سے غلط استنباطات کئے پس ان کے اعتراض کے باقی شقوق بھی بیکار و معطل ہو گئے اس لئے

---

[۱] جاہلیت کے (زمانہ میں بہائے گئے) خون میرے قدموں کے نیچے ہیں (یعنی اس کا کوئی قصاص نہیں)۔

ہمیں ان شقوں پر فضول خامہ فرسائی کرنے کی ضرورت نہیں کیونکہ فاسد مقدمے کا نتیجہ لابد فاسد ہی ہوا کرتا ہے۔

اگر قدم کے معنے پاؤں لیں جیسے عام مشہور ہے تب بھی اعتراض نہیں رہتا اور عیسائی مذہب کے طور پر ہرگز محلِ اعتراض نہیں۔ دیکھو خروج ۱۳ باب ۲۱۔ خدا آگ کے ستونوں میں اور خروج ۱۹ باب ۱۸ اور استثناء ۱ باب ۳۳ آگ کو خدا کا قدم نہ جلانے میں بخلاف اور لوگوں کے بے ریب امتیاز ہے۔ دیکھو استثناء ۴ باب ۱۲ پہاڑ جلا پر خدا نہ جلا۔ اور استثناء ۴ باب ۳۶ میں۔ خدا آگ میں کلام سناتا تھا اور دیکھو دانیال ۳ باب ۲۵ خدا کے چند پیارے کھلے آگ میں پھرتے تھے اور آگ انہیں نہیں جلاتی تھی۔ اور قانونِ قدرت میں دیکھو آگ ذراتِ عالم کو نہیں جلا سکتی۔ آگ کا کام تو چند اشیاء کے جلانے کا ہے۔ وہ اشیاء جو الٰہی مخلوق ہیں۔ نہ خالق کے جلانے کا۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل صفحہ ۱۵۲ تا ۱۵۵)

۳۶۔ لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ فِيْهَا وَ لَدَيْنَا مَزِيْدٌ۔

ترجمہ۔ اب ان لوگوں کو وہاں ملے گا جو وہ چاہیں گے اور ہمارے پاس تو بہت کچھ ہے (سب سے زیادہ یہ کہ اللہ کا دیدار نصیب ہوگا)۔

تفسیر۔ وَ لَدَيْنَا مَزِيْدٌ۔ جنابِ الٰہی کا دیدار۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۲)

وَ لَدَيْنَا مَزِيْدٌ۔ ہمارے ہاں تو ترقی ہی ترقی ہے۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۳۷ حاشیہ)

۳۹۔ وَ لَقَدْ خَلَقْنَا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ وَ مَا بَيْنَهُمَا فِيْ سِتَّةِ اَيَّامٍ ۖۗ وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ۔

ترجمہ۔ اور بے شک ہم نے پیدا کیا آسمانوں اور زمین کو اور اُن چیزوں کو جو اُن میں ہیں چھ وقتوں میں اور ہم کو تکان نے چھوا تک نہیں۔

تفسیر۔ اور بے شک ہم نے ہی آسمانوں اور زمینوں کو اور جو کچھ ان کے درمیان ہے چھ دن میں بنایا اور کسی قسم کی تکلیف نے ہمیں نہیں چھوا۔ (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۷۹ حاشیہ)

سُوْرَةُ الذّٰرِیٰتِ مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

ہم سورۃ ذاریات کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اس اللہ کے نام سے جس نے ہر ایک شے کے اسباب پہلے سے مہیا کر رکھے ہیں اور ان کے نتائج کو موجود کرنے والا ہے۔

۱۴، ۱۵۔ یَوْمَ ھُمْ عَلَی النَّارِ یُفْتَنُوْنَ۔ ذُوْقُوْا فِتْنَتَکُمْ ؕ ھٰذَا الَّذِیْ کُنْتُمْ بِہٖ تَسْتَعْجِلُوْنَ۔

ترجمہ۔ایک دن وہ آگ پر درست کئے جائیں گے۔ ۱۵۔چکھو اس شرارت کا مزہ یہی ہے جس کی تم جلدی کیا کرتے تھے۔

تفسیر۔ فتنہ کے معنے کیلئے دیکھو مفرداتِ راغب کو جو قرآن کریم کی معتبر لغت اور بہت پرانی کتاب ہے۔

''اَصْلُ الْفِتْنِ اِدْخَالُ الذَّھَبِ النَّارَ لِیَظْھَرَ جَوْدَتُہٗ مِنْ رَدَآئَتِہٖ''

فتنہ کے اصلی معنی ہیں۔زر کو آگ میں ڈالنا تو کہ اس کی میل کچیل نکل جاوے۔

اور قرآن کریم میں فرمایا ہے۔یَوْمَ ھُمْ عَلَی النَّارِ یُفْتَنُوْنَ (الذاریات:۱۴)۔جب وہ آگ میں ڈالے جا کر عذاب دیئے جائیں گے۔

۲۔اَلْفِتْنَۃُ۔ اَلْعَذَابُ۔فتنہ کے معنے ہیں عذاب۔اس کے ثبوت میں قرآن کریم کی اس آیت کو پڑھو۔ذُوْقُوْا فِتْنَتَکُمْ (الذاریات:۱۵)۔اپنی سزا کا مزہ لو۔

۳۔اسبابِ عذاب کو بھی فتنہ کہتے ہیں۔قرآن کریم میں ہے۔ اَلَا فِی الْفِتْنَۃِ سَقَطُوْا (التوبۃ:۴۹) دیکھو وہ عذاب کے موجبات میں جا پڑے ہیں۔

۴۔امتحان لینا۔محنت لینا بھی فتنہ کے معنے ہیں۔قرآنِ کریم میں ہے۔ وَ فَتَنّٰكَ فُتُوْنًا (طٰهٰ : ۴۱) اور ہم نے تیرا خوب امتحان لیا۔ وَ نَبْلُوْكُمْ بِالشَّرِّ وَ الْخَيْرِ فِتْنَةً (الانبیاء:۳۶) اور ہم امتحان کے طور پر تمہیں بدی اور نیکی میں مبتلا کرتے ہیں۔

۵۔فتنہ کے معنے دکھ بھی قرآن کریم میں آئے ہیں۔ چنانچہ فرمایا ہے۔ وَ الْفِتْنَةُ اَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (البقرۃ:۱۹۲) اور دکھ دینا قتل سے بھی سخت تر ہے۔ وَ قٰتِلُوْهُمْ حَتّٰى لَا تَكُوْنَ فِتْنَةٌ (البقرۃ:۱۹۴) اوران لڑنے والوں سے تم بھی لڑو تا ان کی ایذا رسانی بند ہو جائے۔

(نور الدّین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۰۴)

۲۱، ۲۲۔ وَ فِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ۔ وَ فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔

ترجمہ۔اور زمین میں بڑی بڑی نشانیاں ہیں یقین کرنے والوں کے لئے۔اور خود تمہارے نفسوں میں بھی۔تو کیا تم دیکھتے نہیں؟

تفسیر۔ ہمہ اُوست کے مسئلہ پر ایک آیت بھی نص صریح الدلالۃ نہیں۔ یہ دیگر بات ہے کہ خود غرض لوگوں نے اپنے مدعا کے اثبات کے لئے قرآن کریم سے اس پر استدلال کیا ہے۔میں نے یہ دو آیتیں قائلین وحدۃ الوجود سے استدلال میں سنی ہیں۔

اول۔ وَ فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔مگر جب اس آیت کا ماقبل ان سے دریافت کیا جاوے تو حیران رہ جاتے ہیں۔اس کا ماقبل یہ ہے۔

وَ فِي الْاَرْضِ اٰيٰتٌ لِّلْمُوْقِنِيْنَ۔ بات نہایت صاف ہے کہ اس زمین میں اس موجودات میں یقین کرنے والوں کے لئے نشانیاں ہیں اور جب تم اس سیر بیرونی سے فارغ ہو جاؤ تو پھر اپنے نفوس میں مطالعہ کرو۔تدبر کرو۔

دوسری آیت شریف۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ۔[1] (الحدید:۴)

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۹۵، ۱۹۶)

وَ فِيْۤ اَنْفُسِكُمْ۔ اے آیات نہ کہ ''اللہ'' (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۲)

---

[1] وہی سب سے پہلے ہے (اس سے پہلے کوئی نہیں) اور وہی سب سے پیچھے ہے (اس سے پیچھے کوئی نہیں) وہی ظاہر ہے (اس کے اوپر کوئی نہیں) وہی باطن ہے (اُس سے چھپی ہوئی کوئی چیز نہیں)

۳۰۔ فَاَقْبَلَتِ امْرَاَتُهٗ فِیْ صَرَّۃٍ فَصَكَّتْ وَجْهَهَا وَ قَالَتْ عَجُوْزٌ عَقِیْمٌ ۔

ترجمہ۔ اور اُس کی بی بی جماعت میں آئی پھر اس نے اپنا ماتھا پیٹا اور بولی بڑھیا بانجھ (کو اولاد ہو گی کیا)۔

تفسیر۔ فِیْ صَرَّۃٍ۔ جماعت میں بولتی۔ جھروکہ حیرت۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۲)

۴۸۔ وَ السَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْىدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ ۔

ترجمہ۔ ہمیں نے آسمان بنایا اپنے ہاتھ سے اور کچھ شک نہیں کہ ہمیں سب ہی طرح کی قدرتیں ہیں اور ہمیں کشائش دینے والے ہیں۔

تفسیر۔ اس سوال کے جواب میں کہ ''خدا نے زمین وآسمان کو اپنے ہاتھ سے بنایا اور خدا کو تھکان نہ ہوئی۔ ہاتھ سے بنانے کی کیا ضرورت تھی۔ کُنْ سے بنا تا وغیرہ وغیرہ'' فرمایا۔

کیا اللہ تعالیٰ کے حضور تمہارے مشورے کی بھی ضرورت ہے؟ پرمیشر احکم الحاکین حضرت رب العٰلمین سرب شکتیمان ہیں۔ القادر الصمد اور الغنی ہیں۔ پھر سرشٹی کو میتھنی کیوں بنایا۔ پھر کیا ضرورت تھی کہ عورتوں سے صحبت ہو۔ ان میں مرد کا نطفہ پڑے اور بشکل لڑکا ایک تنگ سوراخ سے نکل کر محنت ومشقت سے جوان ہو۔ زمیندار اور گاؤ ماتا کے بچے دکھ اٹھاویں اور غلہ پیدا ہو۔ زیرِ اعتراض یہ آیتیں ہیں۔

وَ السَّمَآءَ بَنَیْنٰهَا بِاَیْىدٍ وَّ اِنَّا لَمُوْسِعُوْنَ (الذاریات:۴۸) وَّ مَا مَسَّنَا مِنْ لُّغُوْبٍ[1]۔ (ق:۳۹)

کس قدر صاف اور صریح بات ہے مگر بدفطرت نکتہ چین ہر ایک حسن کو بدصورتی ہی قرار دیتا ہے اس میں ایک لفظ ید ہے۔ جس پر صفاتِ الٰہیہ سے جاہل کو اعتراض کا موقع مل سکتا ہے............

صفات اپنے موصوف کی حیثیت اور طرز پر واقع ہوتی ہیں۔ مثلاً چیونٹی کا ہاتھ، میرا ہاتھ، شیر کا ہاتھ اور مثلاً اس وقت ہند کی حکومت لارڈ کرزن کے ہاتھ میں ہے۔ بیہودہ بکواس کرنا۔ اناپ شناپ

---

[1] اور ہم کو تھکان نے چھوا تک نہیں۔

کہہ دینا اور بدوں علم وفہم کے اور بدوں اس کے کہ ویدوں کا تمہیں علم ہو۔ ویدوں کی تائید میں گالی دینا جھوٹ بولنا تمہارے ہاتھ میں ہے اور اس کے سوا تمہارے ہاتھ میں کچھ نہیں اور اللہ تعالیٰ کے ہاتھ میں تمام جہان کا تصرف ہے وغیرہ وغیرہ۔ اسی طرح ضروری ہے کہ جنابِ الٰہی کی شان کے مطابق اس کے ہاتھ مانو اور اگر یوں نہیں مانتے تو سنو سام وید فصل دوم حصہ دو کا پرچھانک نمبر ۶ صفحہ ۴۷ میں ہے۔ ’’اندر بطور اس دیوتا کے جس کا بازو قوی ہے ہمارے لئے اپنے ہاتھ سے بہت سی پرورش کرنے والی لوٹ جمع کر‘‘ بتاؤ اندر کون ہے؟ پھر اس کا داہنا ہاتھ کیا ہے اور اس سے لوٹ کرنا یہ کیسے الفاظ ہیں؟ کیا تم نے پرمیشر کا نام سہنسر باہو نہیں پڑھا اگر نہیں پڑھا تو یجر وید کا پرش سکت دیکھو۔

پھر اور سنو! یَدْ کے معنے قوت کے ہیں۔ قرآن کریم میں حضرت داؤد علیہ السلام کی نسبت ارشاد ہے۔ وَاذْكُرْ عَبْدَنَا دَاوٗدَ ذَا الْاَيْدِ ۚ اِنَّهٗۤ اَوَّابٌ (ص:۱۸) یعنی یاد کرو ہمارے بندے داؤد کو بہت ہاتھوں والا (بڑا طاقت ور) وہ جنابِ الٰہی کی طرف توجہ کرنے والا ہے اور یَدْ کے معنی نصرت وغیرہ کے بھی ہیں۔ راغب میں ہے۔ يَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَيْدِيْهِمْ ۔[1] (الفتح:۱۱) اَیْ نُصْرَتِہٖ وَنِعْمَتِہٖ وَقُوَّتِہٖ۔

یَدْ کے معنی ملک وتصرف کے بھی ہیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اَوْ يَعْفُوَا الَّذِيْ بِيَدِهٖ عُقْدَةُ النِّكَاحِ (البقرۃ:۲۳۸) ان معنوں میں سے ہر ایک یہاں چسپاں ہوسکتا ہے۔ اور عام انسانی بول چال میں بھی ہاتھ کا لفظ ان سب معنوں پر بولا جاتا ہے۔ بتاؤ تو تمہاری سمجھ میں کوئی معنی بھی ان معنوں سے آتے ہیں یا نہیں؟ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۷۱ تا ۲۷۳)

۵۷۔ وَمَا خَلَقْتُ الْجِنَّ وَالْاِنْسَ اِلَّا لِيَعْبُدُوْنِ۔

ترجمہ۔ اور میں نے بڑے آدمی اور جنّ اور غریب آدمی انسان کو جو پیدا کیا ہے تو بس اسی لئے کہ وہ میری ہی عبادت کرتے رہیں۔

تفسیر۔ جن وانس کی پیدائش اس لئے ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی فرماں برداری کریں۔

(نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۳۴۳)

---

[1] اللہ کا ہاتھ اُن کے ہاتھوں کے اوپر ہے ۔

سُوْرَۃُ الطُّوْرِ مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

ہم سورۃ طور کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اس اللہ کے اسم شریف سے جو قسموں کو دلائل کے رنگ میں پہلے سے رکھ چکا اور جو دعوؤں کے نتیجوں کو پیش کرنے والا ہے۔

۲ تا ۵۔ وَالطُّوْرِ۔ وَ کِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ۔ فِیْ رَقٍّ مَّنْشُوْرٍ۔ وَّالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ۔

ترجمہ۔ موسیٰ کے مقام قرب کی قسم۔ اور اُس قرآن شریف کی۔ جو ہرن کی صاف جھلی اور کشادہ کاغذ میں لکھا ہوا ہے۔ اور مکہ معظّمہ کی قسم جو ہمیشہ آباد رہے گا۔

تفسیر۔ وَالطُّوْرِ۔ فرمایا۔ طور میں ہم نے جس سے باتیں کیں۔ اس کے دشمنوں کو ہلاک کیا۔ ایسا ہی اے غارِ حرا کے عابد! تیرے دشمن ہلاک ہوں گے۔

وَ کِتٰبٍ مَّسْطُوْرٍ۔ موسیٰ کو کتاب فرعون کی ہلاکت کے بعد ملی۔ آپ کو تو پہلے ملی۔

وَّالْبَیْتِ الْمَعْمُوْرِ۔ خانہ کعبہ پر حملہ کرنے والے اصحابِ فیل کو ہلاک کیا تو کیا تم اس سے بڑھ کر ہو؟ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۲)

۲۱۔ مُتَّکِـِٕیْنَ عَلٰی سُرُرٍ مَّصْفُوْفَۃٍ ۚ وَ زَوَّجْنٰھُمْ بِحُوْرٍ عِیْنٍ۔

ترجمہ۔ وہ تکیے لگائے ہوئے برابر بچھائے ہوئے تختوں پر بیٹھے ہوں گے اور ہم ان سے نکاح کر دیں گے اعلیٰ درجہ کی بیبیاں بڑی بڑی آنکھوں والی کا۔

تفسیر۔ تکیہ لگائے ہوئے قطار تختوں پر اور بیاہ دیا ہم نے ان کو بڑی آنکھ والی گوری عورتوں سے۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل صفحہ ۱۷۵ حاشیہ)

۲۲ تا ۲۵۔ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ اتَّبَعَتْهُمْ ذُرِّيَّتُهُمْ بِاِيْمَانٍ اَلْحَقْنَا بِهِمْ ذُرِّيَّتَهُمْ وَ مَآ اَلَتْنٰهُمْ مِّنْ عَمَلِهِمْ مِّنْ شَيْءٍ ؕ كُلُّ امْرِیءٍۢ بِمَا كَسَبَ رَهِيْنٌ۔ وَ اَمْدَدْنٰهُمْ بِفَاكِهَةٍ وَّ لَحْمٍ مِّمَّا يَشْتَهُوْنَ۔ يَتَنَازَعُوْنَ فِيْهَا كَاْسًا لَّا لَغْوٌ فِيْهَا وَ لَا تَاْثِيْمٌ۔ وَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ غِلْمَانٌ لَّهُمْ كَاَنَّهُمْ لُؤْلُؤٌ مَّكْنُوْنٌ۔

ترجمہ۔ اور جو ایمان لائے اور اُن کی اولا دان کی راہ چلی ایمان کے ساتھ تو ہم ان کے پاس ان کی اولاد کو پہنچا دیں گے اور ہم کم نہ کریں گے ان کے اعمال میں سے کچھ۔ ہر ایک آدمی اپنے کئے ہوئے میں گروی ہے۔ اور ہم نے میووں اور پھلوں کی جو وہ چاہ رہے ہیں اور گوشت کی ریل پیل کر دی اور مدد دی ہم نے ان کو۔ اور وہ محبانہ آپس میں چھینا جھپٹی کریں گے ایک دوسرے کے ہاتھ سے پیالے اس میں نہ لغو ہے نہ گناہ۔ اور ان کے پاس پھرتے آئیں گے نوجوان شہزادے گویا وہ چھپائے ہوئے موتی ہیں۔

تفسیر۔ ہم مومنوں کے ساتھ ان کی مومن اولاد کو ملا دیں گے اور ان کے عملوں سے کچھ بھی کم نہ کریں گے۔ ہر شخص کو اپنی اپنی کمائی کا بدلہ ملے گا۔ اور ہم انہیں میوے اور ان کے پسند کے گوشت دیں گے اور اس میں ایسے پیالے پئیں گے کہ ان کا نتیجہ بیہودہ خیالات اور بدکاری نہیں اور ان کے اردگرد موتیوں کے دانہ جیسے بچے پھریں گے۔

باری تعالیٰ فرماتا ہے۔ بہشتیوں کی اولاد ان کے پاس پھرے گی۔ وہاں مومن اولاد کی جدائی کا غم نہ دیکھیں گے۔ اور ان کیلئے نہ ترسیں گے .... اس معنی کی تفسیر خود قرآن کریم نے سورہ دہر میں اور لفظوں کے ساتھ کی ہے اور وہاں غِلْمَانٌ کے بدلہ وِلْدَان کا لفظ جو وَلَد یا وَلِيْد کی جمع ہے۔ فرمایا ہے۔ وَ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ ۚ اِذَا رَاَيْتَهُمْ حَسِبْتَهُمْ لُؤْلُؤًا مَّنْثُوْرًا (الدھر:۲۰) اور ان کے اردگرد عمر دراز بچے پھریں گے۔ تم انہیں دیکھ کر یہی سمجھو کہ بکھرے ہوئے موتی ہیں۔ يَطُوْفُ عَلَيْهِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ۔ بِاَكْوَابٍ وَّ اَبَارِيْقَ ۙ وَ كَاْسٍ

مِّنْ مَّعِيْنٍ (الواقعہ:۱۸۔۱۹)اور ان کے اردگرد عمر دراز بچے کوزوں اور لوٹوں اور خالص نتھرے صاف پانی کو لئے پھریں گے۔ (نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۷۳،۱۷۴)

اور جو لوگ ایمان لائے اور ان کی اولاد نے بھی ایمان میں ان کی پیروی کی ان کی اولاد کو بھی ہم ان سے لاحق کر دیں گے اور ان کے عمل سے کچھ بھی کمی نہ کریں گے ہر شخص اپنی اپنی کمائی کا گرویدہ ہو گا اور ہم ان کو من بھاتے گوشت اور میوے عنایت کریں گے۔ ان میں ایسے پیالوں کو دور دیں گے جن میں (بخلاف دنیوی مے) بھکنا اور بدخیالات کا اثر نہ ہوگا اور ان کے درمکنون کے ایسے لڑکے بالے ان کے اردگرد اچھلتے کودتے ہوں گے۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۴۱ حاشیہ)

باری تعالیٰ فرماتا ہے ’’بہشتیوں کی اولاد ان کے پاس پھرے گی‘‘ وہاں مومن اولاد کی جدائی کا غم نہ دیکھیں گے اور ان کے لئے نہ ترسیں گے۔ جب لفظ وَلَا تَأْثِيْمٌ صریح اس کی صفت میں موجود ہے جس کے معنی ہیں۔ نہ گناہ میں ڈالنا۔ پھر آپ کو ایسا ناشایاں خیال کیوں گزرا؟ اس معنی کی تفسیر خود قرآن کریم نے سورہ دھر میں اور لفظوں کے ساتھ کی ہے اور وہاں غِلْمَان کے بدلے وِلْدَان کا لفظ جو ولد یا ولید کی جمع ہے فرمایا ہے۔ (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۴۱ حاشیہ)

غِلْمَانٌ۔ اعلیٰ آدمیوں کے بچے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۲)

۳۰۔ فَذَكِّرْ فَمَآ اَنْتَ بِنِعْمَتِ رَبِّكَ بِكَاهِنٍ وَّ لَا مَجْنُوْنٍ۔

ترجمہ۔ (تو اے پیارے محمدؐ) تو نصیحت کرتا رہ تو تُو اپنے رب کے فضل و رحمت سے نہ تو کاہن ہے (اٹکل باز) نہ دیوانہ۔

تفسیر۔ كَاهِنٍ: ان لوگوں کی تین عادات ہیں ۱۔طبیعت میں یکسوئی ۲۔ ہر وقت ناپاک رہنا۔ ۳۔خلوت میں رہتے ہیں۔ اختلاط سے بچتے ہیں۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۲)

۳۴،۳۵۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ تَقَوَّلَهٗ بَلْ لَّا يُؤْمِنُوْنَ۔ فَلْيَاْتُوْا بِحَدِيْثٍ مِّثْلِهٖۤ اِنْ كَانُوْا صٰدِقِيْنَ۔

ترجمہ۔ یا کہتے ہیں کہ اس نے بنالیا ہے قرآن کو۔ نہیں نہیں بلکہ وہ ایمان نہیں لائیں گے۔ تو ان کو

چاہیے کہ لے آئیں کوئی کلام اسی طرح کا جب وہ سچے ہیں۔

تفسیر۔ کیا وہ کہتے ہیں اس کو ایسے ہی گھڑ لیا ہے۔نہیں بلکہ وہ ایمان نہیں لاتے پھر اس کے مانند کوئی حدیث لاویں اگر وہ سچے ہیں۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب صفحہ ۲۵۴ حاشیہ)

باری تعالیٰ فرماتا ہے کہ اگر اس کتاب کو تم لوگ مصنوعی جانتے ہو تو اس کے مثل کوئی کتاب لاؤ اور فرمایا

وَ اِنْ كُنْتُمْ فِيْ رَيْبٍ مِّمَّا نَزَّلْنَا عَلٰى عَبْدِنَا فَاْتُوْا بِسُوْرَةٍ مِّنْ مِّثْلِهٖ ۠ وَ ادْعُوْا شُهَدَآءَكُمْ مِّنْ دُوْنِ اللّٰهِ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔ فَاِنْ لَّمْ تَفْعَلُوْا وَ لَنْ تَفْعَلُوْا فَاتَّقُوا النَّارَ الَّتِيْ وَ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ ۚۖ اُعِدَّتْ لِلْكٰفِرِيْنَ۔ [1] (البقرہ:۲۴،۲۵)

اور مکّے میں شرفاء وشعرائے قوم قریش کو خطاب فرمایا۔

قُلْ لَّئِنِ اجْتَمَعَتِ الْاِنْسُ وَ الْجِنُّ عَلٰۤى اَنْ يَّاْتُوْا بِمِثْلِ هٰذَا الْقُرْاٰنِ لَا يَاْتُوْنَ بِمِثْلِهٖ وَ لَوْ كَانَ بَعْضُهُمْ لِبَعْضٍ ظَهِيْرًا۔ [2] (بنی اسرائیل:۸۹) (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۲۵۴)

۳۶ تا ۳۸۔ اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ۔ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ۔ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآئِنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَۜيْطِرُوْنَ۔

ترجمہ۔کیا وہ آپ پیدا ہو گئے ہیں کسی کے پیدا کئے بغیر یا وہ خود پیدا کرنے والے ہیں۔ یا انہوں نے پیدا کیا آسمان وزمین کو کچھ بھی۔نہیں وہ تو یقین ہی نہیں کرتے (بڑے بدعقل، اکھڑ، ناسمجھ ہیں)۔

کیا ان کے نزدیک تیرے رب کے خزانے ہیں یا وہ داروغہ چودھری ہیں۔(یا کوتوال وزبردست)۔

تفسیر۔ ایک آریہ کے اعتراض ”یہ عالم کس نے بنایا؟ کیوں بنایا؟ کب بنایا؟ کن اشیاء سے کس

---

[1] اگر تم شک میں ہو اس سے جو ہم نے اپنے بندے پر اتارا تو اس کے مثل کوئی ایک ٹکڑا لاؤ اور اللہ کے سوا اپنے گواہوں کو بلاؤ اگر سچے ہو۔ پھر اگر تم نے نہ کیا اور ہرگز نہ کر سکو گے تو ڈرو اس آگ سے جس کا ایندھن آدمی اور پتھر ہیں جو کافروں کے لئے تیار کی گئی ہے۔ [2] تو کہہ دے کہ اگر جن اور انس اس قرآن کے مثل لانے پر متفق ہو جاویں تو اس کے مثل نہ لاویں گے گو باہم دگر مددگار بن جاویں۔

طرح بنایا؟ کے جواب میں فرمایا۔

قرآن کریم نے۔...... ہرایک دعوٰی کی دلیل بھی دی ہے.............................

دلیل خلف ’’اَمْ خُلِقُوْا مِنْ غَيْرِ شَيْءٍ اَمْ هُمُ الْخٰلِقُوْنَ۔ اَمْ خَلَقُوا السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ ۚ بَلْ لَّا يُوْقِنُوْنَ۔ اَمْ عِنْدَهُمْ خَزَآىِٕنُ رَبِّكَ اَمْ هُمُ الْمُصَيْطِرُوْنَ۔

کیا یہ لوگ خود بخود ہو گئے عدم سے وجود بلامُرَجِّح کیونکر ہوا کیا یہ اپنے آپ خالق ہیں؟ یہ بات ہمیں وجدان اور اپنی طاقتوں کے لحاظ سے غلط معلوم ہوتی ہے۔ اوّل تو اس لئے کہ جوں جوں ہم پیچھے جاویں کمزوری بڑھتی نظر آتی ہے۔ دومؔ ہم تجارب کے بعد بھی انسان کیا، کیڑا بنانے کے قابل نہیں۔ علاوہ بریں (اس میں تقدم اپنی ذات سے اور دور لازم آتا ہے) کیا آسمانوں اور زمینوں کے یہ خالق ہیں؟ یہ صریح غلط ہے اور اس سے تعداد آلہہ بھی لازم آتا ہے۔ کیا ان کے پاس بے انت خزانے ہیں؟ جن سے ان کو پتہ لگا کہ یہ چیز مثلاً ارواح یا فلاں اشیاء مادہ وزمانہ وغیرہ غیر مخلوق ہیں۔ نفسِ انسانی تو محدود ہے خدا کی بے انت باتوں کا احاطہ کیونکر کر سکتا ہے۔ کیا یہ آزاد ہیں اور کسی کے تحت وتصرف میں نہیں؟ یہ بات مشاہدہ کے خلاف ہے انسان کھانے پینے، جننے مرنے سب میں کسی کے نیچے ہے اور کسی کے قبضۂ قدرت میں ہے۔ پس جب یہ باتیں غلط ہیں تو خدا سب اشیاء کا خالق ہے۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۳۵،۳۶)



سُوْرَۃُ النَّجْمِ مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

ہم سورۃ نجم کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اس اللہ کے اسم شریف سے جو پہلے سے نیک راہ سکھلانے والا ہے اور عمل کرنے والوں کو نیک نتیجے دینے والا ہے۔

۲ تا ۵۔ وَ النَّجْمِ اِذَا ھَوٰی۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَ مَا غَوٰی۔ وَ مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی۔ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی ۔

ترجمہ۔ ثریا ستارہ کی قسم ہے جب وہ سمت الراس پر نہ ہو، اِدھر اُدھر ہو۔ نہ بہکا تمہارا صاحب نہ بھٹکا۔ اور وہ بات نہیں کرتا اپنے نفس کی خواہش سے۔ بے شک وہ تو وحی ہے جو اس کو بھیجی جاتی ہے۔

تفسیر۔ وہ اللہ تعالیٰ جس کی ذاتِ بابرکات نے جسمانی ظلمتوں میں تمہارے آرام کے واسطے ایسے جسمانی سامان بنائے ہیں جن سے تم آرام پاؤ بشرطیکہ انکی طرف توجہ کرو۔ اس نے تمہارے ابدی آرام اور روحانی راحتوں کے واسطے تدابیر نہ رکھی ہوں گی؟ بے ریب رکھی ہیں۔ جسمانی لیل اور چند گھنٹوں کی رات میں اگر کوئی راہنما ستارہ موجود ہے تو اس روحانی لیل اور غموم اور ہموم کی نہایت بڑی لمبی رات کے وقت بھی اللہ تعالیٰ کے فضل نے تمہاری منزلِ مقصود اور جاودانی آرام تک پہنچانے کا راہنما بھی ضرور رکھا ہوگا۔ وہ کون ہے؟ بے ریب حضرت محمد صلی اللہ علیہ وسلم ہے۔ ثبوت۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَا غَوٰی (النجم: ۳)۔ وجہ ثبوت۔ اپنے ہی ملک میں ذرا تجربہ اور بلند نظری سے کام لو۔ نظر کو اونچا کر کے دیکھو یہ شخص تمہارے شہر کا تمہارا ہم صحبتی جس کا نام محمدؐ، احمدؐ، امین ہے اور جس کو تمہارے چھوٹے بڑے انہیں پیارے ناموں سے پکارتے ہیں۔ کیسا ہے؟ کیا تمہارے لئے کافی راہنما نہیں؟ بے ریب ہے۔ کیونکہ نظریات کا علم ہمیشہ بدیہات سے ہوتا ہے۔ اور غیر معلومہ نتائج پر

پہنچنا ہمیشہ معلومہ مقدمات سے ممکن ہے۔ نہایت باریک فلسفی کا پتہ عامہ قواعد سے لگتا ہے۔ جانتے ہو۔ کسی انسان کو انسانِ کامل یقین نہ کرنے کے تین سبب ہوتے ہیں۔ اوّل یہ کہ تم اس شخص کے حالات سے پورے واقف نہیں جس نے ہادی اور انسانِ کامل ہونے کا دعوٰی کیا۔ دوم یہ کہ وہ شخص جس نے ہادی اور انسانِ کامل ہونے کا دعوٰی کیا اُسے علم صحیح نہ ہو۔ سوم یہ کہ باوجود علمِ صحیح رکھنے کے اس کی عادت ایسی ہو کہ علم صحیح پر عمل نہ کرے۔ سو اس رسول خاتم الرسل محمد صلی اللہ علیہ وسلم میں ان تینوں عیوب میں سے ایک بھی نہیں۔ مَا ضَلَّ صَاحِبُكُمْ وَمَا غَوٰى (النجم: ۳)۔ یعنی نہ بھولا اور نہ بے علمی سے کام کیا تمہارے ساتھ رہنے والے نے اور نہ کبھی علمِ صحیح کے خلاف کرنے کا ملزم ہوا۔ پہلی وجہ عدمِ تسلیم کا جواب تو یہ ہے کہ چالیس برس کامل کے تجربہ سے دیکھ لو۔ یہ شخص محمد امین (بِأَبِيْ وَأُمِّيْ صلی اللہ علیہ وسلم) بھلا اس میں کوئی عیب رکھنے کی بات ہے۔ دوسری وجہ کا جواب یہ ہے کہ مَا ضَلَّ جس کے معنے ہیں کبھی نہ بھولا۔ ہمیشہ تمہاری اور اپنی بہتری کی جو تدبیر نکالی وہ تدبیر آخر مثمر ثمرات نیک ہوئی۔ تیسری وجہ کا جواب دیا۔ وَمَا غَوٰى (النجم: ۳)۔ چالیس برس تمہارے ساتھ رہا اور تمہارا صاحب کہلایا مگر کبھی کسی بدعملی کا ملزم ہوا؟ ہرگز نہیں۔ چالیس برس تک جس نے راستی اور راست بازی کا برتاؤ کیا۔ جس کے ہاتھ پر صدیق نے بھی بیعت کی۔ جس کے سینکڑوں مریدوں میں سے ایک بھی تبلیغ احکامِ اسلام میں کذب کا ملزم نہ ہوا۔ وہ جس نے کبھی مخلوق پر افتراء نہ باندھا اب وہ کیا ہماری ذات پاک پر مفتری ہوگا؟ ہرگز نہیں۔ اگر اپنی پہلی تجارب اور اپنی پہلی معلومات صحیحہ پر صحیح نظر کرو گے اور اس کے چالیس سال کے برتاؤ سے پتہ لوگے تو یہ نتیجہ نکلے گا۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْيٌ يُّوْحٰى۔ [1]

اور سنو! اس کے علوم اور اس کی ہدایات کسی کمزور معلم کی تعلیم کا نتیجہ نہیں اور نہ ایسا ہے کہ یہ پورا تعلیم یافتہ نہ ہو۔ اس کی تعلیم تو اس کی نبوت اور رسالت کا عمدہ نشان ہے۔ اس کی تعلیم بڑے طاقتور معلم کی تعلیم ہے اور یہ بھی تعلیم کے اصلی مدارج پر پہنچ کر ٹھیک اور درست ہو چکا ہے۔ یہی معنی ہیں

---

[1] اور نہیں بولتا اپنی خواہش سے مگر جو بولا وہ الٰہی الہام ہے جو بھیجا گیا۔

آیات ثلٰثہ عَلَّمَہٗ شَدِیْدُ الْقُوٰی۔ ذُوْ مِرَّۃٍ فَاسْتَوٰی۔ وَھُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰی۔[1]

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۶۶، ۱۶۷)

جب کوئی ہادی دنیا میں آتا ہے تو اس کی شناخت کے کئی طریق ہوتے ہیں۔

اولؔ۔ جاہل اور بے علم نہ ہو۔ خدا تعالیٰ کی طرف سے آنے والے ہادی کے لئے ضروری ہے کہ وہ نادان اور بے خبر نہ ہو۔ اب کتاب اللہ کو پڑھو اور دیکھو کہ جو معارف اور حقائق اس میں بیان کئے گئے ہیں۔ وہ ایسے ہیں کہ کسی جاہل اور نادان کے خیالات کا نتیجہ ہو سکتے ہوں۔ سوچو! اور پھر سوچو!!! نادان ایسی معرفت اور روح وراستی سے بھری ہوئی باتیں نہیں کر سکتے۔

دومؔ۔ وہ ہادی اجنبی نہ ہو۔ کیونکہ ایک ناواقف انسان دور دراز ملک میں جا کر باوجود بدکار اور شریر ہونے کے بھی چند روز تصنع اور ریا کاری کے طور پر اپنے آپکو نیک ظاہر کر سکتا ہے۔

پس ہادی کے لئے ضروری ہے کہ وہ ان لوگوں کا واقف ہو۔ اب رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا دعوٰے صاف ہے کہ مَاضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَاغَوٰی۔

تیسری بات یہ ہے کہ ہادی یا امام یا مرشد اپنے سچے علوم کے مطابق عمل درآمد بھی کرتا ہو۔ اوروں کو بتلادے اور خود نہ کرے۔ پس اس امر کو حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کی نسبت فرمایا ہے۔ مَاضَلَّ صَاحِبُکُمْ وَمَاغَوٰی۔ حضور کے عملدرآمد کا یہ حال ہے کہ جنابہ صدیقہ علیہا السلام نے ایک لفظ میں سوانح عمری بیان فرمادی کَانَ خُلُقُہُ الْقُرْاٰنُ یعنی آپؐ کے اعمال وافعال بالکل قرآن کریم ہی کے مطابق ہیں۔ (الحکم جلد ۳ نمبر ۱۴ مورخہ ۱۹ / اپریل ۱۸۹۹ء صفحہ ۵)

اللہ تعالیٰ نے ایک ہادی کی ضرورت اور پھر اس میں جو ضروری اوصاف ہونے چاہئیں۔ پھر ان اوصاف کا اعلیٰ واکمل واتم طور پر حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ذات ستودہ صفات میں پایا جانا جس دل آویز و دلنشین پیرائے میں بیان کیا ہے۔ وہ قرآن مجید کی ان اعجازی خواص سے ہے۔ جو بالخصوص اسی کتاب حکیم میں پائے جاتے ہیں۔ پہلے تو وَالنَّجْمِ اِذَا ھَوٰی فرما کر جسمانی انتظام سے روحانی نظام کی طرف متوجہ کیا۔ النَّجْم کے سمت الراس سے نیچے ہونے کی وجہ سے مغرب، مشرق،

---

[1] سکھایا اس کو بڑے طاقتور نے۔ بڑے جگرے کا تھا بس پورا نظر آیا اور وہ اب بلند کنارے پر ہے۔

جنوب، شمال کے راستوں کا علم ہوتا ہے۔ جب جسمانی بہتری و بہبودی کے لئے یہ انتظام ہے۔ تو روحانی دنیا میں صراط مستقیم کی ہدایت کے واسطے کسی النّجم کی ضرورت کیوں نہ ہو۔ اس کے بعد فرمایا کہ تین وصف اس راہنما میں ہونے ضروری ہیں۔ ایک تو وہ خود واقفِ کار ہو۔ اسے نیکی و بدی نافع وضار کا علم ہو۔ دوم وہ اجنبی نہ ہو۔ اس ملک کے رسم ورواج، مذاق، عادات، حالات سے آگاہ ہو۔ اور اس ملک کے باشندے بھی اس کے کیریکٹر، علم، قابلیت کو خوب جانتے ہوں تا کہ نہ وہ دھوکہ کھائے۔ نہ اس کے بارے میں احتمال ہو کہ یہ ہمیں دھوکہ دے گا۔ سوم۔ عالم باعمل ہو۔ اپنے علم کو اپنی اور اپنے بھائی بندوں کی اصلاح میں خرچ کرنے والا ہو۔ نہ یہ کہ وہ اپنے علم سے مفاسد وشرارت کو بڑھانے والا ہو۔

یہ اوصاف حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم میں اعلیٰ درجے کے انتہائی کمال کے ساتھ پائے جاتے ہیں۔ آپؐ کا علم ایسا کہ شدید القوٰی نے آپؐ کو سکھایا وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى کا خطاب پا کر يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَالْحِكْمَةَ۔[۱] (الجمعہ:۳) آپ کی شان میں آیا۔ پھر جو کچھ آپ نے فرمایا۔ وہ هَوٰی نہیں تھا۔ بلکہ وَحْيٌ يُّوْحٰى تھا۔ اس لئے آپ پر مَا ضَلَّ خوب صادق آتا ہے۔ اور اجنبی نہیں۔ اس کے لئے صَاحِبُكُمْ فرمایا۔ عرب کے عمائد واہل الرائے آپ کے مکارم اخلاق کے مقرّ تھے۔ آپؐ نے اپنے اعلیٰ کیریکٹر کا دعویٰ بڑی تحدّی سے پیش کیا اور فرمایا۔ فَقَدْ لَبِثْتُ فِيْكُمْ عُمُرًا مِّنْ قَبْلِهٖ ؕ اَفَلَا تَعْقِلُوْنَ۔[۲] (یونس:۱۷) امین کا لقب تو آپؐ پا ہی چکے تھے اور یہ کہ آپؐ اپنے علم سے لوگوں کو سیدھی راہ پر چلانے کی کوشش کرتے ہیں۔ واقعات اس کی تصدیق کر رہے تھے۔ وہ لوگ جو زنا، شراب، جوًا بازی ایسے بدترین گناہوں کو اپنی مجالس میں بڑے فخر کے ساتھ ذکر فرماتے تھے۔ وہ اپنے کئے پر نادم ہوئے اور شراب کے پانچ بلکہ آٹھ وقتوں کی بجائے اتنے وقتوں کی نمازیں پڑھنے لگے۔ ایسا ہی ہر بدی کو چھوڑ کر اس کے مقابلہ میں انہوں نے ایک نیکی اختیار کر لی۔ پس مَا غَوٰى آپؐ پر صادق آیا۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۵ ماہ مئی ۱۹۱۲ء صفحہ ۲۲۵۔۲۲۶)

---

[۱] ان کو کتاب ودانائی کی باتیں سکھاتا ہے۔ [۲] بے شک میں رہ چکا ہوں بڑی عمر اس سے پہلے تم میں تو کیا تم کو کچھ بھی عقل نہیں ہے۔

۶ تا ۱۰۔ عَلَّمَهٗ شَدِيْدُ الْقُوٰى۔ ذُوْ مِرَّةٍ ؕ فَاسْتَوٰى۔ وَهُوَ بِالْاُفُقِ الْاَعْلٰى۔ ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰى۔ فَكَانَ قَابَ قَوْسَيْنِ اَوْ اَدْنٰى۔

ترجمہ۔ اس کو سکھایا بڑے طاقت ور نے۔ دل گردہ والے بڑے ہاتھ والے نے (اُس نے اثر لیا یا نہیں تو ارشاد ہوتا ہے کہ) ٹھیک و درست ہو گیا۔ (کس درجہ پر) بڑے ہی اونچے درجہ پر (جس کا کوئی مقابلہ نہیں کر سکتا)۔ (اس کمال سے کیا چاہا) اس نے قرب الٰہی چاہا (پھر کیا ہوا) اللہ اُس کی طرف جھکا۔ پھر وہ دو کمانوں کے ملنے سے بھی زیادہ تر قریب ہو گیا۔

تفسیر۔ سکھایا اس کو بڑے طاقتور نے۔ بڑے جگرے کا تھا پس پورا نظر آیا اور وہ اب بلند کنارے پر ہے۔ (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۱۶۷ حاشیہ)

قانونِ قدرت کا عام قاعدہ ہے۔ جس قدر کوئی چیز دوسری چیز سے تعلق پیدا کرے گی۔ اسی قدر اس دوسری چیز سے متأثر اور متحد ہو گی۔ ایک عادل بلکہ ہمہ عدل مالک اور علیم وخبیر سلطان کے لائق اور جان نثار، چست و ہوشیار، رضامندی کے طالب نوکر اور خادم کو جو جو انعام اور اکرام ملیں گے اور ایسے مقتدر اور مقدس بادشاہ کے ایسے پیارے خادم جن جن انعامات اور الطاف کے مورد ہوں گے۔ ویسے نالائق اور نکمّے خود پسند، مطلبی، کاہل، نام کے نوکر اور جھوٹے خادم ہرگز ہرگز ہرگز نہیں ہو سکتے۔ اللہ تعالیٰ کی ذات سے جس قدر اس کے بندوں کو تعلق ہوگا اسی قدر وہ قابلِ انعام ہوں گے جتنی بندگی اور عبودیت کامل ہوگی اتنا ہی الوہیت کا میل اس سے زیادہ ہوگا اور بقدر ترقی عبودیت روح القدس کا فیضان ہوتا ہے۔

لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ۔[1] (المجادلہ: ۲۳)

---

[1] تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جو اللہ اور آخرت کے دن کو دل سے سچا جانتے ہیں کہ وہ ایسوں سے دوستی کریں جو مخالف ہوئے اللہ اور اس کے رسول کے گو وہ ان کے مخالف باپ ہی ہوں یا ان کے بیٹے یا بھائی ہی ہوں یا اُن کے کنبے کے۔ یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان بھیج دیا، محفوظ کر دیا ہے اور ان کی تائید فرمائی ہے روح القدس سے۔

یادرہے۔یہی توحیداور تثلیث کا مسئلہ تھا جس کو عیسائی نہ سمجھ کر شرک میں گرفتار ہو گئے اور یہی وہ بھید ہے جس میں اللہ تعالیٰ اور اس کے انبیاء اور رسل اور اولیاء کے باہمی تعلق کے باعث فیضان روح کا پتہ لگ سکتا ہے۔طالب صداقت سچی ارادت سے چند روز بحضور مرزا صاحب حاضر ہو کر استقلال وصبر سے منتظر ہو اور دیکھ بھی لے۔

عرب کا دستور تھا۔جب دو آدمی باہم اتحاد پیدا کرتے اور معاہدہ کر لیتے تو دونوں اپنی اپنی کمانیں اس طرح ملاتے کہ ایک کی کمان کی لکڑی دوسری کی کمان کی لکڑی سے از ابتدا تا انتہا ایک سرے سے دوسرے سرے تک ملائی جاتی اور ایک کمان کی تار دوسری کمان کی تار سے ملائی جاتی تب دونوں قوسوں کے دو قاب ایک قاب کی شکل دکھلائی دیتے۔پھر دو کمانوں کو اس طرح ملا کر دونوں معاہدہ کنندے ایک تیر۔ان دونوں کمانوں مگر اب ایک ہوگئی ہوئی کمان میں رکھ کر چھوڑتے۔اور یہ رسم عرب کی اس امر کا نشان ہوتا تھا کہ اس وقت کے بعد ایک کمان والے کا دوست دوسرے کمان والے کا دوست ہوگا اور ایک کا دشمن دوسرے کا دشمن قرار پائے گا۔اسی طرح انبیاء اور رسولوں کی پاک ذات کا خاصہ اور ان کی فطرت ہوتی ہے کہ وہ پاک گروہ اور ان کے اتباع مگر گرویدہ اتباع اَلْحُبُّ لِلّٰہِ اور اَلْبُغْضُ فِی اللّٰہِ میں منفرد ہوتے ہیں۔اپنے ہر ایک اعتقاد اور قول اور فعل میں حضرت حق سبحانہٗ وتعالیٰ کی رضامندی کو مقدم رکھتے ہیں۔اسی کے بلائے سے بولتے اور اسی کے چلائے سے چلتے ہیں۔ان کا رحم اور ان کا غضب اللہ تعالیٰ کا رحم اور اللہ تعالیٰ کا غضب ہوتا ہے۔ایسی وحدت واتحاد کے باعث ان کے ہاتھ پر بیعت اور اقرار اللہ تعالیٰ کے ہاتھ پر بیعت اور اسی سے اقرار ہوتا ہے اور اسی اتحاد کا بیان آیاتِ ذیل میں ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ یُبَایِعُوْنَكَ اِنَّمَا یُبَایِعُوْنَ اللّٰهَ ؕ یَدُ اللّٰهِ فَوْقَ اَیْدِیْهِمْ ۔[1] (الفتح:۱۱)

مَنْ یُّطِعِ الرَّسُوْلَ فَقَدْ اَطَاعَ اللّٰهَ ۔[2] (النسآء:۸۱)

---

۱ یقیناً جو لوگ تجھ سے ہاتھ ملاتے ہیں وہ اللہ سے ملاتے ہیں۔اللہ کا ہاتھ ان کے ہاتھوں کے اوپر ہے۔

۲ اور جس نے اس رسول کی اطاعت کی اس نے اللہ کی اطاعت کی۔

وَ مَا رَمَیْتَ اِذْ رَمَیْتَ وَ لٰکِنَّ اللّٰہَ رَمٰی ۔[۱] (الانفال:۱۸)

وغیرہ آیات کریمہ میں ہے۔ وَ اِلَّا وہ تو بشر ہوتے ہیں۔ اور اپنی بشریت اور عجز اور فقر کو اِنَّمَآ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُکُمْ[۲] (الکھف:۱۱۱)۔ وَ اِنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُہٗ وَ رَسُوْلُہٗ۔ وَمَآ اَدْرِیْ مَا یُفْعَلُ بِیْ وَ لَا بِکُمْ۔ لَآ اَقُوْلُ لَکُمْ عِنْدِیْ خَزَآئِنُ اللّٰہِ وَلَآ اَعْلَمُ الْغَیْبَ (الانعام:۵۱)۔ فرما کر ثابت کرتے ہیں اَللّٰھُمَّ اِھْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِیْمَ۔ صِرَاطَ الَّذِیْنَ اَنْعَمْتَ عَلَیْھِمْ باری تعالیٰ کی گرامی اور مقدس ذاتِ پاک سے ان کی ذات کو دُنُّو اور تقرّب ہوتا ہے اور ان کی کمان اللہ تعالیٰ کی کمان سے بالکل وحدت پیدا کرتی ہے۔ اسی عمدہ مضمون کو قرآن کریم نے اس سورہ والنجم میں بایں کلمات فرمایا ہے۔

ثُمَّ دَنَا فَتَدَلّٰی۔ فَکَانَ قَابَ قَوْسَیْنِ اَوْ اَدْنٰی۔[۳]

اب حسبِ بیان سابق ضرور تھا کہ اللہ تعالیٰ کے ساتھ تقرب اور اس کی بارگاہِ معلّی میں عبودیت تامہ کے ثبوت کے بعد روح حق اور روح القدس کا فیضان ہوتا۔ اس لئے جناب رسالت مآب کی اعلیٰ درجہ کی عبودیت اور فرماں برداری اور حُبّ لِلّٰہِ اور بغض فِی اللّٰہِ کے نتیجہ اور فیضان کا بیان ہوتا ہے۔

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۶۷ تا ۱۶۹)

۱۱ تا ۱۳۔ فَاَوْحٰٓی اِلٰی عَبْدِہٖ مَآ اَوْحٰی۔ مَا کَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰی۔ اَفَتُمٰرُوْنَہٗ عَلٰی مَا یَرٰی۔

ترجمہ۔ پھر اللہ نے وحی بھیجی اپنے بندے کی طرف جو وحی بھیجی (یعنی قرآن شریف)۔ جو کچھ اُس نے دیکھا اس کے دل نے اس میں مغالطہ نہیں کھایا۔ تو کیا تم اس سے اس دید میں جھگڑتے ہو جو اُس نے دیکھا۔

تفسیر۔ پھر اپنے بندے (محمد صلی اللہ علیہ وسلم) کے دل میں ان عظیم الشان اسرار (قرآن کریم) کو ڈالا۔ اس دل نے جو دیکھا۔ خوب دیکھا (یعنی مغالطہ نہ کھایا) کیا تم اس کی دید پر جھگڑتے ہو۔

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۷۰ حاشیہ)

۱۔ اور تو نے نہ پھینکا جب پھینکا لیکن اللہ نے پھینکا۔ ۲۔ میں بھی تو تمہارے ہی جیسا ایک بشر ہوں۔
۳۔ پھر نزدیک ہوا اور پاس کھڑا ہوا۔ پس دو کمانوں کا ایک قاب یا اس سے بھی قریب تر ہو گیا۔

مَآ اَوْحٰی میں ابہام نہیں...... مَاعربی لفظ موصولہ اور معرفہ ہے۔ اَوْحٰی اس کا صلہ ہے۔ مَآ اَوْحٰی کیا چیز ہے۔ یہی قرآن کریم اور حضور علیہ السلام کی تمام پاک تعلیم جس کو اللہ تعالیٰ نے دوسری جگہ روح بھی فرمایا ہے۔ جہاں فرمایا وَ كَذٰلِكَ اَوْحَيْنَاۤ اِلَيْكَ رُوْحًا مِّنْ اَمْرِنَا (الشوریٰ:۵۳) اور یہ وہی روح ہے جو الوہیت اور عبودیت کے کامل میل سے پیدا ہوتی ہے بلکہ یوں کہئے کہ اس کا اللہ سے فیضان ہوتا ہے اَللّٰھُمَّ اَيِّدْنِيْ بِرُوْحِ الْقُدُسِ۔ آمین۔ اب اس کی عمدگی اور راستی کی نسبت فرماتا اور مدعی الہام کی حالت کو بتاتا ہے۔

مَا كَذَبَ الْفُؤَادُ مَا رَاٰى. اَفَتُمٰرُوْنَهٗ عَلٰى مَا يَرٰى۔

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۷۰)

۱۴ تا ۱۹ وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى۔ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى۔ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى۔ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى۔ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى۔

ترجمہ۔ اور بے شک اس نے اس کا دوبارہ نزول بھی دیکھا۔ سدرۃ المنتہٰی کے پاس۔ (یہاں کونسی بیری مراد ہے) وہ جس کے نزدیک جنت آرام گاہ ہے۔ جب اس بیری کو اعلیٰ درجہ کے انوار ڈھانکے ہوئے تھے (جو بیان کی قوت سے بالاتر ہیں)۔ نہ اس کی نظر نے کجی کی (حق سے) اور نہ وہ گستاخ ہوا۔ بے شک اس نے اپنے رب کی بہت نشانیاں دیکھیں۔

تفسیر۔ اور یقیناً اس نے اسے بارِ دیگر دیکھا (یعنی نظر ثانی کی) سدرۃ المنتہٰی کے پاس (سب سے بڑی بیری) جس کے پاس جنت الماوٰی ہے۔ اس سدرہ (بیری) کو بڑے اعلیٰ درجہ کے انوار ڈھانکے ہوئے ہیں۔ اس کی آنکھ نے کجی نہیں کی۔ اور غلطی نہیں کھائی۔ ضرور اپنے رب کے بڑے بڑے نشانات دیکھے۔ (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۷۱ حاشیہ)

عرب کا یہ بھی دستور تھا۔ جیسے قاضی بیضاوی نے اپنی تفسیر میں لکھا ہے کہ جب بڑے بڑے کاموں کے واسطے پبلک اور عام اہل الرّائے کی رائے لی جاتی تو کسی سایہ دار درخت کے نیچے بیٹھ

جاتے۔ کیونکہ ان کے چھوٹے خیمے جلسہ کے قابل نہ ہوتے تھے۔ اور عام سایہ دار درختوں میں سے بیری کا درخت اس ملک میں بڑا درخت سمجھا جاتا ہے۔ اس رسم کے مطابق باری تعالیٰ حجاز کے باشندوں کو جو حضرت صاحب الوحی کے مخاطب ہیں۔ اور آپ کی دعوت کا ابتداءً روئے سخن بھی ان ہی کی جانب ہے۔ یوں فرماتا ہے کہ جہاں اس ہادی، محسن خلق، رحمت عالمیاں نے مشورہ لیا۔ وہ بیری تمام دنیا کی بیریوں سے بڑی بیری تھی۔ اور وہ تمہاری دنیا کی سی بیری نہ تھی۔ وہ تمہارے نظامِ شمسی سے کہیں اونچی سات آسمانوں سے پرے کی بیری ہے۔ وہ بیری تو کچھ ایسی بیری ہے۔ جس کی جڑھ سے تمام دینی اور دنیوی منافع کی ندیاں نکلتی ہیں۔ باغِ عدن کی ندیاں بھی اسی کی جڑھ سے نکلتی ہیں۔

جن کو تم جیحون اور سیحون اور نیل وفرات کہتے ہو۔ اسی کی جڑھ سے نکلتے ہیں۔ جنۃ الخلد کی ندیاں بھی وہاں ہی سے رواں ہیں۔ خود جنت الماوٰی بھی اسی کے پاس ہے۔ اس مضمون کو اللہ تعالیٰ ان آیتوں میں بیان فرماتا ہے۔

وَ لَقَدْ رَاٰهُ نَزْلَةً اُخْرٰى۔ عِنْدَ سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى۔ عِنْدَهَا جَنَّةُ الْمَاْوٰى۔ اِذْ يَغْشَى السِّدْرَةَ مَا يَغْشٰى۔ (النجم: ۱۴ تا ۱۷)

مَا يَغْشٰى کا مَا بھی موصولہ اور معرفہ ہے...... یاد رہے یہ کلمہ مَا کا عربی میں تفخیم اور تعظیم کے معنی دیتا ہے۔ وہاں سِدْرَةِ الْمُنْتَهٰى میں جناب رسالت مآب فخرِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے کیا دیکھا اپنے رب تعالیٰ کے بڑے بڑے نقش قدرت دیکھے۔ کمالاتِ انسانیہ کے حاصل کرنے کے نشانات کا نظارہ کیا جیسے فرماتا ہے۔ مَا زَاغَ الْبَصَرُ وَ مَا طَغٰى۔ لَقَدْ رَاٰى مِنْ اٰيٰتِ رَبِّهِ الْكُبْرٰى۔ (النجم: ۱۸، ۱۹)

مشرکو! اس مہربان ہادی کے منکرو! بت پرستو! تم نے کیا دیکھا؟ جس کے دیکھنے کے بعد بُت پرستی جیسے گڑھے میں ڈوب مرے۔ بت پرستی کے لوازم وہم پرستی اور جہالت میں مبتلا ہو گئے۔ نہ کوئی تمہارے ملک میں تمدن کا قاعدہ نہ معاشرت کا اصل نہ سیاست کا ڈھنگ اور نہ روحانی تعلیم کا ذریعہ نہ حقیقی عزت اور فخر کا تم میں وسیلہ۔ (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۷۰۔۱۷۱)

۲۰ تا ۲۳۔ اَفَرَءَیْتُمُ اللّٰتَ وَ الْعُزّٰی۔ وَ مَنٰوۃَ الثَّالِثَۃَ الْاُخْرٰی۔ اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَ لَہُ الْاُنْثٰی۔ تِلْکَ اِذًا قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی۔

ترجمہ۔ کیا تم نے لات اور عُزّٰی کو بھی دیکھا۔ اور پھر تیسرے پیچھے پڑے ہوئے مَنَات کو (جو سب کے سب مؤنث اور ضعیف اور بے حقیقت بُت ہیں)۔ بھلا تمہارے لئے بیٹے اور اللہ کے لئے بیٹیاں۔ اس صورت میں تو یہ تقسیم بڑی نامنصفانہ ہے اور خلاف حق اور بھونڈی ہے۔

تفسیر۔ واہ۔ تم نے تو لات و عُزّٰی ہی کو دیکھا اور منات کو جو تیسرا اور سب سے گیا گزرا ہے۔ کیا تمہارے لئے بیٹے اور اس کے لئے بیٹیاں۔ یہ تو بڑی بھونڈی تقسیم ہے۔

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۷۱، ۱۷۲ حاشیہ)

ان آیات کریمہ کو جناب رسالت مآب صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی راستی اور عظمت اور بزرگی کے اثبات میں ایک خاص تعلق ہے...... ہر دو آیات ...... کیسی لطیف ہیں اور کس خوبی کے ساتھ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کرتی ہیں۔ سنو! مطالب دو قسم کے ہوتے ہیں۔ اوّلؔ بڑے ضروری۔ دوسرےؔ ان سے کم درجہ کے بڑے ضروری مطالب کو بہ نسبت دوسرے مقاصد کے بلاریب تاکید اور براہین و دلائل سے ثابت کیا جاتا ہے۔ یہ میرا دعوٰی بہت صاف اور ظاہر ہے۔ تاکید کے واسطے ہر زبان میں مختلف کلمات ہوا کرتے ہیں۔ ایسے ہی عربی زبان میں بھی تاکید کیلئے بہت الفاظ ہیں مگر ایشیائی زبانوں میں جیسے علی العموم قسم سے بڑھ کر کوئی تاکیدی لفظ نہیں۔ ایسے ہی عربی کے لٹریچر میں بھی قسم سے زیادہ کوئی تاکیدی لفظ نہیں۔ قرآن کریم عربی زبان میں نازل ہوا۔ اس لئے اس میں عربی محاورات پر ضروری مطالب میں قسموں کا استعمال بھی ہوا......

رہی یہ بات کہ اہم اور بہت ضروری مطالب میں براہین اور دلائل کا بیان کرنا بھی ضروری ہوتا ہے۔ قرآن کریم نے ان مطالب میں قسموں کے علاوہ اور کیا ثبوت دیا ہے؟ سو یاد رہے۔ جہاں قرآن کریم کسی مطلب پر قسم کو بیان کرتا ہے۔ وہاں جس چیز کے ساتھ قسم کھائی گئی ہے۔ وہ چیز قانون

قدرت میں قسم والے مضمون کے واسطے ایک قدرتی شاہد ہوتی ہے اور یہ قسم قدرتی نظاروں میں اپنے مطلب کی مثبت ہوتی ہے جو قسم کے بعد مذکور ہوگا۔ مثلاً اِنَّ سَعْیَکُمْ لَشَتّٰی......الخ۔[1] (اللیل:۵) ایک مطلب ہے جس کے معنی ہیں ''لوگو! تمہارے کام مختلف ہیں۔ اوران کے نتائج بھی الگ الگ ہیں'' قرآن مجید اس مطلب کو قانونِ قدرت سے اس طرح ثابت کرتا ہے۔ وَالَّیْلِ اِذَا یَغْشٰی ۔ وَ النَّھَارِ اِذَا تَجَلّٰی ۔ وَ مَا خَلَقَ الذَّکَرَ وَ الْاُنْثٰی ۔(الّیل:۲ تا ۴)۔ کیا معنی؟ رات پر نظر کرو جب اس کی کالی گھٹا چھا جاتی ہے۔ پھر دن پر نظر ڈالو۔ جب اُس نے اپنے انوار کو ظاہر کیا۔ پھر مرد اور عورت کی خلقت اور بناوٹ پر غور کرو۔ اوران کے قدرتی فرائض اور واجبات کو سوچو تو تمہیں صاف طور پر عیاں ہوگا کہ بے ریب تمہاری کوششیں الگ الگ اوران کے نتائج علیحدہ علیحدہ ہیں۔ ایسے ہی باری تعالیٰ کے نام جان و مال کو دینے اور نافرمانیوں سے بچنے والا اور اعلیٰ درجہ کی نیکی کا مصدق۔ اوراس کے مقابل جان اور مال سے دریغ کرنے والا نافرمان اور اعلیٰ درجہ کی نیکی کا مکذّب بھی الگ الگ ہیں اورالگ نتیجہ حاصل کریں گے۔

ہمارے پاک ہادی، سرورِ اصفیاء، خاتم الانبیاء کی اثبات نبوّت اور آپ کی عظمت اور بڑائی ثابت کرنا بڑا احقاقِ حق اور آپ کے منکروں کو ملزم کرنا بڑا ابطالِ باطل تھا۔ قرآن کریم نے اس احقاقِ حق اور ابطالِ باطل پر پُرزور دلائل دیئے ہیں۔ ان دلائل کا بیان اس جگہ موزوں نہیں۔ البتہ ان براہین میں سے اس وَ النَّجم کے پہلے رکوع میں۔ احقاقِ حق اور ابطالِ باطل کا ایک ثبوت ہے۔ اور قبل اس کے کہ حضور علیہ السلام کی صداقت اور راستی اور سچائی کو ثابت کیا جاوے۔ نفس نبوت اور مصلح کی ضرورت کو قرآن میں وَ النَّجم کا لفظ فرما کر باری تعالیٰ نے ثابت فرمایا ہے۔

تفصیل اس اجمال کی یہ ہے۔ عرب ایک ایسا جزیرہ نما تھا جس میں علی العموم پانی کی قلت تھی اور اس کے ملک حجاز میں بخصوص سڑکوں اور میلوں کے نشانات۔ اس کے راہوں میں ہرگز نہ تھے۔ اس لئے عرب لوگ غالباً رات کو سفر کرتے تھے۔ اور ثُریّا نام النجم سے سمت کو قائم کر لیتے تھے۔ جس طرح

---

[1] بے شک تمہارے کام الگ الگ ہیں۔

آج جہازی مسافر قطب نما سے سمت کو قائم کر لیتے ہیں۔ اندھیری راتوں میں وہ النجم گویا بدرقہ کا کام دیتا تھا۔ قرآن کریم نے جہاں النجم کے فائدے بیان کئے ہیں۔ وہاں یہ بھی فرمایا ہے۔ وَ بِالنَّجْمِ هُمْ يَهْتَدُوْنَ۔[1] (النحل:۱۸) اور یہ بھی بالکل ظاہر کہ النجم اگر سمت الراس پر واقع ہو تو اس سے مسافروں کو راستہ کا پتہ نہیں لگ سکتا۔ اس النجم کا مشرق یا مغرب میں ہونا سفر والوں کے لئے ضروری ہے۔ عربی زبان میں ھَوٰی چڑھنے اور ڈھلنے دونوں کے معنی دیتا ہے۔ پس اس رکوع کی پہلی آیت وَ النَّجْمِ اِذَا هَوٰى کے معنے یہ ہوئے۔ قسم ہے النجم (ثریا) کی جبکہ وہ مشرق یا مغرب کی طرف ہو۔ باری تعالیٰ رات کے اندھیروں میں جنگلوں اور راستوں کے چلنے والوں کو فرماتا ہے۔ لوگو! تمہارے لئے تم کو منزلِ مقصود تک جانے کے واسطے اور جسمانی سمتوں کے سمجھنے کی خاطر ہم نے النجم کو تمہارے کام میں لگایا۔ تو کیا جسمانی ضرورتوں سے بڑھ کر تمہاری ضرورت کے واسطے اور روحانی منزلِ مقصود تک پہنچ جانے کے واسطے تمہارے لئے کوئی ایسا مصلح اور کوئی ایسا ریفارمر سلیمۃ الفطرت سچا ملہم نہ ہوگا جو تم کو تمہارے روحانی اندھیروں اور اندرونی ظلمتوں کے وقت راہنمائی کرے۔ فانی اور چندروزہ تکلیف جسمانی راہوں کے نہ سمجھنے میں جب تمہارے گردو پیش کے نشانات تم کو راہنمائی نہیں کرتے تو ہمارے روشن اور بلند ستاروں سے ضرور تمہاری دستگیری کی جاتی ہے۔ پھر جب تمہارے فطری قویٰ اور تمہاری روحانی اور ایمانی طاقتوں پر تمہاری جہالتوں، تمہاری نادانیوں، تمہاری بدرسومات اور عادات اور حرص اور ہوَا اور بے جا خود پسندی اور ناجائز آزادی کی اندھیری رات آ جاتی ہے اور اس وقت تم ابدی نجات کی منزل تک پہنچنے سے حیران و سرگردان ہو جاؤ تو کیا ہماری رحمتِ خاص اور فضلِ عام سے کوئی روشنی بخش اور رہنما سیارہ نہ ہوگا؟ (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۶۳ تا ۱۶۵)

تکذیب براہین احمدیہ کے مصنف نے سورۃ نجم کے حوالہ سے یہ لغو فقرہ "تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى وَاِنَّ شَفَاعَتَهُنَّ لَتُرْتَجٰى" اعتراض کرنے کو لکھا۔ اس کے جواب میں آپ نے تحریر فرمایا۔

"اسلام کے مختلف فرقے دنیا میں موجود ہیں۔ سب کے پاس قرآن ہے۔ مگر تعجب ہے کہ کسی

---

[1] اور النجم سے وہ راہ پاتے ہیں۔

میں یہ موجود نہیں اور ہو کیسے؟ قرآن کریم کی شان اس سے اعلیٰ وارفع ہے کہ اس مجموعہ توحید میں ایسا مشرکانہ مضمون ہو۔ اب حقیقت میں قرآن پر کوئی اعتراض نہ رہا۔''

مکذّب۔ ''مفصل حال اس کا معالمؔ جلالینؔ بیضاوی معتمد میں ذکر ہے''

مصدّق نے ان تفاسیر کی طرف رجوع کیا مگر ان میں یہ لکھا پایا جو ناظرین کے عرضِ خدمت ہے۔ بیضاویؔ نے اس واہی قصہ کو کہ رسول خدا صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فقرہ تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى ......الخ پڑھا تھا لکھ کر کہا ہے۔ وَهُوَ مَرْدُوْدٌ عِنْدَ الْمُحَقِّقِيْنَ اور یہی بات معالم کے حاشیہ پر مرقوم ہے۔ تفسیر فتح البیان میں لکھا ہے تِلْكَ الْغَرَانِيْقُ الْعُلٰى......الخ کی نسبت یہ کہنا کہ رسول اللہ نے سورہ نجم میں اس کو پڑھا صحیح نہیں۔ چنانچہ وہ کہتے ہیں۔

[1] لَمْ يَصِحَّ شَيْءٌ مِنْ هٰذَا وَلَا ثَبَتَ بِوَجْهٍ مِنَ الْوُجُوْهِ وَمَعَ عَدَمِ صِحَّتِهٖ بَلْ بُطْلَانُهٗ فَقَدْ دَفَعَهُ الْمُحَقِّقُوْنَ بِكِتَابِ اللّٰهِ سُبْحَانَهٗ حَيْثُ قَالَ اللّٰهُ تعالیٰ (وَلَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ) وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى (وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى) وَقَوْلُهٗ تَعَالٰى(وَلَوْلَآ اَنْ ثَبَّتْنٰكَ لَقَدْ كِدْتَّ تَرْكَنُ اِلَيْهِمْ) فَنَفَى الْمُقَارَبَةَ لِلرُّكُوْنِ فَضْلًا عَنِ الرُّكُوْنِ، قَالَ الْبَزَّارُ۔ هٰذَا حَدِيْثٌ لَا نَعْلَمُهٗ يُرْوٰى عَنِ النَّبِيِّ صَلَّى اللّٰهُ عَلَيْهِ وَسَلَّمَ بِاِسْنَادٍ مُتَّصِلٍ۔ قَالَ الْبَيْهَقِيُّ۔ هٰذِهِ الْقِصَّةُ غَيْرُ ثَابِتَةٍ مِنْ جِهَةِ النَّقْلِ ثُمَّ اَخَذَ يَتَكَلَّمُ اَنَّ رُوَاةَ هٰذِهِ الْقِصَّةِ مَطْعُوْنُوْنَ فِيْهِمْ۔

---

[1] اس قسم کی کوئی بات بھی کسی وجہ سے ثابت اور صحیح نہیں ہوئی۔ اگرچہ خود ہی اس کی عدم صحت اور اس کا بطلان ظاہر ہے مگر محققین کہتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کی کتاب ہی تو اسے ردّ کر رہی ہے چنانچہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اگر یہ (نبی) ہماری نسبت کوئی جھوٹی بات لگاتا تو ہم اس کا دہنا ہاتھ پکڑتے۔ پھر ہم اس کی رگِ حیات کو کاٹ ڈالتے اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ یہ نبی اپنی طرف سے نہیں بولتا اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے اگر ہم تجھ کو مضبوط نہ رکھتے تو تو ان کی جانب قریب تھا کہ مائل ہو جاتا۔ اب یہ آیت مقاربت میلان کی بھی نفی کرتی ہے چہ جائیکہ آنجناب کا میلان ان کی جانب ہوتا۔ بزّار کہتے ہیں۔ ہم نہیں جانتے کہ کسی نے اس حدیث کو متصل اسناد سے نبی صلی اللہ علیہ وسلم سے روایت کیا ہو۔ بیہقی کہتے ہیں۔ یہ قصہ نقل کے قانون کے لحاظ سے ثابت نہیں ہوا۔ پھر بیہقی نے یہ کلام کیا ہے کہ اس قصّہ کے راویوں میں طعن کیا گیا ہے۔

قَالَ اِمَامُ الْاَئِمَّةِ ابْنُ خُزَيْمَةَ اِنَّ هٰذِهِ الْقِصَّةَ مِنْ وَضْعِ الزَّنَادِقَةِ قَالَ الرَّازِیُّ هٰذِهِ الْقِصَّةُ بَاطِلَةٌ مَوْضُوْعَةٌ لَّا يَجُوْزُ الْقَوْلُ بِهَا۔

قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ وَمَا يَنْطِقُ عَنِ الْهَوٰى اِنْ هُوَ اِلَّا وَحْیٌ يُّوْحٰى۔ وَقَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى۔ سَنُقْرِئُكَ فَلَا تَنْسٰى۔ وَلَا شَكَّ اَنَّ مَنْ جَوَّزَ عَلَى الرَّسُوْلِ تَعْظِيْمَ الْاَوْثَانِ فَقَدْ كَفَرَ لِاَنَّ مِنَ الْمَعْلُوْمِ بِالضَّرُوْرَةِ اَنَّ اَعْظَمَ سَعْيِهٖ كَانَ فِیْ نَفْیِ الْاَوْثَانِ۔ (تفسیر السراج المنیر سورۃ الحج)

قَالَ ابْنُ كَثِيْرٍ فِیْ تَفْسِيْرِهٖ اَنَّ جَمِيْعَ الرِّوَايَاتِ فِیْ هٰذَا الْبَابِ اِمَّا مُرْسَلَةٌ اَوْ مُنْقَطِعَةٌ لَا تَقُوْمُ الْحُجَّةُ بِشَیْءٍ مِّنْهَا ثُمَّ قَالَ فَقَدْ عَرَفْنَاكَ اَنَّهَا جَمِيْعُهَا لَا تَقُوْمُ بِهَا الْحُجَّةُ لِاَنَّهٗ لَمْ يَرْوِهَا اَحَدٌ مِّنْ اَهْلِ الصِّحَّةِ وَلَا اَسْنَدَهَا ثِقَةٌ بِسَنَدٍ صَحِيْحٍ اَوْ سَلِيْمٍ مُّتَّصِلٍ (فتح البیان مختصرًا)

وَقَالَ فِی الْكَبِيْرِ رُوِیَ عَنْ مُحَمَّدِ بْنِ اِسْحَاقَ بْنِ خُزَيْمَةَ اَنَّهٗ سُئِلَ عَنْ هٰذِهِ الْقِصَّةِ فَقَالَ هٰذَا وَضْعٌ مِّنَ الزَّنَادِقَةِ وَصَنَّفَ فِيْهِ كِتَابًا۔

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۰۱، ۲۰۲)

امام الائمۃ ابن خزیمہ کہتے ہیں کہ اس قصّہ کو زندیقوں نے وضع کیا ہے۔ امام رازی کہتے ہیں۔ یہ قصہ جھوٹا بناوٹی ہے۔ اس کا ماننا ناجائز ہے۔ کیونکہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ یہ نبی اپنی طرف سے کچھ نہیں بولتا۔ یہ تو وہی کہتا ہے جو اس کے دل میں وحی کی جاتی ہے۔ اور اللہ تعالیٰ فرماتا ہے عنقریب ہم تجھے قرآن پڑھاتے ہیں۔ پھر تو اسے فراموش نہ کرے گا۔ جو شخص رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت یہ کہنا روا رکھے کہ آپ نے بُتوں کی تعظیم کی۔ ایسا شخص بیشک کافر ہے۔ اس لئے کہ یہ واضح ہو چکا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی بڑی بھاری کوشش بُتوں کا نابود کرنا تھا۔ ابنِ کثیر اپنی تفسیر میں کہتے ہیں کہ اس باب میں جتنی روایتیں ہیں یا تو مرسلہ ہیں یا منقطعہ ہیں اور ایسی روایتیں حجت نہیں ہوا کرتیں۔ پھر امام صاحب فرماتے ہیں۔ ہم تجھے سمجھا چکے ہیں کہ یہ تمام روایتیں حجّت پکڑنے کے قابل نہیں ہیں۔ کیونکہ اہلِ صحت میں سے کسی نے انہیں روایت نہیں کیا اور نہ کسی ثقہ نے سندِ صحیح یا سلیم متصل سے انہیں اسناد کیا۔ اور امام صاحب تفسیر کبیر میں کہتے ہیں۔ محمد بن اسحاق بن خزیمہ سے روایت ہے کہ اس سے اس قصّہ کی بابت سوال کیا گیا۔ اس نے جواب دیا کہ زندیقوں نے اسے گھڑا ہے اور اس نے اس بارہ میں ایک مستقل کتاب تصنیف کی ہے۔

ذرا غور تو کرو۔انصاف سے کام لو۔عقل کو بیکار نہ رکھو۔اس عجیب وغریب تفرقہ پر نگاہ تو کرو۔محمد صلی اللہ علیہ وسلم کے سدرۃ المنتہٰی تک پہنچنے کا نتیجہ کیا ہے؟ اور تمہارے لات اور عزّٰی اور منات کی پرستش کا ثمرہ کیا ہے؟۔ایک وہ توحید کا واعظ ، سچے علوم کا معلم ، قوم کو ذلت اور ادبار سے عزت وسلطنت عالمگیر پر پہنچانے والا۔دوسرے تم لوگ پتھروں سے حاجات کے مانگنے والے فسق وفجور میں قوم اور ملک کو تباہ کرنے والے اور وہم پرست ایسے کہ اپنے لئے تو اولادِ نرینہ کو پسند کریں۔اور باری تعالیٰ کی پاک ذات پر یہ عیب لگاویں۔اور یہ بداعتقاد کریں کہ معاذ اللہ فرشتے اور ملائکہ اللہ تعالیٰ رحمن کی بیٹیاں ہیں۔مشرکو! دیکھابت پرستی نے تم کو کس کنوئیں میں گرایا۔ان کی اسی نادانی کا بیان ہے۔ اَلَکُمُ الذَّکَرُ وَ لَہُ الْاُنْثٰی۔ تِلْكَ اِذًا قِسْمَۃٌ ضِیْزٰی۔[۱] (النجم:۲۲،۲۳) (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۷۱،۱۷۲)

۳۸۔ وَ اِبْرٰهِیْمَ الَّذِیْ وَفّٰٓی۔

ترجمہ۔ اور ابراہیم کی کتابوں میں جس نے عہد پورا کیا۔

تفسیر۔ (وہ ابراہیم) جس نے خدا تعالیٰ کے ساتھ صدق ووفا کا پُورا نمونہ دکھایا۔

(الحکم جلد ۹ نمبر ۱۶ مورخہ ۱۰ رمئی ۱۹۰۵ء صفحہ ۵)

۴۰ تا ۴۲۔ وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ وَ اَنَّ سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰی۔ ثُمَّ یُجْزٰىهُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی۔

ترجمہ۔اور یہ کہ آدمی کو وہی ملے گا جو اس نے عمل کیا۔اور وہ اپنی کوشش کا ضرور نتیجہ دیکھ لے گا۔ پھر اس کو اس کا بدلہ پورا دیا جائے گا۔

تفسیر۔ امتحان کے اصل معنی ہیں۔محنت کا لینا۔ایک دنیادار امتحان کے لئے کواغذ امتحان کے جواب مثلاً دیکھتا ہے تو اس لئے کہ طالب العلم کی محنت کا اس کو پتہ لگ جائے اور محنت کا نتیجہ اس کو دے اور اللہ تعالیٰ بھی امتحان لیتا ہے یعنی محنت کرانا چاہتا ہے۔سستی کو ناپسند کرتا ہے۔ہاں علیم وخبیر ہے۔ جب کوئی محنت کرتا ہے جیسے کوئی محنت کرے۔ ویسے ہی جنابِ الٰہی سے محنت کرنے کا بدلہ ملتا ہے۔

۱۔ کیا تمہارے لئے بیٹے اور اس کے لئے بیٹیاں؟ یہ تو بڑی بھونڈی تقسیم ہے۔

؎ گندم از گندم بروید جَو ز ِجَو از مکافاتِ عمل غافل مشو[1]

اسی امتحان کے معنوں کو ایک حکیم مسلمان نے نظم کیا ہے۔ اور اسی سچے علم کو قرآن کریم نے یوں بیان کیا ہے۔

وَ اَنْ لَّیْسَ لِلْاِنْسَانِ اِلَّا مَا سَعٰی۔ وَ اَنَّ سَعْیَہٗ سَوْفَ یُرٰی۔ ثُمَّ یُجْزٰىہُ الْجَزَآءَ الْاَوْفٰی۔

(النجم: ۴۰ تا ۴۲)

''اور انسان کو اس کی سعی کے سوا اور کوئی فائدہ نہیں ملے گا۔ اور یہ پختہ بات ہے کہ اس کی سعی دیکھی جائے گی۔ پھر اسی کے مطابق واقع اسے پورا بدلہ دیا جائے گا۔

(نور الدّین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۹۶)

۴۳۔ وَ اَنَّ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی۔

ترجمہ۔ اور وہی ہنساتا ہے اور رُلاتا ہے۔

تفسیر۔ موجودہ امور گزشتہ امور کے نتائج ہوتے ہیں اور مستقبل حال کا ثمرہ۔ یہ سلسلہ ماضی کی طرف اگرچہ ان لوگوں کے نزدیک جو الٰہی ہستی سے بے خبر ہیں لامنتہٰی ہے مگر خدا کے ماننے والے جانتے ہیں کہ بات یہی سچ ہے۔ اِلٰی رَبِّکَ الْمُنْتَھٰی یعنی سب چیزوں کا منتہٰی اور انجام تیرے رب کی طرف ہے۔ زمانہ بھی آخر مخلوق ہے۔ کیونکہ زمانہ مقدارِ فعل کا نام ہے۔ مقدار فعل، فعل سے پیدا ہوسکتا ہے اور فعل، فاعل سے۔ جناب الٰہی کی ذات پاک چونکہ ازلی ہمہ دان۔ ست اور چت (عالم) ہمہ قدرت اور سامرتھ ہے وہ اپنے ازلی علم سے جانتا تھا کہ فلاں اپنے پیارے بندے کو مجھے فلاں وقت مؤید و مظفر اور منصور کرنا ہے اور فلاں وقت فلاں شریر کو جو اس کے مقابل ہوگا ذلیل اور خوار اور خائب و خاسر کردینا ہے۔ اس لئے اس نے ابتدا ہی سے ایسے اسباب اور مواد مہیا کردیئے کہ اس وقت مُعَیّن اور مُقَدَّر میں اس کا مخلص مومن متقی محسن اور برگزیدہ بندہ لامحالہ فتح مند ہوجاتا ہے۔ اور اس کا دشمن شیطان، اللہ سے دور، فضل سے ناامید ابلیس شریر اور شرارت پیشہ تباہ و ہلاک ہوجاتا ہے۔

(نور الدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۴۴، ۲۴۵)

---

[1] گندم سے گندم اگتی ہے اور جو سے جو۔ مکافات عمل سے غافل مت رہو۔

سُوْرَۃُ الْقَمَرِ مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

۱۔ ہم سورۂ قمر کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اللہ کے نام سے جس نے رسول اللہ کی حقانیت اور نبوت ثابت کرنے کو علم ہیئت میں چاند کے ٹکڑوں کا گرتے رہنا پہلے سے ثابت کر رکھا ہے اور اس کا ثبوت رسول اللہ کے وقت بھی دیا۔

۲۔ اِقْتَرَبَتِ السَّاعَۃُ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔

ترجمہ۔ اور وہ گھڑی آ پہنچی اور چاند شق ہو گیا۔

تفسیر۔ وَانْشَقَّ الْقَمَرُ۔ اوپر سے ایسے پتھر دنیا میں گرے ہیں جن کے بارے میں مان لیا گیا کہ وہ پتھر زمین کے نہیں۔

قَمَر۔ عرب کا قومی نشان ہے۔ اس سے کبھی مذہبی جنگ نہ ہوئی تھی۔

صفیہؓ نے خواب دیکھا کہ چاند میری گود میں آ پڑا تو اس کے باپ نے چانٹا مارا۔ کیا تو عرب کے کسی بادشاہ کے نکاح میں جانا چاہتی ہے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۲)

۳۔ وَاِنْ یَّرَوْا اٰیَۃً یُّعْرِضُوْا وَیَقُوْلُوْا سِحْرٌ مُّسْتَمِرٌّ۔

ترجمہ۔ اور اگر منکر کوئی نشانی دیکھیں تو منہ پھیر لیتے ہیں اور کہتے ہیں یہ تو ایک فریب ہے دنیا کو اجاڑنے والا۔

تفسیر۔ سِحْرٌ۔ جنون کو بھی کہتے ہیں۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۲، ۴۸۳)

اللہ تعالیٰ نے اپنے کامل احسان اور کامل فضل اور کامل رحمانیت سے مسلمانوں کو ایک کتاب دی ہے۔ اس کا نام قرآن ہے۔ میں نے اس کو سامنے رکھ کو بائیبل اور انجیل کو پڑھا ہے۔ اور ژند اوراوستا

کو پڑھا ہے اور ویدوں کو بھی پڑھا ہے۔ وہ اس کے سامنے کچھ ہستی نہیں رکھتے۔ قرآن بڑا آسان ہے۔

میں ایک دفعہ لاہور میں تھا۔ ایک بڑا انگریزی خوان اس کے ساتھ ایک اور بڑا انگریزی خوان نوجوان تھا۔ ہم ٹھنڈی سڑک پر چل رہے تھے۔ اس نے مجھے کہا کہ قرآن کریم میں آتا ہے۔ وَلَقَدْ يَسَّرْنَا الْقُرْاٰنَ مگر قرآن کہاں آسان ہے۔ میں نے کہا آسان ہے۔ ہم دوسری کتابوں کو جمع کرتے اور ان کی زبانوں کو سیکھتے تو پہلے ہمیں ان کتابوں کا ملنا مشکل اور پھر ان زبانوں کا سیکھنا مشکل اور پھر ان کو ایک زبان میں کرنا مشکل۔ پھر اس کی تفسیر کون کرتا۔ قرآن کریم نے دعویٰ کیا ہے۔ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ۔[1] (البیّنۃ:۴) جو کتاب دنیا میں آئی اور جو اس میں نصیحتیں ہیں۔ ان تمام کا جامع قرآن ہے۔ باوجود اس جامع ہونے کے ایک ایسی زبان میں ہے جو ہر ایک ملک میں بولی جاتی ہے۔

قرآن کریم میں تین خوبیاں ہیں۔ پہلی کتابوں کی غلطیوں کو الگ کر کے ان کے مفید حصہ کو عمدہ طور پر پیش کیا ہے۔ اور جو ضروریات موجودہ زمانہ کی تھیں ان کو اعلیٰ رنگ میں پیش کیا۔ اس کے سوا جتنے مضامین ہیں اللہ کی ہستی، قیامت، ملائکہ، کتب، جزا سزا اور اخلاق میں جو پیچیدہ مسئلے ہیں ان کو بیان کیا۔ (الفضل جلد ا نمبر ۲۶ مورخہ ۱۰/دسمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۱۵)

۴۵، ۴۶۔ اَمْ يَقُوْلُوْنَ نَحْنُ جَمِيْعٌ مُّنْتَصِرٌ۔ سَيُهْزَمُ الْجَمْعُ وَ يُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ۔

ترجمہ۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم بدلہ لینے والی جماعتیں ہیں۔ عنقریب شکست کھائے گی یہ جماعت تو پیٹھ پھیر کر بھاگے گی، پلٹے گی۔

تفسیر۔ کیا یہ لوگ کہتے ہیں کہ ہم بدلہ لینے والی جماعتیں ہیں۔ عنقریب یہ سب لوگ شکست دیئے جائیں گے اور بھاگ نکلیں گے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۲۵۷ حاشیہ)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم بے یار و غمگسار اور پھر آپؐ نے ارشاد الٰہی کی تعمیل میں دعویٰ نبوت کیا اور تمام مشرکانِ عرب کو کھول کھول کر سنا دیا گیا کہ یہ تمہارے بت کسی کام کے نہیں۔ پرستش کے لائق صرف ایک ذات جامع صفات ہے۔ جس کا نام ہے اللہ۔ تو چاروں طرف سے بڑے بڑے لوگ

---

[1] جس میں پائدار کتابوں کی صداقتیں ہیں۔

مخالفت کے لئے اٹھے اور ناخنوں تک زور لگایا۔ آپ ایک یتیم بے سروسامان مقابلہ میں بڑے بڑے عمائد، بڑے بڑے اراکین اور دولتمند لیکن آخر سَیُھْزَمُ الْجَمْعُ وَ یُوَلُّوْنَ الدُّبُرَ کا الہام صداقت نشان پورا ہوا۔ اوران کو نیچا دیکھنا پڑا۔ جس قدر لائق فائق لوگ تھے۔ وہ سب کے سب آپ کی غلامی میں آ گئے۔ حضرت ابوبکرؓ ، حضرت عمرؓ ، حضرت عثمانؓ ایسے علمِ سیاست جاننے والے خالدؓ بن ولید، ابوعبیدہؓ ایسے سپہ سالار سب آپؐ ہی کے حلقہ بگوش تھے۔

یہ تو سب نے اس وقت دیکھ لیا۔ پھر بعد میں جو اللہ نے اپنے دین کی نصرت فرمائی۔ جس طرح پر مصر وشام وایران ہندوسندھ پر فتح حاصل ہوئی وہ کچھ ایسا نظارہ نہیں کہ بھول جانے والا ہواوراس شان وشوکت، رعب وسطوت اور حیرت ناک تغیر وتبدل کو دیکھ کراوراس کے ساتھ ان مکی پیشگوئیوں کو پڑھ کر جو قرآن مجید میں مذکور ہیں۔ اور جو بے بسی و بے کسی کے عالم میں کی گئیں۔ کون خداترس شخص ہے جو بے اختیار۔ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ ۔ وَّ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ ۔ وَ لَا بِقَوْلِ كَاهِنٍ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَذَكَّرُوْنَ ۔ تَنْزِيْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔[1] (الحاقّة:۴۱ تا ۴۴) نہ پڑھ اُٹھے۔ اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ ۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۵۔ ماہ مئی ۱۹۱۲ء صفحہ ۲۳۰۔۲۳۱)

۵۰۔ اِنَّا كُلَّ شَيْءٍ خَلَقْنٰهُ بِقَدَرٍ ۔

ترجمہ۔ ہم نے ہر ایک شے کو ایک اندازہ سے پیدا کیا ہے۔

تفسیر۔ ہم نے ہر چیز بنائی پہلے ٹھہرا کر۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۳۰۹ حاشیہ)

۵۵۔ اِنَّ الْمُتَّقِيْنَ فِيْ جَنّٰتٍ وَّ نَهَرٍ ۔

ترجمہ۔ بے شک متقی لوگ باغوں میں اور ہر طرح کی ترقی میں ہیں۔

تفسیر۔ نَهَرٍ ۔ راحت کی جگہ۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۳)

---

[1] کہ بے شک یہ قرآن شریف رسول کریم کی تلاوت کی چیز ہے۔ اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں۔ تم لوگ تو بہت کم یقین رکھتے ہو۔ نہ کسی کاہن کا قول ہے تم تو بہت ہی تھوڑا سمجھتے ہو۔ رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔

سُوْرَۃُ الرَّحْمٰنِ مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

ہم سورۂ رحمن کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اس اللہ کے اسم شریف سے جو پہلے سے نیک راہ سکھلانے والا ہے اور عمل کرنے والوں کو نیک نتیجے دینے والا ہے۔

۲، ۳۔ اَلرَّحْمٰنُ۔ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔

ترجمہ۔ رحمن نے قرآن سکھایا ہے۔

تفسیر۔ انسان بڑا کمزور، ناتواں اور سست ہے۔ علمِ حقیقی سے بہت دور ہے۔ آہستگی سے ترقی کر سکتا ہے ہم تم تو چیز ہی کیا ہیں۔ اُس عظیم الشان انسان علیہ الف الف صلوٰۃ والسلام کی بھی یہ دعا تھی کہ رَبِّ زِدْنِیْ عِلْمًا۔[1] (طٰہٰ:۱۱۵) تو جب خاتم الانبیاء، افضل البشرؐ کو بھی علمی ترقی کی ضرورت ہے جو اَتْقَی النَّاس۔ اَخْشَی النَّاس۔ اَعْلَمُ النَّاس ہیں اور ان کے متعلق اَلرَّحْمٰنُ۔ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ وارد ہونے کے باوجود بھی ان کو ترقئ علم کی ضرورت ہے تو ہما وشما..... حقیقت ہی کیا رکھتے ہیں کہ ہم علمی ترقی نہ کریں اگر میں کہہ دوں کہ مجھے کتابوں کا بہت شوق ہے اور میرے پاس اللہ کے فضل سے کتابوں کا ذخیرہ بھی تم سب سے بڑھ کر موجود ہے۔ اور پھر یہ بھی اللہ کا خاص فضل ہے کہ میں نے ان سب کو پڑھا ہے اور خوب پڑھا ہے اور مجھے ایک طرح کا حق بھی حاصل ہے کہ ایسا کہہ سکوں۔ مگر بایں میں نہیں کہہ سکتا کہ مجھے علم کی ضرورت نہیں۔ بلکہ مجھے بھی ترقی علم کی ضرورت ہے اور سخت ضرورت ہے۔ علم سے میری مراد کوئی دنیوی علم اور ایل۔ ایل۔ بی یا ایل۔ ایل۔ ڈی کی ڈگریوں کا

---

[1] اے میرے ربّ! مجھے علم اور زیادہ دے۔

حصول مراد نہیں ہے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہ بلکہ ایسا تو کبھی میرے وہم وگمان میں بھی نہیں آیا اور نہ ہی ایسی میری کبھی اپنی ذات یا اپنی اولاد کے واسطے خواہش ہوئی ہے۔ عام طور پر لوگوں کے دلوں میں آج کل علم سے بھی ظاہری علم مراد لیا گیا ہے۔ اور ہزار ہا انسان ایسے موجود ہیں کہ جن کو دن رات یہی تڑپ اور لگن لگی ہوئی ہے کہ کسی طرح وہ بی۔اے یا ایم۔اے یا ایل۔ ایل۔بی کی ڈگریاں حاصل کرلیں۔ ان لوگوں نے اصل میں ان علوم کی دُھن ہی چھوڑ دی ہے۔ جن پر سچے طور پر علم کا لفظ صادق آ سکتا ہے۔ پس ہماری مراد ترقی علم سے خدا کی رضامندی کے علوم اور اخلاقِ فاضلہ سیکھنے کے علوم۔ وہ علوم جن سے خدا کی عظمت اور جبروت اور قدرت کا علم ہو اور اس کے صفات، اس کے حسن واحسان کا علم آ جاوے۔ غرض وہ کُل علوم جن سے تعظیم لامراللہ اور شفقت علیٰ خلق اللہ کا علم آ جاوے۔ مراد ہیں۔

(الحکم جلد ۱۲ نمبر ۲۸ مورخہ ۱۸؍اپریل ۱۹۰۸ء صفحہ ۱۴)

۶۔ اَلشَّمْسُ وَالْقَمَرُ بِحُسْبَانٍ۔

ترجمہ۔ سورج و چاند حساب سے گردش کر رہے ہیں (یعنی اپنے محور پر تو حساب کو باہم نہ ملانا چاہئے)۔

تفسیر۔ تورات میں کچھ شمسی حسابات ہیں، کچھ قمری دونوں میں غور کرو۔ نبی کریمؐ کی پیدائش کا وقت مل جائے گا۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۳)

انسان کے الفاظ میں کمزوری ہے۔ انسان کے فلسفے میں کمزوری ہے۔ جوں جوں زمانہ نئے نئے علوم دریافت کرتا ہے۔ وہ اپنے حالات، اپنی اصطلاحات کو بدلتا جاتا ہے۔ لیکن خدا کے کلام میں اس قسم کی کمزوری نہیں ہوتی۔ بلکہ جوں جوں سائنس ترقی کرتی ہے۔ اس کی صداقت ظاہر ہوتی ہے۔

دیکھئے انسان کے جبر واختیار پر بعض علماء نے بڑی بحث کی ہے۔ اور اس میں کوئی فیصلہ کُن بات نہیں کہہ سکے۔ قرآن مجید نے ان الفاظ کو اختیار ہی نہیں کیا بلکہ ان کی بجائے استطاعت، مقدرت اور تمکن فرمایا اور اعجاز ومعجزے کے بدلے سلطان وآیات رکھا۔ اسی طرح حُسْبَانٍ ایسا لفظ ہے کہ

تمام دنیا کا فلسفہ پرانا ہو یا نیا۔ اس کو نہیں جھٹلا سکتا۔ بخاری نے اس کے معنے کئے ہیں حُسْبَان کَحُسْبَانِ الرَّحٰی۔ سورج اور چاند کا حساب دیکھو۔ ایک سیکنڈ کی بھی اس میں غلطی نہیں ہوتی۔ اگر ہم قطب شمالی یا قطب جنوبی پر ہوں تو چاند اور سورج چکی کی طرح چلتے معلوم ہوتے ہیں اور اگر ہم خطِ استوا پر ہوں تو فلک المغزلہ چرخے کی طرح چلتے معلوم ہوں گے۔ اور حُسْبَانٍ ان دونوں صورتوں میں صادق آتا ہے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۵۔ ماہ مئی ۱۹۱۲ء صفحہ ۲۲۶)

۹۔ اَلَّا تَطْغَوْا فِی الْمِیْزَانِ۔

ترجمہ۔ تم حد سے نہ بڑھو ترازو میں۔

تفسیر۔ ہر چیز، ہر کام، ہر کامیابی کے لئے ایک اندازہ مقرر ہے۔ اس سے باہر نہ جاؤ۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۳)

۱۳۔ وَالْحَبُّ ذُو الْعَصْفِ وَالرَّيْحَانُ۔

ترجمہ۔ اور اناج ہے بھوسے والا اور خوشبودار پھول۔

تفسیر۔ ذُو الْعَصْفِ وَ الرَّيْحَانُ۔ یہ تمام چیزیں کسی کام کے لئے بنائی گئیں تو کیا تو اے انسان نکما۔ تو بھی کوئی کام کر۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۳)

۱۸۔ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ وَ رَبُّ الْمَغْرِبَيْنِ۔

ترجمہ۔ اور وہ ربّ ہے دو مشرقوں کا اور دو مغربوں کا۔

تفسیر۔ رَبُّ الْمَشْرِقَيْنِ۔ صیف وشتاء کے مطالعہ کے اختلاف کے اعتبار سے کہا۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۳)

۲۰۔ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ يَلْتَقِيٰنِ۔

ترجمہ۔ اس نے دو سمندروں کو جاری کیا ہے جو مل جائیں گے۔

تفسیر۔ مَرَجَ الْبَحْرَيْنِ۔ بحیرہ قلزم و بحیرہ روم۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۳)

۲۷۔ کُلُّ مَنْ عَلَیْھَا فَانٍ۔

ترجمہ۔ ہرایک جو اس پر ہے فنا ہونے والا ہے۔

تفسیر۔ سب جواس (زمین) پر ہیں فنا ہونے والے ہیں۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصہ اول صفحہ ۱۴۲ حاشیہ)

۲۸۔ وَّ یَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ ذُو الْجَلٰلِ وَ الْاِكْرَامِ۔

ترجمہ۔ اور باقی رہے گی ذات تیرے ربّ کی جوجلال اور بزرگی والی ہے۔

تفسیر۔ یَبْقٰی وَجْهُ رَبِّكَ۔ خدا کی توجہ جس شے میں ہے وہ رہ جائے گی۔ باقی سب فنا۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۳)

بقا صرف ذات الٰہی کے واسطے ہے۔ دیکھو ا۔ تمطاؤس ۶ باب ۱۶۔ لفظ وَجْهٌ کے معنی لغت عربی میں دیکھو۔ اَلْوَجْهُ مُسْتَقْبَلُ كُلِّ شَيْءٍ وَ نَفْسُ الشَّيْءِ یعنی وَجْهٌ ہر چیز کے حصہ مقدم اور نفس شے کو کہتے ہیں۔ اس لئے ہم نے اردو ترجمے میں وَجْهٌ کا ترجمہ ذات کیا ہے۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل۔ صفحہ ۱۴۲)

۳۴۔ یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ۔

ترجمہ۔ اے جماعت جنّ و انس کی! اگر تم میں طاقت ہے کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جاسکو تو نکل بھاگو۔ نکل ہی نہ سکو گے مگر پروانگی کے ساتھ۔

تفسیر۔ کوئی خوبی اگر کسی میں ہے تو اس کا پیدا کرنے والا وہی اللہ ہے۔ اسی طرح اگر تم کسی کی اس لئے اطاعت کرتے ہو کہ وہ محسن ہے۔ تو سب محسنوں سے بڑا محسن تو اللہ ہے۔ جس نے تمہارے محسن کو بھی سب سامان اپنی جناب سے دیا اور پھر اس سامان سے تمتع حاصل کرنے کا موقع اور قویٰ بھی اُسی کے دیئے ہوئے ہیں۔ اگر کسی کی اطاعت اس لئے کرتے ہو کہ وہ بادشاہ حکمران ہے۔ تو تم خیال کرو۔ اللہ وہ احکم الحاکمین ہے۔ جس کا احاطہ سلطنت اس قدر وسیع ہے کہ تم اس سے نکل کر کہیں باہر نہیں جاسکتے چنانچہ فرماتا ہے۔

یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَالْاِنْسِ .... لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ۔

یہ دنیا کے حاکم تو یہ شان نہیں رکھتے۔ جب ان کی اطاعت کرتے ہو تو پھر اس احکم الحاکمین کی اطاعت تو ضروری ہے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۵۔ ماہ مئی ۱۹۱۲ء صفحہ ۲۲۹)

۴۷۔ وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ۔

ترجمہ۔ اور جو کوئی ڈرا اپنے رب کے حضور میں کھڑے رہنے سے اس کے لئے دو بہشت ہیں۔

تفسیر۔ قرآن کریم میں وَلِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ میں دو جنتوں کے وعدے ہم کو دیئے ہیں۔ ایک دنیوی اور دوم بعد الموت۔ ایک وہ ہے جس کو توریت کے پیدائش باب ۲۱: ۱۵ میں جنت عدن کہا ہے اور مسلم کی صحیح میں۔ (نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۴۶)

جَنَّتٰنِ۔ ایک ایمان کا بدلہ، ایک اعمال کا، ایک دنیا میں، ایک آخرت میں، ایک قبر میں، ایک حشر میں۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۳)

۵۹۔ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ۔

ترجمہ۔ وہ عورتیں گویا یاقوت اور مونگا ہوں گی۔

تفسیر۔ كَاَنَّهُنَّ الْيَاقُوْتُ وَالْمَرْجَانُ۔ ایشیاء کوچک کی عورتیں ایسی ہی ہوتی ہیں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۳)



سُوْرَۃُ الْوَاقِعَۃِ مَکِّیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

ا۔ہم سورۃ واقعہ کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اُس اللہ کے اسم شریف سے جو رحمٰن ورحیم ہے۔

۱۸، ۱۹۔ یَطُوْفُ عَلَیْھِمْ وِلْدَانٌ مُّخَلَّدُوْنَ۔ بِاَکْوَابٍ وَّ اَبَارِیْقَ ۵ وَ کَاْسٍ مِّنْ مَّعِیْنٍ۔

ترجمہ۔ ان کے آس پاس پھرتے رہیں گے بچے جو سدا رہیں گے۔آبخورے اور کوزے اور چھاگلیں اور صاف پانی کے پیالے بھرے ہوئے۔

تفسیر۔ اور پھرتے ہیں ان کے پاس بچّے۔سدا رہنے والے۔آبخورے۔تنّیاں اور پیالے ستھرے پانی کے لے کر۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۴۱ حاشیہ)

غِلْمَان جمع ہے غلام کی اور ولدان جمع ہے ولید کی۔ یہ دونوں لفظ بیٹوں۔جوان خدمتگاروں کے لئے ہیں۔ (نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۴۵)

اوران کے اردگرد عمر دراز بچے کوزوں اور لوٹوں اور خالص نتھرے صاف پانی کو لئے پھریں گے۔

اوراصل بات یہ ہے کہ یہ ایک بشارت ہے۔جو فتوحاتِ ایران وروم میں اپنے جلال کے ساتھ ظاہر ہوئی۔جوان اور ادھیڑ شاہی خاندان کے شاہزادے اور شہزادیاں مسلمانوں کے خادم ہوئے۔

مُخَلَّدٌ ادھیڑ کو بھی کہتے ہیں جس کے بال سفید ہو گئے ہوں۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۷۴)

مُخَلَّدُوْنَ۔جن کی پیشانی کے بال سفید ہوں۔(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۳)

۳۵۔ وَّ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَۃٍ۔

ترجمہ۔ اور اونچے اونچے فرشوں میں ہوں گے۔

تفسیر۔ وَّ فُرُشٍ مَّرْفُوْعَۃٍ۔ اعلیٰ خاندان کی بیویاں۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ صفحہ ۴۸۳)

۳۸، ۳۹۔ عُرُبًا اَتْرَابًا۔ لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ۔

ترجمہ۔ پیاری پیاری کم عمر والی بنایا ہے۔ داہنے ہاتھ والوں کے لئے۔

تفسیر۔ عُرُبًا۔ خاوند کو اپنی طرف کر لینے والی۔

لِّاَصْحٰبِ الْيَمِيْنِ۔ جن کے اعمالِ صالحہ بڑھتے ہیں۔ حضرت ابنِ عربی ؒ نے لکھا ہے۔ انبیاء علیہم السلام کے مقام جنت میں چاندی کے ہوں گے۔ کیونکہ سفیدی تمام رنگوں کی جامع ہے اور اولیاء کے سونے کے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۳)

سوال۔ حوروں پر اعتراض، گوری، کنواری، ہم عمر، نوجوان، سیاہ آنکھوں والی دوشیزہ عورتیں ملیں گی۔ برہم چاری اس قسم کی شلیل باتوں کا منہ پر لانا بھی مہاں پاپ سمجھتا ہے۔ قرآن کریم کے کلمہ طیّبہ اَبْكَارًا، عُرُبًا، اَتْرَابًا پر اعتراض کیا ہے۔

الجواب: کیا الٰہی کتب صرف برہمچریہ کے لئے ہوا کرتی ہیں۔ نادان انسان! اگر خاص خاص مذاق کے لئے الٰہی کتابیں ہوں تو دوسرے مذاق والے کیا کریں۔ وہ شُتر بے مہار رہیں۔ بتا ان کی اصلاح کون کرے؟ نیز چاہیے کہ نہ تم نے ستیارتھ پرکاش پڑھنا اور نہ منو کا شاستر اور چاہیے کہ تم وید کو بھی نہ پڑھو کیونکہ ۱۰۴ اور ۱۰۵ صفحہ ستیارتھ پرکاش میں لکھا ہے۔

اشونی۔ بھرنی وغیرہ ستاروں کے نام والی۔ تُلسی گلابی وغیرہ پودوں کے نام والی۔ گنگا جمنا ندی کے نام والی۔ پاربتی پہاڑ کے نام والی۔ پرندوں کے نام والی اور اس قسم کے نام والیوں سے نکاح نہ کرنا نمبر ۹ میں کہا ہے۔ نہ زرد رنگ والی۔ نہ بھُوری آنکھ والی وغیرہ۔

نمبر ۱۱ میں کہا ہے جس کا نام زیبا جیسے بشودھا۔ سکھدا وغیرہ ہنس اور ہتھنی کے برابر جس کی چال ہو جس کے باریک بال، سر کے بال اور چھوٹے دانت والی ہو۔ اور جس کے سب اعضاء ملائم ہوں۔ ایسی عورت کے ساتھ بیاہ کرنا۔ اس قدر حوالے غالباً اگر تم شریف الطبع ہو تو کافی ہیں۔ پس بڑا اور مہان پاپ کیا اس پاپی نے جس نے ست کے ارتھ میں ایسی شلیل باتوں کا ذکر کیا اور اس کے پڑھنے کو کہا!

بدبخت! کامل کتاب ضروریات اور حقیقی راحت بخش بات کا بیان نہ کرے تو کیا چنڈالوں کی کتابیں سچائی بیان کریں۔ کامل کتاب وہ نہیں ہوسکتی۔ جس میں صرف برہم چریہ زندگی کا ہی تذکرہ ہو۔ نہ وہ جس میں صرف چند اخلاقی باتوں کا ہی تذکرہ ہو۔ نہ وہ جس میں صرف سوشل امور کا بیان ہو۔ نہ وہ جس میں صرف سیاست و انتظام کا معاملہ بیان ہو۔ نہ وہ جو صرف امورِ آخرت کے متعلق بحث کرے نہ وہ جس میں صرف عبادات کا ذکر ہو کامل کتاب تو وہ ہے۔ جس میں انسانی اخلاق و عادات، معاملات، سیاست، تمدن، امور بعد الموت اور الٰہی تعظیمات کی تعلیم بوجہ اتم بیان ہو۔

یہ بھی ایک موقع اسلام پر اعتراض کا بعض احمقوں کو ملا ہے۔ مثلاً کسی نے دیکھا کہ عورتوں کے متعلق قرآن شریف میں بحث ہے، پولیٹیکل بحثیں ہیں۔ تو ایک نامرد و نامراد کسمپرس بول اٹھا کہ ان مباحث کی کتابِ الٰہی میں کیا ضرورت ہے۔ صرف بھجن اور توصیفِ الٰہی کے گیت کافی تھے۔ چند لڑکے ان کو یاد کر لیتے اور وہ ڈھولکی پر گاتے۔ اور نگر کیرتن کرتے۔ ایک کنجوس اور غریب و مفلس بول اُٹھتا ہے کہ زکوٰۃ اور اعطاءِ صدقات کا کیوں قرآن شریف میں ارشاد ہے؟

ہمیشہ کا مفتوح ملک اور جس نے کبھی ذرہ سر اٹھایا تو منہ کے بل گرا۔ شریروں بدمعاشوں سے جنگ کا تذکرہ سن کر کیا خوشی حاصل کر سکتا ہے؟ جس کو کبھی مکالماتِ الٰہیہ کا شرف حاصل نہیں ہوا۔ وہ برہمومت کا آدمی یا عام طور کا غافل یا جس کو یقین ہے کہ الٰہی مکالمہ کا شرف دو ارب برس کے قریب ملہمان وید کے بعد پھر کسی کو بھی نصیب نہیں۔ وہ انبیاء کی وحی و مکالمہ کو ڈھکوسلا نہ سمجھے تو کیا کرے؟ یا جس قوم کو باہر نکلنے کا اتفاق نہیں ہوا اور نہ ان کو ضرورتیں پیش آئیں اور وہ نہیں جانتے تھے کہ بعض جگہ گائے کا دودھ اور جَو کے ستو اور ساگ نہیں مل سکتا۔ گو بیہودہ لاف زنی سے کہتے ہوں کہ ہمارے بزرگ چکرورتی راجہ تھے وہ اُحِلَّ لَكُمُ الطَّيِّبٰتُ ؕ وَ طَعَامُ الَّذِيْنَ اُوْتُوا الْكِتٰبَ ۔[1] (المائدہ:۶) کا سِرّ کس طرح سمجھے؟ تجربہ کے سوا کچھ بھی سمجھ میں نہیں آ سکتا۔

غرض جامع کتاب کو سب کچھ جو انسان کے لئے ضروری البیان ہے بیان کرنا پڑتا ہے۔ اگر وہ

---

[1] تمہارے لئے سب پاکیزہ چیزیں حلال کر دی گئیں اور اہل کتاب کا کھانا تمہارے لئے حلال ہے۔

کتاب بیان نہ کرے جو اپنے آپ کو کامل و جامع کہتی ہے تو کون بیان کرے؟ اگر آپ نہ سمجھیں یا نہ چاہیں تو آپ کی خاطر کیوں ضرورتوں کے بیان کو ترک کیا جاوے؟ کیا ساری دنیا بر ہمچر یہ مذہب رکھتی ہے؟ اللہ تعالیٰ نے دماغ برین اور اعصاب میں مختلف خواص رکھے ہیں۔ ان خواص کو مدنظر رکھنا کامل کتاب کا کام ہے!

شلیل کہنا تمہاری شیریں کلامی کا ثبوت ہے۔ اَبْکَارًا، عُرُبًا، اَتْرَابًا کے معنی کنواریاں۔ اپنے خاوندوں سے محبت کرنے والیاں۔ قریب العمر۔ کیا نیکوں کو ایسی نہ ملیں تو چڑیلیں ملیں؟

(نور الدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۶۹ تا ۱۷۱)

۵۲ تا ۵۶۔ ثُمَّ اِنَّكُمْ اَيُّهَا الضَّآلُّوْنَ الْمُكَذِّبُوْنَ۔ لَاٰكِلُوْنَ مِنْ شَجَرٍ مِّنْ زَقُّوْمٍ۔ فَمَالِـُٔوْنَ مِنْهَا الْبُطُوْنَ۔ فَشٰرِبُوْنَ عَلَيْهِ مِنَ الْحَمِيْمِ۔ فَشٰرِبُوْنَ شُرْبَ الْهِيْمِ۔

ترجمہ۔ پھر تم اے گمراہ اور مکذّب لوگو! ضرور کھاؤ گے تھوہر کے درخت سے۔ پھر اس سے پیٹ بھرنا ہوگا۔ پھر اس پر گرم پانی پینا ہوگا۔ اور اس طرح پیو گے جس طرح پیاسا اونٹ بے تکا ہو کر پانی پیتا ہے۔

تفسیر۔ میں نے ایک شخص کو ایک بے نماز دکھلایا جس کے گلے میں ایک زخم آتشک کا تھا جس میں پیپ بھری ہوئی تھی۔ اور اس کا کھانا، پینا پیپ سے آلودہ ہو کر اندر جاتا تھا اس طرح سے پیپ کھانے کا عذاب میں نے دنیا میں دیکھا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی پکڑ بڑی سخت ہے اس سے ڈرنا چاہیے۔

جب میں جوان تھا۔ مجھے طب کا بھی شوق تھا۔ ایک شخص میرے پاس آتشک زدہ آیا۔ مجھے خیال آیا کہ جَو بھنوا کر اس میں تھوہر کا دودھ جذب کر کے گولیاں بنائیں۔ میں نے اسے طعام الاثیم (یعنی گناہ گاروں کی غذا) سمجھ کر اُس کو بھی وہ گولی دی۔ اس نے اس کو گھبرا دیا۔ اور کہنے لگا۔ میرے اندر تو آگ لگ گئی ہے۔ پانی دو۔ پھر مَیں نے (اس آیت کا خیال کر کے) گرم پانی چند گھونٹ پلا دیا۔ اس کو قے اور دست شروع ہو گئے۔ مگر آتشک اچھا ہو گیا۔

(بدر جلد ۱۳ نمبر ۱۰، ۱۱ مورخہ ۱۵ رمئی ۱۹۱۳ء صفحہ ۲۷)

۷۲ تا ۷۴۔ اَفَرَءَيْتُمُ النَّارَ الَّتِيْ تُوْرُوْنَ۔ ءَاَنْتُمْ اَنْشَاْتُمْ شَجَرَتَهَآ اَمْ نَحْنُ الْمُنْشِـُٔوْنَ۔ نَحْنُ جَعَلْنٰهَا تَذْكِرَةً وَّ مَتَاعًا لِّلْمُقْوِيْنَ۔

ترجمہ۔ بھلا دیکھو تو سہی جو تم آگ سلگاتے ہو۔ کیا تم نے اس کے درخت پیدا کئے ہیں یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔ (آگ کا مدار تو لکڑی پر ہے) ہم نے اس آگ کو بنایا یاد دلانے اور جنگل میں رہنے والوں کے نفع کے لئے۔

تفسیر۔ اس آگ کو جسے جلاتے ہو سمجھتے ہو کیا تم نے اس کا درخت پیدا کیا یا ہم پیدا کرنے والے ہیں۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۳۴ حاشیہ)

۷۶۔ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ۔

بِمَوٰقِعِ النُّجُوْمِ ۔ ان لوگوں کے دل جن پر قرآن نازل ہو۔ قرآن کو پاک لوگ ہی سمجھتے ہیں۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۳)

۸۰۔ لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ۔

ترجمہ۔ اسے وہی چھوئیں گے اور سمجھیں گے جو پاک کئے گئے ہیں۔

تفسیر۔ ثابت ہوتا ہے کہ زمانہ پاک میں اس (قرآن مجید) کے نسخے موجود تھے۔ اسی واسطے فرمایا لَّا يَمَسُّهٗٓ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ کیسا مشہور قصہ ہے کہ جب حضرت عمرؓ ایمان لائے تو اس وقت آپؓ نے اپنی بہن کے پاس سے بیسویں سورت کی نقل لینی چاہی۔

ان تمام وجوہ کو جو قرآن کریم کی عصمت اور حفاظت کے ہم نے بیان کئے پڑھ کر اور ان میں غور کرنے کے بعد کون ایسا صاحبِ دل ہے جو قرآن کریم کی لانظیر عظمت میں شک کر سکتا ہے اور معاً اس نتیجہ صحیحہ پر پہنچنے سے رک سکتا ہے کہ دنیا میں قدیم سے اب تک کوئی ایسی کتاب نہیں۔ جسے اکرام اور حفاظت کا شرف اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملا ہو۔ (نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۳۱۷)

کوئی فرماں برداری بدوں فرمان کے نہیں ہو سکتی۔ اور کوئی فرمان اس وقت تک عمل کے نیچے نہیں آتا۔ جب تک کہ اس کی سمجھ نہ ہو۔ پھر اس فرمان کے سمجھنے کے لئے کسی معلم کی ضرورت

ہے اور الٰہی فرمان کی سمجھ بدوں کسی مزکی اور مطہر القلب کے کسی کو نہیں آتی کیونکہ لَا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ ۔خدا تعالیٰ کا حکم ہے پس کیسی ضرورت ہے امام کی۔کسی مزکی کی۔ میں تمہیں اپنی بات سناؤں۔تمہارا کنبہ ہے۔میرا بھی ہے تمہیں ضرورتیں ہیں۔ مجھے بھی آئے دن اور ضرورتوں کے علاوہ کتابوں کا جنون لگا رہتا ہے۔مگر اس پر بھی تم کو وقت نہیں ملتا کہ یہاں آؤ۔موقع نہیں ملتا کہ پاس بیٹھنے سے کیا انوار ملتے ہیں۔فرصت نہیں۔رخصت نہیں۔سنو! تم سب سے زیادہ کمانے کا ڈھب بھی مجھے آتا ہے۔شہروں میں رہوں۔تو بہت سا روپیہ کما سکتا ہوں مگر ضرورت محسوس ہوتی ہے بیمار کو ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ کا زمانہ ہے۔میرے لئے تو یہاں سے ایک دم بھی باہر جانا موت کے برابر معلوم ہوتا ہے۔تم شاید دیکھتے ہو گے کہ یہاں کھیت لہلہا رہے ہیں دنیا اپنے کاروبار میں اسی طرح مصروف ہے۔مگر میرا ایک دوست لکھتا ہے کہ وبا کے باعث گاؤں کے گاؤں خالی ہو گئے ہیں۔

بے فکر ہو کر مت بیٹھو۔خدا کے دردناک عذاب کا پتہ نہیں۔کس وقت آ پکڑے۔غرض تو اس وقت سخت ضرورت ہے اس امر کی کہ تم اس شخص کے پاس بار بار آؤ۔جو دنیا کی اصلاح کے واسطے آیا ہے۔

تم نے دیکھ لیا ہے کہ جو شخص اس زمانہ میں خدا کی طرف سے آیا ہے۔وہ أَبْكَمْ نہیں ہے بلکہ علیٰ وجہ البصیرت تمہیں بلاتا ہے۔تم چاہتے ہو کہ اشتہاروں اور کتابوں ہی کو پڑھ کر فائدہ اٹھالو۔اور انہیں ہی کافی سمجھو۔میں سچ کہتا ہوں اور قسم کھا کر کہتا ہوں کہ ہرگز نہیں! کیا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہؓ نے بے فائدہ اپنے وطنوں اور عزیز واقارب کو چھوڑا تھا۔پھر تم کیوں اس ضرورت کو محسوس نہیں کرتے۔کیا تم ہم کو نادان سمجھتے ہو جو یہاں بیٹھے ہوئے ہیں کیا ہماری ضرورتیں نہیں؟ کیا ہم کو روپیہ کمانا نہیں آتا؟ پھر یہاں سے ایک گھنٹہ غیر حاضری بھی کیوں موت معلوم ہوتی ہے؟ شاید اس لئے کہ میری بیماری بڑھی ہوئی ہو؟

دعاؤں سے فائدہ پہنچ جاوے تو پہنچ جاوے مگر صحبت میں نہ رہنے سے تو کچھ فائدہ نہیں ہوسکتا۔ مختلف اوقات میں آنا چاہیے۔بعض دن ہنسی ہی میں گزر جاتا ہے اس لئے وہ شخص جو اسی دن آ کر چلا

گیا وہ کیا فائدہ اٹھا سکتا ہے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جب عورتوں میں بیٹھے ہوئے قصہ کر رہے ہوں گے اس وقت جو عورت آئی ہوگی۔ تو حیران ہی ہو کر گئی ہوگی۔ غرض میرا مقصد یہ ہے کہ میں تمہیں توجہ دلاؤں کہ تم یہاں بار بار آؤ اور مختلف اوقات میں آؤ۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۱۴ مورخہ ۱۷/۱۷پریل ۱۹۰۱ء صفحہ ۳)

حضرت امام شافعیؒ کا ایک شعر ہے ؎

فَاِنَّ الْعِلْمَ نُوْرٌ مِّنْ اِلٰہٍ وَ نُوْرُ اللّٰہِ لَا یُعْطٰی لِعَاصِیْ [1]

یہ دراصل تفسیر ہے۔ لَّا يَمَسُّهٗۤ اِلَّا الْمُطَهَّرُوْنَ کی۔ پس قرآن مجید کے غوامض کی تہہ کو پہنچنے اور معضلات کے مسائل کے حل کے لئے پاک زندگی اور مطہر قلب ہونا چاہیے۔ ایک معمولی مہمان کے لئے مکان صاف کیا جاتا ہے۔ اور حتی الوسع کوئی ناپاکی و گندگی نہیں رہنے دی جاتی۔ تو خدا کے کلام کے معانی کے نزول کے لئے ایک مصفٰی دل کی کیوں ضرورت نہ ہو۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے معاملہ میں اگر لوگ اس اصل پر چلتے تو کبھی دھوکہ نہ کھاتے اور نہ مستوجب وعید ہوتے۔ چاہیے تھا کہ وہ خدا کے حضور رو رو کر عرض کرتے کہ الٰہی ہم پر حق کھُل جائے۔ استغفار کرتے صدقہ و خیرات دیتے اور پاک زندگی اختیار کرتے۔ انسان جو بُرے کام کرتا ہے۔ ان کی ابتدا ان وسوسوں سے ہوتی ہے۔ جو سینہ میں اٹھتے ہیں۔ ان کا علاج یہ ہے کہ جب ایسے خیالات کا سلسلہ اٹھنے لگے۔ تو اس جگہ کو بدل کر باہر چلا جائے۔ کسی سے باتوں میں لگ جائے۔ موت کو یاد کرے۔ ایک مشغلہ میں اگر وہ سلسلہ نہ ٹوٹے تو دوسرا مشغلہ اختیار کرے (نماز کے ارکان قیام رکوع سجود سے یہ مسئلہ حل ہوتا ہے)۔ تنہا نہ رہے۔ قرآن مجید کی تلاوت شروع کردے۔ عام طور پر لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہ بہت پڑھے۔ الحمد پڑھے۔ استغفار کرے۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم پر درود بھیجے۔ لَا حَوْلَ وَلَا قُوَّۃَ اِلَّا بِاللّٰہِ کا ورد کرے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۳۔ ماہ مارچ ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۳۷۔ ۱۳۸)

[1] علم اللہ کی طرف سے ایک نور ہے اور اللہ کا نور نافرمان کو عطا نہیں کیا جاتا۔

سُوْرَۃُ الْحَدِیْدِ مَدَنِیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔

ہم سورۂ حدید کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اس اللہ کے نام سے جس نے پہلے حدید کو پیدا کیا
پھراس کے نتائج دکھلائے۔

۲۔ سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۚ وَھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ ۔

ترجمہ ۔اللہ کی پاکی بیان کرتا ہے جو کچھ آسمان اور زمین میں ہے اور اللہ ہی عزیز اور حکیم ہے۔

تفسیر۔ سَبَّحَ لِلّٰہِ ۔عرب میں ستاروں کی پرستش ہوتی تھی۔مٹادی۔خانہ کعبہ میں بت تھے۔توڑ ڈالے گئے یہ سب تسبیح میں داخل ہے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۳)

جو چیز نئی دنیا میں آتی ہے۔کیسی پاکیزگی اپنے ساتھ لاتی ہے۔جب یہ پتے گرے تھے کیسی خراب شکل تھی (جس درخت کے نیچے کھڑے ہوکر درس فرمارہے تھے۔اس کی طرف اشارہ کر کے فرمایا تھا) جب نئے پتے نکلتے ہیں۔کیسے بھلے معلوم ہوتے ہیں۔اروڑیوں پر کیسا گند ہوتا ہے مگر وہاں بھی جو پتہ نکلتا ہے۔کیسا صاف ہوتا ہے۔جب بارش کا پانی برستا ہے کیسا صاف ہوتا ہے۔ماں کے پیٹ سے جو بچہ پیدا ہوتا ہے۔کیسا مصفّٰی اور بے عیب ہوتا ہے۔نہ مشرک ہوتا ہے۔نہ بے ایمان ہوتا ہے۔بھینسوں اور کتیوں کے چھوٹے بچوں میں جو خوبصورتی پائی جاتی ہے وہ بڑوں میں نہیں پائی جاتی۔اگر یہ آنکھیں نہ ہوں۔کیسی دقت ہو۔کان سے کیسی باتیں سنتے ہیں۔زبان سے کیسی پاک باتیں نکلتی ہیں۔خدا کے یہاں سے سب چیزیں پاک آتی ہیں۔سَبَّحَ لِلّٰہِ ہر چیز اللہ کی پاکیزگی بیان کررہی ہے۔

میرے پاس کوئی ایسا چاقو نہیں جس سے میں اپنا دل چیر کر تمہیں دکھلاسکوں کہ مجھے قرآن سے کس قدر محبت اور پیار ہے۔قرآن کا ایک ایک حرف کیسا عمدہ اور پیارا لگتا ہے۔مجھے قرآن کے ذریعہ سے بڑی بڑی فرحتوں کے مقام پر پہنچایا جاتا ہے۔دنیا میں جتنی حکمتیں بنی ہوئی ہیں۔سب اسی حکیم کی بنائی ہوئی ہیں۔ (بدر۔کلام امیر جلد ۱۳ نمبر ۱۰، ۱۱ مورخہ ۱۵ رمئی ۱۹۱۳ء صفحہ ۲۷)

۳۔ لَهٗ مُلْكُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ يُحْيٖ وَ يُمِيْتُ ۚ وَ هُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ۔

ترجمہ۔اسی کی حکومت ہے آسمانوں اور زمین میں اور وہ جلاتا ہے اور مارتا ہے اور وہ ہر ایک چیز کا بڑا اندازہ کرنے والا ہے۔

تفسیر۔ وہ ایک ایسا بادشاہ ہے جو زندہ بھی کرتا ہے اور مارتا بھی ہے۔ ہر گھڑی میں پیدا بھی ہو رہے ہیں اور مر بھی رہے ہیں۔کوئی ایسا نہ پیدا ہوا۔ جو موت کی دوا کرے۔ یا کسی انسان کو پیدا ہی کر سکے۔موت سے بچنے کے لئے بادشاہوں نے فوجیں رکھیں۔ہتھیار اور قلعے بنائے۔ دوائیں اور منتر اور ختم ......اور انتظام بنائے یہ سب کچھ ہوا۔مگر کون کہہ سکتا ہے کہ کوئی اس سے بچا ہو۔

(بدر۔کلام امیر جلد ۱۳ نمبر ۱۰، ۱۱ مورخہ ۱۵ رمئی ۱۹۱۳ء صفحہ ۲۷)

۴۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ ۚ وَ هُوَ بِكُلِّ شَيْءٍ عَلِيْمٌ ۔

ترجمہ۔ وہی سب سے پہلے ہے (اس سے پہلے کوئی نہیں) اور وہی سب پیچھے ہے (اس سے پیچھے کوئی نہیں) وہی ظاہر ہے (اس کے اوپر کوئی نہیں) وہی باطن ہے (اُس سے چھپی ہوئی کوئی چیز نہیں) اور وہی ہر شَے کا بڑا جاننے والا ہے۔

تفسیر۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ کے معنے یہ ہیں کہ جیسا کہ ایک مخلوق اپنی ابتدا میں اُس کا (یعنی اللہ کا) محتاج ہے ویسا ہی بقا و انتہا میں بھی اس کا محتاج ہے۔ یہ معنے غلط ہیں کہ وہ (یعنی اللہ) مخلوق کے پہلے تھا اور جب کل مخلوق فنا ہو جائے گی۔تب وہی ہوگا اسی سے تو جنت کی نعماء کی حقیقت فانی ہی رہ جاتی ہے۔ (بدر جلد ۱۱ نمبر ۱ مورخہ ۲ رنومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۳)

هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ۔ یہ معنے نہیں کہ پہلے کچھ نہ تھا یا قدیم وازلی۔ بلکہ صحیح معنے یہ ہیں کہ جس وقت وہ اول ہے آخر بھی وہی ہے۔ایجاد و بقاء اسی کا۔هُوَ الظَّاهِرُ۔ لَيْسَ فَوْقَهٗ شَيْءٌ۔هُوَ الْبَاطِنُ۔ لَيْسَ دُوْنَهٗ شَيْءٌ۔ هُوَ الْاَوَّلُ۔ لَيْسَ قَبْلَهٗ شَيْءٌ۔هُوَ الْاٰخِرُ۔لَيْسَ بَعْدَهٗ شَيْءٌ۔

(تشحیذ جلد ۸ نمبر ۹ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۴، ۴۸۴)

اللہ تعالیٰ کی یہ چار صفتیں ہر وقت رہتی ہیں۔ اللہ اول ہے اور جس وقت وہ اول ہے اسی وقت

آخر بھی ہے اور ظاہر بھی اور باطن بھی۔ ھُوَ الْاَوَّلُ کے یہ معنی غلط کئے گئے ہیں کہ ایک وقت میں خدا اکیلا تھا۔ پھر جہان بنایا۔ دیانندیوں نے بھی غلطی کی ہے کہ کہا کہ چار ارب سال ہو گیا۔ حالانکہ اگر مہاں سنکھ کو مہاں سنکھ میں مہاں سنکھ دفعہ بھی ضرب دیں۔ تب بھی خدا کی ہستی کا پتہ نہیں لگ سکتا۔ مگر قربان جایئے الحمد شریف کے جس نے رب العٰلمین فرما کر فیصلہ کر دیا۔ سب لوگوں نے جہان کی تاریخیں لکھیں۔ مگر قرآن نے اس کو چھوڑ دیا۔ عیسائی بڑے بے ہنگم مؤرخ ہیں۔ سات آٹھ ہزار سے نیچے ہی رہتے ہیں۔ پانڈووٴں کی لڑائی مسیحؑ سے چار ہزار برس پہلے ہوئی۔ قرآن کے عجائبات میں سے یہ ہے کہ اللہ جل شانہٗ کے بنانے کی کوئی تاریخ ہی نہیں بتائی۔ دراصل کوئی ہے ہی نہیں۔ آج بھی اللہ اول ہے اور آج ہی آخر بھی ہے جس وقت وہ مجھ کو بنا رہا تھا۔ نطفہ سے بھی پہلے بقول ؎

ہم چو سبزہ بارہا روئیدہ ام ......الخ [1]

کے جب کہ اناج تھا۔ پھر روٹی بنی۔ خون بنا۔ نطفہ بنا۔ غرض کہ جس وقت وہ بنا رہا تھا۔ جتنا حصہ میرا بن چکا تھا۔ ان سب وقتوں میں ربوبیت سے میری حفاظت فرماتا رہا۔ وہ ہر چیز کے بنانے کے وقت اس کی ابتدا۔ اوسط اور انتہا میں موجود ہوتا ہے۔

اوّل: لَیْسَ قَبْلَہٗ شَیْءٌ (جس سے پہلے کوئی شئے نہ تھی)

آخر: لَیْسَ بَعْدَہٗ شَیْءٌ (جس کے بعد کوئی شئے نہیں)

الظّاہر: لَیْسَ فَوْقَہٗ شَیْءٌ (اس پر کسی وقت کوئی حکمران نہیں)

الباطن: لَیْسَ دُوْنَہٗ شَیْءٌ (وہی پوشیدہ ہے۔ سوا اس کے کوئی چیز نہیں ہے)

اللہ کی ربوبیت۔ رحمانیت اور رحیمیت اور مالکیت۔ اس سے کوئی الگ چیز ہو ہی نہیں سکتی۔ ایسی کوئی چیز نہیں جس پر اللہ کی ان صفات کا تسلط نہ ہو۔ لوگوں نے اس بات پر ہنسی اڑائی ہے کہ تم ہمیشہ کا بہشت کس طرح لوگے جب کہ صرف خدا ہی پیچھے رہ جائے گا۔ رب، رحمٰن، رحیم، مالک۔ یہ چاروں صفتیں کبھی خالی نہیں رہتیں۔ زمانہ ہر وقت فنا ہوتا ہے۔ ماضی مر گیا۔ مستقبل دنیا پر آیا نہیں حال کا کوئی

---

[1] میں نے سبزہ کی مانند کئی مرتبہ نشوونما پائی ہے۔

زمانہ ہی نہیں۔ یہ زمانہ جو ہر وقت فنا ہوتا رہتا ہے۔اس کے اول۔آخر خدا ہی ہے۔ ہر آن میں خدا ہی ہمارے ساتھ ہے۔ یہ معنی سوائے قرآن کریم کے اور کسی کو نہیں آتے۔

(بدر۔کلام امیر جلد ۱۳ نمبر ۱۰،۱۱ مورخہ ۱۵ رمئی ۱۹۱۳ء صفحہ ۲۷)

مصنف الجواہر القرآن نے جو ایک عیسائی ہے آیت هُوَ الْاَوَّلُ وَ الْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَ الْبَاطِنُ پر یہ اعتراض کیا ہے کہ

''قرآن نے خدا کا نام ظاہر یا تو صرف قافیہ بندی کے لئے لیا ہے یا ویدانتیوں کی مَتْ پر مخلوق کو کہا ہے''

کے جواب میں فرمایا:

''اس آیت میں پہلا نام الاول ہے اور دوسرا نام الآخر۔ یہ دونوں نام یسعیاہ ۴۴ باب ۶ میں موجود ہیں۔ربّ الافواج فرماتا ہے''میں اول اور آخر ہوں اور میرے سوا کوئی خدا نہیں'' تیسرا نام اس آیت میں الظاہر اور چوتھا الباطن ہے۔

ظاہر کے معنی لغت عرب میں غالب اور بڑے زور والے کے ہیں۔اور ظاہر اونچے کو بھی کہتے ہیں اور باطن مخفی کو۔اب دیکھو ٹھیک انہیں الفاظ کے مرادف معنی۔ایوب ۱۱ باب ۸۔''وہ تو آسمان سا اونچا تو کیا کر سکتا ہے۔اور پاتال سے نیچے ہے تو کیا جان سکتا ہے''۔

اور حدیث صحیح میں اس آیت کی تفسیر خود افصح العرب محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمائی ہے۔ هُوَ الْاَوَّلُ لَیْسَ قَبْلَهٗ شَیْءٌ یعنی جب مخلوق میں سے کسی موجود چیز کو دیکھو تو خدائے تعالیٰ کی ذاتِ بابرکات اُس موجود مخلوق سے پہلے موجود ہے۔مخلوقات سے کوئی ایسی چیز نہیں جو خدا سے پہلے ہو۔هُوَ الْاٰخِرُ لَیْسَ بَعْدَهٗ شَیْءٌ یعنی ہر چیز کی فنا اور زوال کے بعد اُس کی ذات پاک موجود ہے۔

هُوَ الظَّاهِرُ لَیْسَ فَوْقَهٗ شَیْءٌ یعنی ہر چیز سے اُوپر اور غالب وہی ہے۔اُس سے اوپر اور غالب کوئی شَے نہیں۔

هُوَ الْبَاطِنُ لَیْسَ دُوْنَہٗ شَیْءٌ وہی پوشیدہ ہے۔سوااس کے کوئی چیز نہیں ہے۔

یہ تفسیر خوب واضح کرتی ہے کہ زبانِ عرب میں ان الفاظ کا مفہوم اور مراد یہ ہے۔ اور وہی معتبر ہے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل صفحہ ۱۳۵)

میں نے یہ دوآیتیں قائلین وحدۃ الوجود سے استدلال میں سنی ہیں۔

اوّل۔ وَفِیْٓ اَنْفُسِکُمْ ط اَفَلَا تُبْصِرُوْنَ۔[1] (الذاریات: ۲۲)

دوسری آیت شریف۔ هُوَ الْاَوَّلُ وَالْاٰخِرُ وَ الظَّاهِرُ وَالْبَاطِنُ

مگر جب ان سے دریافت کیا گیا کہ جس چیز کے اوّل وآخر وہ ہو۔ وہ چیز آپ کیا ہوئی؟ اور جس چیز کا ظاہر و باطن وہ ہوا۔ وہ خود کیا ہوئی؟ تو عوام مدعیان وحدۃ الوجود ساکت رہ جاتے ہیں۔ ہاں البتہ وید میں مسئلہ وحدۃ وجود کی بنیاد مستحکم رکھی گئی ہے۔ اس لئے کہ آریہ ورت میں وحدت وجود کے مسئلہ کو ویدانت کہتے ہیں۔ اور خود یہ لفظ ہی ظاہر کئے دیتا ہے کہ اس کی اصل کہاں سے ہے۔ اور حضرت مرزا صاحب کے ’’شحنۂ حق اور سُرمہ چشم آریہ‘‘ کے جواب میں ایک میرٹھ کے آریہ صاحب جو چھاؤنی نصیرآباد ضلع اجمیر کی عدالت کے سررشتہ دار ہیں۔ اپنی کتاب ’’تنقیہ‘‘ میں فرماتے ہیں۔

’’وہی پرآتما اپنی اچھا سے بہوروپ ہوگیا۔یعنی رب شکلوں میں ظاہر ہوا۔ یہ تیسرے اپنشد کا بچن ہے۔‘‘ (انتہٰی تنقیہ نمبر ۷)

پھر صفحہ نمبر ۸ میں کہا ہے۔

’’اس تمام عالم مجسم کا ظہور نمت کارن پرکرتی یعنی علتِ فاعلی پرمیشر سے ہے‘‘ (انتہٰی)

پھر صفحہ نمبر ۲۷ میں لکھا ہے۔

’’یہ بھی واضح ہو کہ ویدانتی یعنی آریوں کے فلاسفر پرمیشر کو واحدالوجود مانتے ہیں یعنی جو کچھ ہے اللہ ہی اللہ ہے۔ ماسوا کچھ نہیں۔

---

[1] اور خود تمہارے نفسوں میں بھی۔ تو کیا تم دیکھتے نہیں؟

صفحہ نمبر ۳۰ میں لکھا ہے۔

’’ ارجن سرشٹی کا آد (ابتدا)۔ اور مدّہ (اوسط)۔ اور انت (آخر) مَیں ہوں۔ ودیاؤں (علم) میں برہم ودیا (عرفان الٰہی) چرچا (تذکرہ) کرنے والوں میں یادمیں ہوں‘‘

مدّہ کا لفظ جس کے معنے اوسط کے ہیں۔ بہت ہی توجہ کے قابل ہے۔

’’صرف پرمیشر ہی یہ تمام دنیا ہے۔ جو کچھ ہو چکا ہے وہی تھا جو کچھ ہوگا وہی ہوگا‘‘

(رگ وید بھاگ ۲ سکت ۹۰)

منتر دوم سُئین اچارج کہتے ہیں’’جو کچھ گزشتہ زمانوں میں تھا۔ پرمیشور تھا۔ جو کچھ اب موجود ہے پرمیشر ہے۔ آدمیوں کے جسم جواب موجود ہیں اور گزشتہ زمانوں میں زندہ تھے۔ تمام پرمیشور ہیں اور تھے۔ جو کچھ آئندہ زمانوں میں ہوگا وہ بھی پرمیشر ہے وہ دیوتاؤں کا دیوتا ہے۔ اس چیز سے جو لوگ کھاتے ہیں وہ نشوونما پاتا ہے اور دنیا بھی اس کے ساتھ بڑھتی ہے۔ مایاؔ کے سبب چیزیں مختلف نظر آتی ہیں۔ لاکن دراصل ہر ایک شئی پرمیشر ہے۔ برہم کے تین حصہ اس دنیا سے پرے ہیں۔ اس کا ایک حصہ تمام دنیا ہے۔ یہی تمام ہے جو اس کے ایک حصہ سے بنا ہے۔ منتر ۴‘‘

پھر سنو! تنقیہ دماغ کا مصنّف آریہ کیا کہتا ہے:۔

’’بموجب قرآن کے صرف اس قدر توحید ہے کہ پیدا کرنے والا ایک ہے دو نہیں ہیں مگر بمقابلہ خدا کے دوسری موجودات مخلوق کے وجود سے انکار نہیں کیا گیا۔ گو اس نے ہی گھڑے پیدا کئے ہوں۔ مگر اس کے مقابلہ میں اسے علیحدہ موجود ہونا اور تا ابد موجود رہنا، اہل اسلام کے یہاں ثابت ہے۔ جب اسے علیحدہ دوسری چیز کا موجود ہونا ثابت وظاہر ہے۔ تو پھر توحید کہاں؟ یہ تو دُوئی ہوگئی‘‘ تنقیہ صفحہ نمبر ۲۸۔

اب میں ان دونوں آیات کا مطلب سناتا ہوں۔ مگر بیان شروع کرنے سے قبل مختصر سی تمہید کا لکھنا مناسب معلوم ہوتا ہے۔ جب دو یا کئی چیزیں باہم کسی امر میں شریک ہوتی ہیں اور کسی امر میں مختلف ہوتی ہیں تو ظاہر ہے کہ امر مشترک کے احکام میں ان مشترکہ اشیاء کو اتحاد ہوگا۔ اور جن جن

باتوں میں ان چیزوں کو باہمی اختلاف ہوتا ہے ان باتوں میں جو جو احکام ہوں گے ان میں بھی اختلاف ہوگا۔ مثلاً حیوانات ونباتات جسمیت اور نمو میں باہم شریک ہیں۔ مگر حیوانات تحرک بالارادہ، خورد، نوش وغیرہ اوصاف میں نباتات سے ممتاز ہیں۔ پس حیوانات ونباتات کو جسمیت اور نمو کے احکام میں بھی شرکت ہوگی۔ مگر خورد، نوش، جماع وغیرہ احکام میں حیوانات اور نباتات میں اشتراک ہو گا بلکہ حیوانات کو ان باتوں اور ان کے احکامات میں امتیاز وخصوصیت ہوگی۔ اسی طرح انسان وحیوان کے درمیان کھانے، پینے، جماع کی خواہش میں جس قدر اشتراک ہے اسی قدر کھانے، پینے، جماع کے احکام میں بھی اشتراک ہوگا۔ مگر انسان، ترقی، سطوت، جبروت، نئے علوم وفنون کی تحصیل اور نئے علوم کو اپنے ابنائے جنس کے سکھلا دینے میں حیوان سے ممتاز ہے۔ ان اشیاء کے احکام میں بھی حیوان سے ممتاز ہوگا۔ ایسے ہی ہادی رسولوں اور عامہ آدمیوں میں گو عام احکام بشریت کے لحاظ سے اشتراک ہوتا ہے۔ رسولوں کا گروہ بخلاف اور عام آدمیوں کے الٰہی ملہم، مصلحِ قوم، موید من اللہ ہوتا ہے۔ اس لئے عام احکامِ بشریت میں اگرچہ عامہ بشر سے اشتراک رکھتے ہیں۔ لیکن اپنی خصوصیتِ رسالت، نبوت، اصلاح قوم کے احکام میں عامہ خلائق سے ضرور جدا ہوتے ہیں۔ بلاتشبیہ ایک مفتوح ملک کی رعایا کے ساتھ ایک فاتح اور حکمران گورنمنٹ کا سپہ سالار یا مجاز حاکم اپنی گورنمنٹ کے حکم سے کوئی معاہدہ کرے اور اس رعایا کو اپنی گورنمنٹ کے احکام سناوے۔ تو اگر اس مفتوح رعایا کے لوگ ان معاہدات اور احکام کی تعمیل نہ کریں۔ تو ضرور وہ رعایا اس گورنمنٹ کی مجرم، باغی، غدار، نافرمان ٹھہرے گی۔ مگر وہی سپہ سالار اور گورنمنٹ کا ماتحت حکمران اس رعایا کو کوئی اپنا ذاتی کام بتا وے۔ اور اپنے طور پر ان رعایا میں سے کسی سے کوئی معاہدہ کرے اور اس رعایا کا آدمی اس سپہ سالار اور اس حاکم کی بات نہ مانے یا معاہدہ کا خلاف کرے تو یہ شخص جو اس سپہ سالار اور گورنمنٹ کے ماتحت حکمران کے معاہدہ اور حکم کا مخالف ٹھہرا ہے۔ گورنمنٹ کی بغاوت کا مجرم نہ ہوگا کیونکہ پہلی قسم میں اس سپہ سالار اور حاکم کے احکام فاتح گورنمنٹ کے احکام ہوا کرتے ہیں۔ اور اس سپہ سالار کی زبان فاتح گورنمنٹ کی زبان، اس کی تحریر فاتح گورنمنٹ کی تحریر ہوا

کرتی ہے۔غور کرو۔ایک قاتل کو مجاز حاکم کے حکم سے قتل کرنے والے یا پھانسی دینے والے کے ہاتھ اسی گورنمنٹ کے ہاتھ ہوتے ہیں جس کے حکم سے قاتل کو قتل کرنے والے اور پھانسی دینے والے نے قتل کیا اور پھانسی دیا۔درصورت دیگر وہی پھانسی دینے والا کسی اور ایسے آدمی کو جس پر اس گورنمنٹ نے موت کا فتویٰ نہیں دیا۔قتل کر کے دیکھ لے کہ اس کا انجام کیا ہوتا ہے۔پس اسی طرح اللہ تعالیٰ کے رسول ان کی بھی دو حالتیں اور دو جہتیں ہیں ایک حالت و جہت میں وہ آدمی ہیں بشر ہیں۔اور دوسری حالت ان کی رسالت و نبوت کی ہے۔جس کے باعث وہ رسول ہیں۔نبی ہیں۔ الٰہی احکام کے مظہر اور احکام رساں ہیں جس کے باعث ان کو پیغامبر کہتے ہیں پہلی حالت و جہت سے اگر وہ حکم فرماویں تو اس حکم کا منکر باغی، منکرِ رسول نہ ہوگا۔جس کو شرعی اصطلاح میں کافر، فاسق، فاجر کہتے ہیں اور دوسری حالت و جہت سے اگر کوئی ان کے حکم کو نہ مانے تو ضرور ان کے نزدیک اس پر بغاوت، انکار کا جرم قائم ہوگا اور ضرور وہ کافر، فاسق، فاجر کہلاوے گا۔اس جہت سے چونکہ وہ خداوندی احکام کے مظہر ہیں اور جس سے معاہدہ کرتے ہیں اس سے خدا کے حکم سے معاہدہ کرتے ہیں۔اور معاہدہ کنندہ جو معاہدہ ان سے کرتا ہے۔وہ اصل میں باری تعالیٰ سے معاہدہ کرتا ہے۔پس اگر معاہدہ کنندہ معاہدہ کے خلاف کرے تو باغی و منکر بلکہ کافر ہوگا۔نبیٔ عرب محمد بن عبداللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے رسالت و نبوّت کا دعوٰی کیا اور اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کا رسول بتایا۔اب ان کو جب لوگوں نے نبی رسول مانا اور ان کے احکام کو الٰہی احکام یقین کیا۔لامحالہ آپؐ سے ان کا معاہدہ حقیقۃً اللہ تعالیٰ سے معاہدہ ہوگا۔ہاں جو احکام اور مشورے اس عہدہ رسالت کے علاوہ فرماویں ان احکام کی خلاف ورزی میں کفر وفسق نہ ہوگا۔صحابہ کرام آپؐ کے عہدِ سعادت مہد میں یہ تفرقہ عملاً دکھاتے تھے۔بریرہ نام ایک غلام عورت تھی۔جب وہ آزاد ہوگئی۔وہ اپنے خاوند سے جو ایک غلام تھا بیزار ہوگئی۔مگر اس کا شوہر اس پر فدا تھا۔وہ اس کی علیحدگی کو گوارا نہ کرتا تھا۔وہ اس پر سخت کبیدہ خاطر ہوا۔اور آنجناب کی خدمتِ اقدس میں حاضر ہو کر اس امر کی شکایت کی۔ آپؐ نے بریرہ سے اس کے ساتھ مصالحت کر لینے کو ارشاد فرمایا۔بریرہ نے جواب دیا۔آپ یہ

وحی سے فرماتے ہیں یا عہدہ نبوت سے علاوہ بطور مشورہ کے فرماتے ہیں۔آپؐ نے فرمایا میں رسالت کے لحاظ سے یہ حکم نہیں دیتا۔اپنی ذاتی رائے سے تجھے کہتا ہوں۔اس نے نہ مانا اور کہا مجھے اختیار حاصل ہے۔اسی طرح اِنَّمَاۤ اَنَا بَشَرٌ مِّثْلُكُمْ يُوْحٰۤى اِلَيَّ اَنَّمَاۤ اِلٰهُكُمْ اِلٰهٌ وَّاحِدٌ فَمَنْ كَانَ يَرْجُوْا لِقَآءَ رَبِّهٖ فَلْيَعْمَلْ عَمَلًا صَالِحًا وَّ لَا يُشْرِكْ بِعِبَادَةِ رَبِّهٖۤ اَحَدًا[۱] (الکھف:۱۱۱) اس آیت میں شرک سے ممانعت اور اس امر کا بیان ہے کہ میں ایک بشر ہوں بشریت میں تمہاری مثل ہوں۔خبردار کبھی شرک نہ کرنا، مجھے خدا نہ کہہ بیٹھنا، نہ میری عبادت کرنا، اللہ تعالیٰ کی عبادت میں کسی کو شریک نہ ٹھہرانا۔اور ایسا ہی ان آیات کریمہ میں غور کرنے والا یقین کرسکتا ہے کہ اسلام کہاں تک شرک سے بیزاری ظاہر کرتا ہے۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۹۵ تا ۲۰۰)

۲۲۔ سَابِقُوْۤا اِلٰى مَغْفِرَةٍ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَ جَنَّةٍ عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔

ترجمہ۔اپنے رب کی مغفرت کی طرف بڑھ جانے کی کوشش کرو اور اس بہشت کی طرف جس کی قیمت آسمان وزمین ہے۔تیار کی گئی ہے اُن لوگوں کے لئے جو اللہ اور اس کے رسول کو سچے دل سے مانتے ہیں۔یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے۔

تفسیر۔ دوڑو اپنے رب کی معافی کی طرف اور بہشت کو جس کا پھیلاؤ ہے۔جیسے پھیلاؤ آسمان اور زمین کا۔رکھی گئی ہے ان کے واسطے جو یقین لائے اللہ پر اور اس کے رسولوں پر۔یہ بڑائی اللہ کی ہے۔ دیوے اس کو جس کو چاہے اور اللہ کا فضل بڑا ہے۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۲۸۸ حاشیہ)

جنت کے متعلق عام طور سے یہ خیال ظاہر کیا جاتا ہے۔کہ وہ آسمان پر ہے لیکن وَ جَنَّةٍ

---

[۱] اس کے سوانہیں کہ میں تم سا ایک بشر ہوں مجھے حکم ہوتا ہے کہ تمہارا معبود ایک ہی معبود ہے۔پس جو کوئی اپنے رب کی ملاقات کا امیدوار ہے وہ عمل نیک کرے اور اپنے رب کی عبادت میں کسی کو شریک نہ بلاوے۔

عَرْضُهَا كَعَرْضِ السَّمَآءِ وَ الْاَرْضِ ۙ اُعِدَّتْ لِلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا بِاللّٰهِ وَ رُسُلِهٖ ؕ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ؕ وَاللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔[1] پر غور کریں تو بالجزم ایسا نہیں کہہ سکتے ۔کیونکہ جب جنت کی چوڑائی زمین وآسمان دونوں کو ملا کر پوری ہوتی ہے ۔تو پھراس کا صرف آسمان پر ہونا کیونکر اس آیت کے مطابق ہوسکتا ہے ۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۵ ۔ ماہ مئی ۱۹۱۲ء صفحہ ۲۲۶ ۔۲۲۷)

۲۶۔ لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ وَ لِيَعْلَمَ اللّٰهُ مَنْ يَّنْصُرُهٗ وَ رُسُلَهٗ بِالْغَيْبِ ؕ اِنَّ اللّٰهَ قَوِيٌّ عَزِيْزٌ ۔

ترجمہ ۔ بے شک ہم نے بھیجے ہمارے رسول کھلے کھلے نشان دے کر اور اتاری ہم نے ان کے ساتھ کتاب اور ترازو تا کہ لوگ انصاف پر قائم رہیں اور ہمیں نے لوہا اتارا جس میں سخت ہلاکت ہے لوگوں کے واسطے اور فائدے بھی ہیں تا کہ اللہ معلوم کر لے کہ کون بے دیکھے مدد کرتا ہے اللہ اور اس کے رسولوں کی ۔ کچھ شک نہیں کہ اللہ زبردست اور زورآور ہے ۔

تفسیر ۔ اختلافات سے گھبرانا بھی مومن کا کام نہیں ۔ اللہ تعالیٰ نے اختلافات کے رفع کے لئے یہ آیت فرمائی ہے لَقَدْ اَرْسَلْنَا رُسُلَنَا بِالْبَيِّنٰتِ وَ اَنْزَلْنَا مَعَهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْمِيْزَانَ لِيَقُوْمَ النَّاسُ بِالْقِسْطِ ۚ وَ اَنْزَلْنَا الْحَدِيْدَ فِيْهِ بَاْسٌ شَدِيْدٌ وَّ مَنَافِعُ لِلنَّاسِ ...... یعنی اختلاف رفع ہوتے ہیں کتاب سے اور پھر میزان سے ،جس میں علم مناظرہ شامل ہے ، پھر لوہا بھی فیصلہ کرتا ہے جو پچھلے زمانہ میں اگر بصورتِ تلوار فیصلہ کن تھا ۔تو اس زمانہ میں بصورتِ قلم ۔ غرض اسلام نے ہر مشکل کے حل کرنے کے لئے طریق سکھایا ہے ۔ مبارک وہ جو قرآن شریف پر عمل کرتے ہیں ۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۳ ۔ ماہ مارچ ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۳۸)

---

[1] اور اس بہشت کی طرف جس کی قیمت آسمان وزمین ہے ۔ تیار کی گئی ہے اُن لوگوں کے لئے جو اللہ اور اس کے رسول کو سچے دل سے مانتے ہیں ۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے دیتا ہے اور اللہ بڑے فضل کا مالک ہے ۔

۲۸۔ ثُمَّ قَفَّيْنَا عَلٰٓى اٰثَارِهِمْ بِرُسُلِنَا وَ قَفَّيْنَا بِعِيْسَى ابْنِ مَرْيَمَ وَ اٰتَيْنٰهُ الْاِنْجِيْلَ ۙ۬ وَ جَعَلْنَا فِيْ قُلُوْبِ الَّذِيْنَ اتَّبَعُوْهُ رَاْفَةً وَّ رَحْمَةً ؕ وَ رَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ اِلَّا ابْتِغَآءَ رِضْوَانِ اللّٰهِ فَمَا رَعَوْهَا حَقَّ رِعَايَتِهَا ۚ فَاٰتَيْنَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْهُمْ اَجْرَهُمْ ۚ وَ كَثِيْرٌ مِّنْهُمْ فٰسِقُوْنَ۔

ترجمہ۔ پھر ہم نے لگا تار بھیجے ان کے پیچھے ہمارے رسول اور عیسٰی ابن مریم کو ان کے پیچھے بھیجا اور اس کو انجیل عطا فرمائی اور ان لوگوں کے دلوں میں جو اس کے پیرو ہوئے نرمی اور رحمت پیدا کی۔ اور گوشہ نشینی اور خیال ترک دنیا جو انہوں نے اپنی طرف سے ایجاد کر لیا تھا یہ قاعدہ ہم نے ان پر فرض نہیں کیا تھا مگر انہوں نے اللہ کے خوش کرنے کے لئے خود اپنے دل سے اختیار کیا (مگر) اس کو ایسا نہ نبھایا جیسا نبھانا چاہیئے تھا پس ان میں سے جو ایمان لائے ہم نے ان کو اجر دیا اور بہت سے ان میں فاسق ہی ہیں۔

تفسیر۔ وَ رَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ ۔ اور ایک دنیا چھوڑنا انہوں نے نیا نکالا۔ ہم نے نہیں لکھا تھا یہ ان پر۔

فرقے یہود کے خلوت نشین اور جتی سَتی جنگلوں میں وحشیانہ زندگی بسر کرتے تھے اور عیسائی پوپوں کی طرح خدا داد انعامات سے محروم تھے۔ اس بے جا تشدّد کو آیت وَ رَهْبَانِيَّةَ ابْتَدَعُوْهَا مَا كَتَبْنٰهَا عَلَيْهِمْ فرما کر مٹا دیا اور قدرتی انعامات سے متمتّع ہونے کے لئے الآیہ

كُلُوْا مِنَ الطَّيِّبٰتِ وَ اعْمَلُوْا صَالِحًا۔[1] (المومنون:۵۲)

اور قُلْ مَنْ حَرَّمَ زِيْنَةَ اللّٰهِ الَّتِيْٓ اَخْرَجَ لِعِبَادِهٖ وَ الطَّيِّبٰتِ مِنَ الرِّزْقِ[2] (الاعراف: ۳۳)

کا فرمان راحت عنوان جاری فرمایا۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۲۶۴، ۲۶۵)

۱؎ اے لوگو۔ کھاؤ ستھری چیزیں اور کام کرو بھلا۔ ۲؎ تو کہہ کس نے منع کی ہے رونق اللہ کی جو پیدا کی اس نے اپنے بندوں کے واسطے اور ستھری چیزیں کھانے کی۔

سُوْرَۃُ الْمُجَادَلَۃِ مَدَنِیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

ہم سورۂ مجادلہ کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اُس اللہ کے نام سے جو سب واقعات کو پہلے ہی سے جانتا ہے اور عدل وانصاف سے فیصلے فرماتا ہے اور عاجزی کو بہت پسند فرماتا ہے۔

۴۔ وَ الَّذِیْنَ یُظٰھِرُوْنَ مِنْ نِّسَآئِھِمْ ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا فَتَحْرِیْرُ رَقَبَۃٍ مِّنْ قَبْلِ اَنْ یَّتَمَآسَّا ؕ ذٰلِکُمْ تُوْعَظُوْنَ بِہٖ ؕ وَاللّٰہُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ۔

ترجمہ۔ جو لوگ اپنی بیبیوں سے ظِہار کر بیٹھیں پھر وہ اپنے کہے سے پلٹنا چاہیں (یعنی اپنے قول سے نادم ہوں) تو ایک غلام آزاد کرنا چاہیے ایک دوسرے کو ہاتھ لگانے سے پہلے۔ اس بات کی تم کو نصیحت کی جاتی ہے اور تم جو کچھ کرتے ہو اللہ اس سے خوب خبردار ہے۔

تفسیر۔ اس میں عرب کی ایک رسم کا ابطال فرمایا۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۴)

جو لوگ اپنی بیبیوں کو ماں کہہ بیٹھے۔ اور انہیں الگ کرنا چاہتے ہیں۔ پھر اس بات پر نادم ہوئے ان پر لازم ہے کہ بی بی کے پاس جانے سے پہلے غلام آزاد کریں وغیرہ وغیرہ۔

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۳۶)

ثُمَّ یَعُوْدُوْنَ لِمَا قَالُوْا۔ (۱) جو انہوں نے بات کی اس کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں۔

۲۔ ایک دفعہ نہیں بلکہ پھر کہہ دیتے ہیں۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۴)

۶۔ اِنَّ الَّذِیْنَ یُحَآدُّوْنَ اللّٰہَ وَ رَسُوْلَہٗ کُبِتُوْا کَمَا کُبِتَ الَّذِیْنَ مِنْ قَبْلِھِمْ وَ قَدْ اَنْزَلْنَآ اٰیٰتٍۭ بَیِّنٰتٍ ؕ وَ لِلْکٰفِرِیْنَ عَذَابٌ مُّھِیْنٌ۔

ترجمہ۔ جو لوگ مخالفت کرتے ہیں اللہ اور اس کے رسول کی وہ ذلیل ہوئے جیسے ذلیل ہوئے ان

کے اگلے اور ہم نے اتاریں صاف صاف آیتیں اور منکروں کے لئے ذلت کا عذاب ہے۔

تفسیر۔ جو لوگ اللہ اور اس کے رسول کے مخالف ہوتے ہیں۔ رد کئے جائیں گے۔ جیسے کہ پہلے مردود ہوئے۔ اور ہم کھلے کھلے نشان اتار چکے ہیں۔ ان کے منکروں کے لئے اہانت کا عذاب ہے۔ گویا ایک سبب ذلت کا اللہ اور اس کے فرستادہ کی (خواہ وہ کسی زمانہ میں ہو) مخالفت ہے اور خدا کے کھلے کھلے نشانوں کا انکار۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۶ نمبر ۱۰۔ ماہ اکتوبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۳۹۳)

۹ تا ۱۱۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ وَ يَتَنٰجَوْنَ بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ ۫ وَ اِذَا جَآءُوْكَ حَيَّوْكَ بِمَا لَمْ يُحَيِّكَ بِهِ اللّٰهُ ۙ وَ يَقُوْلُوْنَ فِيْۤ اَنْفُسِهِمْ لَوْ لَا يُعَذِّبُنَا اللّٰهُ بِمَا نَقُوْلُ ؕ حَسْبُهُمْ جَهَنَّمُ ۚ يَصْلَوْنَهَا ۚ فَبِئْسَ الْمَصِيْرُ۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَيْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِيَتِ الرَّسُوْلِ وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰى ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِيْۤ اِلَيْهِ تُحْشَرُوْنَ۔ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَى اللّٰهِ فَلْيَتَوَكَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ۔

ترجمہ۔ تو انہوں نے ان کی طرف نظر نہ کی جن کو روک دیا گیا تھا کانا پھوسی کرنے سے پھر وہ لوگ وہی کرتے ہیں جن سے اُن کو منع کر دیا گیا تھا اور وہ کانا پھوسی کرتے ہیں گناہ کی اور زیادتی کی اور رسول اللہ کی نافرمانی کی اور جب تیرے پاس آتے ہیں تو تجھ کو ایسے کلمے سے دعا سلام دیتے ہیں جس سے تجھ کو اللہ نے دعا سلام نہیں دی اور اپنے جی میں کہتے ہیں کہ اللہ ہم کو ہمارے کہنے کی سزا کیوں نہیں دیتا ۔ ان کو جہنم کافی ہے اس میں وہ داخل ہوں گے پس وہ کیا ہی بُری جگہ ہے۔ اے ایماندارو! جب تم ایک دوسرے کے کان میں بات کرو تو گناہ اور زیادتی اور رسول کی نافرمانی کی بات نہ کرو اور کان میں بات کرو تو نیکوکاری اور تقویٰ کی اور اللہ ہی سے ڈرو اور اللہ ہی کو سپر بناؤ جس

کی طرف تم اکٹھے کئے جاؤ گے۔اس کے سوانہیں کہ کانا پھوسی شیطانی حرکت ہے تا کہ وہ غمگین بنائے ایمانداروں کو اوران کو تو کچھ بھی ضرر نہیں پہنچا سکتے بغیر اللہ کے حکم کے اور ایمانداروں کو تو اللہ ہی پر بھروسا رکھنا چاہئے۔

تفسیر۔ تارک اسلام آریہ کے اعتراضات کا جواب دیتے ہوئے تحریر فرمایا۔

’’عیسائیوں سے زیادہ تم طاقتور نہیں ہو سکتے۔ وہ بھی اسلام کے معدوم کرنے میں ناکام ہیں۔ جن تدابیر پر تم چل رہے ہو اور تمہارے چھوٹے بڑے دھرماتما پارٹی اور گریجویٹ، جج، وکیل وغیرہ جس راہ سے اسلام پر حملہ آور ہیں۔ یہ راہ کامیابی کی نہیں۔تم سے بہت پہلے مدینہ کے یہود نے اسی راہ کو اختیار کیا تھا اور ان کی مخفی کمیٹیاں استیصالِ اسلام کے لئے جان توڑ کوشش کر رہی تھیں۔جن کا ذکر اللہ تعالیٰ کی پاک کتاب میں یوں آیا ہے۔ اَلَمْ تَرَ اِلَى الَّذِيْنَ نُهُوْا عَنِ النَّجْوٰى ثُمَّ يَعُوْدُوْنَ لِمَا نُهُوْا عَنْهُ۔ ترجمہ: کیا نہیں دیکھا تو نے ان لوگوں کی طرف کہ منع کئے گئے مخفی کانا پھوسی سے پھر باز نہیں آتے۔اور کمیٹیاں کئے جاتے ہیں اور فرمایا۔ اِنَّمَا النَّجْوٰى مِنَ الشَّيْطٰنِ لِيَحْزُنَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ لَيْسَ بِضَآرِّهِمْ شَيْـًٔا یہ کانا پھوسی اور مشورہ اللہ سے دور ہلاک ہونے والی خبیث روح شیطان سے ہے کہ غم میں ڈالے مومنوں کو اور یہ لوگ کچھ بھی مومنوں کو ضرر نہیں دے سکیں گے۔ پہلے سپارے میں بھی ایسی مخفی مجالس کا ذکر ہے۔مگر دیکھ لو وہ تمام ممبران اور گرینڈ[1] ماسٹر خائب و خاسر ہو گئے۔آخر اللہ تعالیٰ سمیع بصیر علیم وخبیر ہے۔اپنی مخلوق کی حرکت وسکون جانتا ہے۔

(نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۳۳۶،۳۳۷)

انسان کے دُکھوں میں اَور خیالات ہوتے ہیں۔سکھوں میں اَور۔کامیاب ہو تو اَور طریق ہوتا ہے ناکام ہو تو اور طرز۔طرح طرح کے منصوبے دل میں اٹھتے ہیں اور پھر ان کو پورا کرنے کے لئے وہ کسی کو محرمِ راز بناتے ہیں اور جب بہت سے ایسے محرم راز ہوتے ہیں تو پھر انجمنیں بن جاتی ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے اس سے روکا تو نہیں مگر یہ حکم ضرور دیا۔

---

[1] GRAND MASTEFR

یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا تَنَاجَیْتُمْ فَلَا تَتَنَاجَوْا بِالْاِثْمِ وَ الْعُدْوَانِ وَ مَعْصِیَتِ الرَّسُوْلِ وَ تَنَاجَوْا بِالْبِرِّ وَ التَّقْوٰی ؕ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ الَّذِیْۤ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ ۔ اِنَّمَا النَّجْوٰی مِنَ الشَّیْطٰنِ لِیَحْزُنَ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا وَ لَیْسَ بِضَآرِّهِمْ شَیْـًٔا اِلَّا بِاِذْنِ اللّٰهِ ؕ وَ عَلَی اللّٰهِ فَلْیَتَوَکَّلِ الْمُؤْمِنُوْنَ ۔

ایمان والو! ہم جانتے ہیں کہ تم کوئی منصوبہ کرتے ہوا نجمنیں بناتے ہومگر یا د رہے کہ جب کوئی انجمن بناؤ تو گناہ، سرکشی اور رسول کی نا فرماں برداری کے بارے میں نہ ہو۔ بلکہ نیکی اور تقویٰ کا مشورہ ہو۔

بنی اسرائیل جب مصر کی طرف گئے تو پہلے پہل ان کو یوسف علیہ السلام کی وجہ سے آرام ملا۔ پھر جب شرارت پر کمر باندھی تو فراعنہ کی نظر میں بہت ذلیل ہوئے۔مگر آخر خدا نے رحم کیا اور موسیٰ علیہ السلام کے ذریعہ سے ان کو نجات ملی۔ یہاں تک کہ وہ فاتح ہو گئے۔اور وہ اپنے تئیں نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ سمجھنے لگے۔لیکن جب پھر ان کی حالت تبدیل ہوگئی۔ ان میں بہت ہی حرامکاری شرک اور بدذاتیاں پھیل گئیں تو ایک زبردست قوم کو اللہ تعالیٰ نے ان پر مسلط کیا۔

(بدر جلد ۸ نمبر ۱۵ مورخہ ۴؍فروری ۱۹۰۹ء صفحہ ۳)

۱۲۔ یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا قِیْلَ لَکُمْ تَفَسَّحُوْا فِی الْمَجٰلِسِ فَافْسَحُوْا یَفْسَحِ اللّٰهُ لَکُمْ ۚ وَ اِذَا قِیْلَ انْشُزُوْا فَانْشُزُوْا یَرْفَعِ اللّٰهُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ ۙ وَ الَّذِیْنَ اُوْتُوا الْعِلْمَ دَرَجٰتٍ ؕ وَ اللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ خَبِیْرٌ ۔

ترجمہ۔ اے ایماندارو! جب تم سے کہا جائے کہ کھل کر بیٹھو مجلسوں میں تو کھل کر بیٹھ جایا کرو۔ اللہ تمہارے واسطے کشائش دے گا اور جب تم سے کہا جائے کہ اٹھ جاؤ تو اٹھ جایا کرو اللہ اُن کے درجے بلند کرے گا جنھوں نے مانا اللہ اور رسول کا حکم تم میں سے اور جن کو علم دیا گیا ہے (قرآن اور سنت کا) اُن کے تو بڑے ہی درجے ہیں اور اللہ تمہارے اعمال سے بے خبر نہیں۔

تفسیر۔ اللہ ایمان داروں اور پاک علوم کے عالموں کو ہی درجات پر پہنچاتا ہے۔

(تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۳۳)

۱۳۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نَاجَیْتُمُ الرَّسُوْلَ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ صَدَقَةً ؕ ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ وَ اَطْهَرُ ؕ فَاِنْ لَّمْ تَجِدُوْا فَاِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔

ترجمہ۔ اور اے ایماندارو! جب تم پیغمبر سے کان میں کچھ بات کرنا چاہو تو کان میں بات کرنے سے پہلے کچھ خیرات کر دیا کرو یہ تمہارے لئے بہتر اور پاکیزہ تر ہے۔ پھر اگر تم کو میسر نہ ہو تو بے شک اللہ غفور الرحیم ہے۔

تفسیر۔ فَقَدِّمُوْا بَیْنَ یَدَیْ نَجْوٰىكُمْ ۔ یہ حکم منسوخ نہیں ہوا۔ فرض نہ تھا۔ کیونکہ ذٰلِكَ خَیْرٌ لَّكُمْ فرمایا۔ فَاِذْ لَمْ تَفْعَلُوْا کے ساتھ وَ تَابَ اللّٰهُ عَلَیْكُمْ فرمادیا۔ یعنی پہلے ہی اللہ رجوع برحمت کر چکا ہے کہ یہ حکم واجب نہ ٹھہرایا بلکہ مستحب ہے۔ چنانچہ اب بھی صلحاء امت حدیث پوچھنے سے پہلے صدقہ کر لیتے ہیں۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۴)

۲۰۔ اِسْتَحْوَذَ عَلَیْهِمُ الشَّیْطٰنُ فَاَنْسٰىهُمْ ذِكْرَ اللّٰهِ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ ۔

ترجمہ۔ ان پر شیطان مسلّط ہو گیا ہے تو ان کو اللہ کا قرآن بھلا دیا ہے۔ اس کی یاد سے غافل کر دیا ہے تو یہی شیطانی لشکر ہے اور سن رکھو کہ شیطانی لشکر ہی نقصان پانے والا ہے۔

تفسیر۔ نبی کریمؐ اور آپؐ کے جاں نثار صحابہ کرام تمام مخالفوں کے سامنے مظفر منصور بامراد رہے۔ اگر اللہ تعالیٰ کی طرف سے یہ بات نہ ہوتی تو اس کے خلاف ہوتا اور یہ بات مجنون کی بڑ بن جاتی۔ مخالفوں کے حق میں فرمایا اُولٰٓئِكَ حِزْبُ الشَّیْطٰنِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ الشَّیْطٰنِ هُمُ الْخٰسِرُوْنَ یہ مخالف شیطانی گروہ ہے۔ خبردار رہو۔ بے ریب شیطانی گروہ ناکام رہے گا۔

(نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۳۲۲)

۲۳۔ لَا تَجِدُ قَوْمًا يُّؤْمِنُوْنَ بِاللّٰهِ وَ الْيَوْمِ الْاٰخِرِ يُوَآدُّوْنَ مَنْ حَآدَّ اللّٰهَ وَ رَسُوْلَهٗ وَ لَوْ كَانُوْٓا اٰبَآءَهُمْ اَوْ اَبْنَآءَهُمْ اَوْ اِخْوَانَهُمْ اَوْ عَشِيْرَتَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ كَتَبَ فِيْ قُلُوْبِهِمُ الْاِيْمَانَ وَ اَيَّدَهُمْ بِرُوْحٍ مِّنْهُ ؕ وَ يُدْخِلُهُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَا ؕ رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ ؕ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔

ترجمہ۔تو نہ پائے گا ان لوگوں کو جو اللہ اور آخرت کے دن کو دل سے سچا جانتے ہیں کہ وہ ایسوں سے دوستی کریں جو مخالف ہوئے اللہ اور اس کے رسول کے گو وہ ان کے مخالف باپ ہی ہوں یا ان کے بیٹے یا بھائی ہی ہوں یا اُن کے کنبے کے۔یہی لوگ ہیں جن کے دلوں میں اللہ نے ایمان بھیج دیا، محفوظ کر دیا ہے اور ان کی تائید فرمائی ہے روح القدس سے اور اُن کو داخل فرمائے گا ایسے باغوں میں جن میں بہہ رہی ہیں نہریں وہ اس میں سدا رہیں گے۔اللہ ان سے راضی اور وہ اللہ سے راضی۔یہی لوگ اللہ کا لشکر ہیں تو یادرکھو اللہ ہی کا لشکر نہال و بامراد و مظفر و منصور ہوگا۔

تفسیر۔ اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَآ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ۔ یہی لوگ خدا کی جماعت ہیں۔ اور یادرکھو خدا کی جماعت مظفر و منصور ہے۔

(نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۶۴)



سُوْرَۃُ الْحَشْرِ مَدَنِيَّةٌ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

ہم سورۂ حشر کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اس اللہ کے نام سے جس نے سب انتظام

پہلے ہی سے کرر کھے تھے اور سچی محنتوں کا بدلہ دینے والا ہے۔

اس سورۃ نے سنّی وشیعہ کے جھگڑے دربارہ فدک کا فیصلہ کر دیا کہ یہ وراثت میں آ ہی نہیں سکتا۔ یہ مال فئے سے ہے۔جس کے مصارف بتادئے۔ مدینہ کے یہود نے بہت شرارتیں کیں۔ کئی قتل کر دیئے۔ نبی کریم صلعم کو اپنے محلہ میں بلا کر اوپر سے پتھر گرانے کی تجویز کی۔حضور نے ان کو خیبر میں جلاوطن کر دیا۔(اول الحشر) پھر حضرت عمرؓ کے زمانۂ خلافت میں وہاں سے بھی نکالے گئے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۴)

۲، ۳۔ سَبَّحَ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الۡاَرۡضِ ۚ وَ ہُوَ الۡعَزِیۡزُ الۡحَکِیۡمُ ۔ ہُوَ الَّذِیۡۤ اَخۡرَجَ الَّذِیۡنَ کَفَرُوۡا مِنۡ اَہۡلِ الۡکِتٰبِ مِنۡ دِیَارِہِمۡ لِاَوَّلِ الۡحَشۡرِ ؕؔ مَا ظَنَنۡتُمۡ اَنۡ یَّخۡرُجُوۡا وَ ظَنُّوۡۤا اَنَّہُمۡ مَّانِعَتُہُمۡ حُصُوۡنُہُمۡ مِّنَ اللّٰہِ فَاَتٰہُمُ اللّٰہُ مِنۡ حَیۡثُ لَمۡ یَحۡتَسِبُوۡا ٭ وَ قَذَفَ فِیۡ قُلُوۡبِہِمُ الرُّعۡبَ یُخۡرِبُوۡنَ بُیُوۡتَہُمۡ بِاَیۡدِیۡہِمۡ وَ اَیۡدِی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ ٭ فَاعۡتَبِرُوۡا یٰۤاُولِی الۡاَبۡصَارِ ۔

ترجمہ۔ اللہ کی تسبیح کر رہا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمینوں میں ہے اور وہی بڑا زبردست حکمت والا ہے۔ وہی ہے جس نے نکال کر باہر کر دیا ان کے گھروں سے ان لوگوں کو جو منکر ہوئے اہل کتاب میں سے پہلے ہی بھیڑ وجم لشکر میں۔تمہارا تو یہ گمان نہ تھا کہ وہ نکلیں گے اور وہ یہ گمان کرتے تھے کہ ان کو بچالیں گے ان کے قلعے اللہ کے ہاتھ سے۔تو ان پر اللہ ایسی جگہ سے آ گیا (یعنی عذاب الٰہی)

جہاں ان کا گمان بھی نہ تھا اور ان کے دلوں میں رعب ڈال دیا کہ وہ اجاڑیں گے اپنے گھر اپنے ہی ہاتھوں سے اور ایمانداروں کے ہاتھوں سے بھی تو عبرت پکڑ واے آنکھ رکھنے والو!

تفسیر۔ تورات میں بنی اسرائیل کو حکم تھا کہ سچّے نبی سے ڈریں لیکن ان لوگوں نے کفارِ مکہ کی طرح نبی برحق کی مخالفت کی۔ وعیدِ الٰہی سے نڈر ہو گئے جس کا نتیجہ یہ ہوا کہ بنی نضیر (بنی اسرائیل) ویران اور تباہ ہو کر مدینے سے نکل گئے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۲۰۴)

بت پرست قومیں اسلام کے مقابلہ سے ہار کر بت پرستی کے دعوے سے باز آ رہی ہیں اور بالکل اس مسالہ میں صلح جُو ہو رہی ہیں۔ کیونکہ انڈیا میں کچھ برہموں ہو گئے ہیں اور کچھ آریہ سماج۔ ادھر یورپ و امریکہ میں یونی ٹیرین۔ فری تھنکروں کا سمندر موج مار رہا ہے۔ اور کیا خوب ہوا حضرت مسیحؑ کی خدائی نیست و نابود ہو رہی ہے۔ یُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ وَ اَيْدِي الْمُؤْمِنِيْنَ فَاعْتَبِرُوْا يٰۤاُولِي الْاَبْصَارِ۔ مخلوق اسلام کے مقدس مذہب میں آ رہی ہے۔

(نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۸۵)

وہ عیسائیت کی عمارت جس کو ہاتھ لگانے سے خود ہمارے ابتدائی عمر کے زمانہ میں لوگ خوف کھاتے تھے آج خود عیسائی قومیں اس مذہب کے عقائد سے متنفر ہو کر اس کے برخلاف کوشش میں ایسے سرگرم ہیں کہ یُخْرِبُوْنَ بُيُوْتَهُمْ بِاَيْدِيْهِمْ کے مصداق بن رہے ہیں اور شرک کے ناپاک عقائد سے بھاگ کر ان پاک اصولوں کی طرف اپنا رخ کر رہے ہیں جن کے قائم کرنے کے واسطے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم دنیا میں مبعوث ہوئے تھے۔ یہ سب واقعات قرآن شریف کی اس پیشگوئی کی صداقت کو ظاہر کر رہے ہیں۔ کہ اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ تحقیق ہم نے ہی یہ ذکر نازل کیا ہے۔ اور ہم ہی اس کے محافظ ہیں۔ (بدر جلد ۲ نمبر ۵۰ مورخہ ۱۳؍دسمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۹)

۱۱۔ وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَاۤ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ۔

ترجمہ۔ اور ان کے لئے بھی ہے فَے کا مال جو ان کے بعد آئے اور کہتے ہیں کہ اے ہمارے ربّ!

ہمیں اور ہمارے بھائیوں کو بخش دے جو ہم سے پہلے ایمان لا چکے اور پیدا نہ کر ہمارے دلوں میں کوئی کینہ ایمان والوں کی طرف سے۔اے ہمارے رب! تو ہی بڑا شفیع اور نیک کوشش کا بدلہ دینے والا ہے۔

تفسیر۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد آپؐ کے دین کے سچے خادموں جو صحابہ، اولیاء، اصفیاء، اتقیاء اور ابدال کے رنگ میں آئے اور قیامت تک آتے رہیں گے۔ان کے واسطے بھی بوجہ ان کے حسنِ خدمات کے جن کی وجہ سے انہوں نے بعد رسول اکرمؐ ہم پر بہت بڑے بھاری احسانات اور انعامات کئے۔ان کے واسطے بھی دعا کرے۔خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ جو کوئی اس گروہ پاک کی مخالفت کرے گا۔اور اس کو نظرِ عزت سے نہ دیکھے گا اور ان کے احکام اور فیصلوں کی پرواہ نہ کرے گا۔تو وہ فاسق ہوگا۔ بلکہ وہاں تک جہاں تک تعظیم الٰہی اور تعظیمِ کتاب اللہ اور تعظیمِ رسول اللہ اجازت دیتی ہو۔اس گروہ کا ادب وعزت کرنی اور اس خیلِ پاک کے حق میں دعائیں کرنے کا حکم قرآنِ شریف سے ثابت ہے۔ چنانچہ آیتِ ذیل میں اس مضمون کو یوں ادا کیا گیا ہے کہ

وَ الَّذِيْنَ جَآءُوْ مِنْۢ بَعْدِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَا اغْفِرْ لَنَا وَ لِاِخْوَانِنَا الَّذِيْنَ سَبَقُوْنَا بِالْاِيْمَانِ وَ لَا تَجْعَلْ فِيْ قُلُوْبِنَا غِلًّا لِّلَّذِيْنَ اٰمَنُوْا رَبَّنَآ اِنَّكَ رَءُوْفٌ رَّحِيْمٌ ۔

غرض اپنے پہلے بزرگوں اور خادمانِ اسلام و شریعتِ محمدیہؐ کے واسطے دعائیں کرنا اور ان کی طرف سے کوئی بغض و کینہ، غِل وغش دل میں نہ رکھنا۔ یہ بھی ایمان اور ایمان کی سلامتی کا ایک نشان ہے۔ پس انسان کو مرنج و مرنجان ہونا چاہیے۔اور خدا کی باریک در باریک حکمتوں اور قدرتوں پر ایمان لانا چاہیے۔اور کسی سے بھی بغض و کینہ دل میں نہ رکھنا چاہیے۔خدا کی شانِ ستاری سے ہمیشہ فائدہ اٹھاتے رہنا چاہیے۔ (الحکم جلد ۱۲ نمبر ۲۵ مورخہ ۶؍اپریل ۱۹۰۸ء صفحہ ۴)

۱۹۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اتَّقُوا اللّٰهَ وَ لْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ ۚ وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ خَبِيْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ ۔

ترجمہ۔اے ایماندارو! اللہ ہی کو سپر بناؤ اور چاہیے کہ دیکھ لے ہر ایک شخص کہ اس نے کل کے لئے کیا بھیجا ہے اور اللہ ہی کو سپر بناؤ بے شک اللہ جو تم کرتے ہو اس سے بڑا خبردار ہے۔

تفسیر۔ تقویٰ اللہ اختیار کرو۔ اور ہر ایک جی کو چاہیے کہ بڑی توجہ سے دیکھ لے کہ کل کیلئے کیا کیا۔ جو کام ہم کرتے ہیں ان کے نتائج ہماری مقدرت سے باہر چلے جاتے ہیں۔ اس لئے جو کام اللہ کے لئے نہ ہوگا تو وہ سخت نقصان کا باعث ہوگا۔ لیکن جو اللہ کے لئے ہے تو وہ ہمہ قدرت اور غیب دان خدا جو ہر قسم کی طاقت اور قدرت رکھتا ہے اس کو مفید اور مثمر ثمراتِ حسنہ بنا دیتا ہے۔

(الحکم جلد ۶ نمبر ۴۱ مورخہ ۱۷؍نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۳)

اے ایمان والو! اللہ کا تقویٰ اختیار کرو اور ہر نفس کو چاہیے کہ دیکھتا رہے کہ کل کے لئے اس نے کیا کیا اور تقویٰ اپنا شعار بنائے۔ اور اللہ جو کچھ تم کرتے ہو۔ اس سے خوب آگاہ ہے۔

غرض دنیا و عقبیٰ میں کامیابی کا ایک گُر بتایا کہ انسان کل کی فکر آج کرے۔ اور اپنے ہر قول و فعل میں یہ یاد رکھے کہ خدا تعالیٰ میرے کاموں سے خبردار ہے۔ یہی تقویٰ کی جڑھ ہے۔ اور یہی ہر ایک کامیابی کی روح و رواں ہے۔ برخلاف اس کے انجیل کی یہ تعلیم ہے جو (متی) باب ۶ آیت ۳۴ میں مذکور ہے بایں الفاظ کہ ”کل کے لئے فکر نہ کرو کیونکہ کل کا دن اپنے لئے آپ فکر کرے گا آج کا دکھ آج کے لئے کافی ہے“۔

اگر ان دونوں تعلیموں پر غور کریں تو صرف اسی ایک مسئلہ سے اسلام و عیسائیت کی صداقت کا فیصلہ ہوسکتا ہے۔ اور ایک نیک دل پارسا طالبِ نجات، طالبِ حق خوب سمجھ لیتا ہے کہ عملی زندگی کے اعتبار سے کون سا مذہب احق بالقبول ہے۔

اگر انجیل کی اس آیت پر ہم کیا، خود انجیل کے ماننے والے عیسائی بھی عمل کریں تو دنیا کی تمام ترقیاں رک جائیں اور تمام کاروبار بند ہوجائیں۔ نہ تو بجٹ بنیں۔ نہ ان کے مطابق عمل درآمد ہو۔ نہ ریل گاڑیوں اور جہازوں کے پروگرام پہلے شائع ہوں۔ نہ کسی تجارتی کارخانے کو اشتہار دینے کا موقع ملے۔ نہ کسی گھر میں کھانے کی کوئی چیز پائی جائے۔ اور نہ غالباً بازاروں سے مل سکے۔ کیونکہ کل کی تو فکر ہی نہیں۔ بلکہ فکر کرنا ہی گناہ ہے۔ برخلاف اس کے قرآن مجید کی تعلیم کیا پاک اور عملی زندگی میں کام آنیوالی ہے۔ اور لطف یہ ہے کہ عیسائیوں کا اپنا عمل درآمد بھی اسی آیت پر ہے۔ ورنہ آج ہی

سے سب کاروبار عالم بند ہو جائیں۔ اور کوئی نظامِ سلطنت قائم نہ رہے۔ قرآن پاک کی تعلیم وَلْتَنْظُرْ نَفْسٌ مَّا قَدَّمَتْ لِغَدٍ پر عمل کرنے سے انسان نہ صرف دنیا میں کامران ہوتا ہے بلکہ عقبیٰ میں بھی خدا کے فضل سے سرخرو ہوگا۔ ہم کبھی آخرت کے لئے سرمایۂ نجات جمع نہیں کر سکتے جب تک آج ہی سے اس دارالقرار کے لئے تیاری نہ شروع کر دیں۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۵۔ ماہ مئی ۱۹۱۲ء صفحہ ۲۲۷، ۲۲۸)

چاہیے کہ ہر ایک نفس دیکھ لے کہ اس نے کل کے واسطے کیا تیاری کی ہے۔ انسان کے ساتھ ایک نفس لگا ہوا ہے۔ جو ہر وقت متبدل ہے۔ کیونکہ جسم انسانی ہر وقت تحلیل ہو رہا ہے۔ جب اس نفس کے واسطے جو ہر وقت تحلیل ہو رہا ہے۔ اور اس کے ذرات جدا ہوتے جاتے ہیں۔ اس قدر تیاریاں کی جاتی ہیں۔ اور اس کی حفاظت کے واسطے سامان مہیا کئے جاتے ہیں۔ تو پھر کس قدر تیاری اس نفس کے واسطے ہونی چاہیے جس کے ذمہ موت کے بعد کی جواب دہی لازم ہے۔ اس آنی فنا والے جسم کے واسطے جتنا فکر کیا جاتا ہے۔ کاش کہ اتنا فکر اس نفس کے واسطے کیا جاوے جو کہ جواب دہی کرنے والا ہے۔

اِنَّ اللّٰہَ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ۔ اللہ تعالیٰ تمہارے اعمال سے آگاہ ہے۔ اس آگاہی کا لحاظ کرنے سے آخر کسی نہ کسی وقت فطرتِ انسانی جاگ کر اسے ملامت کرتی ہے۔ اور گناہوں میں گرنے سے بچاتی ہے۔ (بدر جلد ۲ نمبر ۵۰ مورخہ ۱۳؍دسمبر ۱۹۰۶ء صفحہ ۹)

مومن کو چاہیے کہ جو کام کرے اس کے انجام کو پہلے سوچ لے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوگا؟ انسان غضب کے وقت قتل کر دینا چاہتا ہے۔ گالی نکالتا ہے۔ مگر وہ سوچے کہ اس کا انجام کیا ہوگا؟ اس اصل کو مدّنظر رکھے تو تقویٰ کے طریق پر قدم مارنے کی توفیق ملے گی۔ نتائج کا خیال کیونکر پیدا ہو۔ اس لئے اس بات پر ایمان رکھے کہ وَاللّٰہُ خَبِیْرٌۢ بِمَا تَعْمَلُوْنَ جو کام تم کرتے ہو اللہ تعالیٰ کو اس کی خبر ہے۔ انسان اگر یہ یقین کر لے کہ کوئی خبیر و علیم بادشاہ ہے۔ جو ہر قسم کی بدکاری، دغا، فریب، سستی اور کاہلی کو دیکھتا ہے۔ اور اس کا بدلہ دے گا۔ تو وہ بچ سکتا ہے۔ ایسا ایمان پیدا کرو۔ بہت سے لوگ ہیں جو اپنے فرائض نوکری، حرفہ، مزدوری وغیرہ میں سستی کرتے ہیں۔ ایسا کرنے سے رزق حلال نہیں رہتا۔ اللہ تعالیٰ سب کو تقویٰ کی توفیق دے۔ (الحکم جلد ۱۵ نمبر ۱۹، ۲۰ مورخہ ۲۱، ۲۸؍مئی ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۶)

۲۰۔ وَلَا تَكُوْنُوْا كَالَّذِيْنَ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور ان کے جیسے نہ بنو جنہوں نے اللہ کو چھوڑ دیا تو اللہ نے بھی ان کو ان کی جانوں سے بھلا دیا (انہیں اپنی خیریت کی فکر نہ رہی اور دنیا میں مستغرق ہو گئے) تو یہی لوگ بدچلن بدرویّہ ہیں۔

تفسیر۔ ایسے لوگوں کی طرح مت ہو جاؤ جن کی نسبت فرمایا کہ نَسُوا اللّٰهَ فَاَنْسٰهُمْ اَنْفُسَهُمْ ؕ اُولٰٓئِكَ هُمُ الْفٰسِقُوْنَ۔ یعنی جنہوں نے اس رحمت اور پاکی کے سرچشمہ قدوس خدا کو چھوڑ دیا اور اپنی شرارتوں، چالاکیوں، ناعاقبت اندیشیوں غرض قسم قسم کی حیلہ سازیوں اور رُوباہ بازیوں سے کامیاب ہونا چاہتے ہیں۔ مشکلات انسان پر آتی ہیں۔ بہت سی ضرورتیں انسان کو لاحق ہیں۔ کھانے پینے کا محتاج ہوتا ہے۔ دوست بھی ہوتے ہیں۔ دشمن بھی ہوتے ہیں۔ مگر ان تمام حالتوں میں متقی کی یہ شان ہوتی ہے کہ وہ خیال اور لحاظ رکھتا ہے کہ خدا سے بگاڑ نہ ہو۔ دوست پر بھروسہ ہو۔ ممکن ہے کہ وہ دوست مصیبت سے پیشتر دنیا سے اٹھ جاوے یا اور مشکلات میں پھنس کر اس قابل نہ رہے۔ حاکم پر بھروسہ ہو تو ممکن ہے کہ حاکم کی تبدیلی ہو جاوے اور وہ فائدہ اس سے نہ پہنچ سکے اور اُن احباب اور رشتہ داروں کو جن سے امید اور کامل بھروسہ ہو کہ وہ رنج اور تکلیف میں امداد دیں گے۔ اللہ تعالیٰ اس ضرورت کے وقت ان کو اس قدر دور ڈال دے کہ وہ کام نہ آ سکیں۔ پس ہر آن خدا سے تعلق نہ چھوڑنا چاہیے۔ جو زندگی، موت، کسی حالت میں ہم سے جدا نہیں ہو سکتا۔

پس خدا تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم ان لوگوں کی طرح نہ ہو جاؤ جنہوں نے خدا سے قطع تعلق کر لیا ہے۔ اس کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم دکھوں سے محفوظ نہ رہ سکو گے۔ اور سکھ نہ پاؤ گے۔ بلکہ ہر طرف سے ذلت کی مار ہوگی۔ اور ممکن ہے کہ وہ ذلت تم کو دوستوں ہی کی طرف سے آ جاوے۔ ایسے لوگ جو خدا سے قطع تعلق کرتے ہیں وہ کون ہوتے ہیں؟ وہ فاسق، فاجر ہوتے ہیں۔ اُن میں سچا اخلاص اور ایمان نہیں ہوتا یہی نہیں کہ وہ ایمان کے کچے ہیں۔ نہیں ان میں شفقت علیٰ خلق اللہ بھی نہیں ہوتی۔

(الحکم جلد ۳ نمبر ۵ مورخہ ۱۰ر فروری ۱۸۹۹ء صفحہ ۸۔۹)

۲۳۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ عٰلِمُ الْغَیْبِ وَ الشَّهَادَةِ ۚ هُوَ الرَّحْمٰنُ الرَّحِیْمُ ۔

ترجمہ۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی بھی سچا معبود نہیں چھپے اور کھلے کا بڑا جاننے والا ہے وہی بلا مبادلہ رحم فرمانے والا ہے مبادلہ دینے والا بھی ہے۔

تفسیر۔ وہ ذات پاک جس کا نام ہے اللہ تمام صفات کاملہ سے موصوف ۔تمام برائیوں سے پاک۔ وہی جس کے سوا کوئی بھی پرستش وفرمانبرداری کے لائق نہیں۔ اپنی ذات کو جو تمام غیبوں کا غیب ہے آپ ہی جانتا ہے تمام ان اشیاء کو جو موجود ہو کر فنا ہو گئیں۔ یا اب تک ابھی پیدا ہی نہیں ہوئیں صرف اس کے علم میں ہی ہیں۔ اور تمام موجودات کو جانتا ہے۔ وہ رحمان بروں بھلوں سب کو روزی رساں، بن مانگے فضل کرنیوالا، وہ رحیم جو بھلوں کو اپنے فضل ورحم سے بخشے اور کسی کے سوال ومحنت کو ضائع نہ کرے۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۱۵، ۲۱۶)

۲۴۔ هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ الْمُؤْمِنُ الْمُهَیْمِنُ الْعَزِیْزُ الْجَبَّارُ الْمُتَكَبِّرُ ؕ سُبْحٰنَ اللّٰهِ عَمَّا یُشْرِكُوْنَ ۔

ترجمہ۔ وہی اللہ ہے جس کے سوا کوئی بھی سچا معبود نہیں وہ بادشاہ ہے (ذرّہ ذرّہ کا) ہر عیب سے پاک ہے۔ سلامت رہنے والا (اور سلامتی دینے والا) امن دینے والا (عذر کو ماننے والا اور اپنے حالات کا آپ ہی مصدق)، سب کا محافظ، بڑا زبردست گھاٹے کو پورا کرنے والا، تمام بڑائیوں کا مالک اللہ، پاک ہے شریک کرنے والوں سے۔

تفسیر۔ اسلام کا اصلی سرچشمہ اور اس کا حقیقی منبع اللہ تعالیٰ کی ذات پاک ہے جس کا نام السلام[1] ہے۔ قرآن کریم میں اس مبارک نام کا مبارک ذکر اس کلمہ طیّبہ میں آیا ہے۔

هُوَ اللّٰهُ الَّذِیْ لَاۤ اِلٰهَ اِلَّا هُوَ ۚ اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ

یعنی وہی اللہ ہے۔ کوئی معبود اور کاملہ صفات سے موصوف اس کے سوا نہیں۔ وہ حقیقی بادشاہ ہر ایک نقص سے منزہ و بے عیب وسلامت ہے۔ اور اسلام کا حقیقی ثمرہ دار السلام ہے۔ جس کا آسمان وزمین اور

[1] اس سے ہمارا یہ مقصد ہے کہ اسلام کے لفظ میں خدائے علیم کی طرف سے پیشگوئی مرکوز ہے کہ اسلام اور اس کے تمام متعلقات ابد تک سلامتی اور حفاظت سے رہیں گے۔ جیسا کہ اس کے چشمہ یعنی اللہ تعالیٰ کا نام السلام ہے۔ اس لئے یہ نام اور یہ فخر کسی مذہب کو نہیں ملا۔ منہ

درو دیوار اور جس کے تمام یار وغمگسار طیب ہوں گے۔ اوران کے میل جول میں سلامتی وسلام ہی ہوگا۔

جیسے فرمایا: وَ تَحِيَّتُهُمْ فِيْهَا سَلٰمٌ ۔[1] (یونس:۱۱)

(نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲)

اَلْمُؤْمِنُ ۔ امن دینے والا۔ دوسرے جوصداقتیں ان کواللہ بھی مانتا ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۴)

قرآن مجید نے بھی اللہ تعالیٰ کو اَلْمَلِكُ الْقُدُّوْسُ السَّلٰمُ فرما کر اہلِ اسلام کو یقین دلایا ہے کہ اللہ تعالیٰ ہر ایک الزام سے پاک ہے۔مگر دیانندی آریہ کہتے ہیں۔خدا ارواح کا خالق نہیں! اگر رزق دیتا ہے تو یہ صرف ارواح کے اعمال کی مزدوری ہے! اور وہ بایں کہ ارواح کا خالق نہیں۔مگران کے پیچھے ایسا پڑا ہے کہ اس کی دست برد سے انہیں کبھی ابدی نجات نہ ہوگی!!!

(تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۳۹)

وہی اللہ جس کے سوا کوئی دوسرا پرستش وفرماں برداری کے لائق نہیں۔ اَلْمَلِكُ پورا مالک اشیاء کی خلق وبقاء پر۔ اَلْقُدُّوْسُ ۔تمام ان اسباب عیوب سے پاک جن کو حِس دریافت کرسکے یا خیال تصور کرے یا وہم اس طرف جا سکے یا قلبی قویٰ سمجھ سکیں۔ اَلسَّلٰمُ تمام عیوب سے مبرا۔سلامتی کا دینے والا۔ اَلْمُؤْمِنُ ۔امن کا بخشنے والا، اپنے کمالات وتوحید پر دلائل قائم کرنے والا۔ اَلْمُهَيْمِنُ ۔ سب کے اعمال کا واقف سب کا محافظ۔ اَلْعَزِيْزُ ۔ بے نظیر، سب پر غالب، ذرہ ذرہ پر متصرف۔ اَلْجَبَّارُ ۔سنوارنے والا ہمارے بگاڑوں پر اصلاح کے سامان پیدا کرنے والا، اصلاح کی توفیق دینے والا۔ اَلْمُتَكَبِّرُ ۔تمام مخلوقی عیوب اور مخلوق کے اوصاف سے مبرا، تمام چھوٹوں بڑوں آسمانی اور زمینی شریک اور ساجھی سے اس کی پاک ذات بلند ہو۔ (تصدیق براہین احمدیہ۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۱۶)

۲۵۔ هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰى ؕ يُسَبِّحُ لَهٗ مَا فِى السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ ۚ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْحَكِيْمُ ۔

ترجمہ۔وہی اللہ ہے جو اندازہ کرنے والا، تجویز کرنے والا، پیدا کرنے والا ہے، موجد ہے، صورتیں

---

[1] اور آپس میں کہیں گے سلام (یعنی خیر وخوبی وسلامتی سے رہو)

بنانے والا، سب اچھے نام اُسی کے ہیں اسی کی تسبیح یاد کرتے رہتے ہیں جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ وہی بڑا زبردست بڑا ہی حکمت والا ہے۔

تفسیر۔ هُوَ۔ وہ خود بخود موجود جس کا نام ہے اللہ۔ اَلْخَالِقُ۔ ہر ایک چیز کا کامل حکمت کے ساتھ اندازہ کرنے والا۔ اَلْبَارِئُ۔ ہر ایک چیز کو اس کے اندازہ کے مطابق بے نقص و تفاوت ظاہر کرنیوالا۔ اَلْمُصَوِّرُ۔ اسی اندازہ اور عمدگی سے صورتوں اور شکلوں کا عطا کرنے والا۔ اسی کے ایسے نام ہیں کہ تمام خوبیوں پر شامل ہوں اسی کی تسبیحیں کرتی اور اسی کی پاک اور کامل ترین ہستی کو تمام وہ چیزیں جو آسمان و زمین میں ہیں ثابت کرتی ہیں وہ غالب جس کے تمام کام حکمتوں پر مبنی ہیں۔ (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲۱۶)

هُوَ اللّٰهُ الْخَالِقُ الْبَارِئُ الْمُصَوِّرُ لَهُ الْاَسْمَآءُ الْحُسْنٰی۔ اللہ تعالیٰ ہے اندازہ کرنے والا (خلق کے معنے لغتِ عرب میں تقدیر کے بھی آئے ہیں۔ اسی واسطے خَلَقَ لَكُمْ مَّا فِي الْاَرْضِ۔[1] (البقرۃ:۳۰) بلفظ ماضی صحیح ہے) وجود بخشنے والا اور رنگ برنگ صورتیں عطا کرنے والا۔ تمام صفاتِ کاملہ سے موصوف تمام نقصوں سے منزہ۔ نیست سے ہست کرنے والا۔ کیونکہ یہ ایک کمال ہے اور خدا کو سب کمالات حاصل ہیں۔ خدا کو انسان اپنے پر قیاس نہ کرے کیونکہ انو پیم لَيْسَ كَمِثْلِهٖ ہے۔

(نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۳۶)



[1] جس نے زمین کی سب کی سب چیزیں تمہارے ہی واسطے پیدا کیں۔

سُوْرَۃُ الْمُمْتَحِنَۃِ مَدَنِیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

ہم سورۂ ممتحنہ کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اس اللہ کے اسم شریف سے جو پہلے ہی سے

تجویز بتانے والا ہے، نیک انجام کرنے والا ہے۔

۲۔ یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَتَّخِذُوْا عَدُوِّیْ وَ عَدُوَّکُمْ اَوْلِیَآءَ تُلْقُوْنَ
اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ وَ قَدْ کَفَرُوْا بِمَا جَآءَکُمْ مِّنَ الْحَقِّ ج یُخْرِجُوْنَ الرَّسُوْلَ وَ
اِیَّاکُمْ اَنْ تُؤْمِنُوْا بِاللّٰہِ رَبِّکُمْ ط اِنْ کُنْتُمْ خَرَجْتُمْ جِھَادًا فِیْ سَبِیْلِیْ وَ ابْتِغَآءَ
مَرْضَاتِیْ ق تُسِرُّوْنَ اِلَیْھِمْ بِالْمَوَدَّۃِ ق وَ اَنَا اَعْلَمُ بِمَآ اَخْفَیْتُمْ وَ مَآ اَعْلَنْتُمْ ط وَ
مَنْ یَّفْعَلْہُ مِنْکُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ۔

ترجمہ۔ اے ایماندارو! میرے اور تمہارے دشمنوں کو دوست مت بناؤ کہ ان کو تم پیغام بھیجو محبت کے سبب حالانکہ وہ اس سے منکر ہوئے ہیں جو تمہارے پاس برحق دین ہے۔ وہ تو تم کو اور رسول کو نکالتے ہیں اتنی ہی بات پر کہ تم مانتے ہو اللہ کو جو تمہارا رب ہے۔ اگر تم نکلے ہو میری راہ میں نیک کوشش کرنے کو اور میری خوشنودی کے لئے تو تم مخفی طور بھی تعلق نہ رکھو ان سے اور میں خوب جانتا ہوں تمہاری چھپی اور کھلی باتوں کو اور جو کوئی تم میں ایسا کرے گا تو اس نے سیدھا راستہ ہی چھوڑ دیا۔

تفسیر۔ وَ مَنْ یَّفْعَلْہُ مِنْکُمْ فَقَدْ ضَلَّ سَوَآءَ السَّبِیْلِ۔ اور جو کوئی یہ کام کرے تم میں سے وہ بھولا سیدھی راہ۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم۔ صفحہ ۳۱۱ حاشیہ)

۸۔ عَسَی اللّٰہُ اَنْ یَّجْعَلَ بَیْنَکُمْ وَ بَیْنَ الَّذِیْنَ عَادَیْتُمْ مِّنْھُمْ مَّوَدَّۃً ط وَ
اللّٰہُ قَدِیْرٌ ط وَ اللّٰہُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ۔

ترجمہ۔ قریب ہے کہ اللہ پیدا کر دے تم میں اور ان لوگوں میں جن کے ساتھ تمہاری دشمنی ہے، دوستی اور اللہ ہر ایک چیز کا بڑا اندازہ کرنے والا اور غفور الرحیم ہے۔

تفسیر۔ خدا تعالیٰ نے اس آیت میں بتایا ہے کہ کچھ عجب نہیں کہ تمہارے اور ان لوگوں کے درمیان جن سے تمہیں عداوت ہے۔ایک وقت دوستی پیدا کردے اور اللہ اس بات پر قادر ہے۔اس کے متعلق کلامِ نبوت میں نہایت عمدہ نصیحت فرمائی۔ اَحْبِبْ حَبِیْبَکَ ھَوْنًا مَّا عَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ بَغِیْضَکَ یَوْمًا مَّا وَ اَبْغِضْ بَغِیْضَکَ ھَوْنًا مَّا عَسٰی اَنْ یَّکُوْنَ حَبِیْبَکَ یَوْمًا مَّا۔[1] کسی سے دوستی کروتو اس قدر نہ بڑھ جاؤ اور یہاں تک اسے اپنا راز دار نہ بنالو کہ اگر وہ تمہارا دشمن ہوجائے تو تمہیں نقصان پہنچا سکے اور اگر کسی سے دشمنی کروتو اس قدر نہ بڑھو کہ اگر وہ تمہارا دوست بن جائے تو پھر تمہیں اپنی باتوں پر شرمسار ہونا پڑے۔کیا پاک تعلیم ہے۔دنیا میں ہزاروں مثالیں ایسی موجود ہیں۔بظاہر موجودہ صورتِ حالات نے یہی فتویٰ دیا ہے کہ اب ان شخصوں میں کبھی اتحاد نہیں ہوسکتا۔مگر معاً کچھ ایسے واقعات پیدا ہو گئے ہیں کہ وہ جو ایک دوسرے کے خون کے پیاسے تھے۔ایک دوسرے کے جاں نثار بن گئے۔اس وقت اس ناکردنی و ناگفتنی سلوکوں کی یاد کیا تکلیف پہنچاتی ہے۔پس انسان کو چاہیے کہ پہلے ہی معتدلانہ روش اختیار کرے تاکہ بعد میں شرم یا ندامت پیش نہ آئے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۵۔ ماہ مئی ۱۹۱۲ء صفحہ ۲۲۸)

۹۔ لَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ لَمْ یُقَاتِلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَ لَمْ یُخْرِجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ اَنْ تَبَرُّوْھُمْ وَ تُقْسِطُوْٓا اِلَیْھِمْ ؕ اِنَّ اللّٰہَ یُحِبُّ الْمُقْسِطِیْنَ۔اِنَّمَا یَنْھٰکُمُ اللّٰہُ عَنِ الَّذِیْنَ قٰتَلُوْکُمْ فِی الدِّیْنِ وَ اَخْرَجُوْکُمْ مِّنْ دِیَارِکُمْ وَ ظٰھَرُوْا عَلٰٓی اِخْرَاجِکُمْ اَنْ تَوَلَّوْھُمْ ۚ وَمَنْ یَّتَوَلَّھُمْ فَاُولٰٓئِکَ ھُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔

ترجمہ۔اللہ تم کو ان لوگوں سے نہیں روکتا جو تم سے لڑے نہیں دین کے مقدمہ میں اور نہ تم کو نکالا تمہارے گھروں سے کہ تم ان کے ساتھ احسان کرو۔اور ان کے حق میں انصاف کرو۔بے شک اللہ پسند کرتا ہے عدل وانصاف کرنے والوں کو۔

تفسیر۔ جو لوگ تم سے مذہبی عداوت پر نہیں لڑتے۔اور نہ انہوں نے تم کو جلاوطن کیا۔ان

[1] ترمذی باب ما جاء فی الاقتصاد فی الحب والبغض۔

سے سلوک اور انصاف کے برتاؤ سے اللہ تعالیٰ کبھی نہیں منع کرتا۔ بلکہ ایسے منصف تو اللہ تعالیٰ کو محبوب و پیارے ہیں۔ اللہ تعالیٰ تو ان لوگوں کی محبت و دوستی سے تم کو منع کرتا ہے جنہوں نے تم سے مذہبی جنگ کی اور اسلام کے باعث تم سے لڑے اور تم کو جلاوطن کیا۔ اور تمہاری جلاوطنی میں تمہارے دشمنوں کے مددگار رہوئے۔ اور جو ایسے دشمنوں سے پیار کریں وہی ظالم ہیں۔

(تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۲۳۱، ۲۳۲)

تارک اسلام آریہ کے اس اعتراض کے جواب میں کہ قرآن کہتا ہے ''مشرک اور کافر ناپاک ہیں ان سے دوستی مت لگاؤ''

فرمایا ''منوادھیا نمبر ۲ شلوک نمبر ۱۱۔ جو شخص وید کے احکام کو بذریعہ علم منطق سمجھ کر وید شاستر کی توہین کرتا ہے۔ وہ ناستک یعنی کافر ہے۔ اس کو سادہ لوگ اپنی منڈلی سے باہر کردیں۔ کافر کا لفظ بعینہٖ مطبوع نول کشور میں ہے۔ پھر ستیارتھ پرکاش سملاس نمبر ۱۰ صفحہ ۳۵۲ فقرہ نمبر ۶ میں ہے کبھی ناستک، شہوت پرست، دغاباز، دروغ گو، خودغرض، فریبی، حیلہ باز وغیرہ برے آدمیوں کی صحبت نہ کرے۔ آپت (اہل کمال) یعنی جو سچ بولنے والا دھرماتما اور دوسروں کی بہبودی جن کو عزیز ہے ہمیشہ ان کی صحبت کرنے کا نام سریشٹ آچار (پاکیزہ چلن) ہے۔

ستیارتھ سملاس صفحہ ۶ ستیارتھ صفحہ ۲۱۱ فقرہ ۵۳۔ منو ۷۔ ۱۹۵، ۱۹۶۔ دشمن کو چاروں طرف محاصرہ کر کے رکھے اور اس کے ملک کو تکلیف پہنچا کر چارہ۔ خوراک۔ پانی اور ہیزم کو تلف وخراب کر دیوے۔ دشمن کے تالاب شہر کی فصیل اور کھائی کو توڑ پھوڑ دیوے۔ رات کے وقت ان کو خوف دیوے اور فتح پانے کی تجاویز کرے او نادان! کیا ناپاک اور بے ایمان اور منکر سے پاک اور ایماندار اور حق کے ماننے والے دلی تعلق پیدا کرسکتے ہیں؟ چیت رامیوں، اگھوریوں، ناستکوں سے اب تجھے تعلق ہوسکتا ہے اور کیا سعید و شقی۔ برے بھلے۔ دیواسر میں سنگرام (جنگ) چاہیے۔ یا باہم پریم؟ اے سچائی سے دانستہ دشمنی کرنیوالے فلاح سے کوسوں بھاگنے والے! کبھی تو غور سے کام لے کیا یہ

تیرے اعتراض کچھ بھی راستی اپنے اندر رکھتے ہیں؟ اور اظہارِ حق کے لئے ایک اور آیت جو تمہارے اعتراض کی بیخ کنی کر دے تجھ کو سناتا ہوں۔

لَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ لَمْ يُقَاتِلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ لَمْ يُخْرِجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْۤا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔ اِنَّمَا يَنْهٰكُمُ اللّٰهُ عَنِ الَّذِيْنَ قٰتَلُوْكُمْ فِي الدِّيْنِ وَ اَخْرَجُوْكُمْ مِّنْ دِيَارِكُمْ وَ ظٰهَرُوْا عَلٰۤى اِخْرَاجِكُمْ اَنْ تَوَلَّوْهُمْ ۚ وَ مَنْ يَّتَوَلَّهُمْ فَاُولٰٓئِكَ هُمُ الظّٰلِمُوْنَ۔[1] (نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائز ڈ ایڈیشن صفحہ ۲۸۶)

اَنْ تَبَرُّوْهُمْ وَ تُقْسِطُوْۤا اِلَيْهِمْ ؕ اِنَّ اللّٰهَ يُحِبُّ الْمُقْسِطِيْنَ۔

احسان کرو تم ان سے اور انصاف کرو طرف ان کے تحقیق اللہ دوست رکھتا ہے انصاف کرنے والوں کو۔

یہ آیت کسی بے قابو مجذوب کا قول نہیں ہے۔ نہ کسی فلسفی کا خام خیال ہے بلکہ یہ اس شخص کا فرمودہ ہے جو ایسی سلطنت کا بادشاہ تھا جو اتنی قدرت رکھتی تھی اور جس کا انتظام ایسا عمدہ تھا کہ جیسے اصول کو چاہتی نافذ کر سکتی تھی۔ اور فرقوں اور اشخاص نے دین میں بھی اور سیاست مدن میں بھی مذہبی آزادی بخشنے کی ترغیب دی ہے مگر اس کے عمل درآمد کی تاکید صرف اس وقت تک کی ہے جب تک وہ خود بے قابو اور کمزور رہے ہیں لیکن شارع اسلام نے مذہبی آزادی کی ترغیب ہی نہیں دی بلکہ اُس کو احکامِ شریعت میں داخل کر دیا ہے۔ رسولؐ اللہ نے بنی حارث اور بنی نجران کے بڑے اسقف اور اساقفہ کو اور اُن کے مریدوں اور راہبوں کو بایں مضمون نامہ لکھا۔

کہ ہر چیز قلیل و کثیر جس حیثیت سے اب تمہارے کنائس اور خانقاہوں میں ہے۔ اسی

---

[1] نہیں روکتا تمہیں اللہ ان لوگوں سے جنہوں نے تم سے دینی لڑائی نہیں کی اور تمہیں گھروں سے نہیں نکالا کہ تم ان سے نیکی کرو اور ان سے انصاف کا برتاؤ کرو۔ بے شک اللہ پیار کرتا ہے انصاف کرنے والوں کو۔ بلکہ روکتا ہے تم کو اللہ ان لوگوں سے جنہوں نے تم سے دینی لڑائی کی اور تم کو تمہارے گھروں سے نکالا اور تمہارے نکالنے میں دشمنوں کی مدد کی کہ تم ان سے دوستی کرو اور جو لوگ ایسوں سے دوستی لگائیں وہ ظالم ہیں۔

حیثیت سے وہ تمہارے پاس باقی رہے گی اور تم اسے اسی طرح کام میں لاؤ۔ جس طرح اب لاتے ہو۔ خود خداوندِ عالم اور اس کا رسول عہد کرتا ہے کہ کوئی اُسْقُفِ اعظم اپنی عملداری سے اور کوئی راہب اپنی خانقاہ سے اور کوئی اُسْقُف اپنے عہدے سے برخاست نہ کیا جاوے گا۔ اور ان کی حکومت اور حقوق میں کچھ تغیر و تبدل نہ کیا جاوے گا اور نہ اس بات میں کچھ تغیر کیا جاوے گا جو اُن میں مرسوم و مروج ہو اور جب تک وہ صلح و تدین کو اپنا شعار رکھیں گے اُن پر کسی قسم کا جَور نہ کیا جاوے گا نہ وہ کسی پر جَور و ظلم کرنے پائیں گے۔

جس زمانہ میں آنحضرتؐ مبعوث ہوئے اُس زمانہ میں مختلف قوموں کے باہمی فرائض کو کوئی جانتا بھی نہ تھا کہ ایک قوم کو دوسری قوم سے کیا سلوک کرنا چاہیے۔ جب مختلف قومیں یا قبیلے باہم لڑتے بھڑتے تھے تو نتیجہ یہ ہوتا تھا کہ ضعیف آدمی تہ تیغ بے دریغ کئے جاتے اور بے گناہ لونڈی غلام بنائے جاتے اور قوم فاتح قوم مفتوح کے معبودوں یعنی بتوں کو لوٹ لے جاتی تھی۔ تیرہ سَۓ برس کے عرصے میں رومیوں نے ایک ایسا سلسلۂ قوانین اختراع کیا تھا۔ جو وسیع بھی تھا اور مضامینِ عالیہ سے مملو بھی تھا۔ مگر اُس اخلاق اور اُس انسانیت و مروّت کو جو ایک قوم کو دوسری قوم سے کرنی چاہیے۔ رومی خاک بھی نہیں سمجھتے تھے۔ وہ فقط اس غرض سے لڑائیاں لڑتے تھے کہ گردونواح کی قوموں کو مغلوب و مقہور کریں۔ اُن کے نزدیک عہد و پیمان کا نقض کر دینا کچھ بڑی بات نہ تھی بلکہ مصالح وقت پر مبنی تھی۔

دینِ مسیحی کے جاری ہونے سے بھی اُن خیالات میں کچھ تغیر و تبدل نہ ہوا۔ عیسائیوں کے زمانے میں بھی لڑائی میں وہی بے رحمیاں اور وہی قتل اور لوٹ مار ہوتی تھی جو رومیوں کے عہد میں ہوتی تھی اور فاتحین مفتوحین کو بلاتکلف لونڈی غلام بنا ڈالتے تھے اور عہد و پیمان کر کے پھر توڑ ڈالنا بے ایمان سردارانِ فوج کی رائے پر موقوف تھا۔

الغرض دینِ مسیحی نے قومی اخلاق کا کچھ تصفیہ نہ کیا۔ اس زمانہ کے محققین مسیحی نے اس قومی اخلاق کے فقدان کو اپنے دین میں ایک نقصِ عظیم نہیں قرار دیا ہے حالانکہ یہ نقص اس وجہ سے پیدا ہوا تھا کہ

ان کا دین ناقص اور ناتمام چھوڑ دیا گیا تھا۔

مذہب پروٹسٹنٹ نے جب فروغ پایا تب بھی علمائے مسیحی کی مذہبی تعدی میں کچھ فرق نہ آیا۔ ہالمؔ صاحب اپنی تاریخ میں لکھتے ہیں کہ ’’اس مہذّب دین (پروٹسٹنٹ) کے مختلف شعبوں اور فرقوں سے اعظم معاصی یہ معصیت سرزد ہوئی کہ بندگانِ خدا پر دین میں جبر و اکراہ کرتے ہیں۔ اور یہ گناہ ایسا ہے کہ ہر ایک ایماندار آدمی جتنی زیادہ کتب کی سیر کرتا ہے۔ اتنی ہی اس کو ان سے کدورت اور نفرت ہوتی جاتی ہے۔‘‘

الغرض عیسائیوں کے جدید فرقوں میں باہم یا کلیسائے روم سے اعتقاداتِ مذہبی میں کیسا ہی اختلافِ عظیم ہو مگر اس باب خاص میں وہ سب متفق الرائے ہیں کہ جو قومیں دینِ مسیحی کے دائرہ سے باہر ہیں اُن سے کوئی سلسلہ مواجب و حقوقِ مشترکہ کا قائم رکھنا یا کسی قسم کا فرض اُن کی نسبت بجا لانا حرام مطلق ہے برخلاف دینِ مسیحی کے یہ بات اسلام کی طینت میں داخل نہیں کہ اور اہل مذاہب سے کنارہ کشی اختیار کرے۔ اس زمانۂ جاہلیت میں جبکہ نصف دنیا پر اخلاقی اور تمدنی تاریکی چھائی ہوئی تھی۔ آنحضرتؐ نے وہ اصول تمام بنی آدم کی مساوات کے تعلیم فرمائے جن کی قدر اور مذہبوں میں بہت کم کی جاتی تھی۔ چنانچہ وہ لائق مؤرخ (ہالمؔ صاحب) جس کا قول ہم نے پہلے نقل کیا ہے لکھتا ہے کہ ’’دین اسلام بندگانِ خدا پر عرض کیا گیا مگر کبھی ان سے جبراً انہیں قبول کرایا گیا اور جس شخص نے اس دین کو بطیبِ خاطر قبول کیا اس کو وہی حقوق بخشے گئے۔ جو قوم فاتح کے تھے اور اس دین نے مغلوب قوموں کو ان شرائط سے بری کر دیا جو ابتدائے خلقتِ عالم سے پیغمبر اسلام کے زمانہ تک ہر ایک فاتح نے مفتوحین پر قائم کئے تھے۔‘‘

ہم اس امر کا قطعی انکار کرتے ہیں کہ اسلام نے کبھی لوگوں کو زبردستی مسلمان کرنا چاہا ہو بلکہ اسلام نے فقط اپنی ذات کی حفاظت کے لئے تلوار پکڑی اور اسی غرض سے شمشیر بکف رہا۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل صفحہ ۸۳ تا ۸۵)

۱۳۔ يٰۤاَيُّهَا النَّبِيُّ اِذَا جَآءَكَ الْمُؤْمِنٰتُ يُبَايِعْنَكَ عَلٰۤى اَنْ لَّا يُشْرِكْنَ
بِاللّٰهِ شَيْـًٔا وَّ لَا يَسْرِقْنَ وَ لَا يَزْنِيْنَ وَ لَا يَقْتُلْنَ اَوْلَادَهُنَّ وَ لَا يَاْتِيْنَ
بِبُهْتَانٍ يَّفْتَرِيْنَهٗ بَيْنَ اَيْدِيْهِنَّ وَ اَرْجُلِهِنَّ وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ
فَبَايِعْهُنَّ وَ اسْتَغْفِرْ لَهُنَّ اللّٰهَ ؕ اِنَّ اللّٰهَ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔

ترجمہ۔اے نبی! جب تیرے پاس ایماندار عورتیں آئیں کہ تجھ سے بیعت کریں اس بات کی کہ شرک نہ کریں گی اللہ کے ساتھ کسی کا اور نہ چوری کریں گی اور نہ زنا کریں گی اور نہ اپنی اولاد کو مار ڈالیں گی اور نہ کوئی بہتان نکالیں گی کہ وہ جھوٹ بنالیں اپنے آپس میں خود ہی اور نہ تیری نافرمانی کریں گی کسی اچھے کام میں تو تُو ان سے بیعت لے لیا کر اور ان کے لئے مغفرت کی دعا مانگا کر اللہ سے۔بے شک اللہ غفورالرحیم ہے۔

تفسیر: ایک اور غلطی ہے وہ طاعت درمعروف کے سمجھنے میں ہے کہ جن کاموں کو ہم معروف نہیں سمجھتے اس میں طاعت نہ کریں گے۔ یہ لفظ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے بھی آیا ہے۔ وَ لَا يَعْصِيْنَكَ فِيْ مَعْرُوْفٍ اب کیا ایسے لوگوں نے حضرت محمدؐ رسول اللہؐ کے عیوب کی بھی کوئی فہرست بنا لی ہے۔اسی طرح حضرت صاحب نے بھی شرائط بیعت میں طاعت درمعروف لکھا ہے۔اس میں ایک سِرّ ہے۔ (بدر جلد ۸ نمبر ۵۲ مورخہ ۲۱/۱ اکتوبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۱۱)



سُوْرَۃُ الصَّفِّ مَدَنِیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔

ہم سورۂ صف کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اس اللہ کے نام سے جو رحمٰن ورحیم ہے۔

۷۔ وَ اِذْ قَالَ عِيْسَى ابْنُ مَرْيَمَ يٰبَنِيْۤ اِسْرَآءِيْلَ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ مُّصَدِّقًا لِّمَا بَيْنَ يَدَيَّ مِنَ التَّوْرٰىةِ وَ مُبَشِّرًۢا بِرَسُوْلٍ يَّاْتِيْ مِنْۢ بَعْدِي اسْمُهٗۤ اَحْمَدُ ؕ فَلَمَّا جَآءَهُمْ بِالْبَيِّنٰتِ قَالُوْا هٰذَا سِحْرٌ مُّبِيْنٌ ۔

ترجمہ۔ اور یاد کر جب عیسیٰ مریم کے بیٹے نے کہا اے بنی اسرائیل میں اللہ کا بھیجا ہوا آیا ہوں تمہاری طرف اس کو سچا بتاتا ہوں جو میرے سامنے ہے تورات۔ اور خوش خبری سناتا ہوں ایک رسول کی جو میرے بعد آئے گا اور اس کا نام احمدؐ ہے۔ پھر جب وہ رسول ان کے پاس آ گیا کھلے کھلے نشان لے کر تو بولے یہ تو صریح قطع تعلق کرانے والا ہے۔

تفسیر۔ اور جب کہا عیسیٰ مریم کے بیٹے نے۔ اے بنی اسرائیل میں بھیجا آیا ہوں اللہ کا تمہاری طرف سچا کرتا اس کو جو مجھ سے آگے ہے توراہ اور خوش خبری سناتا ایک رسول کی جو آوے گا مجھ سے پیچھے اس کا نام ہے احمدؐ۔

اس بشارت کو یوحنا نے اپنی انجیل میں لکھا ہے۔ دیکھو یوحنا ۱۴ باب ۱۵۔۱۷۔ میرے کلموں پر عمل کرو میں اپنے باپ سے درخواست کروں گا اور وہ تمہیں دوسرا تسلی دینے والا بخشے گا کہ ہمیشہ تمہارے ساتھ رہے۔

قرآن نے کہا ہے۔ مسیحؑ نے احمدؐ کی بشارت دی اور یہ بشارت نبیؐ عرب نے عیسائیوں کے سامنے پڑھ کر سنائی اور کسی کو انکار کرنے کا موقع نہ ملا۔ زمانہ دراز کے بعد جب قرآنی محاورات سے

بے خبری پھیلی۔ پادریوں نے کہہ دیا۔ یہ بشارت انجیل میں نہیں۔

پیشتر زمانے میں اناجیل کے باب اور آیت نہ تھے۔ وَاِلَّا پرانے اہلِ اسلام نشان دیتے۔ فارقلیط اور پرکلیٹاس یا پرکلیٹوس پر بڑی بحثیں ہوئی ہیں۔ میں کہتا ہوں یوحنا ۱۴ باب ۱۵ میں ہے۔ دوسرا تسلی دینے والا اور عرب کی کتب لغت میں حمد کے مادے میں دیکھ جاؤ۔ اَلْعَوْدُ اَحْمَدُ۔ دوسرے آنے والے کو احمد کہتے ہیں۔ اور یہ بات بطور مثل عرب میں مشہور و معروف تھی۔ یہ بشارت قرآنیہ یوحنا ۱۴ باب ۱۵ کے بالکل مطابق ہے کیونکہ یوحنا ۱۶ باب ۱۲۔ ’’میری اَور بھی بہت سی باتیں ہیں کہ میں تمہیں کہوں۔ پر اب تم اس کی برداشت نہیں کر سکتے۔ لاکن جب وہ رُوحِ حق آوے تو وہ تمہیں ساری سچائی کی راہ بتاوے گی اس لئے کہ وہ اپنی نہ کہے گی۔ لاکن جو کچھ وہ سنے گی سو کہے گی اور تمہیں آئندہ کی خبریں دے گی اور وہ میری بزرگی کرے گی اس لئے کہ وہ میری چیزوں سے پاوے گی اور تمہیں دکھلائے گی۔ سب چیزیں جو باپ کی ہیں میری ہیں اس لئے میں نے کہا کہ وہ میری چیزوں سے لے گی اور تمہیں دکھاوے گی۔ یوحنا ۱۶ باب ۱۲۔

لاکن فارقلیط روح القدس وہ جسے میں باپ کی طرف سے بھیجوں گا۔ روحِ حق جو باپ سے نکلتی ہے آوے تو وہ میرے لئے گواہی دے گی اور تم بھی گواہی دو گے کیونکہ تم شروع سے میرے ساتھ ہو۔ میں نے تمہیں یہ باتیں کہیں کہ تم ٹھوکر نہ کھاؤ۔ یوحنا ۱۵ باب ۲۶، ۱۶ باب ۱۔ اس بشارت پر غور کرو صاف صاف نبیٔ عربؐ کے حق میں ہے۔

روح القدس اور روح الحق ہی قرآن لائے۔ دیکھو

قُلْ نَزَّلَهٗ رُوْحُ الْقُدُسِ مِنْ رَّبِّكَ بِالْحَقِّ لِيُثَبِّتَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا۔[1] (النحل: ۱۰۳)

رَفِيْعُ الدَّرَجٰتِ ذُو الْعَرْشِ ۚ يُلْقِي الرُّوْحَ مِنْ اَمْرِهٖ عَلٰى مَنْ يَّشَآءُ مِنْ عِبَادِهٖ لِيُنْذِرَ يَوْمَ

[1] تو کہہ اس کو اتارا ہے پاک فرشتے نے تیرے رب کی طرف سے تحقیق تا ثابت کرے ایمان والوں کو۔

التَّلَاقِ۔[۱] (المومن:۱۶)

بلکہ قرآن نے بڑے زور ہاں نہایت بڑے زور سے کہا ہے۔ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) مظہرِ اتم اورحق ہیں۔ غور کرو۔

۱۔ وَ قُلْ جَآءَ الْحَقُّ وَ زَهَقَ الْبَاطِلُ اِنَّ الْبَاطِلَ كَانَ زَهُوْقًا۔[۲] (بنی اسرائیل:۸۲)

۲۔ اِنَّ الَّذِيْنَ يُبَايِعُوْنَكَ اِنَّمَا يُبَايِعُوْنَ اللّٰهَ۔[۳] (الفتح:۱۱)

۳۔ وَمَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى۔[۴] (الانفال:۱۸)

عیسائی خوش اعتقاد جیسے الوہیت مسیحؑ اور کفّارے پر یقین کر بیٹھے ہیں ایسے ہی یہ بھی خیال و وہم کرتے ہیں کہ یہ بشارت مسیحؑ کے حق میں اور یا روح القدس کے حق میں ہے۔ جو حواریوں پر اُتری۔

حالانکہ یہ خیال عیسائیوں کا نہایت غلط ہے۔

اول تو اس لئے۔ مسیحؑ فرماتے ہیں میرے وصایا کو محفوظ رکھو۔ پھر اس روح کی خبر دیتے ہیں۔ پس اگر وہ روح مراد ہوتی ہے جو حواریوں پر اتری تو اس کی نسبت ایسی تاکید ضروری نہ تھی۔ کیونکہ جس پر نازل ہوتی ہے۔ اسے اشتباہ ہی کیا ہوتا ہے۔ حواری تو نزول روح کے عادی تھے۔

دومؔ یوحنا ۱۶ا باب ۷ میں اس رُوح کی تعریف میں لکھا ہے۔ وہ روحِ پاک میرے نام سے ہر بات تم کو سکھلاویگی۔ اور یاد دلاوے گی تم کو وہ باتیں جو میں نے کہی ہیں۔ اعمال حواریوں سے معلوم نہیں ہوتا کہ مسیحؑ کے فرمانے سے حواری کچھ بھول گئے تھے۔ اور اس روح القدس نے جو حواریوں پر اتری۔ حواریوں کو کچھ یاد دلایا۔

ہاں نبیؐ عرب نے بہت کچھ یاد دلایا۔ عیسائی مسیحؑ کی خالص ہاں صرف انسانیت بھول گئے

۱؎ صاحب اونچے درجوں کا مالک تخت کا اتارتا ہے بھید کی بات اپنے حکم سے جس پر چاہے اپنے بندوں میں کہ وہ ڈراوے ملاقات کے دن سے۔ ۲؎ تو کہہ آیا سچ اور نکل بھاگا جھوٹ بیشک جھوٹ سے نکل بھاگنے والا۔ ۳؎ جو لوگ ہاتھ ملاتے ہیں تجھ سے وہ ہاتھ ملاتے ہیں اللہ سے۔ ۴؎ تو نے نہیں پھینکی مٹھی خاک جس وقت پھینکی تھی لیکن اللہ نے پھینکی۔

تھے۔عام بت پرستوں کی طرح الوہیت کوانسانیت سے ملادیا تھا۔مسیحؑ کومعبود بنا رکھا تھا۔اسی کوکفارہ اپنے معاصی کا بنا رہے تھے۔نبیؐ عرب نے سب کچھ یاد دلایا اور سیدھا راستہ بتایا۔

سوم۔ یوحنا ۱۵باب ۲۶،۱۶باب ۱میں ہے وہ روح میرے لئے گواہی دیگی۔اور تم بھی گواہی دیتے ہو۔

حواری تو مسیحؑ کوخوب جانتے تھے۔انہیں گواہی کی حاجت نہ تھی اور اوروں کواس روح نے جو حواریوں پر اتری گواہی دی نہیں۔ اور روح القدس نے کوئی گواہی دی ہے تو وہی گواہی ہے جو حواریوں نے دی۔اس روح القدس نے حواریوں سے علیحدہ ہرگز کوئی گواہی نہیں دی۔

چہارم۔ مسیحؑ نے فرمایا۔میرا جانا بہتر ہے۔میں جاؤں تو وہ آوے۔یوحنا ۱۶ باب ۷۔صاف عیاں ہے مسیحؑ کے وقت وہ روح نہ تھی۔حالانکہ روح القدس یوحنا بپتسمہ دینے والے کے وقت سے مسیحؑ کے ساتھ تھی۔

پنجم۔ یوحنا ۱۶باب ۷ میں ہے۔وہ سزا دے گی اور بالکل ظاہر ہے۔وہ روح جوحواریوں پر اتری بلکہ خود مسیحؑ اور مسیحؑ والی روح سزا دینے کے لئے نہ تھی۔دیکھو یوحنا ۱۲باب ۷ ۴

ششم۔یوحنا ۱۶ باب ۱۲ میں ہے۔ مجھے بہت کچھ کہنا ہے پر اب تم برداشت نہیں کر سکتے۔وہ روح جس کی بشارت ہے سب کچھ بتائے گی۔یہ فقرہ بڑی سخت حجت عیسائیوں پر ہے۔کیونکہ جوروح القدس حواریوں پراتری اس نے کوئی سخت اور نیا حکم نہیں سنایا۔تثلیث اورعموم دعوت غیرقوموں کی بلاہٹ توبقول عیسائیوں کے خود مسیحؑ فرما چکے تھے۔اور پولوس کی کارستانیوں نےتو کچھ گھٹایا ہے بڑھایا نہیں۔ ہاں اس روح القدس، اس روح الحق نے جسے فارقلیط کہیئے۔ پرکلیٹاس۔ پاراکلیٹوس کہیئے،محمدؐ کہیئے۔احمدؐ بولیئے۔عبداللہ اورآمنہ کے گھر جنم لے۔صدہا احکام حِلّت وحُرمت اورعبادات اورمعاملات کےقوانین مسیحی تعلیم پر بڑھا دیئے۔

فِدَاہُ اَبِیۡ وَ اُمِّیۡ!

ہفتم۔ یوحنا ۱۶باب ۱۳۔وہ اپنی نہ کہے گی اوریہی مضمون قرآن میں محمدؐ بن عبداللہ کی نسبت

ہے مَا یَنْطِقُ عَنِ الْھَوٰی۔ اِنْ ھُوَ اِلَّا وَحْیٌ یُّوْحٰی۔[۱] (النجم:۴،۵) اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ۔[۲] (الانعام:۵۱) قُلْ مَا یَکُوْنُ لِیْٓ اَنْ اُبَدِّلَہٗ مِنْ تِلْقَآیِٔ نَفْسِیْ ۚ اِنْ اَتَّبِعُ اِلَّا مَا یُوْحٰٓی اِلَیَّ۔[۳] (یونس:۱۶)　(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۲۳۸ تا ۲۴۱)

۹، ۱۰۔ یُرِیْدُوْنَ لِیُطْفِــُٔوْا نُوْرَ اللّٰہِ بِاَفْوَاھِھِمْ وَ اللّٰہُ مُتِمُّ نُوْرِہٖ وَ لَوْ کَرِہَ الْکٰفِرُوْنَ۔ ھُوَ الَّذِیْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَہٗ بِالْھُدٰی وَ دِیْنِ الْحَقِّ لِیُظْھِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ وَ لَوْ کَرِہَ الْمُشْرِکُوْنَ۔

ترجمہ۔ یہ چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کے نور کو اپنے منہ کی پھونکوں سے اور اللہ تو اپنے نور کو پورا کرنے والا ہے اگرچہ بُرا مانا کریں کافر۔ وہی اللہ ہے جس نے بھیجا اپنے رسول (محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو ہدایت کا سچا دین دے کرتا کہ اس کو غالب کرے سب ہی دینوں پر گو مشرک برا مانا ہی کریں۔

تفسیر۔ چاہتے ہیں کہ بجھا دیں اللہ کی روشنی اپنے منہ سے اور اللہ کو پوری کرنی ہے اپنی روشنی اور پڑے برا مانیں منکر۔ وہی ہے جس نے بھیجا اپنا رسول راہ کی سوجھ لے کر اور سچا دین کہ اس کو غالب کرے او پر تمام دینوں کے اور پڑے بُرا مانیں مشرک۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل۔ صفحہ ۶۵ حاشیہ)



۱۔ نہیں بولتا ہے اپنے چاؤ سے یہ تو حکم ہے جو بھیجتا ہے۔

۲۔ میں اسی پر چلتا ہوں جو مجھ کو حکم آتا ہے۔

۳۔ تو کہہ میرا کام نہیں کہ اس کو بدلوں اپنی طرف سے۔ میں تابع ہوں اسی کا جو حکم آوے میری طرف۔

سُوْرَۃُ الْجُمُعَۃِ مَدَنِیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔
ہم سورۂ جمعہ کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اس اللہ کے نام سے جس نے اگلی اور پچھلی جماعتوں کو پہلے سے نیک بنا رکھا ہے اور ان کی نیک کوششوں کا بدلہ دینے والا ہے۔

۲ تا ۶ ۔ یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَ مَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِکِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَکِیْمِ۔ ھُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْھُمْ یَتْلُوْا عَلَیْھِمْ اٰیٰتِہٖ وَ یُزَکِّیْھِمْ وَ یُعَلِّمُھُمُ الْکِتٰبَ وَ الْحِکْمَۃَ ق وَ اِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ وَّ اٰخَرِیْنَ مِنْھُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِھِمْ ط وَ ھُوَ الْعَزِیْزُ الْحَکِیْمُ۔ ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ ط وَ اللّٰہُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِیْمِ۔ مَثَلُ الَّذِیْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىۃَ ثُمَّ لَمْ یَحْمِلُوْھَا کَمَثَلِ الْحِمَارِ یَحْمِلُ اَسْفَارًا ط بِئْسَ مَثَلُ الْقَوْمِ الَّذِیْنَ کَذَّبُوْا بِاٰیٰتِ اللّٰہِ ط وَ اللّٰہُ لَا یَھْدِی الْقَوْمَ الظّٰلِمِیْنَ۔

ترجمہ۔ اللہ ہی کی تسبیح میں لگی ہوئی ہیں سب چیزیں جو آسمانوں اور زمین میں ہیں۔ جو سب کا بادشاہ پاک ذات غالب حکمت والا ہے۔ وہی اللہ جس نے اُمیوں میں (یعنی مکہ والوں میں) رسول انہیں میں سے بھیجا جو ان کو اس کی آیتیں پڑھ پڑھ کر سناتا اور ان کو پاک صاف کرتا اور ان کو کتاب و دانائی کی باتیں سکھاتا ہے بے شک وہ اس سے پہلے صریح ناسمجھی میں تھے۔ اور ان میں سے پچھلوں کو جو ابھی ان سے ملے نہیں اور وہی زبردست حکمت والا ہے۔ یہ اللہ کا فضل ہے وہ جس کو چاہتا ہے دے دیتا ہے اور اللہ بڑا ہی فضل والا ہے۔ ان لوگوں کی مثال جن پر توریت لادی گئی ہے پھر انہوں نے اس کو اٹھایا ہے (ان کی مثال) ایسی ہے جیسے ایک گدھا ہے جو کتابوں سے لدا ہے۔ بُری مثال ہے

لوگوں کی جنہوں نے جھٹلایا اللہ کی آیتوں کو اور بے جا کام کرنے والوں کی چال تو اللہ کی بتائی ہوئی نہیں۔

تفسیر۔ یہ ایک سورۂ شریفہ ہے اور ایسی مہتم بالشان سورۃ ہے کہ مسلمانوں میں جمعہ کے دن پہلی رکعت میں نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے عہد، صحابہ، تابعین، تبع تابعین کے زمانہ تک سنائی جاتی تھی۔ اور اب تک بھی پڑھی جاتی ہے۔ اس سے تم اندازہ کرلو کہ کس قدر مسلمان گزرے ہیں اور آج تک کس قدر جمعے پڑھے گئے ہیں۔ اور پھر اس سورہ شریف کو پڑھ کر نبی کریم علیہ الصلوٰۃ والتسلیم کا اتباع کیا ہے اور اس سورۃ کو جمعہ کے دن خصوصًا پڑھ کر لوگوں کو آگاہ کیا ہے۔ پھر جمعہ ہی کو نہیں بلکہ احادیث سے ثابت ہے کہ نبی کریم علیہ التحیۃ والتسلیم جمعرات کو بھی عشاء کی پہلی رکعت میں اس کو پڑھا کرتے تھے۔ پس ہر ہفتہ میں دو بار جہری قرأت کے ساتھ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے اس سورۃ کو پہنچایا ہے۔ اس سے صاف پایا جاتا ہے کہ ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو کس قدر اہتمام اس سورۃ کی تبلیغ میں تھا۔ پس مسلمانوں کو لازم ہے کہ وہ اس سورۃ شریف پر بہت بڑی غور و فکر کریں اور میں تمہیں پکار کر کہتا ہوں کہ اَفَلَا یَتَدَبَّرُوْنَ؟

میں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے اس التزام اور اہتمام پر نظر کر کے اس سورہ شریف پر خاص غور کی ہے۔ یوں تو قرآن شریف میری غذا اور میری تسلی اور اطمینان کا سچا ذریعہ ہے اور میں جب تک ہر روز اس کو کئی مختلف رنگ میں پڑھ نہیں لیتا۔ مجھے آرام اور چین نہیں آتا۔ بچپن ہی سے میری طبیعت خدا نے قرآن شریف پر تدبر کرنے والی رکھی ہے۔ اور میں ہمیشہ دیر دیر تک قرآن شریف کے عجائبات اور بلند پروازیوں پر غور کیا کرتا ہوں۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے جو اس قدر اہتمام اس کی تبلیغ میں کیا ہے۔ اس نے مجھے اس سورۂ شریف پر بہت ہی زیادہ غور اور فکر کرنے کی طرف متوجہ کیا اور میں نے دیکھا ہے کہ اس سورۂ شریف میں قیامت تک کے عجائبات سے آگاہ کیا گیا ہے۔

بڑے بڑے عظیم الشان مقاصد جو جمعہ میں رکھے گئے ہیں ان سے آگاہ کیا ہے۔ میرا اپنا خیال نہیں، نہیں ایمان بلکہ اس سے بھی بڑھ کر میں کہتا ہوں۔ میرا یقین ہے اور میں علیٰ وجہ البصیرت کہتا ہوں کہ وہ ٹھوکریں جو اس عظیم الشان جمعہ (منجملہ ان کے مسیح موعود کے نزول کا مسئلہ بھی ہے) میں لوگوں کو لگی

ہیں وہ اسی عدم تدبر ہی کی وجہ سے لگی ہیں۔ اگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اس التزام پر عمیق نگاہ کی جاتی۔ اور اس سورۃ پر تدبر ہوتا تو میں کہہ سکتا ہوں کہ بہت کم مشکلات ان لوگوں کو پیش آتیں۔

غرض یہ سورۃ اپنے اندر لاانتہا حقائق اور عجائبات رکھتی ہے اور قیامت تک کے واقعات کو بیان کرتی ہے۔ جن پاک الفاظ سے اس کو شروع کیا گیا ہے۔ اگر کم از کم ان الفاظ پر ہی غور وفکر کی جاتی تو مجھے امید ہوتی ہے کہ اسماء الٰہی میں تو کم از کم ٹھوکر نہ لگتی۔ وہ پاک الفاظ جن سے اس سورۃ کا شروع ہوتا ہے۔ یہ ہیں یُسَبِّحُ لِلّٰہِ مَا فِی السَّمٰوٰتِ وَمَا فِی الْاَرْضِ الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِیْزِ الْحَكِیْمِ ۔ جو کچھ زمین وآسمان میں ہے۔ وہ سب اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں۔ اس اللہ کی جو الْمَلِكُ ہے الْقُدُّوْس ہے الْعَزِیْز ہے اور الْحَكِیْم ہے۔

تسبیح کیا ہوتی ہے؟ سورۃ بقرۃ کے ابتدا میں اللہ تعالیٰ نے ملائکہ کی زبان سے بتایا ہے۔ نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ وَ نُقَدِّسُ لَكَ۔[1] (البقرۃ:۳۱) قرآن شریف میں جہاں تسبیح کا لفظ آیا ہے۔ وہاں کچھ ایسے احسان اور انعام مخلوق پر ظاہر کئے ہیں جن سے حمد الٰہی ظاہر ہوتی ہے۔ اور ان احسانات اور انعامات پر غور کرنے کے بعد بے اختیار ہو کر انسان حمدِ الٰہی کرنے کے لئے اپنے دل میں ایک جوش پاتا ہے ہمارے پاک سید ومولیٰ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے فرمایا ہے۔ سُبْحٰنَ الَّذِیْٓ اَسْرٰى بِعَبْدِهٖ لَیْلًا مِّنَ الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ اِلَى الْمَسْجِدِ الْاَقْصَا ۔[2] (بنی اسرائیل:۲) اور پھر حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام کو ارشاد ہوتا ہے۔ سَبِّحِ اسْمَ رَبِّكَ الْاَعْلٰى (الاعلیٰ:۲) غرض جہاں جہاں ذکر آیا ہے خدا کے محامد، بزرگیاں اور عجیب شان کا تذکرہ ہوتا ہے تو اس سورۃ کو جو یُسَبِّحُ لِلّٰہِ سے شروع فرمایا گیا ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ کے محامد اور انعامات اور احسانات اور فضلِ عظیم کا تذکرہ یہاں بھی موجود ہے۔ ہر چیز جو زمین اور آسمان میں ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتی ہے۔ یہ ایک بدیہی اور صاف مسئلہ ہے۔ نادان دہریہ یا حقائق الاشیاء سے ناواقف سوفسطائی اس راز کو نہ سمجھ سکے تو

---

[1] ہم تو تیری تعریف کے ساتھ کہتے ہیں کہ تیری ذات پاک خوبیوں ہی خوبیوں والی اور سب عیبوں سے پاک ہے۔

[2] ۔ وہ پاک ذات ہے جو لے گیا اپنے پیارے محمدؐ کو راتوں رات مسجد حرام سے اس اخیر مسجد تک۔

یہ امر دیگر ہے مگر مشاہدہ بتا رہا ہے کہ کس طرح پر ذرہ ذرہ خدا تعالیٰ کی تقدیس اور تسبیح بیان کر رہا ہے۔ دیکھو ایک لَوْ جوز مین سے نکلتی ہے۔ بلکہ میں اس کو وسیع کر کے یوں کہہ سکتا ہوں کہ وہ پتہ جو بول و براز میں سے نکلتا ہے۔ کیسا صاف شفاف ہوتا ہے۔ کیا کوئی وہم وگمان کر سکتا تھا کہ اس گندگی میں سے اس قسم کا لہلہاتا ہوا سبزہ جو آنکھوں کو طراوت دیتا ہے۔ نکل سکتا ہے۔ اس پتّہ کی صفائی نزاکت اور نظافت خود اس امر کی زبردست دلیل اور شہادت ہے کہ وہ اپنے خالق کی تسبیح کرتا ہے۔ اسی طرح پر ذرا اور بلند نظری سے کام لو اور دیکھو کہ انسان کے جس قدر عمدہ کام ہیں وہ روشنی میں کرتا ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ کے جتنے عجائبات ہیں وہ سب پردہ میں ہوتے ہیں اور پھر کیسے صاف' کیسے دل خوش کن اور اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرنے والے ہوتے ہیں۔ ایک انار کے دانہ کو دیکھو۔ کیسے انتظام اور خوبی کے ساتھ بنایا گیا ہے۔ کیا وہ دانہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح نہیں کرتا؟ اسی طرح پر آسمان اور آسمان کے عجائبات اور اجرام کو دیکھو۔ نیچر کے عجائبات سے ناواقف تو عجائبات نیچر کی ناواقفیت کی وجہ سے یہ کہہ دیتا ہے کہ فلاں امر خلافِ نیچر ہے۔ مگر میرا یقین یہ ہے کہ جس جس قدر سائنس اور دوسرے علوم ترقی کرتے جائیں گے۔ اسی قدر اسلام کے عجائبات اور قرآن شریف کے حقائق اور معارف زیادہ روشن اور درخشاں ہوں گے اور خدا کی تسبیح ہوگی۔

غرض یہ سچی بات ہے کہ آسمان اور زمین میں جو کچھ ہے وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتا ہے۔ ہر ایک ذرہ گواہی دیتا ہے کہ وہ خالق ہے اور اسی کی ربوبیت اور حیات اور قیومیّت کے باعث ہر چیز کی حیات اور قائمی ہے۔ اسی کی حفاظت سے محفوظ ہے۔

پھر یہ بھی کہ وہ اللہ اَلْمَلِكُ ہے۔ وہ مالک ہے۔ اگر سزا دیتا ہے تو مالکانہ رنگ میں۔ اگر پکڑتا ہے تو جابرانہ نہیں بلکہ مالکانہ رنگ میں تاکہ ماخوذ شخص کی اصلاح ہو۔ پھر وہ کیسا ہے؟ اَلْقُدُّوْس ہے اُس کی صفات وحمد میں کوئی چیز ایسی نہیں ہے جو نقصان کا موجب ہو۔ بلکہ وہ صفاتِ کاملہ سے موصوف اور ہر نقص اور بدی سے منزہ اَلْقُدُّوْس ہے۔

قرآن شریف پر تدبر نہ کرنے کی وجہ سے کہو۔ یا اسماء الٰہی کی فلاسفی نہ سمجھنے کی وجہ سے۔ غرض یہ

ایک بڑی غلطی پیدا ہوگئی ہے کہ بعض وقت اللہ تعالیٰ کے کسی فعل یا صفت کے ایسے معنے کر لئے جاتے ہیں۔ جو اس کی دوسری صفات کے خلاف ہوتے ہیں۔ اس لئے میں تمہیں ایک گُر بتاتا ہوں کہ قرآن شریف کے معنے کرنے میں ہمیشہ اس امر کا لحاظ رکھو کہ کبھی کوئی معنے ایسے نہ کئے جاویں جو صفاتِ الٰہی کے خلاف ہوں۔ اسماءِ الٰہی مدنظر رکھو۔ اور ایسے معنے کرو اور دیکھو کہ قدوسیت کو بٹہ تو نہیں لگتا۔ لغت میں ایک لفظ کے بہت سے معنے ہو سکتے ہیں اور ایک ناپاک دل انسان کلامِ الٰہی کے گندے معنے بھی تجویز کر سکتا ہے اور کتابِ الٰہی پر اعتراض کر بیٹھتا ہے۔ مگر تم ہمیشہ یہ لحاظ رکھو کہ جو معنے کرو۔ اس میں دیکھ لو کہ خدا کی صفتِ قدوسیت کے خلاف تو نہیں ہے؟ اللہ تعالیٰ کے سارے کام حق و حکمت کے بھرے ہوئے ہوتے ہیں۔ جس سے اس کی اور اس کے رسول اور عامۃ المومنین کی عزت و بڑائی کا اظہار ہوتا ہے۔

لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ (المنفقون:۹) مومنوں کو معزز کرتا ہے اور پھر ان سے بڑھ کر اپنے رسولوں کو عزت دیتا ہے۔ اور سچی عزت اور بڑائی حقیقی اللہ تعالیٰ ہی کو سزاوار ہے۔ غرض ہر قول و فعل میں مومن کو لازم ہے کہ وہ اللہ تعالیٰ کی عزت کا خیال کرے کیونکہ وہ اَلْعَزِيْز ہے۔

ظالم طبع انسان کی عادت ہے کہ جب خدا تعالیٰ کی طرف سے ایک فعل سرزد ہوتا ہے تو وہ اس میں اپنی طرف سے نکتہ چینی کرنے لگتا ہے۔ آدم کی بعثت پر نَحْنُ نُسَبِّحُ بِحَمْدِكَ کہنے والے اپنی کمیٔ علم اور ناواقفی کی وجہ سے اَتَجْعَلُ فِيْهَا مَنْ يُّفْسِدُ فِيْهَا وَ يَسْفِكُ الدِّمَآءَ۔[1] (البقرة:۳۱) پکار اٹھے۔ مگر چونکہ یہ گروہ صاف طینت تھا۔ آخر اس نے اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ۔[2] (البقرة:۳۳) کہہ کر اللہ تعالیٰ کے اس فعل خلافتِ آدم کو حکمت سے بھرا ہوا تسلیم کر لیا۔ مگر وہ لوگ جو خدا سے دور ہوتے ہیں۔ وہ عجائباتِ قدرت سے ناآشنا محض اور اسماءِ الٰہی کے علم سے بالکل بے بہرہ ہوتے ہیں۔ وہ

۱؎ کیا آپ ایسے شخص کو نائب بنائیں گے زمین میں جو وہاں فتنہ انگیزی اور خون ریزی کرے گا۔

۲؎ ہاں ہاں تیری ہی ایسی ذات پاک ہے جو کامل علم اور کامل حکمت والی ہے۔

اپنے خیال اور تجویز کے موافق کچھ چاہتے ہیں۔ جو نہیں ہوتا۔ جیسا ہمارے سردار سرور عالم فخرِ بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر کہہ اٹھے۔ لَوْ لَا نُزِّلَ هٰذَا الْقُرْاٰنُ عَلٰى رَجُلٍ مِّنَ الْقَرْيَتَيْنِ عَظِيْمٍ۔[1] (الزخرف:۳۲) یہ لوگ اللہ تعالیٰ کو اَلْحَكِيْمُ نہیں مانتے۔ ورنہ وہ اس قسم کے اعتراض نہ کرتے۔ اور یقین کر لیتے کہ اَللّٰهُ اَعْلَمُ حَيْثُ يَجْعَلُ رِسَالَتَهٗ۔[2] (الانعام:۱۲۵) اسی طرح شیعہ نے خلافتِ خلفاء پر بعینہٖ وہی اعتراضات کئے جو کفار نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت پر کئے۔

حکیم کے معنی ہی ہیں اپنے محل پر ہر ایک چیز کو رکھنے والا اور مضبوط و محکم رکھنے والا۔ پھر اگر الحکیم صفت پر ایمان ہو تو بعثتِ خاتم الانبیاء صلی اللہ علیہ وسلم کا انکار کر کے کیوں اپنے ایمان کو ضائع کرتے۔ غرض اللہ تعالیٰ یہاں بتاتا ہے کہ اس کے قول اور فعل میں سراسر حکمت ہوتی ہے اس لئے اس کے انکار سے بچنے کے لئے یہی اصول ہے کہ اللہ تعالیٰ کو الحکیم مانو۔

پس جو کچھ زمین و آسمان میں ہے۔ وہ اللہ تعالیٰ کی تسبیح کرتے ہیں۔ اس اللہ کی جو الْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ہے۔ زمین و آسمان کے تمام ذرات اللہ تعالیٰ کی ہستی اور اس کی ان صفات پر گواہ ہیں پس زمینی علوم یا آسمانی علوم جس قدر ترقی کریں گے۔ خدا تعالیٰ کی ہستی اور ان صفات کی زیادہ وضاحت زیادہ صراحت ہوگی۔ میں اپنے ایمان سے کہتا ہوں کہ مَیں ہرگز ہرگز تسلیم نہیں کرتا کہ علوم کی ترقی اور سائنس کی ترقی قرآن شریف یا اسلام کے مخالف ہے۔ سچے علوم ہوں وہ جس قدر ترقی کریں گے۔ قرآن شریف کی حمد اور تعریف اسی قدر زیادہ ہوگی۔

اس سورۃ شریف کو ان پاک الفاظ سے شروع کرنے کے بعد اللہ تعالیٰ اپنا ایک انعام پیش کرتا ہے۔

هُوَ الَّذِىْ بَعَثَ فِى الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِىْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔

---

[1] یہ قرآن کیوں نہ اتارا گیا بڑے آدمی پر دو بڑی بستیوں کے رہنے والوں سے۔

[2] اللہ خوب جانتا ہے کہ کہاں اپنی رسالت رکھنی چاہئے۔

اُس اللہ نے (جس کی تسبیح زمین و آسمان کے ذرّات اور اجرام کرتے ہیں۔ اور ہر شئے جوان میں ہے۔ وہ اللہ جو اَلْمَلِكِ الْقُدُّوْسِ الْعَزِيْزِ الْحَكِيْمِ ہے) اُمِّیُّوْن میں (عربوں میں) ان میں ہی کا ایک رسول ان میں بھیجا جو ان پر اللہ کی آیتیں تلاوت کرتا ہے۔ اور ان کو پاک صاف کرتا ہے۔ اور ان کو الکتاب اور الحکمۃ سکھاتا ہے۔ اور اگرچہ وہ اس رسول کی بعثت سے پہلے کھلی کھلی اور خدا سے قطع تعلق کر دینے والی گمراہی میں تھے۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۱۳ مورخہ ۱۳۱ اگست ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۰ تا ۱۲)

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت مکہ والوں میں اللہ تعالیٰ کی عزت اور حمد کا ایک بین ثبوت ہے کیونکہ جس وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مبعوث ہوئے، اہل دنیا اس رشتہ سے جو انسان کو اپنے خالق کے ساتھ رکھنا ضروری ہے۔ بالکل بے خبر اور ناآشنا تھے۔ ہزاروں ہزار مشکلات اس رشتہ کے سمجھنے ہی میں پیدا ہوگئی تھیں۔ اُس کا قائم کرنا اور قائم رکھنا تو اور بھی مشکل تر ہو گیا تھا۔ کتبِ الٰہیہ اور صحفِ انبیاء علیہم السلام میں تاویلاتِ باطلہ نے اصل عقائد کی جگہ لے لی تھی۔ اور پھر ان کی خلاف ورزی مقدرت سے باہر تھی۔ دنیا پرستی بہت غالب ہوئی ہوئی تھی۔ ان کے بڑے بڑے سجادہ نشین احبار اور رہبانوں کو اپنی گدیاں چھوڑنا محال نظر آتا تھا۔ خدا تعالیٰ نے بڑے لوگوں کا ذکر کیا۔ کیونکہ اس سے چھوٹوں کا خود اندازہ ہوسکتا تھا۔ اگر ہم ایک نمبردار کی حالت بیان کریں کہ ایک قحط میں اس پر فاقہ کشی کی مصیبت ہے تو اس سے چھوٹے درجہ کے زمیندار کا حال خود بخود معلوم ہو جاتا ہے۔ قرآن شریف نے نہایت جامع الفاظ میں فرما دیا ہے کہ ظَهَرَ الْفَسَادُ فِي الْبَرِّ وَ الْبَحْرِ (الروم:۴۲) جنگلوں اور سمندروں میں غرض ہر جگہ تری و خشکی پر فساد نمودار ہو چکا ہے۔ وہ جو اپنے آپ کو ابراہیم کے فرزند کہلاتے تھے ان کی نسبت قرآن ہی نے خود شہادت دی ہے۔ اَكْثَرُهُمْ فٰسِقُوْنَ (التوبة:۸) ان میں اکثر لوگ فاسق تھے۔ اور یہاں تک فسق و فجور نے ترقی کی ہوئی تھی کہ جَعَلَ مِنْهُمُ الْقِرَدَةَ وَالْخَنَازِيْرَ (المائدة:۶۱) یہ اس وقت کے لکھے پڑھے علماء سجادہ نشین خدا کی کتابِ مقدس کے وارث لوگوں کا نقشہ ہے کہ وہ ایسے ذلیل اور خوار ہیں۔ جیسے

بندر۔ وہ ایسے شہوت پرست اور بے حیا ہیں جیسے خنزیر۔ اس سے اندازہ کرو۔ ان لوگوں کا جو پڑھے لکھے نہ تھے۔ جو کتابِ مقدس کے وارث نہ تھے۔ جو موسیٰؑ کی گدی پر نہ بیٹھے ہوئے تھے۔ پھر یہ تو ان کے اخلاقِ بد، عاداتِ بد یا عزت و ذلت کی حالت کا نقشہ ہے۔ اگرچہ ایک دانش مند اخلاقی حالت اور عرفی حالت کو ہی دیکھ کر روحانی حالت کا پتہ لگا سکتا ہے۔ مگر خود خدا تعالیٰ نے بھی بتا دیا ہے کہ روحانی حالت بھی ایسی خراب ہو چکی تھی کہ وہ عبدالطاغوت بن گئے تھے۔ یعنی حدود الٰہی کے توڑنے والوں کے عبد بنے ہوئے تھے۔ اُن کے معبود طاغوت تھے۔

اب خیال کرو کہ اخلاق پر وہ اثر، رُوح پر یہ صدمہ، عزت کی وہ حالت، یہ ہے وہ قوم جو نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ کہنے والی تھی۔ اس سے چھوٹے درجہ کی مخلوق کا خود قیاس کرلو۔ یہ نقشہ کافی ہے عقائد کے سمجھنے کے لئے، یہ کافی ہے عزت و آبرو کے سمجھنے کے لئے کہ جو بندر کی عزت ہوتی ہے۔ پھر یہ نقشہ کافی ہے اخلاق کے معلوم کرنے کے لئے جو خنزیر کے ہوتے ہیں کہ وہ سارا بے حیائی اور شہوت کا پتلا ہوتا ہے۔

جب ان لوگوں کا حال میں نے سنایا جو نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰہِ وَاَحِبَّآؤُہٗ۔[۱] (المائدۃ:۱۹) کہتے اور ابراہیمؑ کے فرزند کہلاتے تھے۔ تو عیسائیوں پر اسی کا قیاس کرلو، اُن کے پاس تو کوئی کتاب ہی نہ رہی تھی، اور کفارہ کے اعتقاد نے ان کو پوری آزادی اور اباحت سکھا دی تھی۔ اور عربوں کا حال تو ان سب سے بدتر ہوگا، جن کے پاس آج تک کتاب اللہ پہنچی ہی نہ تھی۔ اور پھر یہ خصوصیت سے عرب ہی کا حال نہ تھا۔ ایران میں آتش پرستی ہوتی تھی۔ سچے خدا کو چھوڑ دیا ہوا تھا، اور اہرمن اور یزدان دو جدا جدا خدا مانے گئے تھے۔ ہندوستان کی حالت اس سے بھی بدتر تھی جہاں پتھروں، درختوں تک کی پوجا اور پرستش سے تسلی نہ پا کر آخر عورتوں اور مردوں کے شہوانی قوٰی تک کی پرستش جاری ہو چکی تھی۔ غرض جس طرف نظر اٹھا کر دیکھو، جدھر نگاہ دوڑاؤ، دنیا کیا بلحاظ اخلاقِ فاضلہ اور کیا بلحاظ عبادات اور معاملات ہر طرح ایک خطرناک تاریکی میں مبتلا تھی اور دنیا کی

[۱] ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے پیارے ہیں۔

یہ حالت بالطبع چاہتی تھی کہ ع

مَردے ازغیب بروں آید و کارے بکند [۱]

چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے فضل وکرم سے ایک رسول کو عربوں میں مبعوث کیا جیسا کہ فرمایا:

هُوَ الَّذِيْ بَعَثَ فِي الْأُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ الآیہ

یہ رسولؐ صرف عربوں ہی کے لئے نہ تھا باوصفیکہ عربوں میں مبعوث ہوا۔ بلکہ اس کی دعوتِ عام اور کل دنیا کے لئے تھی جیسا کہ اس نے دنیا کو مخاطب کر کے سنایا

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ اِنِّيْ رَسُوْلُ اللّٰهِ اِلَيْكُمْ جَمِيْعًا (الاعراف:۱۵۹)

اے لوگو! میں تم سب کی طرف رسول ہو کر آیا ہوں۔ اور پھر ایک اور مقام پر اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

وَ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (الانبیاء:۱۰۸)

یعنی ہم نے تم کو تمام عالموں پر رحمت کے لئے بھیجا ہے۔ اسی لئے وہ شہر جہاں سرورِ عالم فخر بنی آدم صلی اللہ علیہ وسلم نے ظہور پایا۔ وہ ام القریٰ ٹھہرا۔ اور وہ کتابِ مبین جس کی شان ہے لَا رَيْبَ فِيْهِ۔ ام الکتاب کہلائی۔ اور وہ لسان جس میں ام الکتب اتری ام الالسنہ ٹھہری۔ یہ محض خدا تعالیٰ کا فضل تھا جو آدم زاد پر ہوا۔ اور بالخصوص عربوں پر اس رسول نے آ کر کیا:

يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۗ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ۔

پہلا کام یہ کیا کہ ان پر خدا کی آیات پڑھ دیں۔ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ۔ پھر نرے پڑھ دینے سے تو کچھ نہیں ہوسکتا۔ اس لئے دوسرا کام یہ کیا وَ يُزَكِّيْهِمْ ان کو پاک صاف کیا۔

رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی کس قدر عظیم شان اور بلند مرتبہ ہے۔ دوسرے کسی نبی کی بابت یہ نہیں کہا کہ يُزَكِّيْهِمْ۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی ذاتی قوتِ قدسی اور قوتِ تاثیر کا اس سے اندازہ ہوسکتا ہے کہ آپؐ نے عربوں اور دوسری قوموں پر کیا اثر ڈالا۔ عرب کی تاریخ سے جو لوگ واقف ہیں وہ جانتے ہیں کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے آ کر اس کی کایا پلٹ دی۔ ان کے اخلاق، عادات اور

---

[۱] باہر سے کوئی مرد آئے اور کوئی کارنامہ کرے۔

ایمان میں ایسی تبدیلی کی جو دنیا کے کسی مصلح اور ریفارمر کی قوم میں نظر نہیں آتی۔ جو شخص اس ایک ہی امر پر غور کرے گا۔ تو اُسے بغیر کسی چُون و چرا کے ماننا پڑے گا کہ ہمارے سید و مولیٰ صلی اللہ علیہ وسلم اپنی قوتِ قدسی اور تاثیر قوی اور افاضۂ برکات میں سب نبیوں سے بڑھ کر اور افضل ہیں اور یہی ایک بات ہے جو قرآن شریف اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت دوسری تمام کتابوں اور نبیوں کے مقابلہ میں بدیہی الثبوت ہے۔

عیسائیوں نے حضرت مسیحؑ کی شان میں غلو تو اس قدر کیا کہ (باوجودیکہ وہ اپنی عاجزی اور بے کسی کا ہمیشہ اعتراف کرتے رہے اور کبھی خدائی کا دعویٰ نہ کیا) ان کو خدا بنا دیا۔ لیکن اگر ان سے پوچھا جاوے کہ اس خدا نے دنیا میں آ کر کیا کِیا؟ تو میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ کوئی قابلِ اطمینان جواب اس قوم کے پاس نہیں ہے یہ ہم مانتے ہیں کہ جب مسیحؑ آئے اُس وقت یہودیوں کی ایمانی اور اخلاقی حالت بہت ہی گری ہوئی تھی۔ لیکن سوال یہ ہے کہ ان کے اخلاق اور عادات اور ایمان میں کیا تبدیلی کی؟ جب کہ وہ اپنے حواریوں کا بھی کامل طور پر تزکیہ نہ کر سکے۔ تو اَوروں کو تو کیا فیض پہنچتا؟

یہی موجودہ انجیل جو اس قوم کے ہاتھ میں ہے۔ اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ چند لالچی اور ضعیف الایمان آدمیوں کے سوا وہ کوئی جماعت جو اپنے تزکیہ نفس میں نمونہ ٹھہر سکے۔ دنیا کے سامنے پیش نہ کر سکے جو ہمیشہ اپنے مرشد و امام کے ساتھ بے وفائی کرتے رہے حتیٰ کہ بعض ان میں سے اس کی جان کے دشمن ثابت ہوئے۔ مگر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت قرآن شریف نے دعویٰ کیا ہے وَيُزَكِّيْهِمْ اور اس دعویٰ کا ثبوت بھی دیا۔ جب کہ ان میں حیرت انگیز تبدیلی پیدا کر دی۔ وہ قوم جو بت پرستی میں غرق تھی۔ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ کہنے والی ہی ثابت نہیں ہوئی بلکہ اس توحید کو جوش اور صدق سے انہوں نے قبول کیا کہ تلواروں کے سایہ میں بھی اس اقرار کو نہیں چھوڑا۔ ملک و مال، احباب رشتہ داروں کو چھوڑنا منظور کیا۔ مگر اس چھوڑی ہوئی بت پرستی کو پھر منظور نہ کیا۔

اپنے سید و مولیٰ رسولؐ کے ساتھ وہ وفاداری اور ثباتِ قدم دکھایا جس کی نظیر دنیا کی کوئی قوم پیش نہیں کر سکتی۔ یہاں تک کہ غیر قوموں کو بھی اس کا اعتراف کرنا پڑا۔ یہ واقعات ہیں جن کو کوئی جھٹلا نہیں

سکتا۔اس لئے مجھے ضرورت نہیں کہ میں ان پر کوئی لمبی بحث کروں۔میرا مطلب اور مدعا صرف یہ ظاہر کرنا ہے کہ دوسرا کام رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ کیا کہ ان کا تزکیہ کیا کہ ان کی حالت یہاں تک پہنچی۔

يَخِرُّوْنَ لِلْاَذْقَانِ يَبْكُوْنَ وَ يَزِيْدُهُمْ خُشُوْعًا (بنی اسرائیل:۱۱۰)

وہ روتے ہوئے ٹھوڑی کے بل گر پڑتے ہیں اور ان کو فروتنی میں ترقی ملتی ہے اور يَبِيْتُوْنَ لِرَبِّهِمْ سُجَّدًا وَّ قِيَامًا (الفرقان:۶۵) اپنے خدا کے سامنے سجدہ اور قیام میں رات کاٹ دیتے ہیں تَتَجَافٰى جُنُوْبُهُمْ عَنِ الْمَضَاجِعِ يَدْعُوْنَ رَبَّهُمْ خَوْفًا وَّ طَمَعًا (السجدۃ:۱۷) راتوں کو اپنی خواب گاہوں اور بستروں سے اٹھ اٹھ کر خوف اور امید سے اپنے رب کو پکارتے ہیں۔ پھر یہاں تک ان کا تزکیہ کیا کہ آخر رَضِيَ اللّٰهُ عَنْهُمْ وَ رَضُوْا عَنْهُ۔[1] (المائدۃ:۱۲۰) کی سند ان کو مل گئی۔کسی ہادی اور مصلح کی ایسی سچی تاثیر اور تزکیہ کا پتہ دو۔

میں نے ہزاروں ہزار کتابیں پڑھی ہیں اور دنیا کے مختلف مذاہب کو ٹٹولا اور تحقیق کیا ہے۔میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ اس قسم کی حیرت انگیز تبدیلی، کوئی ہادی، پیغمبر، نبی، رسول، اپنی قوم میں نہیں کر سکا جو ہماری سرکار نے کی ہے۔

اَللّٰهُمَّ صَلِّ عَلٰى مُحَمَّدٍ وَّ عَلٰى اٰلِ مُحَمَّدٍ وَّ بَارِكْ وَسَلِّمْ

یہ چھوٹی سی بات نہیں۔ یہ بہت بڑی عظیم الشان بات ہے۔اس وقت بھی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی قوتِ قدسی اور تاثیر افاضۂ برکات کا ایک زندہ نمونہ موجود ہے جس سے آپؐ کی شان اور ہمت اور علو مرتبت اور بھی بڑھ جاتی ہے کہ وہ تیرہ سو سال کے بعد بھی اپنی تاثیریں ویسی ہی زبردست اور قوی رکھتا ہے جس سے ہم ایک اربعہ متناسبہ کے قاعدہ سے یہ ثابت کر سکتے ہیں کہ اس کی تاثیریں ابدی ہیں اور وہ ابد الآباد کے لئے دنیا کا ہادی اور رسول ہے۔اس وقت ہمارا امام زندہ نمونہ ہے ان برکات اور فیوض کا۔جس نے آ کر ان فیوض اور برکات اور قدسی تاثیروں کا ثبوت دیا ہے۔جو صحابہ کی

---

[1] اللہ ان سے خوش ہو گیا ہے اور وہ اللہ سے راضی ہو چکے۔

کامیاب قوم پر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی فیضِ صحبت سے ہوئیں۔اگر دنیا میں کسی اور نبی کی برکات اور فیوض اس قسم کے ہیں تو پھر ان کے ماننے والوں کو چیلنج کرتے ہیں کہ اگر انہوں نے اپنی قوم کا تزکیہ کیا تھا تو اس کے ثبوت کے لئے آج کوئی مزکی نفس پیش کرو! اوروں کو جانے دو۔یسوع مسیح کو خدا بنانے والی قوم! اس کی خدائی کا کوئی کرشمہ اب ہی دکھائے۔مگر یہ سب مردہ ہیں۔جو ایک مردہ کی پرستش کرتے ہیں۔اس لئے وہ زندوں کا مقابلہ نہیں کر سکتے!

غرض دوسرا کام آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ تھا کہ وہ آیات جو آپؐ نے پڑھ کر سنائیں۔اپنے عمل سے اور اس کی تاثیروں سے بتا دیا کہ اس کا منشاء کیا ہے؟ منشاء بھی بتا دیا اور عمل کرا کر بھی دکھا دیا۔کیونکہ کتاب کا پڑھنا اور اس کے مطالب و منشاء سے آگاہ کر دینا کوئی بڑا کام نہیں۔جب تک کوئی ایسی بات نہ ہو کہ عمل کرنے کی روح پیدا ہو جاوے۔کتاب کا پڑھنا بھی ضائع ہو جاتا ہے۔جب کہ کوئی سننے کے لئے تیار نہیں۔جب تک پڑھنے والا خود نہیں سمجھتا۔دوسروں کو سمجھا نہیں سکتا۔اس لئے نہایت ضروری ہے کہ پہلے تعلیمات صحیحہ آ جاویں۔پھر ان کو پہنچایا جاوے اور سمجھایا جاوے کہ کیسے عمل درآمد ہوتا ہے۔یا خود کر کے دکھایا جاوے۔یہ ضروری مرحلہ ہے۔غور کر کے دیکھو۔کہ کیا یہود کے سامنے ایک بڑا بھاری انبار کتابوں کا نہ تھا۔کیا مجوس کے پاس کتابیں نہ تھیں۔کیا عیسائی اپنی بغل میں کتابِ مقدس مارے نہ پھرتے تھے۔اور کیا ان میں عمدہ باتیں بالکل نہ تھیں؟ تھیں اور ضرور تھیں۔مگر ان میں اگر کچھ نہ تھا تو صرف یہی نہ تھا کہ ان پر عمل کرا دینے والا کوئی نہ تھا۔جب تک ایک روح اس قسم کی نہ آوے جو انسان کو مزکی بنا دے اس وقت تک انسان ان تعلیمات سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۳۲ مورخہ ۱۰؍ستمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۷ تا ۹)

میں بیرونی مذاہب کو چھوڑ کر اندرونی فرقوں کی طرف توجہ کرتا ہوں۔کیا یہی قرآن شریف جو ہمارے سرورِ عالم سید ولد آدم صلی اللہ علیہ وسلم لے کر آئے تھے۔اس وقت سنیوں، شیعوں، خوارج اور اور بہت سے فرقوں کے پاس نہیں ہے؟ کیا واعظ، امام، قاری اور دوسرے لوگ ان میں نہیں ہیں؟ مگر سب دیکھیں اور اپنی اپنی جگہ غور کریں کہ کیا اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں؟ یہ سچی بات ہے کہ جب تک

کوئی مزکی نہ ہوتو تعلیمات سے فائدہ نہیں اٹھا سکتے۔یہی وجہ تھی کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا خَيْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِي یہ صدی جس میں مَیں ہوں۔ بڑی خیروبرکت کی بھری ہوئی ہے۔اور حقیقت میں وہ صدی بڑی ہی بابرکت تھی کیونکہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام اس میں موجود تھے اور آپ کی وساطت سے لوگ تزکیہ سے متمتع ہوتے تھے پھر آپؐ نے فرمایا کہ دوسری صدی بھی اس پہلی کی طرح خیروبرکت والی ہوگی۔ اور پھر تیسری پر بھی اس پہلی کا اثر پڑے گا۔مگر اس کے بعد جھوٹ پھیل جائے گا۔اب غور طلب یہ امر ہے کہ کیا قرآن شریف اس چوتھی صدی میں نہ رہا تھا جس میں جھوٹ کے پھیلنے کی آپؐ نے پیشگوئی فرمائی۔کیا تعامل اور حدیث ان میں نہ تھی؟ پھر وہ کیا بات ہے جو يَفْشُوا الْكَذِبُ کہا؟ بات اصل یہی ہے کہ وہ مزکی ان میں نہ رہا۔مزکی کو اٹھے ہوئے تین سو سال گزر گئے۔ بہت سے نادانوں نے مجھ سے سوال کیا ہے کہ ہم مہدی یا مسیح یا امام کی کیا ضرورت رکھتے ہیں جبکہ دلائل سے نتائج تک پہنچ جاتے ہیں۔تو پھر امام کی کیا ضرورت ہے؟ میں نے ان سے پوچھا ہے کہ اگر تمہیں امام کی کوئی ضرورت نہیں ہے تو اتنا بتاؤ کہ کتاب کی موجودگی میں معلم کی کیا ضرورت ہوتی ہے؟ اگر کہو بولی کے لئے ضرورت ہے تو میں پھر کہتا ہوں۔اچھا بولی سمجھتے ہو؟ ایک عمدہ پڑھا ہوا آدمی جس نے قرآن کو خوب پڑھا ہے اور فرض کرو۔ وہ قاری بھی ہو۔ وہ اپنی جان پر تجربہ کر کے صاف صاف بتادے کہ گھر میں لمبی قرأت کی نمازیں کس قدر پڑھتا ہے؟ اور باہر کس قدر؟ جس قدر جماعت میں التزام کیا جاتا ہے۔کیا گھر میں بھی ویسا ہی التزام کیا جاتا ہے؟ لیکن جب دیکھا جاتا ہے کہ باوصفیکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ جب نماز پڑھائے تو امام کو چاہیے کہ مقتدیوں کا لحاظ کرلے۔ان میں کوئی ضعیف ہے۔کوئی بیمار ہے وغیرہ۔اس لئے ان کے لحاظ پر چھوٹی چھوٹی سورتیں پڑھے لیکن تنہائی میں نمازوں کو لمبا کرے۔مگر غور کر کے دیکھ لو کہ معاملہ بالکل اس کے برخلاف ہے اور قضیہ بالعکس ہے۔ میں نے بہت ٹٹولا ہے اور دیکھا ہے کہ جبکہ یہ حدیث صحابہ تک پہنچتی ہے۔اور کذب کا کوئی احتمال نہیں رہتا تو پھر عمل درآمد کا نہ ہونا صریح اس امر کی دلیل ہے کہ ایک قوت اور کشش کی ضرورت ہے۔جو نہیں پائی جاتی۔

ریل گاڑی کی گاڑیوں کو دیکھو اگر ان میں باہم زنجیروں کے ذریعہ پیوند بھی قائم کیا گیا ہو لیکن سٹیم انجن ان کو کھینچنے والا نہ ہو تو کیا کوئی یقین کر سکتا ہے کہ وہ گاڑیاں باہم ملاپ کی وجہ سے ہی چل نکلیں گی؟ ہرگز نہیں۔ اس سے یہ مسئلہ بھی حل ہو جاتا ہے کہ نِرا اتحاد بھی کچھ نہیں کر سکتا۔ جب تک اس وحدت کے مفاد سے متمتع کرنے والا کوئی نہ ہو۔ غرض ہر حال میں ایک امام کی ضرورت ثابت ہوتی ہے۔ اسی لئے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت فرمایا کہ یَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَيُزَكِّيْهِمْ جو کچھ آپؐ فرماتے اور تلاوت کرتے وہی کر کے بھی دکھا دیتے اور اپنے عمل سے اس کو اور بھی مؤثر بنا دیتے۔ یہ قاعدہ کی بات ہے کہ واعظ اگر خود کہہ کر عمل کرنے والا نہ ہو تو اس کا وعظ بالکل بے معنی اور فضول ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اسی لئے مزکی ٹھہرے کہ آپؐ جو تعلیم دیتے تھے پہلے خود کر کے دکھا دیتے تھے۔ پانچ وقت نماز پڑھنے کا حکم دیا اور خود پڑھ کر دکھا دی۔ دیکھو امام کو کس قدر التزام کرنا پڑتا ہے۔ پھر آپؐ پانچوں نمازوں کے خود امام ہوا کرتے تھے۔ اس سے قیاس کر لو کہ آپؐ کو کس قدر التزام کرنا پڑتا تھا۔ پھر ان پانچوں نمازوں کے علاوہ تہجّد اور دوسرے نوافل بھی پڑھتے اور بعض وقت تہجد میں اتنی اتنی دیر تک اللہ تعالیٰ کے حضور کھڑے رہتے کہ آپؐ کے پائے مبارک متورم ہو جاتے۔ جس سے آپؐ کا یہ التزام بھی پایا جاتا ہے کہ عام اور فرض نمازوں سے زیادہ بوجھ آپؐ نے اپنے اوپر رکھا ہوا ہے۔

پھر روزہ کی تعلیم دی۔ آپؐ نے ہفتہ میں دو بار مہینہ میں تین روزے۔ اور سال بھر میں معین مہینہ روزے رکھ کر دکھا دیئے۔ اور شعبان اور شوال بھی روزے رکھا کرتے۔ گویا قریباً چھ مہینے سال میں روزے رکھ کر بتا دیئے۔ حج کر کے دکھا دیا۔ خُذُوْا عَنِّيْ مَنَاسِكَكُمْ پھر زکوٰۃ کی تعلیم دی۔ زکوٰۃ لے کر اور خرچ کر کے دکھا دی۔ اسی طرح جو تعلیم دی اُسے خود کر کے دکھا دیا۔ جس سے تزکیہ نفوس ہوا۔ ایک طرف تلاوت آیات کرتے تھے اور دوسری طرف تزکیہ نفوس کرتے تھے۔ امام ابو حنیفہؒ ابھی امام نہ تھے۔ مگر نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ کے مسائل جانتے تھے۔ امام بخاری بھی امام ہونے سے پہلے نماز، روزہ کرتے تھے کیوں؟ اس لئے کہ حضور علیہ الصلوٰۃ والسلام نے تعامل سے سب کچھ

پہلے ہی سکھا دیا ہوا تھا۔ اگر ایک بھی حدیث دنیا میں قلمبند اور جمع نہ کی جاتی۔ تب بھی یہ مسائل بالکل صاف تھے۔

غرض اللہ تعالیٰ کے فضل کے لئے مزکی کی ضرورت ہوتی ہے۔ ورنہ بڑی بڑی کتابوں والے عبدالطاغوت ہو جاتے ہیں اور جب یہ حالت پیدا ہوتی ہے اور قوم کے دماغ اور دل (علماء اور مشائخ) کی حالت بگڑ جاتی ہے۔ اس وقت وہ مزکی آتا ہے اور اصلاح کرتا ہے۔ جب قوم اور ملک ضلال مبین میں پھنس جاتا ہے تو ایک انسان خدا سے تعلیم پاکر آتا ہے۔ جو قوم کو نجات دیتا ہے۔ اور تزکیۂ نفس کرتا ہے۔ خیالی ریفارمروں اور جھوٹے دعویداروں اور خدا تعالیٰ کے مامور و مرسلوں میں بھی امتیاز اور فرق یہی ہوتا ہے کہ اوّل الذکر کہتے ہیں۔ پر کر کے نہیں دکھاتے۔ اور تزکیہ نفس نہیں کر سکتے۔ مگر خدا کے مامور اور مرسل جو کہتے ہیں وہ کر کے دکھاتے ہیں۔ جس سے تزکیہ نفوس ہوتا ہے۔ ان کے قلوب صافیہ سے جو کچھ نکلتا ہے۔ وہ دوسروں پر مؤثر ہوتا ہے۔ ان میں جذب اور اثر کی قوت ہوتی ہے جو دنیادار ریفارمروں میں نہیں ہوسکتی۔ اور نہیں ہوتی۔ اور نہیں ہوئی۔ پس اس نافہم کے سوال کا جواب اس سے بخوبی حل ہوسکتا ہے۔ جو کہتا ہے کہ کسی کے آنے کی کیا ضرورت ہے؟

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے مامور کے آنے کا وقت صاف بتا دیا ہے جب کہ فرمایا۔ وَ اِنْ کَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِیْ ضَلٰلٍ مُّبِیْنٍ۔ اس کی آمد اور بعثت سے پہلے ایک کھلی گمراہی پھیلی ہوئی ہوتی۔ اور میں نے ابھی تمہیں بتایا ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت سے پہلے دنیا کی کیا حالت تھی اور پھر کس طرح آپؐ نے آکر اس کی اصلاح کی اور تزکیہ نفوس فرمایا۔ جو لوگ علم تاریخ سے واقف ہیں۔ ان پر یہ امر بڑی صفائی کیساتھ منکشف ہوسکتا ہے۔ اس سے بڑھ کر تزکیہ نفوس کا کیا ثبوت مل سکتا ہے کہ آپؐ نے کوئی موقع انسان کی زندگی میں ایسا جانے نہیں دیا جس میں خدا پرستی کی تعلیم نہ دی ہو۔ میں ایک چھوٹی سی اور معمولی سی بات پیش کرتا ہوں۔ پاخانہ کے لئے جانا ایک طبعی تقاضا اور ضرورت ہے۔ میں دعوٰی سے کہتا ہوں کہ اس وقت کے لئے کسی ہادی اور مصلح نے کوئی تعلیم انسان کو نہیں دی۔ مگر ہمارے ہادیٔ کامل صلی اللہ علیہ وسلم نے اس وقت بھی انسان کو ایک لطیف اور بیش قیمت سبق خدا پرستی کا دیا

ہے۔جس سے آپ کے ان تعلقاتِ محبت کا جو خدا سے آپؐ کے لیے تھے صاف پتہ لگ سکتا ہے۔ اور یہ بھی معلوم ہو جاتا ہے کہ وہ انسان کو کس بلند رتبہ پر پہنچانا چاہتے تھے۔ چنانچہ آپؐ نے اس وقت تعلیم دی ہے۔ اَللّٰھُمَّ اِنِّیْٓ اَعُوْذُبِكَ مِنَ الْخُبُثِ وَ الْخَبَائِثِ۔یعنی جس طرح پر ان گندگیوں کو تُو نکالتا ہے۔ دوسری گندگیوں سے جو انسان کی روح کو خراب کرتی ہیں بچا۔ جیسے پاخانہ جاتے وقت دعا تعلیم کی ویسے ہی پاخانہ سے نکلتے وقت سکھایا ہے۔غُفْرَانَکَ غور تو کرو کہ کس قدر تزکیہ نفس کا خیال ہے۔ حضرت ابو الملّۃ ابو الحنفاء ابراہیم علیہ السلام اپنی دعا میں کہتے ہیں وَابْعَثْ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْهُمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِكَ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ وَ يُزَكِّيْهِمْ ۔[1] (البقرۃ:۱۳۰) پھر اگر مزکی کی ضرورت نہ تھی۔تو اس دعا کی کیا ضرورت؟ تلاوت کو اس لئے مقدم رکھا ہے کہ علم تزکیہ کے مراتب سکھاتا ہے اور تزکیہ کو بعد میں اس لئے رکھا ہے کہ بدُوں تزکیہ علم کام نہیں آتا اس لئے کتاب کے بعد تزکیہ کا ذکر کردیا۔اور چونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا تھا کہ خَیْرُ الْقُرُوْنِ قَرْنِیْ اور پھر دوسری اور تیسری صدی کو خیر القرون کہا۔اس کے بعد فرمایا کہ ثُمَّ یَفْشُوا الْکَذِبُ۔اب ایک نادان اور خدا کی سنت سے ناواقف کہہ سکتا تھا کہ آپ کی قوت قدسی معاذ اللہ ایسی کمزور تھی کہ تین صدیوں سے آگے مؤثر نہ رہی۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے ایسے کور باطن کے جواب کے لئے فرمایا وَ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ۔آپؐ کی قوت قدسی ایسی مؤثر اور نتیجہ خیز ہے کہ تیرہ سو سال کے بعد بھی ویسا ہی تزکیہ کرسکتی ہے چنانچہ وَ اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کا وعدہ فرمایا یعنی ایک اور قوم آخری زمانہ میں آنے والی ہے جو بلا واسطہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے فیض اور برکات حاصل کرے گی۔ اور ایک بار اور ہم اسی رسول کی بعثت بروزی کریں گے۔وہ بعثت بھی اسی کے ہم رنگ ہوگی جو فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا کے وقت تھی۔

احادیث صحیحہ سے ثابت ہے کہ امت کے اعمال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو پہنچائے جاتے

---

[1] تو ان لوگوں سے جو یہاں آباد ہوں ایک رسول قائم کر جو تیرے احکام و نشان اُن پر پڑھے اور اُن کو لکھی ہوئی محفوظ باتیں سکھائے اور پکی دانائی کی تعلیم دے اور اُن کو پاک وصاف کرے۔

ہیں۔ پس سوچو کیسی تڑپ آپؐ کو پیدا ہوئی ہوگی۔ جب آپؐ کو بتایا گیا ہوگا کہ اس قسم کے حاشیے چڑھائے جاتے ہیں۔ جن سے امرِ حق کو شناخت کرنا قریباً محال ہوگیا ہے اور وہ باتیں داخلِ اسلام کر لی گئی ہیں۔ جن کا اسلام سے کوئی تعلق اور واسطہ نہ تھا۔ اس لئے اللہ تعالیٰ نے وعدہ فرمایا کہ اس معلم کو دوبارہ بھیج دیں گے۔ فِي الْاُمِّيّٖنَ رَسُوْلًا کی بعثت کریں گے۔ اس کی توجہ ان پر ڈالیں گے جو لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کے مصداق ہیں یعنی ابھی نہیں آئے۔ آنے والے ہیں۔

(الحکم جلد ۶ نمبر ۳۳ مورخہ ۱۷؍ستمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۷ تا ۹)

یہ سنت اللہ اور استمراری عادۃ اللہ ہے کہ جب دنیا میں بدی پھیلتی ہے۔ بدی کیسی! لکھے پڑھے بھی بندر، سؤر اور عبدالطاغوت ہو جاتے ہیں۔ خدا کا خوف دلوں سے اٹھ جاتا اور انسانیت مسخ ہوکر حیوانیت اور بہیمیت سی ہو جاتی ہے تو اللہ تعالیٰ محض اپنے فضل وکرم سے تباہ شدہ مخلوق کی دستگیری کے لئے ایک مامور دنیا میں بھیجتا ہے جو آکر ان کی گم شدہ متاع پھر ان کو دیتا ہے۔ اور خبیثوں اور طیب لوگوں میں امتیاز ہو جاتا ہے۔ اس قاعدہ کو مدنظر رکھ کر صاف اشارہ ملتا ہے کہ خدا تعالیٰ کس وقت معلّم اور مزکی کو بھیجتا ہے؟ اس کی شناخت کا کیا طریق اور نشان ہونا چاہیے؟ یہ بڑی بھاری غلطی پھیلی ہوئی ہے کہ جب کوئی مامور دنیا میں آتا ہے تو ناواقف اور نادان انسان اپنے کمزور خیال کے پیمانہ اور معیار سے اس کو پرکھنا چاہتے ہیں۔ حالانکہ اس کو پرکھنے کے لئے وہ معیار اختیار کرنا چاہیے جو راست بازوں کے لئے ہمیشہ ہوتا ہے۔

گورداسپور میں ایک موقع پر ایک شخص حضرت امام علیہ السلام کے متعلق مجھ سے کچھ سوال کرنے آیا۔ میں نے جب اس سے یہ کہا کہ تم وہ معیار پیش کرو جس سے تم نے دنیا میں کسی کو راست باز مانا ہے۔ تو وہ خاموش ہی ہوگیا۔ اور سلسلہ کلام کو آگے نہ چلا سکا۔ یہ بڑی پکی اور سچی بات ہے کہ راست باز ہمیشہ ایک ہی معیار سے پرکھے جاتے ہیں۔ اور ان میں کوئی نرالی اور نئی بات نہیں ہوتی۔ چنانچہ ہمارے ہادیٔ کامل فخرِ بنی آدم حضرت محمد مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کو ارشادِ الٰہی یوں ہوا۔ قُلْ مَا كُنْتُ بِدْعًا مِّنَ الرُّسُلِ ۔ کہہ دے میں کوئی نیا رسول دنیا میں نہیں آیا دنیا میں مجھ سے پہلے

رسول آتے رہے ہیں۔تم نے اگر کسی کو راست باز اور صادق مانا ہے تو جس قاعدہ اور معیار سے مانا ہے تو وہی قاعدہ اور معیار میرے لئے بس ہے۔

مَیں نے قرآن شریف کے اس استدلال کی بناء پر بارہا ان لوگوں سے جو حضرت میرزا صاحب کے متعلق سوال اور بحث کرتے ہیں پوچھا کہ تم نے کبھی کسی کو دنیا میں راستباز اور صادق تسلیم کیا ہے یا نہیں؟ اگر کیا ہے تو وہ ذریعے اور معیار کیا تھے؟ جن ذریعوں سے تم نے صادق تسلیم کیا ہے۔ پھر میرا ذمہ ہوگا کہ اس معیار پر اپنے صادق امام کی راست بازی اور صداقت ثابت کردوں۔ میں نے بارہا اس گُر اور اصول سے بہتوں کو لاجواب اور خاموش کرایا ہے۔ اور یہ میرا مجرب نسخہ ہے۔ اس راہ سے اگر چلو تو تم تمام مباحث کا دو لفظوں میں فیصلہ کردو۔ گورداسپور کا جو واقعہ میں نے بیان کیا ہے۔ جو لوگ میرے ساتھ تھے۔ انہوں نے دیکھا ہے کہ باوجودیکہ سوال کرنے والا بڑا چلبلا اور چالاک آدمی تھا۔ مگر میرے اس سوال پر وہ کچھ بھی نہ کہہ سکا۔ بعض آدمیوں نے اس کو کہا بھی کہ تم کسی کا نام لے دو۔ اس نے یہی کہا کہ میں نام لیتا ہوں تو مرتا ہوں (یعنی ماننا پڑتا ہے اور لاجواب ہوں گا)

غرض یہ ایک سنت اللہ ہے۔ خدا کا اٹل قانون ہے کہ جب دنیا پر ضلالت کی ظلمت چھا جاتی ہے اور یہ بے دینی اور فسق و فجور کی رات اپنے انتہا تک پہنچ جاتی ہے۔ تو اسی قانون کے موافق جو ہم رات دن دیکھتے ہیں کہ رات کے آخری حصّہ میں آسمان پر صبح صادق کے وقت روشنی کے آثار نظر آنے لگتے ہیں۔ کوئی آسمانی نور اترتا ہے اور دنیا کی ہدایت اور روشنی کا موجب ٹھہرتا ہے۔ اسی طرح پر ہم دیکھتے ہیں کہ جب امساکِ باراں حد سے گزرتا ہے۔ جس کا نام عام لوگوں نے ہفتہ رکھا ہے کہ سات سال سے زیادہ نہیں گزرتا تو سمجھنے والا سمجھتا ہے کہ اب بارش ضرور ہوگی۔

اس قسم کے نشانات خدا تعالیٰ کے ایک اٹل اور مستقل قانون کا صاف پتہ دیتے ہیں۔ اگر آنکھ بالکل بند نہ ہو۔ اگر دل بالکل سویا ہوا نہ ہو تو اس بات کا سمجھ لینا کہ روحانی نظام بھی اسی طرح واقع ہے کچھ مشکل نہیں مگر یہ آنکھ کی بصیرت اور دل کی بیداری بھی اللہ تعالیٰ ہی کے فضل پر موقوف ہے۔ میں غور کرتے کرتے اس نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ مامور من اللہ اور راست باز کی شناخت کے لئے ہر قسم کے

دلائل مل سکتے ہیں۔ اَنفُسی اور آفاقی دونوں قسم کے دلائل ہوتے ہیں یعنی اندرونی اور بیرونی دلائل۔ اندرونی دلائل میں سے ایک عقل بھی ہے پھر اس کے ساتھ نقل کا پتہ لگا سکتے ہیں اور اسے سمجھ سکتے ہیں۔ اگر اپنی عقل یا نقل کافی نہ ہو تو دوسرے عقیل اور فہیم لوگوں سے سن کر فائدہ اٹھا سکتے ہیں۔

بارہا میرے دل میں یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ عقل مقدم ہے یا نقل اور کیا ان دونوں میں کوئی تعارض اور تناقض تو نہیں؟ میں نے یہ فیصلہ کیا ہے کہ سماعی چیزوں پر بھی عقل فیصلہ دیتی ہے۔ جیسے فرمایا گیا ہے لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ اور پھر عقلِ صریح اور نقلِ صحیح میں ہرگز کوئی تعارض نہیں ہوتا۔ دونوں کا ایک ہی فیصلہ ہے۔ اور عقل مقدم ہے۔ کیونکہ انسان مکلف نہیں ہوسکتا جب تک سوچنے اور سمجھنے نہ لگے۔ پس اب ہم اس مدعی کے دعوے کے امتیاز کے لئے عقلی اور نقلی دلائل سے اگر فیصلہ چاہیں تو یقیناً اس نتیجہ پر پہنچیں گے کہ واقعی یہ خدا کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہے۔

عقل سے پہلے ہمیں یہ معلوم کرنا ہوگا کہ کیا اس وقت کسی کے آنے کی ضرورت ہے یا نہیں؟ تو جیسا کہ مَیں پہلے بیان کر چکا ہوں۔ خدا تعالیٰ کا مستقل اور اٹل قانون ہمیں بتاتا ہے کہ اس کی طرف سے ایسے وقت پر مامور آتے ہیں اور آنے چاہئیں۔ اور پھر جب ہم نقل سے اس کا موازنہ کرتے ہیں تو نقلِ صحیح ہم کو بتاتی ہے کہ یہ وقت خدا کے ایک مامور کے آنے کا ہے۔ تمام کشوف اور رؤیا اور الہام اس بات پر شہادت دیتے ہیں کہ مسیح موعود اور مہدی کا زمانہ چودہویں صدی سے آگے نہیں۔ ہر صدی پر مجدد کے آنے کا وعدہ بجائے خود ظاہر کرتا ہے کہ ایک عظیم الشان مجدد اس وقت ہونا چاہیے اور چونکہ صلیبی فتنہ کثرت سے پھیلا ہوا ہے۔ اس لئے اس صدی کے مجدد کا نام بہرحال کاسر الصلیب ہی ہوگا۔ خواہ وہ کوئی ہو۔ اور پھر رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی پیشگوئیوں میں کاسر الصلیب جس کا نام رکھا گیا ہے۔ وہ وہی ہے جس کو دوسرے الفاظ میں مسیح موعود کہا گیا ہے۔ اور اسی طرح سے خدا تعالیٰ کے پاک کلام پر جب ہم نگاہ کرتے ہیں تو اور بھی صفائی کے ساتھ یہ بات کھل جاتی ہے کہ اُس نے وعدہ کیا کہ اِسی اُمّت میں سے خلفاء کا ایک سلسلہ اسی نہج اور اسلوب پر قائم ہوگا۔ جیسے بنی اسرائیل میں ہوا اور

پھر یہ بھی کھول کر بیان کیا گیا کہ ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اس دعوٰی اور پیشگوئی کے موافق جو استثناء کے ۱۸ باب میں کی گئی تھی مثیل موسیٰؑ ہیں۔ اور قرآن نے خود اس دعوٰی کو لیا۔

اِنَّآ اَرْسَلْنَآ اِلَيْكُمْ رَسُوْلًا ۙ شَاهِدًا عَلَيْكُمْ كَمَآ اَرْسَلْنَآ اِلٰى فِرْعَوْنَ رَسُوْلًا۔[1] (المزمّل:۱۶)

اب جب کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مثیلِ موسیٰؑ ٹھہرے اور خلفاءِ موسویہ کے طریق پر ایک سلسلہ خلفاء محمدیہ کا خدا تعالیٰ نے قائم کرنے کا وعدہ کیا جیسا کہ سورۂ نور میں فرمایا۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ ۔[2] (النور:۵۶)

پھر کیا چودھویں صدی موسوی کے خلیفہ کے مقابل پر چودھویں صدی ہجری پر ایک خلیفہ کا آنا ضروری تھا یا نہیں؟ اگر انصاف کو ہاتھ سے نہ دیا جاوے اور اس آیت وعدہ کے لفظ كَمَا پر پورا غور کر لیا جاوے تو صاف اقرار کرنا پڑے گا کہ موسوی خلفاء کے مقابل پر چودھویں صدی کا خلیفہ خاتم الخلفاء ہوگا اور وہ مسیح موعود ہوگا۔

اب غور کرو کہ عقل اور نقل میں تناقض کہاں ہوا؟ عقل نے ضرورت بتائی۔ نقلِ صحیح بھی بتاتی ہے کہ اس وقت ایک مامور کی ضرورت ہے اور وہ خاتم الخلفاء ہوگا۔ اس کا نام مسیح موعود ہونا چاہیے۔

پھر ایک مدعی موجود ہے۔ وہ بھی یہی کہتا ہے کہ میں مسیح موعود ہوں۔ اس کے دعوے کو راست بازوں کے معیار پر پرکھ لو۔ میں اب ایک اور آسان ترین بات پیش کرتا ہوں۔ جو عقل اور نقل کی رُو سے اس امام کی تصدیق کرتی ہے۔ قرآن شریف میں چاند اور سورج کی سنت کے متعلق فرمایا ہے۔

قَدَّرَهٗ مَنَازِلَ لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَ الْحِسَابَ ۔[3] (یونس:۶)

۱؎ ہم نے تمہاری طرف ویسا ہی رسول بھیجا ہے۔ جو تم پر نگران ہے جیسا کہ فرعون کی طرف ایک رسول بھیجا تھا۔

۲؎ اللہ نے وعدہ کر لیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں ایماندار ہیں اور جنہوں نے بھلے کام کئے ہیں کہ ان کو ضرور خلیفہ بنائے گا زمین میں جیسے کہ خلیفہ بنایا ان سے پہلے والوں کو۔ ۳؎ اور ٹھہرا دیئے ان کے مقامات تا کہ تم لوگ معلوم کر لو برسوں کی گنتی اور حساب۔

سورج اور چاند کے نظام اور قانون پر نظر کر کے بہت سے حساب سمجھ سکتے ہو۔ جنتریاں بنا سکتے ہو جیسے دو اور دو چار ایک یقینی بات ہے۔ اسی طرح پر یہ نظام بھی حق ہے۔ اب اگر کوئی شخص میرزا صاحب کے دعوے کے متعلق پہلے دعوے کے وقت نقلِ صحیح سے کام لیتا تو یہ عقیدہ کیسی آسانی سے حل ہو جاتا تھا۔ تیرہ سو برس پیشتر کہا گیا تھا کہ اس مہدی کے وقت رمضان میں کسوف اور خسوف ہوگا اور اس سے پہلے کبھی نہیں ہوا۔ بُت پرست قوم بھی سال سے پہلے جنتری لکھ دیتی ہے۔ مسلمانوں کو غیرت کرنی چاہیے تھی اور معلوم کرنا چاہیے تھا کہ کس سال میں اجتماع ممکن ہے؟ ہندو جاہل جب پتری بنا کر کسوف خسوف کے پتے دیتا ہے تو ایک مسلمان کو جس کی کتاب میں لِتَعْلَمُوْا عَدَدَ السِّنِيْنَ وَالْحِسَابَ لکھا ہے۔ سوچنا چاہیے تھا کہ وہ وقت کب ہوگا۔ اور جب اسے وقت کا پتہ ملتا تو وہ تلاش کرتا کہ مدعی ہے یا نہیں؟ اگر وہ مدعی کو پا لیتا تو سوچ لیتا کہ آسمان کی بات میرے یا کسی کے تعلق میں نہیں ہے۔ نقل میں موجود ہے کہ اس کے وقت کسوف خسوف ہوگا اور عقل بتاتی ہے کہ یہ اجتماع کسوف خسوف فلاں وقت ہوگا۔ اور وہ وقت آ گیا ہے اور مدعی موجود ہے۔ جب ان امور پر غور کرتا تو بات بالکل صاف تھی اور وہ مان سکتا تھا اور بڑی سہل راہ سے سمجھ سکتا تھا۔ اگر اتنی عقل اور سمجھ نہ تھی تو دعوے کے وقت ہی حدیث کو دیکھ لیتا اور سن لیتا اور سوچتا کہ یہ حدیث کیسی ہے اور پھر کسی ہندو سے دریافت کرتا کہ یہ موقع کب ہوگا اور وہ اسے بتاتا کہ فلاں سنہ میں ہوگا اور پھر جب وقوع میں آتا تو تسلیم کر کے اپنے تزکیہ کے لئے چلا آتا۔ غرض یہ کیسی صاف اور روشن بات تھی لیکن اگر آسمان کی طرف نہیں دیکھ سکتا تھا۔ اور اس کی نگاہ اتنی اونچی نہ تھی تو زمین میں ہی دیکھتا کہ اس کے لئے کیا نشان ہیں؟ اور اس امر پر غور کرتا کہ قرآن تو اس لئے آیا ہے لِيَحْكُمَ بَيْنَ النَّاسِ فِيْمَا اخْتَلَفُوْا فِيْهِ۔ اب اس دعویٰ کے موافق اس وقت کوئی اختلاف ہے یا نہیں؟ اور پھر قرآن شریف اس اختلاف کے مٹانے کے لئے بس ہے یا نہیں؟ پہلی بات پر نظر کر کے صاف معلوم ہوتا کہ اختلاف کثرت سے پھیلا ہوا ہے۔ سب سے پہلا اختلاف تو ہمیں اپنے ہی اندر نظر آتا۔ ہم دیکھتے ہیں کہ بعض صداقتیں ہمارے اندر ہیں۔ جن کو ہم ایمانیات یا عقائد کہتے ہیں اور پھر کچھ اعمال ہیں جو یا نیک ہوتے ہیں یا

بد۔ اب مطالعہ کرتے کہ کیا وہ اعمال ان مسلمہ نیکیوں اور صداقتوں کے موافق ہیں یا مخالف ہیں۔ اگر اس کی مانی ہوئی نیکیاں اور ہیں اور نیک اعمال فی نفسہٖ اور ہیں تو اس کے دل میں یہ تڑپ پیدا ہوتی کہ یہ پہلا اختلاف مٹنا چاہیے۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۴۱ مورخہ ۱۷ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۴، ۱۵)

پھر اس اختلاف کے بعد اگر اور بلند نظری سے کام لے تو اس کو بہت بڑا اختلاف ان لوگوں میں نظر آئے گا جو بخیالِ خویش و بزعمِ خود اکابران ملت اور علماء امت بنے ہوئے ہیں۔ ان کے باہمی اختلاف کو چھوڑ کر اگر خود ان کی حالت پر نظر کی جاوے۔ تو ان کے قول اور فعل میں بُعدِ عظیم پایا جائے گا۔ اسی کو زیرِ نظر رکھ کر ایک پارسی شاعر نے کہا ہے ؎

مشکلے دارم ز دانشمند مجلس باز پُرس
توبہ فرمایاں چراخود توبہ کمتر می کنند [1]

یہ واعظ، یہ معلم الخیر ہونے کے مدّعی، صوفی اور سجادہ نشین چراخود توبہ کمتر می کنند کے مصداق ہیں۔ یہاں تک تو وہ شاعر عقل و دانش کی حد کے اندر ہے۔ اس سے اور آگے چل کر کہتا ہے۔ ؎

واعظاں کیں جلوہ بر محراب و منبر می کنند [2]
چُوں بخلوت می روند آن کارِ دیگری می کنند

یہ گواہی جو اس پارسی بان شاعر نے دی ہے کوئی مخفی شہادت نہیں بلکہ واعظوں، صوفیوں، سجادہ نشینوں تک پہنچی ہوئی ہے۔ کیونکہ ان کی مجلسِ وعظ یا مجلسِ وجد و حال و قال کے لئے اس کے شعر ضروری ہیں۔ اور ہر ایک مسلمان جو کبھی کبھی اپنی مشکلات اور مصائب میں پھنس کر بے قرار ہوتا ہے تو بد قسمتی سے اسی لسان الغیب کا فال لینے کی طرف توجہ کرتا ہے۔ اور یوں اپنے اوپر اس دورنگی اور اختلاف کا جو واعظوں اور معلم الخیر کے مدعیوں میں ہے ایک گواہ ٹھیرتا اور اپنے اوپر حجت ملزمہ قائم کرتا ہے۔ اب ان ساری باتوں کو یکجائی نظر سے دیکھو اور غور کرو کہ کیا یہ علمیؔ اور عملی یا ایمانی اور عملی اختلاف کسی

۱؎ میری اس مشکل کو اہل علم کی مجلس سے حل کرواؤ۔ کہ توبہ کا درس دینے والے لوگ خود کیوں نہیں توبہ کرتے۔

۲؎ یہ واعظ لوگ جو محراب و منبر پر جلوہ افروز ہوتے ہیں (وعظ و نصیحت کرتے ہیں) جب انہیں تنہائی میسر آتی ہے تو دوسرے کاموں (یعنی گناہوں) میں مشغول ہو جاتے ہیں۔

تال اور سُر کے ذریعہ مٹ سکتا ہے یا خود بخود؟ اور قرآن شریف جو اختلاف مٹانے کا مدعی ہے اور سچا مدعی ہے۔اس نے کیا راہ بتائی ہے؟

میں بڑے درد دل سے ان مباحث اور لیکچروں کو پڑھا کرتا ہوں جو اسی زمانہ میں مسلمانوں کے تنزل کے اسباب پر دیئے جاتے ہیں۔اسباب تنزل اور اسبابِ ترقی کے بیان کرنے میں ہمارے ریفارمر (خود ساختہ) اور مصلح قرآن شریف کو مَس نہیں کرتے اور تفرقہ کے دور کرنے کے لئے قرآن شریف میں علاج نہیں ڈھونڈتے۔

میں نے ان لیکچروں اور سپیچوں کو پڑھ کر درد دِل کے ساتھ یہی لکھا ہے۔

يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۔[1] (الفرقان:۳۱)

غرض میں اس عظیم الشان اختلاف کو ابھی پیش کرتا ہوں اور پوچھتا ہوں کہ یہ کیونکر دور ہوسکتا ہے؟ دیکھو ایک چیز ہے جس کا نام ایمان ہے۔اور ایک کا نام عمل۔ان دونوں کا باہم مقابلہ کرو اور سوچ کر بتاؤ کہ کیا ان میں موافقت ہے؟ کیا حال اور قال یکساں ہے؟ اگر نہیں! اور یقیناً نہیں!! تو پھر کیوں صاف دلی کے ساتھ یہ اقرار نہیں کیا جاتا کہ ایک مزکی کی ضرورت ہے۔جو انسان کو اس نفاق سے جو اس کے اندر ایمان اور عمل کی عدمِ موافقت سے پیدا ہو رہا ہے۔دور کرے۔اگر نرا علم کوئی چیز ہوتا۔معرفتِ صحیحہ کی ضرورت نہ ہوتی۔اگر اس قوت اور کشش کی حاجت نہ ہوتی جو انسان پر اپنا عمل کر کے اس کے دل کو صاف کرنے میں معاون اور مددگار ٹھیرتی ہے۔جو مزکی کی تاثیر صحبت اور پاک انفاس کی برکت سے ملتی ہے۔جس کی طرف كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ کہہ کہ مولیٰ کریم نے توجہ دلائی ہے۔تو میں پوچھتا ہوں کہ پھر اسی پارسی لسان الغیب کو کیا حاجت اور ضرورت تھی جو وہ بول اٹھا کہ

مشکلے دارم زدانشمندِ مجلس باز پُرس![2]

اس ایمانی اور عملی اختلاف کے ماوراء اور اختلاف ہے جس نے قوم کے شیرازہ کو پراگندہ اور منتشر کردیا

---

[1] اے میرے رب! بے شک میری قوم نے اس قرآن شریف کو چھوڑ دیا تھا۔

[2] میری اس مشکل کو اہل علم سے حل کرواؤ۔

ہےاوروہ روح قوم میں نہ رہی جو وَ اعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔[۱] (آل عمران : ۱۰۴) میں رکھی گئی تھی۔ یعنی مختلف فرقے ، شیعہ سُنّی ،خوارج ، مقلد ، غیر مقلد ، جبریہ قدریہ وغیرہ کے بکھیڑوں اور قضیوں پر نگاہ کرو تو عظیم الشان تفرقہ نظر آئے گا۔ میں نے اکثر لوگوں سے پوچھا ہے کہ یہ فرقہ بندیاں کیوں ہیں؟ اکثروں نے کہا ہے کہ سب فرقے قرآن ہی سے استدلال کرتے ہیں۔ میں نے نہایت تعجب اور افسوس کیساتھ اس قسم کی دلیری اور جرأت کو دیکھا ہے۔ اور سنا ہے۔ قرآن شریف تو اختلاف مٹانے کو آیا ہے۔ اور یہی اس کا دعوٰی ہے جو بالکل سچا ہے۔ پھر یہ اختلاف اس کے ذریعہ کیسے ہوسکتا ہے؟

میرے اس سوال کا جواب کسی نے نہیں دیا۔ اور حقیقت بھی یہی ہے۔ کیا مَعَاذَ اللّٰہِ قرآن شریف موم کی ناک ہے کہ جدھر چاہی پھیر دی یا وہ اپنے اس دعوٰی میں معاذ اللہ سچا نہیں جو اس نے اختلاف مٹانے کا کیا ہے؟ پھر یہ ایمان کیوں رکھتے ہو۔

میری سنو! قرآن شریف آیاتِ محکمات ہے۔ وہ لاریب اختلاف مٹانے کے لئے حَکَم ہے مگر اس پر مسلمانوں نے توجہ نہیں کی اور اس کو چھوڑ دیا۔ وہ اپنی نزاعوں کو قرآن شریف کے سامنے عرض نہیں کرتے۔

مجھے ایک بار لاہور کے شیعوں کے محلہ میں وعظ کرنے کا اتفاق ہوا۔ میں نے کہا کہ شیعوں سنّیوں کے اختلاف کا قرآن سے فیصلہ ہوسکتا تھا۔ اگر یہ توجہ کرتے۔ ایک شخص نے کہا کہ وہ قرآن سے ہی استدلال کرتے ہیں۔ میں نے کہا کہ یہ قرآن موجود ہے۔ آپ ہی بتادیں کہ کہاں سے استدلال کیا ہے۔

غرض قرآن کو ہرگز حکم اور فیصلہ کُن نہیں مانتے۔ اس پر ایمان ہوتا تو بڑی صفائی سے یہ بات سمجھ میں آجاتی کہ سچی توجہ کے لئے ایک کامل الایمان مزکی اور مطہر کی ضرورت ہے جو اپنی قدسی قوت کے اثر سے دلوں کے زنگ کو دور کرے۔ بدوں مزکی کے یہ بات حاصل نہیں ہوسکتی! اور یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ سمجھ میں نہ آسکے۔ بلکہ وسیع نظارۂ قدرت میں اس کے نظائر موجود ہیں۔

---

[۱] اور مضبوط پکڑو، اپنے آپ کو بچاؤ حبل اللہ کے ذریعہ سے اور ایک دوسرے سے الگ نہ ہو۔

دیکھو! ایک درخت کی ٹہنی جب تک درخت کے ساتھ پیوند رکھتی ہے۔ وہ سرسبز ہوتی ہے۔ حالانکہ اس کو جو پانی کی غذائیت ملتی ہے۔ وہ بہت ہی کم ہوتی ہے۔ اب اگر اس کو دیکھ کر ایک نادان اس کو کاٹ کر پانی کے ایک گڑھے میں ڈال دے کہ لے تو اب جس قدر پانی چاہے جذب کر اور اپنے دل میں خوش ہو کہ یہ بہت جلد بارآور ہو جائے گی۔ تو اس کی حماقت اور نادانی میں کیا شک رہ جائے گا جب وہ ڈالی بہت جلد خشک ہو کر سڑ گل جائے گی اور اس کو بتا دے گی کہ میں سرسبز نہیں رہ سکتی۔ اس درخت سے الگ ہو کر۔

اسی طرح یہ نظارۂ قدرت عام اور وسیع ہے۔ اس سے صاف سبق ملتا ہے کہ ایک مزکی کی ضرورت ہے جس کے ساتھ پیوند لگا کر انسان اپنے تزکیہ کا حصہ لے سکتا ہے۔ ورنہ مزکی سے الگ رہ کر کوئی یہ دعوٰی کرے کہ وہ اپنی اصلاح اور تزکیہ کر لے گا۔ یہ غلط اور محض غلط ہے بلکہ

ع ایں خیال است و محال است و جنوں [1]

اور وہی مشکلے دارم کا سچا مسئلہ۔

اندرونی اختلاف اور تفرقہ اگر کچھ ایسا نہ تھا کہ اس کے دل پر اثر انداز ہو سکتا۔ اور اس کو صرف جزئی اختلاف قرار دیتا تھا تو پھر ضرور تھا کہ غیر قوموں کے اعتراضوں ہی کو دیکھتا جو اسلام پر کئے جاتے ہیں اور دیکھتا کہ وہ کون سا ذریعہ ہے جو اسلام کے نابود کرنے اور اس پر اعتراض کر کے اس کو مشکوک بنانے میں غیر قوموں نے چھوڑ رکھا ہے؟ ذرا عیسائیوں ہی کو دیکھو کہ کس کس رنگ میں اسلام پر حملہ ہے۔ شفاخانوں کے ذریعہ اخباروں اور رسالوں کے ذریعہ ہفتہ وار۔ روزانہ اور ماہواری ٹریکٹوں اور اشتہاروں کے ساتھ، فقیروں اور جوگیوں کے لباس میں۔ مدرسوں اور کالجوں کے رنگ میں، تاریخ اور فلسفہ کی شکل میں۔ غرض کوئی پہلو نہیں جس سے اسلام پر حملہ نہ کیا جاتا ہو۔

اللہ تعالیٰ کی ذات پر وہ حملہ کہ بپتسمہ دیتے وقت کہا جاتا ہے۔ واحد لاشریک باپ، واحد لاشریک بیٹا واحد لاشریک روح القدس۔ تین واحد لاشریک نہ کہو۔ بلکہ ایک واحد لاشریک۔

---

[1] یہ محض خیال ہے۔ ناممکن ہے اور دیوانگی ہے۔

باپ قادر مطلق، بیٹا قادر مطلق، روح القدس قادر مطلق۔ تین قادرِ مطلق نہ کہو بلکہ ایک قادرِ مطلق۔

باپ ازلی، بیٹا ازلی، روح القدس ازلی۔ تینوں ازلی نہ کہو۔ بلکہ ایک ازلی۔

اب غور تو کرو کہ یہ توحید پاک پر کیسا خوفناک اور بیباک حملہ ہے۔ یہ کیا اندھیر ہے۔ اسی طرح اس کے اسماء افعال اور صفات پر مختلف پیرایوں اور صورتوں میں حملہ کیا جاتا ہے۔ اور غرض اسلام کو نابود کرنا ہے اب اس اختلاف کو کون دور کرے۔ اور کون اس مرض کا مداوا کرے۔ وہی جو مزکی ہو۔

مجھے نہایت ہی افسوس اور دردِ دل کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ عیسائیت کے اس پُرآشوب فتنہ کو فرو کرنے کے بجائے مسلمانوں نے مدد دی ہے۔ اور اس آگ پر پانی ڈالنے کی بجائے مٹی کے تیل ڈال دینے کا کام کیا ہے۔ جب اپنے عقائد میں ان امور کو داخل کرلیا جو عیسائیت کی تقویت کا موجب اور باعث ہوئے ہیں۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۴۴ مورخہ ۲۴؍ نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۹، ۱۰)

یہ فیصلہ بالکل آسان اور صاف تھا۔ اگر ذرا تدبر اور غور سے کام لیا جاتا۔ مگر رونا تو اسی بات کا ہے کہ عقل سے کوئی کام نہیں لیا جاتا۔ خدا تعالیٰ کی مخلوق میں غور نہیں کیا جاتا۔

یہ کیسی صاف بات ہے کہ اللہ تعالیٰ کی مخلوق اور انسانی مخلوق کبھی برابر نہیں ہوسکتی۔ یہ قاعدہ کلیہ ہے کہ جو کچھ انسان بناتا ہے۔ خدا وہ کبھی نہیں بناتا اور جو اللہ تعالیٰ بناتا ہے انسان وہ ہرگز نہیں بنا سکتا مثلاً ایک تنکا ہی لو۔ ساری دنیا کے صنّاع اور فلاسفر مل جاویں اور کوشش کریں۔ ساری عمر جدّ و جہد کریں کبھی ممکن ہی نہیں کہ ایک تنکا بنا سکیں۔ گھاس کا تنکا یا دانہ کا ذرہ نہیں بنتا۔ پھر یہ خیال کر لینا اور مان لینا کہ مسیح بھی خدا تعالیٰ جیسی مخلوق بنا سکتا تھا۔ کیسی بے ہودگی ہے۔ دیکھو! خدا تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ غلہ انسان نہیں بنا سکتا۔ انسان اپنی صنعت سے روٹی بناتا ہے۔ خدا تعالیٰ کی غیرت کبھی پسند نہیں کرسکتی کہ وہ درختوں سے روٹیاں نکالے۔ کپڑے خدا تعالیٰ نے نہیں بنائے اسی طرح پر رُوئی انسان نہیں بنا سکتا۔

اس سے کیمیاگروں کی حماقت اور فریب کا ایک ثبوت ملتا ہے اور کس طرح واضح طور پر ان

کی تکذیب ہوتی ہے۔سونا چاندی اور چاندی سونا نہیں ہوسکتا۔خدا تعالیٰ کی یہ صفت ہے لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ (الشوریٰ:۱۲)

کیا کوئی ہاتھی کے بچہ کو چوہا کہہ سکتا ہے؟ اور کیا ہوسکتا ہے کہ مکھی کے انڈے سے گھوڑا نکل آوے؟ ان امور کا سمجھنا آسان نہیں گو یہ بدیہی باتیں ہیں مگر ایک مزکی جب تک موجود نہ ہو وہ انسان کو اس قسم کے شرک سے نجات نہیں دے سکتا۔

ایک وقت آئے گا کہ لوگ کہیں گے کہ کیا وفاتِ مسیحؑ کا مسئلہ بھی کوئی اہم مسئلہ تھا لیکن آج ہم دیکھتے ہیں کہ اس کی اہمیت کس قدر ہے؟ ایک دنیا کو اس نے تباہ کردیا ہے۔اور ربّ العالمین کے عرش پر ایک عاجز ناتواں انسان کو بٹھایا گیا ہے۔

غرض اللہ تعالیٰ کے اسماء، صفات اور افعال کے متعلق سچا علم بخشنا اُس شخص کا کام ہوتا ہے۔ جو آیات اللہ کی تلاوت کرے اور اپنی قدسی تاثیر سے تزکیہ کرے اور سچی توحید پر قائم کرے۔ جب تک مزکی نہ ہو یہ سمجھ میں نہیں آسکتا کہ اس جہان کا پیدا کرنے والا ربّ العٰلمین ایک ہے۔اور اس کا کوئی بیٹا نہیں جس کے بغیر نجات عالم ہی نہ ہوسکتی ہو جیسا کہ عیسائیوں نے مان رکھا ہے تعجب ہے کہ وہ خلق عالم تو اللہ تعالیٰ کی صفت مانتے ہیں۔ پھر اس مخلوقِ عالم کو کیا مشکل تھا کہ نجات بھی دے دیتا؟ اس کا جواب یہ دیتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ چونکہ عادل ہے اس لئے مخلوق کے گناہوں کو بحیثیت عادل ہونے کے بغیر سزا کے نہ چھوڑ سکتا تھا اور رحیم بھی ہے۔اس لئے بیٹے کو پھانسی دیا۔ یہ کیا خوب عدل اور رحم ہے کہ گناہ گاروں کے بدلے ایک بے گناہ کو پکڑ لیا اور بے گناہ پر رحم بھی نہ کیا۔

پھر اور بھی ایک تعجب ہے کہ یہودیوں کو نجات نہ ملی۔ حالانکہ پہلے.....نجات کے وہی مستحق تھے جنہوں نے نجات کے فعل کی تکمیل کی کوشش کی یعنی صلیب دلوانے کی۔ان کا فعل تو گویا عیسائیوں کے اعتقاد کے موافق خدا کے ارادہ اور منشا سے توارد رکھتا تھا۔ پھر وہ غضب کے نیچے کیوں رہے؟ پھر ہم پوچھتے ہیں کہ کیا مسلمانوں کو نجات ملی، کیا مجوسیوں کو ملی، کس کو ملی؟

نجات تو پھر بھی محدود ہی رہی۔کیا فائدہ اس پھانسی سے پہنچا؟ اور پھر شیطان کا سر جب کچلا گیا تو

اب کیوں گناہ ہوتا ہے پھر پوچھا گیا ہے کہ گناہ کا بد اثر جسم پر ہوتا ہے یا روح پر۔ اگر روح پر ہوتا ہے تو آدم سے کہا گیا کہ محنت سے روٹی کھائے گا۔ اور عورت دردِزہ سے بچہ جنے گی۔

اور اگر جسم پر پڑتا ہے تو عیسائی آتشک اور سوزاک وغیرہ امراض میں کیوں مبتلا ہوتے ہیں اور کیا عیسائی عورتیں دردِزہ سے بچہ جنتی ہیں یا نہیں؟ اس سے تو معلوم ہوا کہ نجات کے آثار پائے نہیں جاتے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ مزکی کے بغیر اصلاح نہیں ہوسکتی۔ ان خیالی باتوں سے کچھ فائدہ نہیں ہو سکتا۔ اس کفّارہ کا نتیجہ تو یہ ہوا کہ دنیا میں فسق و فجور اور اباحت پھیل گئی اور خدا کا خوف اٹھ گیا۔ اب جس مزکی کی ضرورت ہے وہ ایسی خاصیت اور قوت کا ہونا چاہیے جو اس فتنہ کو دور کرے۔ اور اب غور کر کے دیکھ لو کہ یہ مزکی اپنے اس مقصد میں کامیاب ہوا ہے یا نہیں؟ ایک ایک اصل جو اس نے پیش کی ہے۔ اس کے ذریعہ مذاہبِ باطلہ کو اس نے ہلاک کر دیا ہے۔

ایک عیسائی نے مجھ سے پوچھا کہ اس نے آ کر کیا کیا ہے؟ میں نے کہا کہ تم کو لاجواب کر دیا ہے۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۴۳ مورخہ ۳۰ /نومبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۴، ۵)

امرتسر میں پندرہ روز تک مباحثہ ہوا۔ اگر رحیم کریم نہ ہوتا تو ایک ہی منٹ میں ختم کر دیتا۔ ایک ہی اصل اس نے پیش کی تھی جس کا جواب عیسائی اور دوسری قومیں ہرگز ہرگز نہیں دے سکتیں اور قیامت تک نہ دے سکیں گی۔ پھر وہ اصل ایسی اصل نہیں ہے کہ اسے یونہی ردّ کر دیا جاوے۔ بلکہ ہر سلیم الفطرت دانشمند انسان کو ماننا پڑے گا کہ بڑی پکی اصل ہے اور وہ اصل یہ ہے کہ ہر مذہب کی الہامی کتاب کا یہ خاصہ ہونا چاہیے کہ جو دعوٰی وہ کرے۔ اس کی دلیل بھی اُسی میں ہو۔ یعنی دعوٰی بھی وہی کرے اور دلیل بھی وہی دے۔ مثلاً عیسائی کہتے ہیں کہ یسوع خدا ہے۔ تو چاہیے کہ انجیل میں پہلے وہ یہ دعوٰی دکھائیں کہ یسوع خدا ہے۔ پھر اس کے دلائل دیں۔ مگر یہ اصل انجیل میں کہاں؟ عیسائی مجبور ہو گئے اور ان کو اس حصہ کو چھوڑنا پڑا۔ اس راہ پر وہ ایک منٹ بھی چل نہ سکتے تھے۔ مباحثہ کی روئیداد موجود ہے جو چاہے دیکھ لے۔

میں تو اُسی وقت جب اس کے منہ سے یہ لفظ نکلا تھا۔ سمجھ گیا اور مان چکا تھا کہ یہ کسرِ صلیب میں

کامیاب ہوگیا۔اس اصل سے اُس نے قرآن شریف کی وہ عزت اور عظمت ظاہر کی کہ میرا ایمان ہے تیرہ سو برس کے اندر کسی نے نہیں کی۔اس نے کل مباحثہ میں اپنے اس طرز اور اصل کو نہیں چھوڑا۔جو دعوٰی بیان کرتا۔قرآن شریف سے اور جو دلیل بیان کرتا وہ بھی کتاب اللہ سے دیتا۔اور پندرہ دن تک برابر اسی کا التزام رکھا اب بتاؤ کہ یہ طرزِ بیان مزکی کے سوا حاصل ہوسکتا ہے؟ میں نے بہت سی کتابیں پڑھی ہیں۔اور میں یقیناً کہتا ہوں کہ جس قدر تم اس وقت موجود ہو۔تم سب سے زیادہ میں کتابیں پڑھ چکا ہوں اور کتاب میری ہر وقت کی رفیق ہے۔لیکن میں سچ کہتا ہوں کہ اس طرز پر مباحثہ کی بنیاد کوئی نہیں ڈال سکا اور ایسی طرز کہ مخالف پہلا ہی قدم نہیں اٹھا سکتا۔جو چاہے آزما کر دیکھ لے۔میں نے تو آج بھی اس اصل سے فائدہ اٹھایا۔ایک شخص نے اعتراض کیا۔میں نے اسے بھی کہا کہ اس اصل کو مدنظر رکھو۔

مجھ پر اعتراض کیا گیا کہ روزہ کیوں رکھا جاتا ہے اور پھر رمضان ہی میں کیوں رکھا جاتا ہے؟ میں نے اس کو اولاً یہی جواب دیا کہ تم بتاؤ تمہاری کس کتاب نے منع کیا ہے کہ روزہ نہ رکھو اور پھر اس منع کے دلائل کیا دیئے ہیں میں تو بتاؤں گا کہ روزہ کیوں رکھنا چاہیے اور رمضان میں کیوں فرض کیا گیا۔اُسے کچھ جواب نہ بن پڑا۔میں نے اس مضبوط اور محکم اصل کو لے کر کہا کہ دیکھو ہماری کتاب قرآن شریف روزہ کا حکم دیتی ہے تو اس کی وجہ بھی بتاتی ہے۔کہ کیوں روزہ رکھنا چاہیے۔لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ۔روزہ رکھنے کا نتیجہ یہ ہوگا کہ تم دکھوں سے بچ جاؤ گے اور سُکھ پاؤ گے۔رمضان ہی میں کیوں رکھیں؟ اس کی وجہ بتائی شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ (البقرۃ:۱۸۶) چونکہ اس میں قرآن نازل ہوا۔یہ برکاتِ الٰہیہ کے نزول کا موجب ہے۔اس لئے وہ اصل غرض جو لَعَلَّكُمْ تَتَّقُوْنَ میں ہے حاصل ہوتی ہے۔اسی طرح پر جس امر کو لو یا جس نہی کو لو۔قرآن نے اس کے اسباب اور نتائج کو واضح طور پر بیان کیا ہے۔اور نہ صرف بیان کیا ہے بلکہ ان کے نتائج سے بہرہ مند کر کے دنیا کو دکھا دیا ہے۔آخرت کے وعدے تو آخرت میں پورے ہوں گے۔اور ضرور ہوں گے مگر اس دنیا میں اُن سے حصہ دیا اور ایسا حصہ دیا کہ اربعہ متناسبہ کے قاعدہ کے موافق وہ آخرت پر بطور دلائل اور

حج کے ٹھیرے۔ جن کو دیکھ کر اب کوئی آخرت کا انکار نہیں کر سکتا۔ صحابہؓ ہی تک وہ فیض اور فضل محدود اور مخصوص نہ تھا۔ اب بھی اگر کوئی قرآن شریف پر عمل کرنے والا ہو خلوص سے اللہ تعالیٰ کی طرف آوے۔ وہ ان انعامات اور فضلوں سے حصّہ لیتا ہے۔ اور ضرور لیتا ہے۔ اس وقت بھی لیتا ہے۔ دیکھو ہمارا امام ان وعدوں اور فضلوں کا کیسا سچا نمونہ اور گواہ موجود ہے۔

غرض سب کچھ قرآن میں ہے مگر مزکی کے بغیر، معلم کے بغیر وہ تزکیہ اور تعلیم نہیں ہوتی۔ مزکی اپنی کشش اور اثر سے تزکیہ کرتا ہے۔ اور ان انعامات کا مورد بنانے میں، اپنی دعا، عقد ہمت، توجہ تام سے کام لیتا ہے جو دوسرے میں نہیں ہوتی ہے۔

ایک بھائی نے مجھ سے پوچھا کہ وفاتِ مسیح پر اس قدر زور کیوں دیا جاتا ہے۔ ثابت ہو گیا کہ وہ مر گیا۔ اب اس کی کیا ضرورت ہے کہ بار بار اسی کا تذکرہ کیا جاوے؟ میں نے اس کو کہا کہ یہی وہ سرّ ہے جس سے یہ مسیح موعود بنایا گیا۔ اور جو کسرِ صلیب کا تمغہ لیتا ہے۔ تم اور میں اور اَور اس قابل نہیں ہوئے۔ یہ ثبوت ہے اس کے خدا کی طرف سے ہونے اور اس کے کامیاب ہو جانے کا۔ میں سچ کہتا ہوں اور ایمان سے کہتا ہوں کہ میری آنکھ نے وہ دیکھا جو بہت تھوڑوں نے ابھی دیکھا ہوگا۔ میں دیکھ چکا ہوں کہ کسرِ صلیب ہو چکی۔ میں نے تو اسی روز اس کا مشاہدہ کر لیا تھا جب اس نے امرتسر کے مباحثہ میں وہ اصل پیش کی جس کا ابھی میں نے ذکر کیا ہے۔ اس سے بھی بہت عرصہ پہلے مجھے اس کی خوشبو آ رہی تھی۔ اندر باہر جہاں کہیں ہو۔ کوئی بھی مضمون ہو۔ جس پر یہ بول رہا ہو۔ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ خواہ وہ وفاتِ مسیح سے کتنا ہی غیر متعلق ہو۔ مگر وفاتِ مسیح کا ذکر ضرور ہی کرے گا۔ یہ عزم، یہ استقلال اور عقد ہمت مامور کے سوا کسی دوسرے کو نہیں ملتی ہے اور یاد رکھو۔ نہیں ملتی ہے۔ تم مامور من اللہ کو اس کے عقد ہمت اور توجہ تام سے بھی شناخت کر سکتے ہو۔ بیشک خدا تعالیٰ مضطر کی دعا سنتا ہے۔ جب انسان مضطر ہو تو کیوں نہ سنے۔ میں دیکھتا ہوں کہ اپنی بیماری یا دوسرے بیماروں کو دیکھتا ہوں تو میں مضطر ہوتا ہوں اور میرا مولیٰ میری دعا سنتا ہے۔ لیکن میں دیکھتا ہوں کہ وہ صورت جاتی رہتی ہے تو پھر وہ حالت پیدا نہیں ہوتی۔ اس وقت میں اپنے نفس کو کہتا ہوں کہ تو مزکی نہیں ہو سکتا۔ اس وقت مزکی

وہی ہوسکتا ہے۔ جو ہر حالت میں مسیح کی وفات کو لے آتا ہے۔ ایک شخص نے عرض کی کہ میں قرآن پڑھایا کرتا ہوں۔ مجھے کوئی نصیحت فرمائیے۔ فرمایا۔ قرآن شریف پڑھایا کرتے ہو تو بس یہی کافی ہے کہ اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ کے معنی اِنِّیْ مُمِیْتُكَ پڑھا دیا کرو۔ اب غور کرو کہ کس قدر عقدِ ہمت ہے۔ کیسی توجہ ہے۔ ساری نصیحتوں میں اُسے یہی ایک ضروری معلوم ہوئی ہے۔ مجھ سے اگر وہ شخص پوچھتا تو شاید سینکڑوں نصیحتیں کرتا اور وہ بظاہر ضروری بھی ہوتیں۔ مگر نہ کرتا تو یہی نہ کرتا اور یہی سب سے اہم ہے یا کسی اَور سے وہ پوچھتا تو وہ اپنی جگہ سوچ لے کہ کیا وہ یہی نصیحت کرتا جو اس مزکی نے کی؟ میں دعویٰ سے کہتا ہوں کہ ہرگز نہ کرتا۔ یہ اسی کا کام ہے۔ دوسرے کا ہو ہی نہیں سکتا اور یہی تو بتاتا ہے کہ یہ کسرِ صلیب کے لئے آیا ہے۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۴۴ مورخہ ۱۰ دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۵)

یہ یقین رکھو کہ جب تک خدا تعالیٰ کے فضل کے جذب کرنے کے لئے اضطراب اور سچا اضطراب نہ ہو۔ کچھ نہیں بنتا۔ مسیحؑ کی موت معمولی بات نہیں۔ یہ وہ موت ہے جو عیسوی دین کی موت کا باعث ہے۔

اس قوم کو اگر کوئی جیت سکتا ہے تو اس کے لئے یہی ایک گُر ہے۔ اب غور کر کے دیکھ لو کہ اس کے لئے اس نے کس قدر دعائیں کی ہوں گی۔ دل میں کس قدر جوش اٹھتے ہوں گے۔ ہم تو ان کو سمجھ بھی نہیں سکتے کہ ایک آدمی مر گیا۔ پس مر گیا، بات کیا ہے، مرا ہی کرتے ہیں مگر نہیں۔ اس کے حل سے سب کچھ حل ہے۔ یہ فہم جو اسے دیا گیا ہے، یہ فہم مامور من اللہ کے سوا دوسرے کو نہیں ملتا۔ یہ اضطراب اور جوش دوسرے کا حصہ نہیں ہوسکتا۔ اگر کوئی دعوٰی کرے تو خیال باطل اور وہم محال ہے۔

پھر اختلاف اندرونی اور بیرونی پر نظر کرو کہ کیا حالت ہو رہی ہے۔ ایک کہتا ہے بائیبل میں یہ ہے دوسرا کہتا ہے۔ قرآن میں یہ ہے۔ حضرت صاحب مثال دیا کرتے ہیں کہ انہوں نے مداری کے تھیلے کی سی بات کر رکھی ہے۔ جیسے وہ چاہتا ہے اس میں سے نکالتا ہے۔ ویسے ہی یہ بھی جو روایت اپنے مطلب کی چاہتے ہیں نکال کر پیش کر دیتے ہیں اور یہ اختلاف اس شدت سے پھیلا ہوا ہے کہ اس کا بیان کرنا بھی آسان نہیں۔ صداقت اس طرح پر چھپ جاتی ہے جب تک مامور من اللہ

خدا تعالیٰ سے لطیف فہم لے کر نہیں آتا۔ صداقت بیج کی طرح رہتی ہے۔ جیسے جب بارش آسمان سے آتی ہے تو خواہ ساری دنیا زور لگائے کہ بیج نشوونما نہ پائے۔ وہ اُگنے سے نہیں رہتا۔ اسی طرح پر جب مامور من اللہ آتا ہے تو خواہ کوئی کچھ ہی کرے وہ صداقت کو ضرور نکال لیتا ہے۔ اس کی پہچان یہی ہوتی ہے کہ جو کام وہ کرتا ہے عقل صحیح اور نقل صریح اور تائیداتِ سماوی اس کی تصدیق کرتے ہیں۔

اس وقت آزادی کی راہیں کھلی ہوئی ہیں۔ اسلام پر وہ اعتراض کئے جاتے ہیں کہ پہلے کسی نے کبھی سنے بھی نہ تھے۔ میں نے بعض لوگوں سے سنا ہے کہ وہ کہتے ہیں کہ پہلے بھی اعتراض کرتے تھے۔ میں کہتا ہوں یہ بالکل غلط اور جھوٹ بات ہے۔ پہلے کوئی اعتراض نہیں کرتا تھا۔ اسلامی سلطنت کی سطوت و جبروت کے مقابلہ میں کون اعتراض کر سکتا تھا۔ یہ سب کچھ اس صدی کا کرشمہ ہے۔ اور اسی انڈیا میں اس کو ترقی ہے جو چاہے کوئی کہہ دے۔ اخبارات ورسالہ جات میں زور شور سے مخالفت کی جاتی اور اعتراض کئے جاتے ہیں کوئی نہیں روکتا۔

فسق وفجور نے یہاں تک ترقی کی ہے کہ شراب جسے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے جماع الاثم کہا ہے اسی پر قیاس کرلو کہ کیا حالت ہے۔ لنڈن ایک شہر میں اس کی یہ حالت ہے کہ صرف شراب فروشوں کی دوکانوں کو الگ ایک لائن میں رکھا جاوے تو پچہتر ۷۵ میل سے زیادہ تک جاتی ہیں۔ اور کل کارخانے اتوار کو بند رہیں مگر شراب کی دوکانیں اتوار کو بھی کھلنی ضروری ہیں۔ اس سے اندازہ اور قیاس کرلو دوسری حالتوں کا۔

عورتوں کی بابت آیا ہے کہ وہ حبائل الشیطان ہیں یعنی عورتیں شیطان کی رسیاں ہیں۔ حقیقت میں جس قدر ابتلا ان عورتوں کے ذریعہ سے آتے ہیں اور جس طرح شیطان ان رسیوں کے ذریعہ سے اپنا کام کرتا ہے۔ وہ کوئی ایسی بات نہیں کہ کسی سے پوشیدہ ہو۔

مشنری عورتوں اور مشنریوں سے جو خرابیاں اکثر اوقات پیدا ہوتی ہیں۔ اور آئے دن اس قسم کی خبریں سننے میں آتی ہیں۔ کہ فلاں گھر میں ایک مشنری عورت آتی تھی اور وہاں سے فلاں عورت کو نکال

لے گئی۔اس کا پتہ نہیں وغیرہ۔پھر اس سے ذرا اور آگے بڑھو۔ ولایت میں جو لوگ پڑھنے کے واسطے جاتے ہیں۔اور کوئی ان کے حال کا پُرساں اور نگران نہیں ہوتا۔ پھر جو کچھ وہاں وہ کر گزریں تھوڑا ہے۔ مذہب کی رسمی قیود بھی بمبئی تک ہی سمجھی جاتی ہیں۔اس کے بعد پھر کوئی مذہب نہیں۔ اِلّا ماشاء اللہ۔ ایک معزز ہندو نے نواب محمد علی خان صاحب کے مکان پر بیان کیا کہ یہ مت پوچھو کہ ولایت میں کیا کیا کھایا؟ بلکہ یہ پوچھئے کہ کیا نہیں کھایا؟

غرض حبائل الشیطان کی وہ حالت جماع الاثم کا وہ زور شور۔سلطنت کا رعب وسطوت و جبروت الگ یہاں تک کہ بعض دفعہ ایسا بھی ہوا ہے۔گو ویسے کچھ اور ہی ظاہر کر دیا گیا ہو کہ مقدمات میں تبدیلی مذہب نجات کا موجب ہوگئی اور مجسٹریٹ نے لکھ دیا کہ عیسائی مذہب کی وجہ سے خلاف گواہی دی گئی یا مقدمہ بنایا گیا۔

ایک آدمی بجائے خود ذلیل اور کسمپرس ہوتا ہے لیکن مشنریوں کے ہاں جا کر اسے روزگار مل جاتا ہے۔ یا کسی کو ممانعت روزگار ہوئی۔مشنریوں نے اسے پادری بنا دیا۔اس قسم کے واقعات موجود ہیں۔ یہ خیالی یا فرضی باتیں نہیں ہیں۔مشنریوں کی بعض رپورٹوں تک سے واقعات کھل جاتے ہیں اگر ان پر زیادہ غور کی جاوے۔

یہ تو ان لوگوں کی آزادی کے اسباب ہیں جنہوں نے مذہب کی پرواہ نہیں کی۔اس کے علاوہ مصنفوں اور ماسٹروں کا اثر پڑھنے والوں پر اندر ہی اندر ایک مخفی رنگ میں ہوتا چلا جاتا ہے۔تصنیف کا ایسا خوفناک اثر ہوتا ہے کہ دوسروں کو معلوم بھی نہیں ہوتا۔اور شاید پڑھنے والا بھی اسے جلدی محسوس نہ کر سکے۔مگر آخر کار وہ ایسا متأثر ہوتا ہے کہ خود اس کو جرأت ہوتی ہے۔شاہ عبدالعزیز صاحبؒ نے بھی اس اثر کے متعلق لکھا ہے اور میں چونکہ بہت کتابوں کا پڑھنے والا ہوں۔میں نے تجربہ کیا ہے اور علاوہ بریں علمِ طب کے ذریعہ مجھے اس راز کے سمجھنے میں بہت بڑی مدد ملی ہے۔میر حسنؔ کی مثنوی پڑھ کر ہزاروں ہزار لڑکے اور لڑکیاں زانی اور بدکار ہوگئی ہیں۔اور یہ ایسی بین اور ظاہر بات ہے کہ کوئی اس سے انکار نہیں کرسکتا۔جب کہ تصانیف کا اثر طبائع پر پڑتا ہے۔اور ضعیف طبیعتیں بہت جلد اس

اثر کو قبول کرتی ہیں تو آجکل تصانیف کے ذریعہ جوزہر مشنری گروہ نے پھیلایا ہے۔اس کے متعلق مجھے کچھ زیادہ کہنے کی ضرورت نہیں ہے۔ ہر رنگ میں فلسفہ، تاریخ، طبّ وغیرہ ہر شاخِ علم اور ہر کتاب میں مذہب سے مغائرت اور آزادی کا سبق پڑھایا جاتا۔ اور اسلام کی پاک تعلیم پر کسی نہ کسی رنگ میں حملہ کیا جاتا ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ تعلیم کا جادو کچھ ایسا کارگر ہوا ہے کہ ہر شخص بلا سوچے سمجھے کہ اس کے بچے کو کس قسم کی تعلیم مفید اور کارآمد ہوسکتی ہے۔ اپنے لڑکوں کو سکول اور کالج میں بھیجتا ہے۔ جہاں حفاظتِ دین کے اسباب بہم نہیں پہنچائے جاتے۔ وہاں قسم قسم کی فصیح و بلیغ تقریروں والے اور بڑی بڑی لمبی داڑھیوں والے عجیب غریب باتیں سناتے ہیں اور یورپین اقوام کی ترقیوں اور صنّاعیوں پر لیکچر دے دے کر نوجوانوں کو اس طرف مائل کرتے ہیں۔ یہاں تک کہ سیدھے سادھے نوجوان جو اپنی مذہبی تعلیم سے بالکل کورے اور صاف ہوتے ہیں۔ مذہب کو ایک آزادی کی مانع چیز سمجھنے لگتے ہیں اور انسانی ترقیوں کا مانع اسے قرار دیتے ہیں۔ باتوں ہی باتوں میں سمجھا دیئے جاتے ہیں کہ اگر وہ اعتراض علماء کے سامنے کئے جاتے ہیں تو ان پر کفر کے فتوے جڑے جاتے ہیں۔

ان اعتراضوں کا جو بُرا اثر پڑتا ہے اس کے متعلق میں ایک قصہ بیان کرتا ہوں۔مگر یاد رکھو کہ میں قصہ گو نہیں۔ بلکہ دردِ دل کے ساتھ تمہیں اسلام کی حالت دکھانی چاہتا ہوں۔ میری غرض کسی پر نکتہ چینی کرنا نہیں ہے اور نہ ہنسانا مقصود ہے۔ بلکہ اصلیت کا بیان کرنا مدّ نظر ہے۔

میں ایک بار ریل میں سفر کر رہا تھا۔جس کمرہ میں مَیں بیٹھا ہوا تھا۔اسی کمرہ میں ایک اور بڈھا شخص بیٹھا ہوا تھا۔ ایک اور شخص جو مجھے مولوی صاحب کہہ کر مخاطب کرنے لگا۔تو اس دوسرے شخص کو سخت بُرا معلوم ہوا اور اس نے کھڑکی سے باہر سر نکال لیا۔ وہ شخص جو مجھ سے مخاطب تھا اس کے بعض سوالوں کا جواب جب میں نے دیا تو اس بڈھے نے بھی سر اندر کر لیا اور بڑے غور سے میری باتوں کو سننے لگا اور وہ باتیں مؤثر معلوم ہوئیں۔ پھر خود ہی اس نے بیان کیا کہ کیا آپ جانتے ہیں کہ میں نے کیوں سر باہر کر لیا تھا۔ میں نے کہا نہیں اس نے بیان کیا کہ مجھے مولویوں کے نام سے بڑی نفرت

ہے۔اس شخص نے جب آپ کومولوی کر کے پکارا تو مجھے بہت بُرا معلوم ہوا۔لیکن جب آپ کی باتیں سنیں تو مجھے اُن سے بڑا اثر ہوا۔ میں نے پوچھا کہ مولویوں سے تمہیں نفرت ہے؟ اس نے کہا کہ میں نے لدھیانہ میں ایک مولوی صاحب کا وعظ سُنا اس نے دریائے نیل کے فضائل میں بیان کیا کہ وہ جَبَلُ الْقَمَر سے نکلتا ہے۔اوراس کے متعلق کہا کہ چاند کے پہاڑوں سے آتا ہے۔ میں نے اس پر اعتراض کیا تو مجھے پٹوایا گیا۔ اس وقت مجھے اسلام پر کچھ شکوک پیدا ہو گئے۔ اور میں عیسائی ہو گیا بہت عرصہ تک میں عیسائی رہا۔ پھر ایک دن پادری صاحب نے مجھے کہا کہ ایک نئی تحقیقات ہوئی ہے۔ دریائے نیل کا منبع معلوم ہو گیا ہے۔ اور اس نے بیان کیا کہ جبل القمر ایک پہاڑ ہے وہاں سے دریائے نیل نکلتا ہے۔ میں اس کوسن کر رو پڑا۔اور وہ سارا واقعہ مجھے یاد آ گیا۔ ایک عیسائی نے مجھے مسلمان بنادیا۔اور ایک مولوی نے مجھے عیسائی کیا۔اس وجہ سے میں ان لوگوں سے نفرت کرتا تھا۔مگر آپ اُن میں سے نہیں ہیں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اس کی یہ کہانی سن کر میرے دل پر سخت چوٹ لگی کہ اللہ! مسلمانوں کی یہ حالت ہے۔غرض اس وقت مسلمانوں کی حالت تو یہاں تک پہنچی ہوئی ہے اور اس پر بھی ان کوکسی مزکی کی ضرورت نہیں!۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۴۵ مورخہ ۱۷؍دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۳، ۱۴)

غرض یہ حالت اس وقت اسلام کی ہے اور پھر کہا جاتا ہے کہ مزکی کی ضرورت نہیں قرآن موجود ہے میں پوچھتا ہوں۔اگر قرآن ہی کی ضرورت تھی تو پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ذریعہ قرآن شریف کے آنے کی کیا حاجت تھی کسی درخت کے ساتھ لٹکا لٹکایا مل جاتا؟ اور قرآن شریف خود کیوں یہ قید لگاتا ہے۔ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَيُزَكِّيْهِمْ وغیرہ۔ میں سچ کہتا ہوں کہ معلّم اور مزکی کے بدوں قرآن شریف جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت غیر مفید ہوتا۔آج بھی غیر مفید ہوتا۔

خدا تعالیٰ نے ہمیشہ سے یہ طریق پسند فرمایا ہے کہ وہ انبیاء ومرسلین کے ذریعہ ہدایت بھیجتا ہے۔ یہ کبھی نہیں ہوا کہ ہدایت تو آ جاوے مگر انبیاء ومرسلین نہ آئے ہوں۔

پس اس وقت جیسا کہ میں بیان کر چکا ہوں اور مختلف پہلوؤں سے میں نے دکھایا ہے۔

ضرورتیں داعی ہورہی ہیں کہ ایک مزکی اور مطہر انسان قرآن کریم کے حقائق و معارف بیان کر کے اس ہدایت کو لوگوں تک پہنچادے۔ جو قرآن شریف میں موجود ہے۔ یہ کام اس کا ہے کہ وہ ہدایت کی اشاعت کرے۔

جب یہ ضرورت ثابت ہے تو پھر اس امر کا پتہ لگانا کچھ بھی مشکل نہیں ہوسکتا کہ وہ مزکی آیا ہے یا نہیں؟ میں کہتا ہوں کہ وہ مزکی آ گیا اب اس کی صداقت کا جانچنا باقی رہتا ہے۔ اس کے لئے قرآن شریف اور منہاجِ نبوت کامل معیار ہے۔ اس سے دیکھ لو۔ اس کی سچائی خود بخود کھل جاویگی اور عقلی دلائل نصوصِ قرآنیہ اور حدیثیہ اور تائیدات سے اسے شناخت کرلو۔

کسوف وخسوف کا کس قدر عظیم الشان نشان موجود تھا مگر دیکھنے والوں میں سے سب نے فائدہ اٹھایا؟ ہرگز نہیں۔ اس کے پورا نہ ہونے سے پہلے تو اسے صحیح قرار دیتے تھے مگر جب وہ پورا ہو گیا تو روایت کی صحت میں شبہ کرنا شروع کر دیا۔ حقیقت میں جب انسان تعصب اور ضد سے کام لیتا ہے اور ایک بات ماننی نہیں چاہتا تو اس کی بہت سی توجیہیں نکالتا ہے اور اپنے خیال کے موافق عذرات تراش لیتا ہے۔ چونکہ انسان کی قوتیں دن بدن آگے بڑھتی ہیں۔ اس لئے وہ خیالات ترقی کرتے جاتے ہیں۔ دیکھو میں کل جس عمر کا تھا آج اُس سے ایک دن بڑا ہوں۔ اسی طرح دیکھ لو۔ پچھلے حصۂ زندگانی پر جس قدر غور کرو گے اور جتنا پیچھے جاؤ گے۔ اسی قدر تمہیں نمایاں فرق نظر آئے گا کہ کمزوری بڑھتی گئی ہے۔ دیکھو پہلے بول نہ سکتا تھا۔ پھر بولنے لگا اور اپنی مادری زبان میں کلام کرنے لگا۔ پھر یہاں تک ترقی کی کہ اردو بولنے لگا اور پھر یوماً فیوماً اس میں بھی ترقی کی۔ یہاں تک کہ اب اپنی زبان میں مسلسل دو چار فقرے بھی ادا نہیں کرسکتا۔ ایک بار حضرت امام علیہ الصلوٰۃ والسلام نے مجھے پنجابی زبان میں وعظ کرنے کا حکم دیا۔ میں دو چار فقروں کے بعد ہی پھر اردو بولنے لگا۔

اسی طرح دیکھ لو کہ ہر صورت میں انسان ترقی کرتا ہے۔ بچپن کے زمانہ میں جو کپڑے کام آتے تھے اور خوبصورت اور ٹھیک موزوں تھے۔ آج میں ان کو نہیں پہن سکتا۔ یہی نہیں کہ وہ میرے بدن پر نہیں آ سکیں گے بلکہ بہت ہی بُرے ہوں گے۔

جہاں تک غور کرتے جاؤ۔ انسان ترقی کرتا جاتا ہے اسی اصول کے موافق وہ نیکیوں اور بدیوں میں بھی ترقی کرتا ہے اور رسم ورواج لباس وغیرہ امور میں ترقی ہوتی رہتی ہے۔ ایک زمانہ تھا کہ مردوں کے پاجامے گلبدن کے ہوتے تھے اور وہ دوہری پگڑیاں پہنا کرتے تھے۔ اور بھدّی سی تلواریں ہوتی تھیں اور کچھ بدنما ڈھالیں۔ مگر آج دیکھو کہ وہ طرزِ لباس ہی نہیں رہا۔ ان تلواروں اور ڈھالوں کی ضرورت ہی نہیں رہی۔ اس اس قسم کی توپیں اور بندوقیں آئے دن ایجاد ہو رہی ہیں کہ دشمن اپنے ہی مقام پر ہلاک کر دیا جاتا ہے تو اُسے خبر ہوتی ہے۔

فنونِ حرب میں اس قدر ترقی ہوئی ہے کہ کچھ کہا نہیں جاتا۔ میری غرض اس وقت زمانہ کی ایجادات اور فنون کی ترقیوں پر لیکچر دینا نہیں ہے۔ بلکہ میں اس اصل کو تمہارے ذہن نشین کرنا چاہتا ہوں کہ انسان ترقی کرتا ہے اور وہ جس حالت میں ہو اُس میں رہ نہیں سکتا۔ غرض پھر اس حکومت کے دور دورہ میں جہاں اور ترقیاں ہوئیں۔ لباس میں بھی ترقی ہونے لگی۔ پھر اُلٹی وضع کی پگڑیوں کے بجائے پگڑیوں کا طور بدلا۔ ٹوپیوں کا رواج شروع ہوا۔ بال رکھتے تھے۔ یہ سوچا کہ سر دھونے کی تکلیف ہوتی ہے۔ بال چھوٹے کئے جاویں۔ بالوں پر اثر پڑا۔ پھر داڑھیوں کی صفائی شروع ہوئی پھر جوتہ کی طرف دیکھا کہ پرانی وضع کے جوتے بھدّے اور بدنما ہیں اس لئے ان میں ترمیم کرنی چاہیے اور اس قسم کے ہونے چاہییں جیسا کہ پاؤں کا نمونہ نیچر نے رکھا ہے۔ پس بوٹ کی طرف توجہ ہوئی اور فرغل چغہ کی بجائے کوٹ نکلے۔ یہاں تک تو خیر تھی۔ لباس سے آگے اثر شروع ہوا اور ایک تہ بند گزار کو نماز بھی چھوڑنی پڑی۔ کیونکہ نماز پڑھنے میں ایک قیمتی پوشاک خراب ہوتی ہے۔ وضو کرنے سے کالر اور نیکٹائی وغیرہ کا ستیاناس ہوتا ہے اور کفیں خراب ہو جاتی ہیں۔ یہ انسان کی ترقی کی ایک بات ہے۔ اور یہی معنے ہیں میری نظر میں۔ مَنْ تَشَبَّهَ بِقَوْمٍ فَهُوَ مِنْهُمْ ![1]

موجودہ زمانہ میں بھی اثر ہوا ہے۔ قوم کی حالت اسی طرح بگڑی ہے۔ بعض کو فلسفہ نے تباہ کر دیا ہے بعض اور مشکلات اور حالتوں میں مبتلا ہو کر ہلاک ہوئے۔ میری طبیعت فلسفہ کو پسند کرتی ہے۔ مگر

---

[1] جو کسی قوم کی مشابہت اختیار کرتا ہے وہ انہی میں سے ہوتا ہے۔

اللہ تعالیٰ کا احسان ہے کہ اس نے قرآن جیسا مجھے فلسفہ دیا اور پھر ایک اپنا امام مجھے عطا کیا ہے کہ جس کی قوتِ قدسی اور تاثیر صحبت سے یہ فلسفہ مجھے بہت ہی عزیز اور کامل تر فلسفہ ملا۔

میں نے دیکھا ہے کہ آجکل کے نوجوان جو انگریزی فلسفہ کی چند کتابیں پڑھتے ہیں جس پر بجائے خود بیسیوں نہیں سینکڑوں اعتراض ہیں۔ بڑے فخر سے مِلؔ، سپنسرؔ کے نام لیتے ہیں اور ناز کرتے ہیں کہ پلیٹو نے فلسفہ میں یہ لکھا ہے اور فیثا غورث نے یہ کہا ہے۔ ان باتوں نے ان پر کچھ ایسا اثر کیا ہے کہ اب وہ مذہب پر ہنسی کرتے ہیں اور اس کو ٹھٹھے میں اڑاتے ہیں۔ مذہب کی حالت تو یوں بدتر ہوئی۔ پھر سوسائٹی کی طرف دیکھو۔ ادنیٰ سے اعلیٰ تک کو میں نے دیکھا ہے کہ جب ان سے کوئی بات پوچھو تو ان کے نزدیک گویا حرام ہے کسی مسلمان کا نام لینا۔ وہ سوسائٹی کے اصولوں کو بیان کرتے ہوئے بڑے خوش ہوتے ہیں اور انگریزوں کے نام لیتے ہیں اور ان کی کتابوں کے حوالے دینے لگتے ہیں۔

مختصر یہ کہ دنیا الگ معبود ہو رہی ہے۔ حکومت کی طرف سے جو اثر ہو رہا ہے۔ وہ ظاہر ہے۔ بچے یوں مبتلا ہیں۔ مدارس میں مذہبی تعلیم کا کوئی انتظام نہیں اور مسلمان کر نہیں سکتے گورنمنٹ برداشت نہیں کر سکتی کہ ہر مذہب کے معلم مدرسوں میں اپنی گرہ سے قائم کرے۔ کیونکہ مذہبی تعلیم دینا خود مسلمانوں کا اپنا فرض ہے اور اصل تو یہ ہے کہ خود مسلمانوں کی حالت ایسی ہے کہ جہاں جہاں انہوں نے بظاہر دینی تعلیم کا انتظام کیا بھی ہے وہاں بھی یہ حالت ہے کہ دینی تعلیم اصل مقصد نہیں بلکہ دنیوی علوم کے ساتھ برائے نام ایسا رکھا گیا ہے۔

میں اپنے یہاں دیکھتا ہوں۔ دوسرے مدرسوں کی نسبت یہاں دینیات کی طرف توجہ ہے۔ مگر میں نے دیکھا ہے کہ لڑکے مسجد میں بھی انگریزی کتابوں کے ہجے یاد کرتے رہتے ہیں مجھے تعجب ہی ہوا ہے۔ عربی اور قرآن شریف کی طرف وہ توجہ نہیں پاتا ہوں جو انگریزی اور اس کے لوازمات کی طرف ہے۔

غفلت جس قدر مسلمانوں پر سایہ کئے ہوئے ہے۔ اس کا تو ذکر ہی نہ پوچھو۔ اعمال میں یہ

حالت ہے کہ گھر میں تو اِنَّآ اَعْطَیْنٰکَ۔[1] (الکوثر:۲) بھی گراں گزرتی ہے۔لیکن اگر امام ہوں تو پھر سورۂ بقرۃ بھی کافی نہیں۔حدود اللہ میں یہ غفلت ہے کہ اپنی ہی سستی اور کمزوری سے تمام حدود اٹھ گئی ہیں۔کسی کو جھوٹ یا چوری یا دوسری خلاف ورزیوں کی سزا نہیں ملتی ہے۔

ان باتوں کا اگر ذکر نہ بھی کریں اور مختصر الفاظ میں کہیں تو یہ ہے کہ مذہب سے ناواقفی ہوگئی ہے۔ مہذب جماعت نے مذہب کا ذکر ہی خلافِ تہذیب سمجھ رکھا ہے۔مذہبی مباحثوں کو وہ اس قدر نفرت کی نگاہ سے دیکھتے ہیں جس کی کچھ حد ہی نہیں۔ان کی مجلس میں اگر اسلام یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم یا قرآن شریف کی نسبت سخت الفاظ میں حملے کئے جائیں تو ان کو سُن کر خاموش ہو رہنا اور کسی قسم کا جواب نہ دینا فراخ حوصلگی اور مرنج ومرنجاں کا ثبوت ہے۔وہ یہ کہتے ہیں کہ مذہب کا تعلق صرف دل سے ہے۔زبان سے یا اعمال سے یا مال سے اس کا کوئی واسطہ ہی نہیں ہے۔

جہاں تک نظر دوڑاؤ۔مخلوق کو عجیب حالت میں مبتلا پاؤ گے۔ باوجود اس حالت کے آزادی یہاں تک ہے کہ شاکت مذہب کے متعلق تک بھی کتابیں شائع ہوگئی ہیں اور گُپت پرکاش کے نام سے ان کے حالات ظاہر ہو گئے ہیں۔کوئی مذہب ایسا نہیں رہا جو اس وقت دنیا میں موجود ہو اور اس کے عقائد اور متعلقات پبلک کے سامنے نہ آئے ہوں۔ جب یہ حالت ہے تو پھر میں مسلمانوں سے خطاب کر کے پوچھتا ہوں کہ لِیُظْہِرَہٗ عَلَی الدِّیْنِ کُلِّہٖ۔[2] (الصّف:۱۰) کا وقت کب آئے گا؟ اور علامات اور واقعات سے اگر تم استدلال نہیں کرتے تو مجھے اس کا جواب دو کہ مذاہبِ مختلفہ کا ظہور تو اب ہو چکا ہے وہ رسول اس وقت کہاں ہے۔جس نے اسلام کو جمیع ملل پر غالب کر کے دکھانا ہے۔

الغرض انسان کی اپنی ضرورتیں، پس وپیش کی ضرورتیں، اعمال کا مقابلہ، عقل اور فطرت کے ساتھ عقلاء کی گواہیاں، راست بازوں کی گواہیاں، اپنے نفس کی گواہیاں، موجودہ ضروریات کیا کافی نہ تھیں یہ ثابت کرنے کے واسطے کہ یہ زمانہ امام کا زمانہ ہے۔

بے شک یہ ساری شہادتیں کافی ہیں کہ یہ امام کا زمانہ ہے اور یہ سچ ہے کہ کوئی درخت جڑھ کے

۱؎ ہم نے تجھے سب کچھ دیا۔ ۲؎ تا کہ اس کو غالب کرے سب ہی دینوں پر۔

سوا کوئی کام ایک مخزن کے سوانہیں چلتا۔آخر خدا ہی کا فضل ہوا۔ ذٰلِكَ فَضْلُ اللّٰهِ يُؤْتِيْهِ مَنْ يَّشَآءُ ۔ وَ اللّٰهُ ذُو الْفَضْلِ الْعَظِيْمِ ۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۴۶ مورخہ ۲۴/ دسمبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۳،۴)

اللہ تعالیٰ بڑے ہی فضلوں کا مالک ہے۔ یہ اُسی کا فضل ہے کہ وہ کس کے زمانہ میں امام، معلم ،مزکی ،تالی بھیج دیتا ہے۔اور کوئی قوم کا دردمند انسان مبعوث فرما دیتا ہے۔

محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اُسی کے فضل اور رحم کا ایک عظیم الشان نمونہ تھا۔آپؐ کی بعثت اللہ تعالیٰ کی رحمانی صفت کے انتہائی تقاضے کا نتیجہ تھی۔ اسی لئے فرمایا۔ مَآ اَرْسَلْنٰكَ اِلَّا رَحْمَةً لِّلْعٰلَمِيْنَ (انبیاء:۱۰۸) محمدؐ وہی ہوتا ہے جس کی تعریف کی جاتی ہے۔آپؐ کے نام ہی میں رحمانیت کی طرف اشارہ ہے کیونکہ تعریف اسی کی کی جاتی ہے جو بلامزدوری کام آئے اور شفقت فرمائے۔اگر مزدوری بھی لے تو پھر تعریف کیسی! بے وجہ عنایت فرما کی ہی تعریف ہوتی ہے اور بے مانگے دینے والا رحمٰن ہوتا ہے۔ پس محمد صلی اللہ علیہ وسلم رحمٰن کا مظہر ہوئے۔اس قسم کے رحیم وکریم عنایت فرما کے احکام کی خلاف ورزی ایک شریر النفس اور ناپاک فطرت انسان کا کام ہے۔ کیونکہ فطرتی طور پر بمصداق جُبِلَتِ الْقُلُوْبُ عَلٰى حُبِّ مَنْ اَحْسَنَ اِلَيْهَا محسن کی محبت دل میں پیدا ہوتی ہے اور محبت کا شدید تقاضا اس کی اتباع ہے۔اس لئے فرمایا گیا:

قُلْ اِنْ كُنْتُمْ تُحِبُّوْنَ اللّٰهَ فَاتَّبِعُوْنِيْ يُحْبِبْكُمُ اللّٰهُ ۔[1] (آل عمران:۳۲)

جو چاہتا ہے کہ وہ مولیٰ کریم کا محبوب ہو۔اس کو لازم ہے کہ وہ محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی اتباع کرے اور سچی اتباع کامل محبّت سے پیدا ہوتی ہے۔اور محبت محسن کے احسانوں کی یاد سے بڑھتی ہے۔جو شخص اس محسن اور عنایت فرما کی خلاف ورزی کرتا ہے جو بلا وجہ اور بلا مُزد مروّت واحسان کرتا ہے۔وہ سب سے زیادہ سزا کا مستحق ہوتا۔اسی لئے ابوالحنفاء کے منہ سے قرآن شریف میں اَب آذر

[1] (اے محمدؐ) تم ان سے کہہ دو کہ اگر تم اللہ کے محبوب بننا چاہتے ہو (جیسا کہ میں اللہ کا محبوب بنا ہوں) تو تم میری چال چلو پوری پوری تو تم بھی اللہ کے محبوب بن جاؤ گے۔

کو یہ کہلوا دیا۔ اِنِّیْۤ اَخَافُ اَنْ یَّمَسَّكَ عَذَابٌ مِّنَ الرَّحْمٰنِ۔[1] (مریم:۴۶) یعنی جس نے بلا وجہ تم پر احسان کیا۔ تیرا قلب اچھا ہوتا تو اس کی محبت میں تو ترقی کرتا۔ برخلاف اس کے تو نے بُتوں کی پرستش کی۔ پس اس رحمانی صفت کے انکار کی وجہ سے عذاب بھی شدید آئے گا۔

پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اس پہلو سے بھی رحمانیت کے مظہر تھے کہ آپؐ قرآن جیسی رحمت، شفاء، نور، امام کتاب لے کر آئے۔ اور قرآن کا نزول رحمانی صفت ہی کا اقتضاء تھا۔ جیسے فرمایا۔ اَلرَّحْمٰنُ عَلَّمَ الْقُرْاٰنَ۔ قرآن کا نزول چونکہ اس صفت کے نیچے تھا۔ آپؐ جب معلّم القرآن ہوئے تو اسی صفت کے مظہر بن کر باوجود اس کے کہ ان سے دکھ اٹھائے۔ مگر دعا، توجہ، عقدِ ہمت اور تدبیر کو نہ چھوڑا۔

یہاں تک کہ آخر آپؐ کامیاب ہو گئے۔ پھر جن لوگوں نے آپؐ کی سچی اور کامل اتباع کی ان کو اعلیٰ درجہ کی جزا ملی اور ان کی تعریف ہوئی۔ اس پہلو سے آپؐ کا نام احمدؐ ٹھہرا۔ کیونکہ دوسرے کی تعریف جب کرتا ہے جب فائدہ دیتا ہے۔ چونکہ آپؐ نے عظیم الشان فائدہ دنیا کو پہنچایا، اس لئے آپ کی تعریف بھی اسی قدر ہوئی۔ اس سے بڑھ کر کیا فائدہ ہوگا کہ ابدالآباد کے لئے خلافت کا سلسلہ آپؐ کے کامل متبعین میں رکھ دیا۔ وَعَدَ اللّٰهُ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مِنْكُمْ وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ لَيَسْتَخْلِفَنَّهُمْ فِي الْاَرْضِ كَمَا اسْتَخْلَفَ الَّذِيْنَ مِنْ قَبْلِهِمْ۔[2] (النور:۵۶) اسی وعدہ حقہ اور صادقہ کے موافق آج بھی خدا تعالیٰ (نے) خاتم الخلفاء کو بھیجا ہے۔

غرض! خدا میں جو رحمٰن ورحیم کی صفت تھی محمدؐ و احمدؐ میں وہ جلوہ گر ہوئیں۔ اس لئے وہ اپنے سچے غلاموں میں دونوں باتیں پیدا کر دیتا ہے۔ اور یہ دیکھا گیا ہے کہ جس قدر مصلحان اسلام میں ہوئے ہیں وہ یا اسمِ محمدؐ کے نیچے تھے یا اسمِ احمدؐ کے۔

---

[1] میں ڈرتا ہوں کہ رحمان کا عذاب تم کو نہ چھو جائے۔ [2] اللہ نے وعدہ کر لیا ہے ان لوگوں سے جو تم میں ایماندار ہیں اور جنھوں نے بھلے کام کئے ہیں کہ ان کو ضرور خلیفہ بنائے گا زمین میں جیسے کہ خلیفہ بنایا ان سے پہلے والوں کو۔

مَیں نے دیکھا ہے کہ علماء ایک بڑی بھاری غلطی کے مرتکب ہوئے ہیں۔ جب کہ وہ تمام مختلف پیشگوئیاں جومختلف اشخاص کے حق میں ہوئی ہیں۔ ایک ہی آدمی میں جمع کرنا چاہتے ہیں۔ وَعَدَ اللّٰہُ الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا مِنْکُمْ کی آیت بھی اس امر پر دلالت کرتی ہے کہ موعود خلیفے ایک سے زیادہ ہوں گے۔ پھر کیوں سعی کی جاتی ہے کہ سب کا مصداق ایک ہی ہو۔ مختلف مہدی ہوئے اور اپنے اپنے وقت پر ہو گزرے۔ مسیح بھی ایک مہدی ہے اور وہ اب موجود ہے۔ مگر ذٰلِکَ فَضْلُ اللّٰہِ یُؤْتِیْہِ مَنْ یَّشَآءُ جس کو چاہتا ہے فضل دیتا ہے۔

اگر کہو کہ اس وقت بہت سے سلسلے گدی نشین اور سجادہ نشین اور کیا کیا ہیں۔ تو سنو! مَثَلُ الَّذِیْنَ ... الآیۃ۔ اسفار ان بڑی کتابوں کو کہتے ہیں جن سے کشفِ حقائق ہوجاتا ہے۔ مگر کوئی بتائے کہ ان انکشافات کے اسباب سے گدھا کیا فائدہ اُٹھا سکتا ہے۔ گدھا جس کی عقدِ ہمت اور توجہ اس سے پرے نہیں کہ دانہ اور گھاس مل جاوے یا زیادہ سے زیادہ یہ کہ اچھی اروڑی مل جاوے اور طویلہ کا آخری حصہ ہو جو خاکروب نے اچھی طرح صاف نہ کیا ہو۔ رات کو جھول اور پالان مل جاوے۔ مقدرت سے زیادہ بوجھ نہ ہو۔ اصل غرض اس کی تھوڑی سی نفس پرستی ہے۔ اسی مثال کو اللہ تعالیٰ یہاں بیان کرتا ہے کہ بہت سے لوگ ایسے ہوتے ہیں کہ اُن کے پاس انکشافِ حقائق کے اسباب ہوتے ہیں مگر وہ ان سے اس قدر فائدہ صرف اٹھاتے ہیں۔ جس قدر گدھا دانے، گھاس، جُھل، پالان اور تھوڑی سی رسّی یا اروڑی سے۔ پس جن کی اصل غرض دنیا ہوتی ہے۔ وہ ان اسباب انکشافِ حقائق سے اسی مقدار دنیا طلبی کے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ اس سے زیادہ کچھ نہیں۔

اس وقت ایک قوم دنیا میں موجود ہے۔ جس نے ۲۷۰ سو زبان میں ایک کتاب کا ترجمہ کیا ہے۔ اور پھر ترجمہ در ترجمہ کر کے بھی کہتے ہیں کہ وہ کلام اللہ ہے۔ اگر پوچھو کہ اس پر عمل کرنا شرط ہے۔ یا نہیں۔ تو کہہ دیتے ہیں کہ شرط نہیں۔ کیونکہ شریعت لعنت ہے پر سمجھ میں نہیں آتا کہ اس قدر بوجھ کیونکر اٹھایا ہے۔ اس کی غرض ترجمہ کنندہ کی غرض روپیہ ہے۔ پریچر کی غرض اتنی ہی ہے کہ تنخواہ مل جاوے! یہ قوم اس کی مصداق ہے یَکْتُبُوْنَ الْکِتٰبَ بِاَیْدِیْھِمْ ۗ ثُمَّ یَقُوْلُوْنَ ھٰذَا

مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ۔[۱] (البقرۃ:۸۰)

یہ صاف ظاہر ہے کہ اس قدر زبانوں میں مسیح نے کلام نہیں کیا۔ مگر پھر بھی وہ اس کا نام کلام اللہ۔ کتابِ مقدس رکھا جاتا ہے پر یچروں کو کلامِ الٰہی کے خادم کہا جاتا ہے۔ اس سے کس صفائی کے ساتھ معلوم ہوتا ہے کہ یَتْلُوْا کی صفت نہیں رہی ۔ یہ تو ہے غیر مذہب کے لوگوں کا حال۔ اپنے گھر میں غور کرو۔ (الحکم جلد ۷ نمبر ۱ مورخہ ۱۰ر جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۷)

کثرت کے ساتھ وہ لوگ جو علماء کہلاتے ہیں ایسے ملیں گے جو یہ کہتے ہیں کہ تَبٰرَكَ الَّذِيْ یاد ہے۔ اور کچھ نمازِ جنازہ آ جاوے۔ گویا سارے قرآن میں ان کو اتنی ہی ضرورت ہے کہ مُردے یا نئے تعلق نکاح وغیرہ سے کچھ مل جاوے۔ قرآن کی غرض و غایت ان کے نزدیک صرف اتنی ہی ہے اس سے آگے کچھ نہیں۔ مصنفوں کو دیکھو۔ کتابیں لکھتے ہیں۔ مطلب صرف اتنا ہے کہ کچھ فائدہ ہو۔ ان اسفار کا نتیجہ گدھے کی طرح ہے۔ جو فوائد قلیلہ کے لئے اس قدر بوجھ اٹھاتا ہے۔ کیا بُری مثال ہے۔ وہ جامع اخلاق انسان جو صفاتِ عالیہ کا وارث ہوسکتا ہے۔ اور خدا تعالیٰ کے فضل ورحم کا وارث بن سکتا ہے۔ وہ انسان جس کا خدا اللہ ہے اور بچھڑا نہیں۔ وہ اس بات پر ایمان لاتا ہے کہ اخلاقِ فاضلہ کے حاصل کرنے ۔ منشاء زندگی کو معلوم کرنے کے لئے ضروری ہے کہ کوئی معلم آئے جو مزکی ہو اور تالی آیات اللہ کا ہو۔ مجھے اس آیت نے بارہا متأثر بنایا ہے۔ اَفَلَا يَرَوْنَ اَلَّا يَرْجِعُ اِلَيْهِمْ قَوْلًا ۔[۲] (طٰہٰ:۹۰) وہ معبود کیسا ہوسکتا ہے جو کسی کی بات کا جواب ہی نہیں دیتا۔ اگر وہ کسی ایک سے بھی بولتا تو کم از کم یہ الزام اُٹھ جاتا جو لوگ یہ مانتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ اب کسی سے کلام نہیں کرتا۔ مجھے افسوس سے کہنا پڑتا ہے کہ وہ بچھڑے خدا پر ایمان لائے ہیں نہ کہ متکلم خدا پر۔ وہ ہرگز نہیں مانتے کہ وہ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ ۔ مٰلِكِ يَوْمِ الدِّيْنِ ۔[۳] (الفاتحۃ:۲ تا ۴) خدا ہے۔ ایک نیچری..... کہتا ہے کہ دعاؤں کا کچھ نتیجہ اور اثر نہیں۔ اس قسم کا اعتقاد رکھنے والا بھی خدا کو بچھڑا ہی

۱؎ جو کتاب کو تو اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں پھر (جھوٹ) لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہی اللہ کا حکم ہے تا کہ اِن جھوٹی تحریروں سے تھوڑی سی دنیا کما لیں۔ ۲؎ بھلا یہ لوگ اتنا بھی نہ دیکھ سکے کہ وہ پلٹا کر جواب بھی تو نہیں دیتا انہیں ۔ ۳؎ سب تعریف اللہ ہی کی ہے جو آہستہ آہستہ سب جہانوں کو کمال کی طرف پہنچانے والا۔ بے محنت انعام دینے والا، سچی کوشش کا بدلہ دینے والا۔ جزا اور سزا کے وقت کا مالک ہے۔

مانتا ہے۔ اسلام کے خدا پر وہ یقین نہیں لاتا۔ جس کی بابت یہ اعتقاد رکھنا ضروری ہے کہ وہ اللہ وہی ہے جس نے یہ سچ فرمایا۔

اُدْعُوْنِیْٓ اَسْتَجِبْ لَكُمْ ۔[۱] (المؤمن:۶۱)

غرض انسان اسفار سے فائدہ نہیں اٹھا سکتا۔ جب تک معلم ۔مزکی موجود نہ ہو۔ اگر ساری دانش اور قابلیت کتابوں پر منحصر ہوتی تو میں سچ کہتا ہوں کہ میں سب سے بڑھ کر تجربہ کار ہوتا کیونکہ جس قدر کتابیں میں نے پڑھی ہیں۔ بہت تھوڑے ہوں گے جنہوں نے اس قدر مطالعہ کیا ہو اور بہت تھوڑے ہوں گے جن کے پاس اس قدر ذخیرہ کتب کا ہوگا مگر میں یہ بھی سچ کہتا ہوں کہ وہ ساری کتابیں اور سارا مطالعہ بالکل رائیگاں اور بے فائدہ ہوتا۔ اگر میں امام کے پاس اور اس کی خدمت میں نہ ہوتا مجرد کتابوں سے آدمی کیا سیکھ سکتا ہے جب تک مزکی نہ ہو۔ اب میری حالت یہ ہے کہ جب کہ میں نے محض خدا کے فضل سے راست باز کو پالیا ہے تو ایک منٹ بھی اس سے دور رہنا نہیں چاہتا۔ یہاں تک کہ ایک نے ہزار روپیہ دے کر بلوانا چاہا۔ مگر میں نے گوارا نہ کیا پھر اس پر مجھے تعجب اور حیرت ہوتی ہے کہ ہمارے دوسرے بھائی کیونکر قادیان سے باہر جانا چاہتے ہیں۔ میں یہ باتیں صرف تحدیث بالنعمۃ کے طور پر کہتا ہوں۔ شاید کسی کو فائدہ ہو کہ میں نے بہت کتابیں جمع کیں لیکن جو کچھ مجھے ملا محض اس کے فضل سے ملا تم نہ تھے۔ کوئی دعوٰی نہ تھا اس وقت میرے دل نے مان لیا تھا کہ یہ سچا ہے۔ میرے لئے اس کی سچائی کی دلیل اور نشان میں آپ ہی تھا۔ پھر میرا لڑکا عبدالحی آیۃ اللہ ہے۔ محمد احمد مر گیا تھا۔ لودھیانہ کے ایک معترض نے اس پر اعتراض کیا۔ میرے غافل قلب نے اس کی پرواہ نہ کی اور حقیقت میں میری یہ حالت ہے کہ میں محض اولاد کا خواہشمند نہ تھا۔ میں اسی مجلس میں ایک شخص کو بطور شہادت پیش کر سکتا ہوں اور وہ ایڈیٹر الحکم ہے کہ ایک طبیب نے جو اشتہاری ہے مجھے اس کی معرفت پیغام دیا کہ تم میرا علاج کرو۔ تمہارے یہاں اولاد ہو جاوے گی۔ میں نے اس کو یہی جواب دیا کہ مجھے محض اولاد کی ضرورت نہیں بلکہ سعادت منداولاد کی ضرورت ہے۔ اگر اس کا

۱؎ کہ تم مجھ سے دعا مانگو میں تمہاری دعا قبول کروں گا۔

کوئی نسخہ تمہارے پاس ہوتو میں کئی ہزار روپیہ دینے کو تیار ہوں۔اس کا جواب اس نے کچھ نہ دیا۔(یہ واقعہ بالکل درست اور صحیح ہے۔ایڈیٹر)

غرض میں نے اس لدھیانوی معترض کی تحریر کا کچھ بھی لحاظ نہ کیا اور اس پر کوئی توجہ نہ کی۔مگر میرے آقا امام نے اس پر توجہ کی تو اس کو وہ بشارت ملی جو انوارالاسلام کے صفحہ ۲۶ پر درج ہے۔اور پھر اس کے چند برس بعد یہ بچہ جس کا نام عبدالحی ہے پیدا ہوا۔اسی کشف کے مطابق اس کے جسم پر بعض پھوڑے نکلے جن کے علاج میں میری طبابت گُرد تھی۔عبدالحی کو ان پھوڑوں کے باعث سخت تکلیف تھی۔اور وہ ساری رات اور دن بھر تڑپتا اور بے چین رہتا۔جس کے ساتھ ہم کو بھی کرب ہوتا مگر ہم مجبور تھے۔کچھ نہ کر سکتے تھے۔ان پھوڑوں کے علاج کی طرف بھی اس کشف میں ایماء تھا۔اور اس کی ایک جزو ہلدی تھی۔اور اس کے ساتھ ایک اور دوائی تھی جو یاد نہ رہی تھی۔ہم نے اس کے اضطراب اور کرب کو دیکھ کر چاہا کہ ہلدی لگائیں آپ نے کہا کہ میں جرأت نہیں کر سکتا کیونکہ اس کا دوسرا جزو یاد نہیں۔مگر ہم نے غلطی کھائی اور ہلدی لگادی جس سے وہ بہت ہی تڑپا اور آخر ہم کو وہ دھونی پڑی۔اس سے ہمارا ایمان تازہ ہو گیا کہ ہم کیسے ضعیف اور عاجز ہیں کہ اپنے قیاس اور فکر سے اتنی بات نہیں نکال سکے اور یہ ماموراور مرسلوں کی جماعت ایک مشین اور کل کی طرح ہوتے ہیں جس کے چلانے والا اللہ تعالیٰ ہی ہوتا ہے۔اس کے بلائے بغیر یہ نہیں بولتے۔غرض میرا ایمان ان نشانوں سے بھی پہلے کا ہے۔اور یہ خدا کا فضل ہے کہ اس نے ہم کو نشان کے بغیر نہ چھوڑا۔سینکڑوں نشان دکھا دئے۔اور خود میرے ہی گھر میں نشان موجود ہے جس کا میں نے ذکر بھی کیا ہے۔

یہ بات بھی یاد رکھو کہ جو لوگ اپنا ایمان کسی نشان سے مشروط رکھتے ہیں۔وہ ٹھوکر کھاتے ہیں کیونکہ وہ اللہ تعالیٰ کو آزمانا چاہتے ہیں اور اس سُوءِ ادبی اور جرأت کی سزا ان کو یہ ملتی ہے کہ وہ محروم رہ جاتے ہیں۔یہی وجہ ہے کہ جو لوگ اقتراحی معجزات مانگتے ہیں۔ان کو کوئی نشان نہیں دیا جاتا۔میں نے اب بھی ایسے لوگ دیکھے ہیں جو اس قسم کے اعتراض اور جرأت کیا کرتے ہیں کہ اتنے عرصہ میں فلاں قسم کا عذاب ہم پر آجائے۔وہ اللہ تعالیٰ کو اپنی عقل اور حد کے پیمانہ میں محدود کرنا چاہتے ہیں۔

اوراس پر حکومت کی خواہش کرتے ہیں حالانکہ اَللّٰہُ غَالِبٌ عَلٰی اَمْرِہٖ اس کی شان ہے۔

مختصر یہ کہ ہم محتاج تھے اور قحط زدہ تھے۔فطرتاً ہم چاہتے تھے کہ اس وقت ہماری دستگیری کی جاوے لیکن ہماری صرف صورتِ سوال تھی۔ اگر ہم میں عقل ہوتی تو زمانہ کی حالت کو دیکھ کر آنے والے کی تلاش کرتے۔مگر میں پھر بھی اللہ تعالیٰ کے بڑے فضل کا شکریہ کرتا ہوں کہ اُس نے مجھے ٹھوکر نہیں کھانے دی بلکہ میری حفاظت فرمائی۔ (الحکم جلد ۷ نمبر ۲ مورخہ ۱۷/جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۴)

هُوَ الَّذِیْ بَعَثَ فِی الْاُمِّیّٖنَ رَسُوْلًا: اُمُّ الْقُرٰی کی طرف نسبت کرنے میں اُمی بولتے ہیں......پس اُمی کے معنے ہوئے۔اُم القرٰی کا رہنے والا۔اورام القرٰی مکّہ کا نام ہے۔ پس ان پڑھ کے معنے خواہ مخواہ لے لئے۔موقع مناسب آگا پیچھا دیکھ کر معنے کرنا چاہیے تھا اور سچ یہ ہے کہ جہاں کوئی ہادی بھیجا جاتا ہے۔اُسی بستی کو اس ہادی کے زمانے میں اور بستیوں کا اُمّ جس کے معنے اصل کے ہیں کہا جاتا ہے ثبوت۔ یَبْعَثُ فِیْۤ اُمِّهَا رَسُوْلًا (القصص:۶۰) قرآن میں ہے پھر اس لحاظ سے بھی مکہ معظّمہ کو اُمّ اور اُمّ القرٰی کہا گیا۔اور ہر مامور کی بستی اُمّ ہوا کرتی ہے۔

(نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۳۱۰)

یَتْلُوْا عَلَیْهِمْ اٰیٰتِهٖ وَ یُزَكِّیْهِمْ وَ یُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۔یعنی پہلے لوگوں کو احکامِ الٰہی سنائے جاویں۔ان کو کتاب وحکمت سکھائی جاوے۔پھر ان کا تزکیہ ہو۔تین مرتبے ہیں۔

یَتْلُوْا ۔یُعَلِّمُهُمْ ۔یُزَكِّیْهِمْ ۔حدیث میں ان کو اسلام، ایمان، احسان سے تعبیر فرمایا گیا ہے۔ رسول کریمؐ تزکیہ کس رنگ میں فرماتے۔ جب اپنا فرماں بردار کسی کو دیکھتے تو پھر اس کے لئے دعائیں کرتے اور اسی طرح پر اللہ کا فضل خصوصیت سے اس پر نازل ہوتا اور خدا تعالیٰ خود اس کا متولّی ہو جاتا۔

صحابہ میں بھی تین قسم کے لوگ تھے۔ایک معلم چنانچہ ابوھریرہؓ ، عبداللہ بن عمرؓ، انس بن مالکؓ۔ یہ جس قدر لوگ ہیں احکام سناتے رہے۔

صحابہؓ میں سے بعض خواص ایسے تھے کہ ان سے بہت کم احادیث سناتے ۔ جیسے خلفائے راشدین بالخصوص حضرت ابوبکرؓ۔مگر جو حدیثیں انہوں نے سنائیں۔ وہ ایسی جامع ہیں کہ

ان سے بہت سے احکام نکل سکتے ہیں۔

بعد اس کے جب لوگوں میں کمی آ گئی۔ تو صحابہؓ کے آخری اور تابعین کے ابتدائی زمانے میں بادشاہ الگ ہو گئے اور معلم لوگ الگ۔ جو معلم اسلام کے تھے وہ فقہاء کہلائے۔ گویا ایک طرف بادشاہ تھے اور ایک طرف فقہاء جن کے ذمے تعلیم کتاب اور تزکیہ یا احسان کا کام تھا۔ یہی اہل اللہ تھے۔ چونکہ ایک وقت میں دو خلفاء بیعت نہیں لے سکتے۔ اس لئے ان لوگوں نے بجائے بیعت کے کچھ نشان اپنی خدمت گزاری کے مقرر کر لئے۔

مشہور پیر قافلہ جنیدؒ بغدادی ایک دفعہ بچے ہی تھے کہ مکہ معظّمہ اولیاء کرام کی صحبت میں چلے گئے جہاں محبتِ الٰہی پر مکالمہ ہو رہا ہے۔ ان لوگوں نے کہا کیوں میاں لڑکے تم بھی کچھ بولو گے تو انہوں نے بڑی جرأت سے کہا۔ کیوں نہیں۔ اس پر انہوں نے کہا لَهٗ عَهْدٌ ذَاهِبٌ عَنْ نَّفْسِهٖ۔ مُتَّصِلٌ بِذِكْرِ رَبِّهٖ۔ قَائِمٌ بِاَدَاءِ حَقِّهٖ اِنْ تَكَلَّمَ فَبِاللّٰهِ وَ فِي اللّٰهِ وَ اِنْ تَحَرَّكَ فَبِاَمْرِ اللّٰهِ۔ وَ اِنْ سَكَنَ فَمَعَ اللّٰهِ۔

جس کے مختصر معنے یہ ہیں کہ صوفی وہ ہے جو اپنا ارادہ سب چھوڑ دے۔ کام کرے مگر خدا کے حکم سے۔ ہر وقت خدا کی یاد سے اس کا تعلق وابستہ رہے۔ وہ بیوی سے صحبت کرے مگر اس لئے کہ عَاشِرُوْهُنَّ بِالْمَعْرُوْفِ کا حکم ہے۔ کھانا کھائے مگر اس لئے کہ كُلُوْا۔ خدا کا حکم ہے۔ یہ بڑا سخت مجاہدہ ہے۔ میں نے خود تجربہ کر کے دیکھا ہے۔ آٹھ پہر میں انسان اس میں کئی بار فیل ہو جاتا ہے۔ اِلَّا مَنْ عَصَمَهُ اللّٰهُ غرض وہ شخص اللہ کے تمام احکام ادا کرتا ہے۔ جب بولتا ہے تو خدا کی تعلیم کے مطابق۔ ہلتا ہے تو اللہ کے حکم سے ٹھہرتا ہے تو اللہ کے ارشاد سے۔

یہ سن کر سب چیخ اٹھے کہ یہ عراقی لڑکا تاج العارفین نظر آتا ہے۔ ان کے اتباع بہت لوگ نظر آتے ہیں۔

غرض معلّمین سے ایک گروہ تو فقہاء کا تھا۔ چنانچہ امام ابوحنیفہؒ ، شافعیؒ ، مالکؒ ، احمد بن حنبلؒ ، داؤدؒ، امام بخاریؒ، اسحاق بن راہویہ، رحمھم اللہ۔ یہ سب لوگ حامئ اسلام گزرے ہیں۔ انہوں نے

بادشاہوں کا ہاتھ خوب بٹایا۔

دوسرا گروہ متکلمین کا ہے جن میں امام ابوالمنصور الماتریدی، الامام ابوالحسن الاشعری، ابنِ حزم، امام غزالی، امام رازی، شیخ تیمیہ، شیخ ابن قیّم رحمہم اللہ ہیں، تیسرا گروہ جنہوں نے احسان کو بیان کیا ہے۔ ان میں سید عبدالقادر جیلانیؒ بڑا عظیم الشان انسان گزرا ہے۔ ان کی دو کتابیں بہت مفید ہیں۔ ایک فتح الرّبانی۔ دوم فتوح الغیب۔ دوسرا مردِ خدا شیخ شہاب الدین سہروردیؒ ہے۔ جنہوں نے عوارف لکھ کر مخلوق پر احسان کیا ہے۔ تیسرا آدمی جس کے بارے میں بعض علماء نے جھگڑا کیا ہے۔ مگر میں تو اچھا سمجھتا ہوں۔ شیخ محی الدین ابن عربیؒ ہے۔ پھر ان سے اتر کر امام شعرانیؒ گزرے ہیں پھر محمد انصاریؒ ہیں۔

ہزار صدی کے بعد شاہ ولی اللہؒ صاحب ہیں۔ مجدّد الفؒ ثانی ہیں۔ ان لوگوں نے اپنی تصنیف پر زور دیا ہے۔ مگر صرف روحانیت سے۔ ہندوستان میں جنہوں نے اللہ تعالیٰ کا نام سکھایا ہے۔ ان میں حضرت معین الدین چشتیؒ ہیں۔ حضرت قطب الدّین بختیار کاکیؒ ہیں۔ حضرت فریدالدّین شکر گنجؒ ہیں۔ حضرت نظام الدینؒ محبوب الٰہی ہیں۔ حضرت نصیرالدین چراغ دہلی ہیں۔ رحمہم اللہ۔ یہ سب کے سب خدا کے خاص بندے تھے۔ ان کی تصانیف سے پتہ لگتا ہے۔ کہ ان کو قرآن شریف واحادیث سے کیا محبت تھی۔ نبی کریم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ساتھ کیا تعلق تھا۔ یہ بے نظیر مخلوقات تھی۔ بڑا بدبخت ہے وہ جوان میں سے کسی کے ساتھ نقار رکھتا ہو۔ یہ باتیں میں نے علی وجہ البصیرت کہی ہیں۔

ایک نکتہ قابلِ یاد سنائے دیتا ہوں کہ جس کے اظہار سے میں باوجود کوشش کے رُک نہیں سکا۔ وہ یہ کہ میں نے حضرت خواجہ سلیمان رحمۃ اللہ علیہ کو دیکھا۔ ان کو قرآن شریف سے بڑا تعلق تھا۔ ان کے ساتھ مجھے بہت محبت ہے ۷۸ برس تک انہوں نے خلافت کی ۲۲ برس کی عمر میں وہ خلیفہ ہوئے تھے۔ یہ بات یاد رکھو کہ میں نے کسی خاص مصلحت اور خالص بھلائی کے لئے کہی ہے۔

(بدر۔ جلد ۹ نمبر ۱۴ مورخہ ۲۷؍جنوری ۱۹۱۰ء صفحہ ۹)

مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا۔ [1]

یاجوج اور ماجوج دونوں قوموں کی نسبت بعض مصنفوں نے یہ بھی لکھا ہے کہ وہ دراز گوش ہیں۔ اس فقرہ کے سمجھنے میں بہت لوگوں نے جو مقدس کتابوں کی طرزِ کلام سے بالکل ناآشنا ہیں۔کئی غلط نتیجے نکالے ہیں مگر وہ یاد رکھیں کہ دراز گوش گدھے کو کہتے ہیں اور جو آدمی علم کے مطابق عمل نہ کرے۔ اسے بھی الہامی زبان میں گدھے سے تشبیہ دی گئی ہے۔ دیکھو! قرآن میں آیا ہے مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ يَحْمِلُ اَسْفَارًا۔ اور ظاہر ہے کہ روس اور انگریز، جرمن اور ڈنمارک والے الٰہیات کے سچے علوم اور روحانی برکات سے بالکل محروم ہیں۔ علمِ الٰہیات ان کا نہایت کمزور ہے اور مجھے پختہ یقین ہے کہ ہمارے علمی مذاق والے آریہ بھی اس کے ماننے سے انکار نہیں کرسکیں گے۔ (تصدیق براہین احمدیہ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۶۳، ۶۴)

محرومی کے اسباب سے بچو۔ ان اسباب کا علم قرآن مجید میں موجود ہے۔ جو قرآن شریف پر تدبر کرنے سے آتا ہے اور اس کے ساتھ تقویٰ کی بھی شرط ہے۔ میں سچ کہتا ہوں ...... یہ علوم جو قرآنِ مجید میں بیان ہوئے ہیں درس تدریس سے آ ہی نہیں سکتے بلکہ وہ تقویٰ اور محض تقویٰ سے ملتے ہیں وَ اتَّقُوا اللّٰهَ ؕ وَ يُعَلِّمُكُمُ اللّٰهُ [2] (البقرہ: ۲۸۳) اگر محض درس تدریس سے آسکتے تو پھر قرآنِ مجید میں مَثَلُ الَّذِيْنَ حُمِّلُوا التَّوْرٰىةَ ثُمَّ لَمْ يَحْمِلُوْهَا كَمَثَلِ الْحِمَارِ کیوں ہوتا؟

(الحکم جلد ۹ نمبر ۱۶ مورخہ ۱۰ رمئی ۱۹۰۵ء صفحہ ۵)

۷۔ قُلْ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ هَادُوْۤا اِنْ زَعَمْتُمْ اَنَّكُمْ اَوْلِيَآءُ لِلّٰهِ مِنْ دُوْنِ النَّاسِ فَتَمَنَّوُا الْمَوْتَ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

ترجمہ۔ تو کہہ دے اے یہود! اگر تم دعویٰ کرتے ہو کہ تمہیں اللہ کے دوست ہو لوگوں کے سوائے تو تم آرزو کرو مرنے کی (یا جنگ کی) جب تم سچے ہو۔

---

[1] ان لوگوں کی مثال جن پر توریت اٹھوائی گئی۔ پھر انہوں نے اس کو نہ اٹھایا گدھے کی مثال ہے جس پر کتابیں لدی ہیں۔ [2] اور اللہ سے ڈرتے رہو اور اللہ ہی کو سپر بناؤ اور اللہ تم کو سکھاتا ہے۔

تفسیر۔ کہہ دو۔ اے یہود یو! اگر تمہیں یہ ناز اور گھمنڈ ہے کہ تم اللہ کے ولی ہو۔ تو اگر اس دعویٰ میں سچے ہو تو پھر الموت کی تمنّا کرو۔

یہودیوں کو اس لئے خصوصاً مخاطب فرمایا کہ وہ عیسائیوں کے بالمقابل مشکلات میں نہ تھے۔ اور کتاب اللہ کے وارث تھے۔ چونکہ عمل نہ تھا اور دنیوی لذات اور شہوات پر جو عارضی اور فانی تھیں مَر مٹے تھے۔ اس لئے گدھے کہلائے۔ بایں وہ اس امر کے مدعی تھے کہ نَحْنُ اَبْنَآءُ اللّٰہِ وَ اَحِبَّآءُہٗ ان کا یہ دعویٰ لوگوں کو حیرت میں ڈالتا تھا۔ اس لئے اس دعویٰ کی صحت اور عدمِ صحت کے لئے اللہ تعالیٰ اب اس طرح پر تحدی کرتا ہے۔ عیسائیوں کی طرح مشکلات میں نہ تھے اس سے یہ مراد ہے کہ عیسائی قوم اپنی کتاب کے متعلق خطرناک مشکلات میں مبتلا ہے۔ اوّل حضرت مسیحؑ کی کوئی کتاب ہی ان کے ہاتھ میں نہیں ہے اور یہ مشکل بہت ہی خطرناک مشکل ہے۔ پھر دوسری مشکل یہ ہے کہ جو کچھ ان کے ہاتھ میں ہے۔ اس کے متعلق یہ قطعی اور یقینی فیصلہ نہیں ہے کہ وہ مسیح کے حواریوں کی ہی ہے۔ کیونکہ لوقا اور مرقس کی بابت تو صاف فیصلہ ہے کہ وہ حواری نہ تھے۔ اور یوحنا کی بابت بھی بہت سے اعتراض ہوتے ہیں اور ان میں الحاقی حصے پائے جاتے ہیں۔ پھر یہ دعویٰ نہیں کہ وہ خدا کے الہام اور وحی سے لکھے گئے ہیں۔ پھر تیسری مشکل اور ہے کہ ان میں باہم اس قدر اختلاف ہے جو ان کو پایۂ اعتبار سے ساقط کر رہا ہے۔..................

علاوہ بریں بہت باتیں اُن میں ایسی پائی جاتی ہیں۔ جن کی کوئی اصل ہی نہیں۔ چہارم یہ مشکل ہے کہ جس زبان میں مسیح نے وعظ کہا تھا۔ وہ عبری زبان تھی۔ ان کی ماں کی بھی یہی بولی تھی۔ چنانچہ مسیحؑ کے آخری الفاظ جو انجیل میں موجود ہیں۔ اِیْلِیْ اِیْلِیْ لِمَا سَبَقْتَانِیْ۔ یہ بھی عبرانی ہیں لیکن اس کے مقابلہ میں یونانی کو اصل سمجھا گیا۔ حالانکہ یہ زبان عبری کے مقابل میں ردّی اور کفر سمجھی جاتی تھی۔ یہاں تک کہ یروشلم میں یونانی کے متعلق کسی نے فتویٰ پوچھا کہ کیا اس کو پڑھ سکتا ہوں تو اس کو یہی جواب دیا گیا کہ رات اور دن کے تمام گھنٹوں میں عبرانی پڑھو۔ پھر اس سے جو وقت بچے اس میں یونانی پڑھ لو۔ اب اس سے اندازہ کرلو کہ یونانی کیسی پھیلی ہوئی تھی اور اس سے کس طرح فائدہ اٹھا

سکتے تھے۔ یوسی فس مؤرخ عبری تھا۔ وہ یونانی جانتا تھا مگر اسے یہ عذر کرنا پڑا کہ یونانی حرام ہے۔ اچھا آدمی اس کو سیکھ نہیں سکتا۔ یوسی فس مستثنٰی کیا گیا ہے۔ اور اس طرح پر گویا قوم کا کفر کیا گیا ہے۔ غرض اس قسم کے مشکلات میں عیسائی قومیں مبتلا ہیں۔ سب سے بڑی مشکل جس کا ابھی میں نے ذکر کیا۔ انجیل کی اصلی زبان کا سوال ہے۔ جس کے حل نہ ہونے کی وجہ سے اناجیل کی حقیقت بہت ہی کمزور اور بے اصل ثابت ہوتی ہے۔ جب یہ پتہ ہی نہ رہا کہ اصل کتاب کس زبان میں تھی؟ تو کتاب کی اصلیت میں کتنا بڑا شک پڑتا ہے! اور یہ ایسی زبردست زد ہے عیسائی مذہب پر کہ اس کا جواب کچھ نہیں دے سکتے۔ چونکہ اصل کتاب ہاتھ میں نہیں ہے۔ بلکہ ترجمہ در ترجمہ ہے اس لئے اور بھی غلطیاں در غلطیاں اس میں واقع ہوگئیں ہیں۔ اور اس کا اندازہ کرنا ہی اب قریباً ناممکن ہوگیا ہے کہ یہ قوم کس قدر غلطیوں میں مبتلا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے اس کتاب کے متعلق یہی فیصلہ دیا ہے۔

فَوَيْلٌ لِّلَّذِيْنَ يَكْتُبُوْنَ الْكِتٰبَ بِاَيْدِيْهِمْ ۗ ثُمَّ يَقُوْلُوْنَ هٰذَا مِنْ عِنْدِ اللّٰهِ لِيَشْتَرُوْا بِهٖ ثَمَنًا قَلِيْلًا ؕ فَوَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا كَتَبَتْ اَيْدِيْهِمْ وَ وَيْلٌ لَّهُمْ مِّمَّا يَكْسِبُوْنَ ۔[1] (البقرۃ:۸۰)

غرض عیسائی قوم تو ان مشکلات میں مبتلا تھی اور ہے۔ اس لئے اس قوم کو مخاطب کیا جس کا یہ دعوٰی تھا۔ نَحْنُ اَبْنٰٓؤُا اللّٰهِ وَ اَحِبَّآؤُهٗ ۔[2] (المائدۃ:۱۹) پس ان کو مخاطب کر کے کہا کہ اگر تمہارا یہ دعوٰے اور زُعم ہے کہ تم خدا کے محبوب اور ابناء اور اولیاء ہو تو پھر الموت کی تمنا کرو۔

اولیاء اللہ نہیں فرمایا۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے پسند نہیں فرمایا کہ ایسی قوم کو جو گدھے سے مشابہ ہو چکی ہے۔ اپنی طرف مضاف کرے۔ اَلْمَوْت کی تمنا کرو۔ یہ ایک قول فیصل ہے ان لوگوں کے درمیان اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور آپؐ کے بروز علیہ الصلوٰۃ والسلام کے درمیان۔ بہادر ہو۔

---

[1] پھٹکار ہے ان لوگوں کے لئے جو کتاب کو تو اپنے ہاتھ سے لکھتے ہیں پھر (جھوٹ) لوگوں سے کہتے ہیں کہ یہی اللہ کا حکم ہے تا کہ اِن جھوٹی تحریروں سے تھوڑی سی دنیا کما لیں۔ پس خرابی اور رسوائی ہے ان کو جنہوں نے یہ (جھوٹ) اپنے ہاتھوں سے لکھا اور کمائی پر بھی تھو ہے جو وہ کماتے ہیں۔

[2] ہم اللہ کے بیٹے ہیں اور اس کے پیارے ہیں۔

خدا کے حضور اپنے تئیں راست باز اور مقرب سمجھتے ہو تو پھر آ ؤ۔ میری موت کے لئے بد دعائیں کرو۔ اور منصوبے باندھو کہ میں مر جاؤں۔ پھر دیکھ لوگے کہ کون کامیاب ہوتا ہے۔ چنانچہ غور کرو کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے کس قدر کوششیں اور ناپاک منصوبے کئے گئے اور آپ کی جان لینے کے لئے کون سا دقیقہ تھا جو باقی رکھا گیا۔ لیکن اللہ تعالیٰ نے کیسے اپنے وعدہ کو پورا کیا۔ وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔[1] (المائدۃ:٦٨) میں اَلْمَوْت کے معنی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی موت کی آرزو اور کوشش کیوں کرتا ہوں۔ اس کا ایک زندہ ثبوت ہے۔ احمد کے مظہر نے دنیا کے تمام سجادہ نشینوں اور سیفی پڑھنے والوں کو کہا ہے کہ میرے لئے بد دعا کرو اور پھر دیکھو کہ وہ کس پر الٹ پڑتی ہیں۔ مخالف جو بد دعائیں کرتے ہیں۔ ان کی بد دعائیں ان پر لوٹیں گی۔ جو موت کی آرزو کرتے ہیں۔ خود موت کا نشانہ بنیں گے اور آخران کو ماننا پڑے گا اور یا منافقانہ رنگ میں خاموش ہو جائیں گے اور مِلل ہالِکہ چوہڑوں اور چماروں کی طرح زندگی بسر کریں گے۔ (الحکم جلد ۷ نمبر ۴ مورخہ ۳۱ر جنوری ۱۹۰۳ء صفحہ ۵)

۸ تا ۱۱۔ وَ لَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًۢا بِمَا قَدَّمَتْ اَيْدِيْهِمْ ؕ وَ اللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِالظّٰلِمِيْنَ۔ قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ وَ الشَّهَادَةِ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَ ذَرُوا الْبَيْعَ ؕ ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ۔ فَاِذَا قُضِيَتِ الصَّلٰوةُ فَانْتَشِرُوْا فِي الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰهِ وَ اذْكُرُوا اللّٰهَ كَثِيْرًا لَّعَلَّكُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

ترجمہ۔ اور یہ تو کبھی بھی مرنے کی دعا نہ کریں گے ان کرتوتوں کے سبب سے جو ان کے ہاتھ آ گے بھیج چکے ہیں اور اللہ کو ظالموں کا حال خوب معلوم ہے۔ تُو کہہ دے وہ موت جس سے تم بھاگتے پھرتے ہو وہ تو ضرور تم سے ملاقات کر کے رہے گی پھر تم لوٹائے جاؤ گے چھپے اور کھلے کے بڑے جاننے والے کی طرف پھر وہ جزا دے گا اس کی جو تم کرتے تھے۔ اے ایماندارو! جب اذان دی جائے نماز کے لئے جمعہ کے

---

[1] اللہ تیری حفاظت کرے گا لوگوں سے۔

دن تو دوڑ و اللہ کی یاد کی طرف اور چھوڑ دو خرید و فروخت۔ یہ تمہارے لئے بہت اچھا ہے جب تم جانو۔ پھر جب نماز تمام ہو چکے تو زمین میں پھیل جاؤ اور اللہ کا فضل ڈھونڈو (کمائی کرو، دولت حاصل کرو) اور اللہ کا بہت ذکر کرو تا کہ تم نہال و بامراد ہو جاؤ۔

تفسیر۔ یہ کبھی بھی مردِ میدان ہو کر نہ نکلیں گے اور اَلْمَوْت کی تمنا نہ کریں گے۔ مباہلہ کے لئے نہ آئیں گے۔ لوگوں کے سامنے چونکہ انکار نہیں کر سکتے۔ اس لئے ایسی شرائط اور حجتیں پیش کریں گے۔ جن کا آخری نتیجہ یہ ہو کہ مباہلہ نہ کرنا پڑے۔ کیونکہ اپنی بداعمالیوں اور ایمانی کمزوریوں کو تو خوب جانتے ہیں۔ صرف پردہ دری کے لئے حیلے بہانے کرتے ہیں اور دنیوی مفاد اور منافقوں کو نقصان سے بچانے کی خاطر یہ بجائے خود کیسی حیرت انگیز اور عظیم الشان تحدّی ہے جس میں مخالفوں کو غیرت بھی دلائی گئی ہے کہ کبھی بھی مباہلہ میں نہ نکلیں گے۔ اب اگر وہ اپنی ذاتی شعور اور بصیرت سے اپنے ایمان میں قوت پاتے ہیں اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو حق پر نہیں سمجھتے تو پھر کون سا امر ہے جو ان کو اس تمنّی سے روک سکتا ہے؟ وہ اتنا ہی غور کریں کہ اس میدان میں نہ نکلنے سے لَا يَتَمَنَّوْنَهٗۤ اَبَدًا کی پیشگوئی پورا کرنے والے ٹھہریں گے۔ مگر آخر خدا تعالیٰ کی ہی باتیں سچی اور لاتبدیل ہوتی ہیں۔ یہی سچ ہے کہ وہ کبھی اَلْمَوْت کی تمنّی نہ کریں گے۔ کیونکہ۔ وَاللّٰهُ عَلِيْمٌۢ بِذَاتِ الصُّدُوْرِ[1] (التغابن:۵)

قُلْ اِنَّ الْمَوْتَ الَّذِيْ تَفِرُّوْنَ مِنْهُ فَاِنَّهٗ مُلٰقِيْكُمْ ۔[2] (الجمعة:۹)

اللہ تعالیٰ صدور (مراکز قویٰ) کا عالم ہے۔ مگر یاد رکھیں کہ یہ بھی مباہلہ ہی ہے۔ مقابلہ جو کرتے ہیں۔ اس مقابلہ میں مباہلہ کا رنگ موجود ہوتا ہے۔ اس لئے وہ موت جس سے بھاگتے ہیں۔ اسی سے مخالف ہلاک ہوتے ہیں۔

ثُمَّ تُرَدُّوْنَ اِلٰى عٰلِمِ الْغَيْبِ

پھر عالم الغیب کے حضور جاؤ گے اور وہاں بھی عذاب ہوگا اور یہ اربعہ متناسبہ کے قاعدہ کی رُو سے

---

[1] اور اللہ تو سینوں کے بھیدوں سے بڑا واقف ہے۔

[2] تُو کہہ دے وہ موت جس سے تم بھاگتے پھرتے ہو وہ تو ضرور تم سے ملاقات کر کے رہے گی۔

صحیح ثابت ہے کیونکہ جب اس جہان میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق وہ معذب ہوئے تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے ارشاد کے موافق وہ اُس جہان میں بھی معذب ہوں گے۔

اب اس قوم کا فیصلہ کر کے اللہ تعالیٰ صرف مومنوں کو مخاطب کرتا ہے۔ یا بہ تغیر الفاظ یوں کہو کہ اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کی مصداق قوم کو مخاطب کرتا ہے اور پہلے اس قوم کا ذکر کیا کہ جنہوں نے تشابہ بالیہود کیا۔

اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کے مصداق گروہ کو مخاطب کر کے فرماتا ہے یٰۤاَیُّهَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْۤا اِذَا نُوْدِیَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ یَّوْمِ الْجُمُعَةِ... الآیۃ یعنی اے مومنو! جب تم نماز کے لئے جمعہ کے دن پکارے جاؤ۔ تو اللہ کے ذکر کی طرف کوشش کر کے چلے آ ؤ ذٰلِكُمْ خَیْرٌ لَّكُمْ یہ تمہارے لئے بہتر ہے۔

میں نے ابھی کہا ہے کہ یہ آیت اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ لَمَّا یَلْحَقُوْا بِهِمْ کے نیچے ہے۔ اور یہ بالاتفاق مانا گیا ہے کہ وہ مسیح موعود ومہدی مسعود کا زمانہ ہے۔ کھلے الفاظ میں میں یوں کہتا ہوں کہ یہ قوم ہماری قوم احمدی قوم ہے اور تم کو اللہ تعالیٰ مخاطب کر کے فرماتا ہے۔

مسیح موعود کا زمانہ بھی حقیقت میں ایک جمعہ ہے۔ جیسا کہ آدم علیہ السلام کی پیدائش کی تکمیل جمعہ کی آخری ساعت میں ہوئی تھی۔ اسی طرح پر یہ ضروری تھا کہ آدمِ ثانی کی بعثت بھی جمعہ ہی کہلائے۔ اور جس طرح پر جمعہ کے دن باقی ائمہ کو معطل کر دیتا ہے اور مسلمانوں کو ایک مسجد میں جمع کر کے ایک ہی امام کے تابع کر دیتا ہے۔ مسیح موعود کا نام اِمَامُكُمْ مِنْكُمْ اسی لئے رکھا گیا ہے۔ اور حَكَمْ بھی اسی واسطے رکھا گیا ہے یہ باتیں میں محض خوش اعتقادی کی بناء پر نہیں کہتا۔ بلکہ میں یقین رکھتا ہوں اور اللہ تعالیٰ نے جہاں تک مجھے سمجھایا ہے۔ ہاں اس نے آپ سمجھایا ہے۔ قرآن شریف اسی مطلب کو ادا کرتا ہے اور قرآن شریف نے اس آیت میں نُفِخَ فِی الصُّوْرِ فَجَمَعْنٰهُمْ جَمْعًا۔[1] (الکھف:۱۰۰) میں اسی کی طرف اشارہ کیا ہے یہی وجہ ہے کہ آیت اٰخَرِیْنَ

---

[1] اور صور پھونکا جائے گا پھر ہم ان سب کو جمع کریں گے بخوبی۔

مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ کوسورۃ جمعہ ہی میں اللہ تعالیٰ نے رکھا ہے۔

غرض مسیح موعود کا زمانہ ایک روحانی جمعہ ہے اور يٰٓاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا سے مراد وہی قوم ہوسکتی ہے اور ہے۔ جو مسیح موعود کو ماننے والی ہے۔ اگر چہ عام طور پر عام مسلمان بھی اس حکم کے نیچے ہیں لیکن جو باوجود مسلمان اور مومن کہلانے کے مسیح موعود کا انکار کرتے ہیں۔ وہ دراصل قرآن شریف کی اس آیت کے مصداق ہیں:

اَفَتُؤْمِنُوْنَ بِبَعْضِ الْكِتٰبِ وَ تَكْفُرُوْنَ بِبَعْضٍ۔[1] (البقرۃ:۸۶)

پس میں یقینی طور پر سچا مصداق اس آیت کا انہیں لوگوں کو مانتا ہوں جو کُل قرآن شریف پر ایمان لاتے ہیں اور عملی یا اعتقادی طور پر کسی حصہ کا انکار نہیں کرتے ہیں غرض اللہ تعالیٰ مومنوں کو مخاطب کر کے کہتا ہے کہ تم ذکر اللہ کی طرف چلے آؤ۔ صلوٰۃ کیا ہے؟ اس کا جواب خود اللہ تعالیٰ نے اپنی پاک کتاب میں دیا ہے۔

اِنَّ الصَّلٰوةَ تَنْهٰى عَنِ الْفَحْشَآءِ وَ الْمُنْكَرِ (العنکبوت:۴۶)

نماز تمام بے حیائیوں اور بدکاریوں سے روکتی ہے۔ پس اگر نماز پڑھ کر بھی بے حیائیاں اور بدیاں نہیں رکتی ہیں تو سمجھ لینا چاہیے کہ ابھی تک نماز اپنے اصل مرکز پر نہیں۔ اور وہ سچا مفہوم جو نماز کا ہے وہ حاصل نہیں ہوا۔ اس لئے میں تم سب کو جو یہاں موجود ہیں مخاطب کر کے کہنا چاہتا ہوں کہ تم اپنی نمازوں کا اسی معیار پر امتحان کرو اور دیکھو کہ کیا تمہاری بدیاں دن بدن کم ہو رہی ہیں یا نہیں۔ اگر نسبتاً ان میں کوئی فرق واقع نہیں ہوا۔ تو پھر یہ خطرناک بات ہے۔

مختصر یہ کہ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب جمعہ کی نماز کے لئے بلایا جاوے تو اللہ تعالیٰ کے ذکر کی طرف آ جاؤ۔ (الحکم جلد ۷ نمبر ۵ مورخہ ۷؍ فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۴)

یہ تمہارے لئے اچھا ہے اور بیع چھوڑ دو۔ میں نے اس بیع کے لفظ پر غور کی ہے کہ یہ کیوں کہا؟ انسان مختلف مشاغل میں مصروف ہوتا ہے ملازمت، حرفت، زراعت وغیرہ۔ یہاں خصوصیت کے

[1] تو کیا تم کتاب کے بعض احکام پر ایمان لاتے ہو اور بعض احکام سے انکار کرتے ہو۔

ساتھ بیع کا کیوں ذکر کیا ہے؟ حقیقت میں جو لوگ قرآن شریف پر غور کرتے ہیں اور اس کے نکات اور معارف سے بہرہ حاصل کرنا چاہتے ہیں۔ ان کو ضروری ہے کہ وہ اس کی ترتیب اور الفاظ پر بڑی گہری نگاہ سے غور کیا کریں۔ میں نے جب اس لفظ پر غور کی تو میرے ایمان نے شہادت دی کہ چونکہ یہ سب سلسلہ وَّاٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ کے نیچے ہے اور یہ مہدی اور مسیح کا زمانہ ہے۔ اس زمانہ میں دجال کا فتنہ بہت بڑا ہوگا اور دجال کے معنے کتب لغت میں جو لکھے ہیں۔ اس سے پایا جاتا ہے کہ وہ ایک فرقہ عظیمہ ہوگا جو تجارت کے لئے پھرے گا گویا یہ مشترکہ کمپنیاں تجارت کی طرف بلاتی ہوں گی۔ اور ذکر اللہ اور طرف۔ اس لئے اس بیع کے لفظ میں دجّال کی طرف اشارہ کیا گیا ہے۔............

ایک جمعہ تو ہفتہ کے بعد پڑھتے ہیں۔ جیسے یہ جمعہ چھوٹا ہے۔ ویسے ہی اس کے مقابل تجارتیں بھی چھوٹی ہوتی ہیں۔ لیکن ایک عظیم الشان جمعہ ہے۔ چھ ہزار برس کے بعد ساتویں ہزار کا جمعہ ہے۔ اگر اور دنوں میں جمعہ کی ضرورت ہے اور اس کے حق میں ہمارے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ فرمایا ہے کہ جو جمعہ کی پرواہ نہیں کرتا اس کا ۱/۴ حصہ دل کا سیاہ ہو جاتا ہے۔ اور دو جمعہ کے ترک سے نصف اور چار جمعہ کے ترک سے سارا دل سیاہ ہو جاتا ہے اور اس طرح پر گویا عبادت کی لذت ہی باقی نہیں رہتی۔ پھر فرمایا۔ جو جمعہ سے تخلف کرتے ہیں میرے جی میں آتا ہے کہ اُن کے گھروں میں آگ لگا دی جاوے۔ اور پھر فرمایا کہ اس جمعہ میں ایک وقت ہے جو قبولیتِ دُعا کا وقت ہے۔ پھر اسی جمعہ میں آدم اپنے کمال کو پہنچا اور بہشت میں داخل ہوا۔ بہشت سے باہر مخلوقات کے پھیلانے کا ذریعہ ہوا۔ اسی جمعہ میں بہت درود شریف پڑھنے کا ارشاد ہوا۔ کم از کم سو بار جمعہ کی رات اور دن کو۔

اور ایک اور عظیم الشان بات ہے کہ جمعہ کے دن سورۃ کہف پڑھ لیا کرو۔ اور نہیں تو کم از کم پہلی اور آخری دس آیتیں ہی پڑھ لیا کرو۔ پہلی آیتوں کو جب ہم دیکھتے ہیں تو ان میں لکھا ہے۔ وَيُنْذِرَ الَّذِيْنَ قَالُوا اتَّخَذَ اللّٰهُ وَلَدًا (الکھف:۵) یعنی ان کو ڈرایا جاوے جنہوں نے اللہ کا ولد تجویز کیا ہے اور یہ بھی ہے کہ اس کا بیٹا تجویز کرنے میں مَا لَهُمْ بِهٖ مِنْ عِلْمٍ نہ ان کے پاس نہ اُن کے بڑوں کے پاس کوئی علمی دلیل ہے۔ ہاں یہ بات ہے يَحْسَبُوْنَ اَنَّهُمْ يُحْسِنُوْنَ صُنْعًا ان کو اپنی صنعتوں پر ہی ناز ہے۔

اب ان تمام امور پر نظر کرو اور سوچو تو معلوم ہوگا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے معمولی جمعہ میں بھی فتنِ دجال سے ڈرایا ہے۔ جمعہ میں فتنِ دجال سے ڈرانا اپنے اندر ایک حقیقت رکھتا ہے۔ جس پر اللہ تعالیٰ نے محض اپنے فضل سے مجھے مطلع کیا ہے کہ جمعہ کے ساتھ مسیح موعود کو عظیم الشان تعلق ہے بلکہ میں یہ یقیناً کہتا ہوں کہ جمعہ کا وجود بھی مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی بعثت اور آمد کے لئے ایک نشان اور پیشگوئی تھا۔ مگر افسوس ہے کہ جب مسلمانوں نے معمولی جمعہ سے لاپروائی کی اور اس کو ترک کر دیا تو اس بڑے جمعہ کی طرف آنے کی ان کو توفیق ملنی بہت مشکل ہوگئی۔

میں نے بڑے غور کے ساتھ ہندوستان میں مسلمانوں کے زوال کی تاریخ پر فکر کی ہے۔ اور میں اس صحیح نتیجہ پر پہنچا ہوں کہ یہ سلسلہ زوال اُس وقت سے شروع ہوتا ہے جب مسلمانوں نے ترک جمعہ کو کیا فتنِ دجال سے جو جمعہ کے آداب میں ڈرایا ہے یہ اشارہ تھا اس امر کی طرف کہ دجال کا فتنہ عظیم اس جمعہ میں ہونیوالا ہے۔

دجال کے مختلف معنی ہیں۔ دجال سونے کے معنے بھی دیتا ہے اور دجال تجارتی کمپنیوں کو بھی کہتے ہیں یہاں جملہ میں بیع کے لفظ سے بتایا ہے کہ دجال کی پروا نہ کرو۔ اب یہ وہ جملہ آ گیا ہے جس کی یاددہانی جمعہ میں رکھی گئی تھی۔ عجیب بات ہے کہ اس مسیح موعود کو آدم بھی کہا گیا ہے۔ اور پھر یہ اور بھی مشابہت ہے کہ جیسے آدم کی تکمیل جمعہ کی آخری گھڑی میں ہوئی تھی اسی طرح پر اس مسیح موعود کے ہاتھ پر بھی اسلام کی تکمیلِ اشاعت کا کام رکھا گیا۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ہے۔

هُوَ الَّذِيْٓ اَرْسَلَ رَسُوْلَهٗ بِالْهُدٰى وَدِيْنِ الْحَقِّ لِيُظْهِرَهٗ عَلَى الدِّيْنِ كُلِّهٖ۔[1] (الصّف:۱۰)

مفسروں نے بالاتفاق تسلیم کر لیا ہے کہ یہ غلبہ مسیح موعود کے وقت میں ہوگا اور حضرت امامؑ نے اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ (المائدۃ:۴) کے جو معنے کئے ہیں۔ وہ آپ میں سے اکثروں نے سنے ہوں گے۔ وہ فرماتے ہیں کہ تکمیل سے دو قسم کی تکمیل مراد ہے۔ ایک تکمیلِ ہدایت۔ دوسری

---

[1] وہی اللہ ہے جس نے بھیجا اپنے رسول (محمد مصطفی احمد مجتبیٰ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کو ہدایت کا سچا دین دے کر تا کہ اس کو غالب کرے سب ہی دینوں پر گو مشرک برا مانا ہی کریں۔

تکمیلِ اشاعت ہدایت۔ تکمیلِ ہدایت رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے وقت ہو چکی اور تکمیلِ اشاعت ہدایت کا یہ وقت آیا ہے۔ یعنی یہ مسیح موعود کے وقت مقدر تھی۔ چنانچہ اس وقت دیکھتے ہو اشاعت کے کس قدر سامان اور اسباب پیدا ہو گئے ہیں۔

اور پھر جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے کہ ایک جمعہ کے ترک سے ۱/۴ حصہ دل کا سیاہ ہو جاتا ہے۔ اسی طرح پر یہ بھی مسلّم بات ہے کہ خدا کی وحی کے انکار سے سلبِ ایمان ہو جاتا ہے۔ پھر خدا تعالیٰ کے مامور و مرسل مسیح موعود کے انکار سے سلبِ ایمان ہونا یقینی ٹھہرا اور پھر جمعہ میں ایک وقت ایسا ہے جو قبولیتِ دعا کا ہے۔ اسی طرح پر جب خدا تعالیٰ کا کوئی برگزیدہ بندہ اصلاحِ خلق کے لئے آتا ہے تو وہ لیلۃ القدر کا وقت ہوتا ہے۔ جس کی بابت قرآن شریف میں آچکا ہے کہ وہ خَيْرٌ مِّنْ اَلْفِ شَهْرٍ ہوتی ہے۔ ان سارے امور کو اکٹھا کرو اور پھر سوچو اور دیکھو کہ کیا اب یہ وہ وقت نہیں ہے؟ مَیں ایمان سے کہتا ہوں اور پھر اس پر پورا یقین رکھتا ہوں کہ یہ وہی وقت ہے یہ وہی جمعہ ہے۔ دجال بھی موجود ہے اور مسیح موعود بھی ہے۔

فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ وَذَرُوا الْبَيْعَ

دو وقت ایسے آئے ہیں کہ اللہ تعالیٰ نے اُمیوں میں اپنے رسول کو بھیجا ہے۔ ایک وہ وقت تھا جب کُل دنیا پر تاریکی چھائی ہوئی تھی خصوصاً عرب میں اس وقت نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی ضرورت تھی۔ چنانچہ اللہ تعالیٰ نے اپنے وعدہ کے موافق اور ابراہیمؑ و اسماعیلؑ کی دعا کے نتیجہ میں ان میں رسول مبعوث کیا اور اب آپؐ آئے۔ تیرہ سو سال گزرنے کے بعد جب اسلام کی حالت پر اُمیت غالب ہو گئی اور اخلاقی اور ایمانی اور عملی قوتیں کمزور اور مُردہ ہو گئیں اور قرآن شریف کی طرف بالکل توجہ نہ رہی بلکہ وہ وقت آ گیا کہ

رَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا۔[1] (الفرقان:۳۱)

کا مصداق ہے اور قرآن آسمان پر اُٹھ گیا۔ اور ہر طرف سے اسلام اور قرآن پر حملے ہونے لگے تو

---

[1] اے میرے ربّ! بے شک میری قوم نے اس قرآن شریف کو چھوڑ دیا تھا۔

خدا کے اس وعدہ کا وقت آیا اِنَّا نَحْنُ نَزَّلْنَا الذِّكْرَ وَ اِنَّا لَهٗ لَحٰفِظُوْنَ۔[1] (الحجر:۱۰)
اس کی حفاظت کی ضرورت ہے اور چونکہ وہ آسمان پر اُٹھ گیا ہے۔ گویا اس کے دوسرے نزول کی ضرورت ہے۔ تب ہی تو اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ والی قوم تعلیم اور ہدایت حاصل کرے۔ اس لئے اٰخَرِيْنَ مِنْهُمْ لَمَّا يَلْحَقُوْا بِهِمْ والی قوم کا معلم ضرور ہے کہ وہی احمدؐ ہو (صلی اللہ علیہ وسلم) جو مکہ میں مبعوث ہوا تھا۔ پس اس وقت وہی احمدؐ اپنے بروزی رنگ میں آیا ہے۔ دیکھنے والے دیکھتے ہیں۔ جن کو توفیق نہیں ملی وہ نہیں دیکھ سکتے۔

قرآن شریف سے یہ بھی پایا جاتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا ایک نام ذکر بھی ہے۔ اور جیسے قرآن کریم کی حفاظت کا وعدہ اللہ تعالیٰ نے کیا ہے۔ ویسے ہی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی حفاظت کا بھی وعدہ فرمایا تھا وَاللّٰهُ يَعْصِمُكَ مِنَ النَّاسِ۔[2] (المائدہ:۶۸) اور عجیب بات ہے کہ یہی وعدہ حضرت مسیح موعود سے بھی ہوا ہے۔ ان ساری آیتوں پر غور کرنے سے میں اس نتیجہ پر پہنچا ہوں اور مجھے یقین ہے کہ یہ صحیح ہے کہ ذکر سے مراد اس آیت میں جمعہ کی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی آخری بعثت ہے جو بروزی رنگ میں مسیح موعود کی صورت میں ہوئی۔

(الحکم جلد ۷ نمبر ۶ مورخہ ۱۴ر فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۳، ۴)

یہ وہ ذکر ہے جو آخری خلیفہ کہلاتا ہے۔ یہ وہ راہ ہے جو صراطِ مستقیم ہے۔ پس اس طرف آ جاؤ اور اس وقت دجالی تحریکوں کی طرف نہ جاؤ۔ اس صراطِ مستقیم کی طرف آنے یا اُس ذکر کی طرف متوجہ ہونے کا اتنا ہی مطلب نہیں ہے کہ مان لیا کہ وہ حق ہے اور خدا کی طرف سے آیا ہے۔ یہ ایمان زندہ ایمان نہیں کہلاتا جب تک اس میں عمل کی روح نہ ہو۔ یہ بالکل سچ ہے کہ ایمان بدوں عمل کے مردہ ہے۔ میں نے جس وقت حضرت امام کے منہ سے یہ سنا کہ تم میں سے بہت ہیں جو اس چشمہ پر پہنچ گئے ہیں جو زندگی کا چشمہ ہے مگر ابھی پانی نہیں پیا۔ ہاں منہ رکھ دیا ہے۔ میں سچ کہتا ہوں کہ جس وقت سے میں نے یہ سنا ہے۔ میں بہت ہی ترساں ہوں اور استغفار پڑھتا رہا ہوں کہ خدا نہ کرے۔ کہیں وہ

---

[1] بے شک ہمیں نے اتارا ہے قرآن اور ہمیں اس کے حافظ ہیں۔ [2] اللہ تیری حفاظت کرے گا لوگوں سے۔

میں ہی نہ ہوں۔

لَآ اِلٰہَ اِلَّا اللّٰہُ کے کہنے میں ہم سب یہ اقرار کرتے ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کوئی معبود محبوب اور مطاع نہ ہوگا۔ اور کوئی غرض و مقصد اللہ تعالیٰ کے اس راہ میں روک نہ ہوگی۔ اس امام نے اس مطلب کو ایک اور رنگ میں ادا کیا ہے کہ ہم سے یہ اقرار لیتا ہے۔ ’’دین کو دنیا پر مقدم کروں گا‘‘۔ اب اس اقرار کو مدنظر رکھ کر اپنے عمل درآمد کو سوچ لو۔ کہ کیا اللہ تعالیٰ کے احکام اور اوامر و نواہی مقدم ہیں یا دنیا کے اغراض و مطالب۔ اس اقرار کا منشاء یہ ہے کہ ساری جزئیں اللہ کے خوف کی اور حصولِ مطالب کی امید کی اللہ تعالیٰ کے سوا نہ رہیں یعنی خوف ہو تو اسی سے۔ امید ہو تو اسی سے۔ وہی معبود ہو۔ اسی کی عظمت و جبروت کا خوف ہو۔ جس سے اطاعت کا جوش پیدا ہو۔ ایسی اطاعت اور عبادت روح میں ایک تذلل اور انکساری پیدا کرے گی۔ جس سے سرور اور لذت پیدا ہوگی۔ اور عملی زندگی کو قوت ملے گی۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ کی صفات پر کامل ایمان نہ ہو تو اس ایمان میں عملی قوت پیدا کرنے کی صلاحیت نہیں ہوتی۔ وہ اس کھائے ہوئے دانہ کی طرح ہوتا ہے جس میں نشوونما پانے کی خاصیت باقی نہیں رہی۔ غرض اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ جب تم نماز کے لئے جمعہ کے دن بلائے جاؤ تو بیع کو چھوڑ کر ذکر اللہ کی طرف آجاؤ۔ عام جمعوں میں چھوٹی چھوٹی بیع ہے۔ لیکن مسیح موعود کا وقت چونکہ عظیم الشان جمعہ ہے۔ اس لئے اس وقت دجال کا فتنہ بہت بڑی بیع ہے اس لئے فرمایا کہ اس کو چھوڑ و اور ذکر اللہ کی طرف آجاؤ۔ نتیجہ اس کا کیا ہے؟

ذٰلِكُمْ خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ

اگر تم کو کچھ علم ہے تو یاد رکھو کہ یہ تمہارے لئے مفید ہے۔ اس میں خیر و برکت ہے۔ تمہارے لئے اللہ تعالیٰ جس امر کو خیر و برکت کا موجب قرار دیتا ہے۔ اس کو ظنی یا وہمی خیال کرنا کفر ہے۔ انسان چونکہ عواقب الامور اور نتائج کا علم نہیں رکھتا۔ اس لئے وہ بعض اوقات اپنی کمزوریٔ علم اور کمیٔ معرفت کی وجہ سے گھبرا جاتا ہے اور سمجھتا ہے کہ خدا تعالیٰ کے مامور کی صحبت میں رہنا یا اس کے پاس جانا اخراجات کو چاہتا ہے یا بعض تجارتی کاموں میں اس سے حرج واقع ہوگا۔ دوکان بند کرنی پڑے گی۔

یا کیا کیا عذر تراشا ہے۔لیکن خدا تعالیٰ یقین دلاتا ہے کہ اس کی آواز سنتے ہی حاضر ہوجانا خیر و برکت کا موجب ہے۔اس میں کوئی خسارہ اور نقصان نہیں۔مگر تم کو اس کا علم ہونا چاہیے۔پس اس میں کوتاہی نہیں ہونی چاہیے۔ہاں

فَاِذَا قُضِیَتِ الصَّلٰوۃُ فَانْتَشِرُوْا فِی الْاَرْضِ وَ ابْتَغُوْا مِنْ فَضْلِ اللّٰہِ وَ اذْکُرُوا اللّٰہَ کَثِیْرًا لَّعَلَّکُمْ تُفْلِحُوْنَ۔

جب نماز ادا کر چکو تو زمین میں پھیل جاؤ۔اور اللہ تعالیٰ کے فضل کو لو۔اس کا اصل اور گُر یہ ہے اللہ تعالیٰ کو بہت یاد کرو۔نتیجہ یہ ہوگا کہ تم مظفر و منصور ہوجاؤ گے۔

خدا کی یاد ساری کامیابیوں کا راز اور ساری نصرتوں اور فتوحات کی کلید ہے۔اسلام انسان کو بے دست و پا بنانا یا دوسروں کے لئے بوجھ بنانا نہیں چاہتا۔عبادت کے لئے اوقات رکھے ہیں۔جب ان سے فارغ ہو جاوے پھر اپنے کاروبار میں مصروف ہو۔ہاں یہ ضروری ہے کہ ان کاروبار میں مصروف ہوکر بھی یادِ الٰہی کو نہ چھوڑے بلکہ

دست بہ کار دل بہ یار [1]

ہو اور اس کا طریق یہ ہے ہر کام میں اللہ تعالیٰ کی رضا کو مقدم رکھے اور دیکھ لے کہ آیا خلاف مرضیٔ مولیٰ تو نہیں کر رہا۔جب یہ بات ہو تو اس کا ہر فعل خواہ وہ تجارت کا ہو۔یا معاشرت کا۔ملازمت کا ہو یا حکومت کا۔غرض کوئی بھی حالت ہو۔عبادت کا رنگ اختیار کر لیتا ہے۔یہاں تک کہ کھانا پینا بھی اگر امر الٰہی کے نیچے ہو تو عبادت ہے۔

یہ اصل ہے جو ساری فتح مندیوں کی کلید ہے۔مگر افسوس ہے کہ مسلمانوں نے اس اصل کو چھوڑ دیا۔جب تک اس پر عمل درآمد رہا۔اس وقت تک وہ ایک قوم فتحمند قوم کی حالت میں رہی۔لیکن جب اس پر سے عمل جاتا رہا تو نتیجہ یہ ہوا کہ یہ قوم ہر طرح پستیوں میں گر گئی۔

(الحکم جلد ۷ نمبر ۸ مورخہ ۲۸؍فروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۷، ۸)

---

[1] کام میں مصروفیت کے دوران بھی دل یادِ الٰہی میں مشغول ہونا۔

يٰاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْٓا اِذَا نُوْدِيَ لِلصَّلٰوةِ مِنْ يَّوْمِ الْجُمُعَةِ فَاسْعَوْا اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ۔......

ہر جمعہ میں اللہ تعالیٰ کا حکم ہے کہ کوئی شخص تم کو وعظ سنائے اور اتنا وقت ہو کہ نماز سے پہلے سن لو۔اس کے بعد نماز پڑھو۔نماز کے بعد تم کو اختیار ہے کہ دنیوی کاموں میں لگ جاؤ۔ میں اس کے حکم کے مطابق تم کو نصیحت کرتا ہوں۔

اللہ نے ہم کو کچھ اعضاء دیئے ہیں اور ان اعضاء پر حکومت بخشی ہے اور پھر انسان کو اپنی صفات کا مظہر بنایا۔ چونکہ خدا مالک ہے۔اس لئے انسان کو بھی مالک بنایا اور اس کو بہت بڑا لشکر دیا۔جن میں سے دو چار نوکروں کا میں ذکر کرتا ہوں۔

حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ و اٰلہ وسلم نے فرمایا کہ كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔سب کے سب بادشاہ ہو اور تم سے اپنی رعایا کے متعلق سوال ہوگا۔ ۲۔ اَلْاِمَامُ رَاعٍ وَهُوَ مَسْئُوْلٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔امام بھی راعی ہوتا ہے اور اس سے رعایا کی نسبت سوال ہوگا۔ ۳۔عورت کے بارے میں بھی فرمایا کہ عَلٰى بَيْتِ زَوْجِهَا رَاعٍ میں ان بادشاہوں کا ذکر نہیں کرتا۔جو ملکوں پر حکمرانی کرتے ہیں بلکہ اس کا ذکر کرتا ہوں جو تم سب اپنے اپنے اعضاء پر حکمران ہو۔ان سب میں سے بڑی چیز دل ہے جس کے کچھ فرائض ہیں کچھ محرمات ،کچھ مکروہات ،کچھ مناجات۔

دل کے فرائض بتاتا ہوں۔۱۔ اس کا عظیم الشان فرض ہے کہ لَآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ پر ایمان لائے۔ جب تک دل اس فرض کو ادا کرنے والا نہ ہو۔ ہلاکت میں ہے يَعْرِفُوْنَهٗ كَمَا يَعْرِفُوْنَ اَبْنَآءَهُمْ ۔[1] (البقرة:۱۴۷) اور جَحَدُوْا بِهَا وَ اسْتَيْقَنَتْهَآ اَنْفُسُهُمْ ۔[2] (النمل:۱۵) سے پتہ لگتا ہے کہ دل یقین کر چکے ہیں۔ پس اس یقین کے ساتھ عملی رنگ بھی ضروری ہیں۔ ۲۔اس کے بعد فرض ہے حضرت محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو اللہ کا رسول یقین کرنا۔ جب اللہ معبود ہوا۔اور محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم رسول۔تو اللہ کے بالمقابل اب اور کسی کا حکم نہیں اور رسول کی اطاعت کے بالمقابل کوئی اطاعت نہیں۔ یہ واجبات سے ہے۔

۱؎ اہلِ کتاب (محمد مصطفی احمد مجتبیٰ) کو پہچانتے ہیں جیسا کہ اپنے بیٹوں کو پہچانتے ہیں۔

۲؎ انہوں نے انکار کیا ان نشانوں کا۔

دل کے محرمات میں سے ہے۔ ۱۔اللہ تعالیٰ کا شریک ٹھہرانا ۲۔کبر ونخوت ۳۔بغض وحسد ۴۔ ریا وسمعت ۵۔نفاق کرنا۔شرک کی نسبت تو اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ معاف نہ کروں گا۔اور کبر وہ فعل ہے جس کا نتیجہ شیطان اب تک لعنت اٹھا رہا ہے۔اور ریا کہتے ہیں اس عمل کو جو دکھاوے کے لئے کیا جاوے اور نفاق یہ ہے کہ دل سے نہ مانے اور اوپر سے اقرار کرے۔اس کے کچھ اَور شعبے بھی ہیں۔ جب بات کرے جھوٹ بولے ۲۔امانت میں خیانت کرے ۳۔معاہدہ میں غداری کرے ۴۔سخت فحش گالیاں دیں۔

دل کے فرائض سے نیچے یہ بات ہے کہ دل کو اللہ کی یاد سے طمانیت بخشے۔آدمی پر مصائب کا پہاڑ گر پڑتا ہے۔کسی کی صحت خطرے میں ہے۔کسی کی عزت۔کسی کی مالی حالت۔کسی کو بیوی کے تعلقات میں مشکلات ہیں۔کسی کو اولاد کی تعلیم میں۔ان تمام مشکلات کے وقت خدا کی فرماں برداری کو نہ بھولے۔

ایک شخص دہلی میں ہیں جو ہمارے خیالات کے سخت مخالف ہیں۔انہوں نے ایک کتاب الحقوق والفرائض لکھی ہے۔میں نے اسے بہت پسند کیا ہے۔حق بات کسی کے منہ سے نکلے۔مجھے بہت پیاری لگتی ہے۔دوست کے منہ سے نکلے تو پھر اور کیا چاہیے۔حقوق وفرائض کا ہر وقت نگاہ رکھنا مومن کے لئے مستحب کام ہے۔مصائب میں اللہ پر ایسا بھروسہ ہو کہ ان مصائب کی کچھ حقیقت نہ سمجھے اس کی تہہ کے اندر جو حکمتیں، رحمتیں، فضل ہیں ان تک اِنَّا لِلّٰہِ کے ذریعے پہنچے۔ایک دفعہ میں جوانی میں اَلْحَمْد پڑھنے لگا۔ان دنوں مجھ پر سخت ابتلا تھا اس لئے مجھے جہراً پڑھنے میں تامل ہوا۔ کیونکہ جب دل پورے طور پر اس کلمہ کے زبان سے نکالنے پر راضی نہیں تھا۔تو یہ ایک قسم کا نفاق تھا۔ اللہ تعالیٰ نے میری دستگیری کی اور معاً مجھے خیال آیا کہ جو اِنَّا لِلّٰہِ وَاِنَّآ اِلَیْہِ رَاجِعُوْنَ اور اَللّٰھُمَّ اٰجِرْنِیْ فِیْ مُصِیْبَتِیْ پڑھتا ہے۔ہم اس مصیبت کو راحت سے بدل دیتے ہیں۔انسان پر جو مصیبت آتی ہے۔کبھی گناہوں کا کفارہ ہو جاتی ہے اس لئے انسان شکر کرے کہ قیامت کو مؤاخذہ نہ ہوگا۔دومؔ۔ ممکن تھا اس سے بڑھ کر مصیبت میں گرفتار ہوتا۔سومؔ۔مالی نقصان کی بجائے ممکن تھا جانی نقصان ہوتا

جونا قابلِ برداشت ہے۔ چہارم۔ یہ بھی شکر کا مقام ہے کہ خود زندہ رہے کیونکہ خود زندہ نہیں تو پھر تمام مال واسباب وغیرہ کی فکر لغو ہے۔

یہ سب مضمون جب میرے دل میں آیا تو بڑے زور سے اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ پڑھا۔قرآن میں کہیں نہیں آیا کہ مومن کو خوف وحزن ہوتا ہے۔وہ تو لَا یَخَافُ وَلَا یَحْزَنُ ہوتا ہے۔

زبان کا سب سے بھاری فرض ہے ۱۔کلمۂ توحید پڑھنا۔نماز میں اَلْحَمْدُ بھی فرض ہے ۲۔تو گویا اتنا قرآن پڑھنا بھی فرض ہوا ۳۔امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی زبان کا ایک رکن ہے۔اس کے محرمات ہیں۔غیبت ، تحقیر، جھوٹ ،افتراء ، اس زبان کے ذریعہ عام تلاوتِ قرآن و تلاوتِ احادیث کرے۔اور عام طور پر جو معرفت کے خزانے اللہ ورسول کی کتابوں میں ہیں۔پوچھ کر یا بتا کر ان کی تہہ تک پہنچے۔

معمولی باتیں کرنا مباح ہیں۔پسندیدہ باتیں اپنی عام باتوں میں استحباب کا رنگ رکھتی ہیں۔ لَوْ كُنَّا نَسْمَعُ اَوْ نَعْقِلُ مَا كُنَّا فِيْٓ اَصْحٰبِ السَّعِيْرِ (الملك:۱۱) اگر ہم حق کے شنوا ہوتے تو دوزخ میں کیوں جاتے۔اس سے ثابت ہوا کہ حق کا سننا فرض ہے اور غیبت کا سننا حرام ہے۔سماع کے متعلق صوفیاء میں بحث ہے۔میرے نزدیک سماع قرآن وحدیث ضروری ہے۔مگر ایک شیطانی سماع ہے کہ راگنی کی باریکیوں پر اطلاع ہو۔یہ ناجائز ہے۔

ناک کے فرائض۔ ہمیں حکم ہے کہ جس پانی کی بُو خراب ہو۔اس سے وضو نہ کریں۔اس واسطے پانی کا سونگھنا اس وقت فرض ہو گیا۔خصوصاً جب نجاست کا احتمال ہو۔

عید کے دن عطر لگانا مستحبات میں داخل ہے۔ہاں اجنبی عورت کے کپڑوں اور بالوں کی خوشبو کا سونگھنا حرام ہے۔اسی طرح آنکھ اور دوسرے اعضاء کے فرائض ہیں۔

..................زبان کے فرائض میں سے شکر بھی ہے۔ناشکری کا مرض مسلمانوں میں بہت بڑھ گیا ہے۔کسی کو نعمت دیتا ہے تو وہ حقارت کرتا ہے۔اس سے نعمت بڑھتی نہیں۔اگر انسان شکر کرے تو نعمت بڑھتی ہے۔ (بدر جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۳۔۴)

۱۲۔ وَ اِذَا رَاَوْا تِجَارَۃً اَوْ لَھْوَا ۨانْفَضُّوْٓا اِلَیْھَا وَ تَرَکُوْکَ قَآئِمًا ؕ قُلْ مَا عِنْدَ اللّٰہِ خَیْرٌ مِّنَ اللَّھْوِ وَ مِنَ التِّجَارَۃِ ؕ وَاللّٰہُ خَیْرُ الرّٰزِقِیْنَ۔

ترجمہ۔ اور جب تجارت کے سامان مل جاتے ہیں یا کھیل تماشہ کا وقت پاتے ہیں۔ وہ تجھے چھوڑ کر چل دیتے ہیں۔ ان کو کہہ دو کہ اللہ تعالیٰ کے پاس جو چیز ہے وہ ساری تجارتوں اور کھیل تماشوں سے بہتر ہے۔ اور اللہ تعالیٰ بہتر رزق دینے والا ہے۔

تفسیر۔ یہ حالت انسان کی اس وقت ہوتی ہے جب وہ خدا تعالیٰ پر سچا اور کامل یقین نہیں رکھتا۔ اور اس کو رازق نہیں سمجھتا۔ یوں ماننے سے کیا ہوتا ہے۔ جب کامل ایمان ہوتا ہے تو پھر اللہ تعالیٰ کے لئے سب کچھ چھوڑنے کے لئے تیار ہو جاتا ہے۔

بعض لڑکوں سے میں نے پوچھا ہے کہ تم جو گھر جاتے ہو۔ کیوں؟ کیا لَھْو کے واسطے۔ اگر یہ غرض ہے تو پھر یہ خدا کے اس ارشاد کے نیچے ہے۔ لَھْوًا اور تِجَارَۃً کو گویا خدا تعالیٰ پر مقدم کرتا ہے۔ اس سے بچنا چاہیے۔

اللہ تعالیٰ کو خَیرُ الرّازقین یقین کرو۔ اور مت خیال کرو کہ صادق کی صحبت میں رہنے سے کوئی نقصان ہوگا کبھی ایسی جرأت کرنے کی کوشش نہ کرو کہ اپنی ذاتی اغراض کو مقدم کرلو۔ خدا کے لئے جو کچھ انسان چھوڑتا ہے اُس سے کہیں بڑھ کر پالیتا ہے۔ تم جانتے ہو۔ ابوبکر رضی اللہ عنہ نے کیا چھوڑا تھا اور پھر کیا پایا۔ صحابہؓ نے کیا چھوڑا ہوگا۔ اس کے بدلہ میں کتنے گُنے زیادہ خدا نے ان کو دیا۔ خدا تعالیٰ کے نزدیک کیا ہے جو نہیں ہے لِلّٰہِ خَزَائِنُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ تجارتوں میں خسارہ کا ہو جانا یقینی اور کاروبار میں تباہیوں کا واقع ہو جانا قرینِ قیاس ہے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے لئے کسی چیز کو چھوڑ کر کبھی بھی انسان خسارہ نہیں اُٹھا سکتا۔ (الحکم جلد ۷ نمبر ۸ مورخہ ۲۸ رفروری ۱۹۰۳ء صفحہ ۸)

غرض اللہ تعالیٰ کے پاس جو چیز ہے وہ ساری تجارتوں سے بہتر ہے۔ وہ خیر الرّازقین ہے۔ مَیں نے بہت سے ایسے بے باک دیکھے ہیں جو کہا کرتے ہیں ؎

اے خیانت برتو رحمت از تو گنجے یافتم اے دیانت برتو لعنت از تو رنجے یافتم [ا]

ایسے شوخ دیدہ خود ملعون ہیں جو دیانت پر لعنت بھیجتے ہیں۔ پس خدا کے لئے ان ذریعوں اور راستوں کو چھوڑو جو بظاہر کیسے ہی آرام دہ نظر آتے ہوں لیکن ان کے اندر خدا کی خلاف ورزی پائی جاتی ہے۔ میں نے بسا اوقات نصیحت کی ہے کہ کُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِیْنَ پر عمل کرنے کے واسطے ضروری ہے۔ یہاں آ کر رہو۔ بعض نے جواب دیا ہے کہ تجارت یا ملازمت کے کاموں سے فرصت نہیں ہوتی لیکن میں ان کو آج یہ سناتا ہوں کہ خدا تعالیٰ فرماتا ہے۔ کہ تمام تجارتوں کو چھوڑ کر ذکر اللہ کی طرف آ جاؤ۔ وہ اس بات کا کیا جواب دے سکتے ہیں؟ کیا ہم کُنبہ قبیلہ والے نہیں؟ کیا ہماری ضروریات اور ہمارے اخراجات نہیں ہیں؟ کیا ہم کو دنیوی عزت یا وجاہت بُری لگتی ہے؟ پھر وہ کیا چیز ہے جو ہم کو کھینچ کر یہاں لے آئی؟ میں شیخی کے لئے نہیں کہتا بلکہ تحدیث بالنعمۃ کے طور پر کہتا ہوں کہ میں اگر شہر میں رہوں تو شاید بہت روپیہ کما سکوں لیکن میں کیوں ان ساری آمدنیوں پر قادیان کے رہنے کو ترجیح دیتا ہوں؟ اس کا مختصر جواب میں یہی دوں گا کہ میں نے یہاں وہ دولت پائی ہے جو غیر فانی ہے۔ جس کو چور اور قزاق نہیں لے جا سکتا۔ مجھے وہ ملا ہے جو تیرہ سو برس کے اندر آرزو کرنے والوں کو نہیں ملا۔ پھر ایسی بے بہا دولت کو چھوڑ کر میں چند روزہ دنیا کے لئے مارا مارا پھروں۔ میں سچ کہتا ہوں کہ اگر اب کوئی مجھے ایک لاکھ کیا ایک کروڑ روپیہ یومیہ بھی دے اور قادیان سے باہر رکھنا چاہے۔ میں نہیں رہ سکتا۔ ہاں امام علیہ السلام کے حکم کی تعمیل میں پھر خواہ مجھے ایک کوڑی بھی نہ ملے پس میری دولت میرا مال، میری ضرورتیں اسی امام کے اتباع تک ہیں اور دوسری ساری ضرورتوں کو اس ایک وجود پر قربان کرتا ہوں۔

میرے دل میں بارہا یہ سوال پیدا ہوا ہے کہ صحابہؓ کو جو مہاجر تھے کیوں خلافت ملی۔ اور مدینہ والے صحابہؓ کو جو انصار تھے اس سے حصہ نہیں ملا۔ بظاہر یہ عجیب بات ہے کہ انصار کی جماعت نے ایسے وقت آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی مدد کی جب آپؐ مکّہ سے تکالیف برداشت کرتے ہوئے

[ا] اے خیانت! تجھ پر رحمت کہ تجھ سے میں نے ایک خزانہ پایا۔ اے دیانت! تجھ پر لعنت کہ تجھ سے میں نے رنج اور تکلیف پائی۔

پہنچے۔مگر اس میں بھید یہی ہے کہ انصار نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے چھوڑا نہیں۔ان کی نصرت کے لئے خدا نے ان کو بہت کچھ دیا۔مگر مہاجر جنہوں نے اللہ کے لئے ہاں محض اللہ ہی کے لئے اپنے گھر بار بیوی بچے اور رشتہ دار تک چھوڑ دیئے تھے۔اور اپنے منافع اور تجارتوں پر پانی پھیر دیا تھا۔وہ خلافت کی مسند پر بیٹھے۔میں ثقیفہ کی بحث پڑھتا تھا اور مِنْكُمْ اَمِيْرٌ وَمِنَّا اَمِيْرٌ پر میں نے غور کی ہے۔مجھے خدا نے اس مسئلہ خلافت میں یہی سمجھایا ہے کہ مہاجرین نے چونکہ اپنے گھر بار تعلقات چھوڑے تھے ان کو ہی اس مسند پر اول جگہ ملنی ضرور تھی۔اللہ تعالیٰ کے لئے جب کوئی کام کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اس کو ضائع نہیں کرتا پس ایسے عذر بے فائدہ اور بیہودہ ہیں۔اس وقت دنیا خطرناک ابتلا میں پھنسی ہوئی ہے۔پہلی بلا جہالت کی ہے۔تدبر سے کتاب اللہ کو نہیں پڑھتے اور نہیں سوچتے۔جب تدبر ہی نہ ہو۔تلاوت ہی نہ ہو تو اس پر عمل کی تحریک کیسے پیدا ہو۔کتاب اللہ کو چھوڑ دیا گیا ہے اور اس کی جگہ بہت بڑا وقت قصوں، کہانیوں اور اور لغویات میں بسر کیا جاتا ہے۔

دوسرا نقص یہ ہے کہ فسق و فجور بڑھ گیا ہوا ہے۔بدمعاملگی ہے۔جہالت ہے۔گندگی اور ناپاکی کو مقدم کر لیا گیا ہے۔پھر اس کے ساتھ کبر ہے۔وہ کبر کہ یہ برداشت نہیں رہی کہ کوئی نصیحت کرے تو صبر کے ساتھ اس نصیحت کو سن لیں اور اس کے ساتھ اور مصیبت یہ ہے کہ اپنے دکھ سے ناآشنا ہیں۔مرض کے حالات سے ناواقف ہیں۔اسے محسوس نہیں کرتے۔طبیب کی تشخیص پر نکتہ چینیاں کرتے ہیں اور اسے ہی مجنون ٹھہراتے ہیں۔

غرض یاد رکھو کہ اب زمانہ بہت نازک آ گیا ہے۔ایک راست باز دنیا میں آیا ہے۔جس کے لئے آسمان نے گواہی دی۔اس وقت کہ جب خدا ایک بجھڑا سمجھا گیا تھا۔خدا تعالیٰ نے اپنے کلام سے بتایا کہ وہ زندہ اور متکلم خدا ہے اور اُس نے اپنے برگزیدہ بندہ کو بھیج کر حجت پوری کی مگر پھر بھی دیکھا جاتا ہے کہ اس کی مخالفت کی جاتی اور اس کے خلاف منصوبہ بازیاں ہوتی ہیں۔مگر اس کی کچھ پرواہ نہیں۔یہ لوگ آخر خائب و خاسر ہونے والے ہیں اور ہوتے جاتے ہیں۔مخالف منصوبے بناتا ہے۔

کوشش کرتا ہے۔سفر کر کے،خرچ کر کے فتویٰ تیار کرتا ہے کہ یہ کافر ہےاور زور لگا کر کہتا ہے کہ میں اس کو گراؤں گامگراس کے سارے اخراجات ،ساری محنتیں اور کوششیں رائیگاں جاتی ہیں۔خود گرتا ہے اور جس کو گرانے کا ارادہ کرتا تھا وہ بلند کیا جاتا ہے۔جس قدر کوشش اس کے معدوم کرنے کی کی جاتی ہے اسی قدر وہ اور بھی ترقی پاتا اور بڑھتا ہے۔

یہ خدا تعالیٰ کے ارادے ہیں۔ ان کو کوئی بدل نہیں سکتا اس کے مخالف ثُمَّ تَكُوْنُ عَلَيْهِمْ حَسْرَةً۔[1] (الانفال:۳۷) کے مصداق ہوجاتے ہیں۔پس یادرکھو۔اس وقت ضرورت ہے۔ایسے امام کی جوحق کا سنانے والا،سمجھانیوالا اور پھر تزکیہ کرنے والا ہو۔ بڑے ہی بدقسمت ہیں وہ لوگ جو اس نور سے حصہ نہیں پاتے۔اللہ تعالیٰ مجھ کو اور تم کو توفیق دے کہ ہم جنہوں نے اس نور سے حصہ لینے کی سعی کی اور اس چشمہ کے پاس پہنچے ہیں۔ پوری روشنی حاصل کرسکیں ۔ اور سیراب ہوں اور یہ ساری باتیں حاصل ہوتی ہیں جب بصیرت ، معرفت اور عقل عطا ہو اور یہ خدا ہی کے فضل سے ملتی ہیں ۔پس جب کسی کو صادق کا پتہ لگ جائے تو ساری تجارتوں اور بیع وشراء کو چھوڑ کر اس کے پاس پہنچ جانا چاہیے۔اور كُوْنُوْا مَعَ الصّٰدِقِيْنَ۔[2] (التوبہ:۱۱۹) پر عمل کرنا ضروری سمجھا جاوے۔

بعض لوگ جو یہاں آتے ہیں اور رہتے ہیں ان کو ایسی مشکلات پیش آتی ہیں جو ان کی اپنی پیدا کردہ مشکلات سمجھنی چاہییں۔مثلاً کوئی کہتا ہے کہ مجھے چارپائی نہیں ملی یا روٹی کے ساتھ دال ملی۔ میں ایسی باتوں کو جب سنتا ہوں تو اگرچہ مجھے ان لوگوں پر افسوس ہوتا ہے۔ جو ان خدمات کے لئے مقرر ہیں۔مگر ان سے زیادہ افسوس ان پر ہوتا ہے جو ایسی شکایتیں کرتے ہیں۔ میں ان سے پوچھوں گا کہ کیا وہ اس قدر تکالیف سفر کی برداشت کر کے روٹی یا چارپائی کے لئے آتے ہیں یا ان کا مقصود کچھ اور ہوتا ہے؟ میرے ایک پیر شاہ عبدالغنی صاحب رحمۃ اللہ علیہ مدینہ میں رہا کرتے تھے۔ ایک شخص ہجرت کر کے مدینہ میں آیا۔ پھر اُس نے اُن سے کہا کہ میں یہاں نہیں رہتا۔ کیونکہ لوگ شرارتی ہیں۔

---

[1] اور وہ ہوگا اُن پر حسرت اور افسوس۔ [2] اور سچوں کے ساتھ ہوجاؤ۔

شاہ صاحب نے اس کو کہا کہ تم محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آئے تھے یا عربوں کے واسطے۔ اگر محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آئے تھے تو وہ تو ویسے ہی ہیں جیسا کہ تم نے یقین کیا تھا اور اگر عربوں کے لئے آئے تھے تو وہ بیشک ایسے ہی ہیں جیسا کہ تم سمجھتے ہو۔ پس میں بھی ان احمقوں سے یہی کہوں گا جو اس قسم کی شکایتیں کرتے ہیں کہ اگر تم اٰخَرِیْنَ مِنْهُمْ کے معلم کے لئے آئے تھے تو وہ اپنے خلقِ عظیم کے ساتھ ویسا ہی موجود ہے اور اگر ہمارے لئے آئے ہو تو ہم ایسے ہی ہیں۔ کیا کھانا، کپڑا، چارپائی گھر میں نہیں ملتی تھی جو اس قدر تکلیف اٹھا کر اسی روٹی کے واسطے یہاں آئے؟ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس جو لوگ آتے تھے۔ ان کے لئے جانتے ہو کوئی مہمان خانہ تجویز ہوا ہوا تھا یا کوئی لنگر خانہ جاری تھا؟ کوئی نہیں پھر بھی لوگ آتے تھے اور کوئی شکایت نہ کرتے تھے۔ اس کی وجہ یہی ہے کہ وہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے آتے تھے اور وہی ان کی غرض ہوتی تھی۔

غرض یہاں آؤ۔ نہ اس لئے کہ روٹی یا بستر ملے بلکہ اس لئے کہ تمہاری بیماریوں کا علاج ہو۔ تم خدا کے مسیح اور مہدی سے فیض حاصل کرو۔

ہماری بابت کچھ بھی خیال نہ کرو۔ ہم کیا اور ہماری ہستی کیا؟ ہم اگر بڑے تھے تو گھر رہتے۔ پاکباز تھے تو پھر امام کی ہی کیا ضرورت تھی اگر کتابوں سے یہ مقصد حاصل ہو سکتا تھا تو پھر ہمیں کیا حاجت تھی۔ ہمارے پاس بہت سی کتابیں تھیں مگر نہیں۔ ان باتوں سے کچھ نہیں بنتا۔

دیکھو ایک دردِ سر کا بیمار ایک کھانسی والے بیمار کے پاس ہو اور وہ ساری رات کھانستا رہے اور اس کو تکلیف ہو اور اس کی شکایت کرے تو یہ شکایت بے جا ہوگی۔ وہ خود مریض ہے۔ اسی طرح پر ہم جس قدر یہاں ہیں اپنے اپنے امراض میں مبتلا ہیں اگر ہم تندرست ہو کر کسی مریض کو دکھ دیں تو البتہ ہم جوابدہ ٹھہر سکتے ہیں لیکن جبکہ خود مبتلائے مرض ہیں اور یہاں علاج ہی کے لئے بیٹھے ہیں تو پھر ہماری کسی حرکت سے ناراض ہونا عقلمندی نہیں ہے۔ پس ہمارے سبب سے ابتلا میں مت پڑو۔ جو لوگ ابتلاؤں سے گھبراتے ہیں۔ میں سچے دل سے کہتا ہوں کہ وہ ہمارے لئے نہ آیا کریں اور اگر

ہماری کوئی تقریر ان کو پسند نہ آوے تو وہ یہ سمجھیں کہ ہم مامور نہیں۔صادق مامور ایک ہی ہے جو مسیح اور مہدی ہو کر آیا ہے۔پس خدا سے مدد مانگو۔ذکر اللہ کی طرف آؤ جو فحشا اور منکر سے بچانے والا ہے۔ اسی کو اسوہ بناؤ اور اسی کے نمونہ پر چلو۔ایک ہی مقتداء اور مطاع اور امام ہے۔

اللہ تعالیٰ ہم سب کو توفیق دے کہ ہم اسی سے پیوند کریں۔آمین۔

(الحکم جلد ۷ نمبر ۹ مورخہ ۱۰/مارچ ۱۹۰۳ء صفحہ ۳،۴)



سُوْرَۃُ الْمُنٰفِقُوْنَ مَدَنِیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

ہم سورۃ منافقون کو پڑھنا شروع کرتے ہیں۔اس اللہ کے نام سے جو رحمٰن ورحیم ہے۔

۲۔ اِذَا جَآءَكَ الْمُنٰفِقُوْنَ قَالُوْا نَشْهَدُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُ اللّٰهِ ۘ وَ اللّٰهُ یَعْلَمُ اِنَّكَ لَرَسُوْلُهٗ ؕ وَ اللّٰهُ یَشْهَدُ اِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَكٰذِبُوْنَ۔

ترجمہ۔ جب تیرے پاس منافق آتے ہیں تو کہتے ہیں کہ ہم گواہی دیتے ہیں کہ بے شک بے شک تو اللہ کا رسول ہے اور اللہ بھی جانتا ہے کہ یقیناً تُو اس کا رسول ہے اور اللہ یہ بھی گواہی دیتا ہے کہ منافق تو بالکل جھوٹے ہیں۔

تفسیر۔ بہت سے آدمی اس قسم کے ہوتے ہیں کہ قسمیں کھا کھا کر کہتے ہیں کہ ہم اللہ کے رسول پر ایمان رکھتے ہیں لیکن اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم جانتے ہیں کہ اے محمد صلعم تو ہمارا رسول ہے۔لیکن ہم قسم کھاتے ہیں کہ یہ لوگ جو اس قسم کے دعوے کرتے ہیں تو یہ صریح جھوٹے ہیں اور منافق ہیں۔ کیونکہ ان کا عمل درآمد ان کے دِلی ایمان کے خلاف ہے۔اور جو باتیں یہ زبان سے کہتے ہیں۔اُن کے دل ان باتوں کو نہیں مانتے۔ (الحکم جلد ۱۱ نمبر ۴۶ مورخہ ۲۴ ردسمبر ۱۹۰۷ء صفحہ ۱۱)

۹۔ یَقُوْلُوْنَ لَىِٕنْ رَّجَعْنَاۤ اِلَى الْمَدِیْنَةِ لَیُخْرِجَنَّ الْاَعَزُّ مِنْهَا الْاَذَلَّ ؕ وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَ لِلْمُؤْمِنِیْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِیْنَ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ وہ کہتے ہیں کہ اگر ہم مدینے واپس جائیں گے تو عزت دار ذلیل کو مدینے سے نکال دے گا حالانکہ اللہ ہی کی عزت ہے اور اس کے رسول کی اور ایمانداروں کی لیکن منافق تو جانتے ہی نہیں۔

تفسیر۔ میں نے بارہا سنایا ہے کہ جب مامور من اللہ آتا ہے تو لوگوں کو اس کی مخالفت کا ایک جوش ہوتا ہے اور یہ اس لئے ہوتا ہے کہ اللہ تعالیٰ جب کسی کے اعزاز کے لئے تل جائے اس کو کوئی ذلیل نہیں

کرسکتا۔ مدینہ طیبہ میں ایک رأس المنافقین کا ارادہ ہوا۔ لَئِنۡ رَّجَعۡنَاۤ اِلَی الۡمَدِیۡنَۃِ..... الآیۃ اگر ہم لوٹ کر مدینہ پہنچیں گے تو ایک ذلیل گروہ کو معزز گروہ نکال دیگا۔ جنابِ الٰہی نے فرمایا وَلِلّٰہِ الۡعِزَّۃُ وَلِرَسُوۡلِہٖ..... الآیۃ معزز تو اللہ ہے اور اُس کا رسول اور اس کی جماعت۔ منافقوں کو یہ کبھی سمجھ نہیں آتی۔ آخر ایام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم میں ایک بھی منافق نہ رہا۔ بلکہ یہ فرمایا۔

مَّلۡعُوۡنِیۡنَ ۚۛ اَیۡنَمَا ثُقِفُوۡۤا اُخِذُوۡا وَ قُتِّلُوۡا تَقۡتِیۡلًا ۔[1] (الاحزاب::۶۲)

اللہ تعالیٰ نے ارادہ کرلیا تھا کہ وہ تیری مجاورت میں بھی نہ رہیں گے۔

(الحکم جلد ۵ نمبر ۵ مورخہ ۱۰؍فروری ۱۹۰۱ء صفحہ ۶)

عزت اللہ کے لئے اور اس کے رسول کے لئے اور مومنوں کے لئے۔ منافقین ایسی باتوں سے بے علم ہیں۔ پس مومن اور پھر ذلیل یہ غیر ممکن ہے۔ مومن تو اسی دنیا میں بہشت پا لیتا ہے۔ صحابہؓ کرام نے جب جاہلیت کے عقائدِ فاسدہ سے توبہ کی اور اسلام کے پاک عقائد پاک اعمال اختیار کئے تو سب سے پہلی جنت ان کے لئے یہی تھی۔ پھر جب مکہ سے مدینہ ہجرت کی، تو یہ بھی ان کے لئے جنت ہی تھی۔ پھر جب ملک پر ملک فتح کئے تو ایک دنیا کے فاتح کہلائے تو یہ بھی ان کے لئے جنت تھی۔ پھر جب دنیا سے کوچ کرنے پر پہلی منزل قبر (قبر وہ ہے جہاں انسان اپنے اعمال کے بدلہ میں بعد الموت رہتا ہے) بھی رَوۡضَۃٌ مِنۡ رِیَاضِ الۡجَنَّۃِ ہوگئی۔

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم اپنی بیبیاں جنگ میں اپنے ساتھ رکھتے۔ دراصل آپ ان جاہلوں کو یہ سمجھاتے تھے کہ دیکھو اللہ تعالیٰ مجھے ذلیل نہیں کرتا۔ ورنہ جنگ کیسے خطرہ کا موقع ہے اور دستور کے لحاظ سے بیبیوں کا قید میں پڑ جانا یا اَور طرح ذلیل ہونا ممکن ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ میرا حامی و ناصر ہے۔ وہ مومن کے اعداء کو کوئی ایسا موقع نہیں دیتا۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۴۔ ماہ اپریل ۱۹۱۲ء صفحہ ۱۷۵)

---

[1] (قتل کئے گئے) لعنتی جہاں پائے جائیں پکڑے جائیں اور خوب قتل کئے جائیں۔

سُوْرَۃُ التَّغَابُنِ مَدَنِيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

ہم سورۂ تغابن کو اس اللہ کے نام سے پڑھنا شروع کرتے ہیں جو رحمٰن ورحیم ہے۔

۲، ۳۔ يُسَبِّحُ لِلّٰهِ مَا فِي السَّمٰوٰتِ وَمَا فِي الْاَرْضِ ۚ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۙ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔

ترجمہ۔ اللہ ہی کی تسبیح کرتا ہے جو کچھ آسمانوں اور زمین میں ہے۔ اسی کی سلطنت ہے اور اسی کی تعریف اور وہی ہر چیز کا بڑا اندازہ کرنے والا ہے۔ یہ وہ اللہ ہے جس نے تم کو پیدا کیا پھر کوئی تو تم میں سے کافر ہوا اور کوئی مومن۔ اور اللہ جو تم کر رہے ہو بخوبی دیکھ رہا ہے۔

تفسیر۔ لوگ یا تو اس واسطے کسی کی فرماں برداری کرتے ہیں کہ وہ پاک اور مقدس ہے۔ یا اس لئے کہ وہ بادشاہ ہے اگر نافرمانی کریں گے تو سزا دیگا یا اس واسطے کہ وہ ہمارا محسن ہے۔ ہم پر انعام کرتا ہے۔ اس لئے اس کی اطاعت ضروری ہے۔

اللہ تعالیٰ اپنی اطاعت کی طرف اپنی انہیں تین صفتوں کا ذکر فرما کر بلاتا ہے۔ لَهُ الْمُلْكُ وَلَهُ الْحَمْدُ ۙ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔ هُوَ الَّذِيْ خَلَقَكُمْ فَمِنْكُمْ كَافِرٌ وَّمِنْكُمْ مُّؤْمِنٌ ۭ وَاللّٰهُ بِمَا تَعْمَلُوْنَ بَصِيْرٌ۔ ملک بھی اسی کا اور سب خوبیوں کا سرچشمہ بھی وہی اور ہر چیز پر قادر بھی وہی، وہی پیدا کرنے والا، وہی نگرانِ حال۔ پس عبادت کے لائق بھی وہی۔ اگر تم کسی کی اس لئے اطاعت کرتے ہو کہ وہ حسن رکھتا ہے۔ تو یاد رکھو تمام کائنات کے حسن کا سرچشمہ تو وہی ذاتِ بابرکات ہے۔ کوئی خوبی اگر کسی میں ہے۔ تو اس کا پیدا کرنیوالا وہی اللہ ہے۔ اسی طرح اگر تم کسی کی اس لئے

اطاعت کرتے ہو کہ وہ محسن ہے۔تو سب محسنوں سے بڑا محسن تو اللہ ہے۔جس نے تمہارے محسن کو بھی سب سامان اپنی جناب سے دیا۔اور پھر اس سامان سے تمتع حاصل کرنے کا موقع اور قویٰ بھی اسی کے دیئے ہوئے ہیں۔اگر کسی کی اطاعت اس لئے کرتے ہو کہ وہ بادشاہ حکمران ہے۔تو تم خیال کرو۔اللہ وہ احکم الحاکمین ہے۔جس کا احاطہ سلطنت اس قدر وسیع ہے۔کہ تم اس سے نکل کر کہیں باہر نہیں جا سکتے۔ چنانچہ فرماتا ہے۔یٰمَعْشَرَ الْجِنِّ وَ الْاِنْسِ اِنِ اسْتَطَعْتُمْ اَنْ تَنْفُذُوْا مِنْ اَقْطَارِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ فَانْفُذُوْا لَا تَنْفُذُوْنَ اِلَّا بِسُلْطٰنٍ۔[۱] (الرحمٰن: ۳۴) یہ دنیا کے حاکم تو یہ شان نہیں رکھتے۔جب ان کی اطاعت کرتے ہو تو پھر اس احکم الحاکمین کی اطاعت تو ضروری ہے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۵۔ماہ مئی ۱۹۱۲ء صفحہ ۲۲۸،۲۲۹)



[۱] اے جماعت جنّ وانس کی! اگر تم میں طاقت ہے کہ آسمان اور زمین کے کناروں سے نکل جا سکو تو نکل بھاگو۔ نکل ہی نہ سکو گے مگر پروانگی کے ساتھ۔

سُوْرَۃُ الطَّلَاقِ مَدَنِیَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

ہم سورۃ طلاق کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اللہ رحمٰن و رحیم کے نام سے۔

۲۔ یٰٓاَیُّھَا النَّبِیُّ اِذَا طَلَّقْتُمُ النِّسَآءَ فَطَلِّقُوْھُنَّ لِعِدَّتِھِنَّ وَ اَحْصُوا الْعِدَّۃَ ج وَ اتَّقُوا اللّٰہَ رَبَّکُمْ ج لَا تُخْرِجُوْھُنَّ مِنْ بُیُوْتِھِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ ط وَ تِلْکَ حُدُوْدُ اللّٰہِ ط وَ مَنْ یَّتَعَدَّ حُدُوْدَ اللّٰہِ فَقَدْ ظَلَمَ نَفْسَہٗ ط لَا تَدْرِیْ لَعَلَّ اللّٰہَ یُحْدِثُ بَعْدَ ذٰلِکَ اَمْرًا۔

ترجمہ۔ اے نبی! جب تم طلاق دینی چاہو عورتوں کو تو ان کو طلاق دو تو ایسے وقت میں طلاق دو کہ عدت کا شمار آسان ہو اور عدت کے دن گنتے رہو اور اللہ ہی کو سپر بناؤ جو تمہارا رب ہے ان کو ان کے گھروں سے نہ نکالو اور وہ خود بھی نہ نکلیں مگر یہ کہ کر بیٹھیں کوئی صریح بے حیائی کا کام (تو نکال دینا مضائقہ نہیں یا وہ خود نکل جائیں) اور یہ اللہ کی حدیں ہیں پس جو شخص آگے بڑھے اللہ کی حدوں سے تو اس نے اپنے اوپر آپ ظلم کیا۔ اے مخاطب! تُو نہیں جانتا شاید اللہ ان میں پیدا کردے طلاق کے بعد کوئی بات (میل ملاپ کی)۔

تفسیر۔ اے نبی۔ جب تم طلاق دو عورتوں کو تو ان کو طلاق دو اُن کی عدت پر اور گنتے رہو عدت اور ڈرو اللہ سے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل۔ صفحہ ۷۴ حاشیہ)

لِعِدَّتِھِنَّ۔ ایک وقت میں ایک طلاق دے۔ حیض میں نہ دے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۴)

لَا تُخْرِجُوْھُنَّ مِنْ بُیُوْتِھِنَّ وَ لَا یَخْرُجْنَ اِلَّآ اَنْ یَّاْتِیْنَ بِفَاحِشَۃٍ مُّبَیِّنَۃٍ۔

اور مت نکالو اُن کے گھروں سے اُن کو۔ اور وہ بھی نہ نکلیں مگر جو کریں صریح بے حیائی۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل۔ صفحہ ۴۹ حاشیہ)

۳، ۴۔ فَاِذَا بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ فَاَمْسِكُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ اَوْ فَارِقُوْهُنَّ بِمَعْرُوْفٍ وَّ اَشْهِدُوْا ذَوَیْ عَدْلٍ مِّنْكُمْ وَ اَقِیْمُوا الشَّهَادَةَ لِلّٰهِ ؕ ذٰلِكُمْ یُوْعَظُ بِهٖ مَنْ كَانَ یُؤْمِنُ بِاللّٰهِ وَ الْیَوْمِ الْاٰخِرِ ۬ؕ وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔ وَّ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ ؕ وَ مَنْ یَّتَوَكَّلْ عَلَى اللّٰهِ فَهُوَ حَسْبُهٗ ؕ اِنَّ اللّٰهَ بَالِغُ اَمْرِهٖ ؕ قَدْ جَعَلَ اللّٰهُ لِكُلِّ شَیْءٍ قَدْرًا۔

ترجمہ۔ پس جب وہ اپنی عدّت کی مدت پوری کر چکیں تو ان کو نیک نیتی سے رکھ لو یا نیک سلوکی کے ساتھ جدا کردو اور گواہ کر لو دو انصاف والے گواہ اور اللہ کے واسطے گواہی پر قائم رہو۔ اس بات کی اُس کو نصیحت کی جاتی ہے جو ایمان رکھتا ہے اللہ پر اور روزِ آخرت پر اور جو شخص ڈرتا ہے اللہ سے تو اللہ پیدا کر دے گا اس کے لئے کوئی راہِ نجات۔ اور اس کو وہاں سے رزق پہنچائے گا جہاں سے اس کو گمان بھی نہ ہو۔ جو اللہ پر بھروسہ رکھے تو اللہ اس کے لئے کافی ہے۔ بے شک اللہ اپنا کام پورا فرما لیتا ہے۔ تحقیق کہ اللہ نے ٹھہرا رکھا ہے ہر ایک چیز کا اندازہ۔

تفسیر۔ پھر جب پہنچیں اپنے وعدے کو تو رکھ لو ان کو دستور سے یا چھوڑ دو ان کو دستور سے۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل صفحہ ۴۸ حاشیہ)

بَلَغْنَ اَجَلَهُنَّ۔ جب عدت گزرنے کو ہو۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۴)

تقویٰ عظیم الشان نعمت اور فضل ہے جسے ملے۔ انسان اپنی ضروریاتِ زندگی میں کیسا مضطرب اور بے قرار ہوتا ہے۔ خصوصًا رزق کے معاملہ میں۔ لیکن متقی ایسی جگہ سے رزق پاتا ہے کہ کسی کو تو کیا معلوم ہوتا ہے۔ خود اس کے بھی وہم گمان میں نہیں ہوتا۔ یَرْزُقْهُ مِنْ حَیْثُ لَا یَحْتَسِبُ۔ پھر انسان بسا اوقات بہت قسم کی تنگیوں میں مبتلا ہوتا ہے لیکن اللہ تعالیٰ متقی کو ہر تنگی سے نجات دیتا ہے۔ جیسے فرمایا وَ مَنْ یَّتَّقِ اللّٰهَ یَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔ انسان کی سعادت اور نجات کا انحصار

علومِ الٰہیہ پر ہے۔ کیونکہ جب تک کتاب اللہ کا علم ہی نہ ہو۔ وہ نیکی اور بدی اور احکام رب العالمین سے آگاہی اور اطلاع کیونکر پا سکتا ہے...... انسان اپنے دشمنوں سے کس قدر حیران ہوتا ہے۔ اوران سے گھبراتا ہے۔ لیکن متقی کو کیا خوف؟ اس کے دشمن ہلاک ہوجاتے ہیں۔

(الحکم جلد ۶ نمبر ۳۹ مورخہ ۳۱/اکتوبر ۱۹۰۲ء صفحہ ۱۴۔۱۵)

انسان کو بہت ضرورت ہے اس بات کی کہ کھائے، پیئے، پہنے۔ اللہ تعالیٰ متقی کے لئے فرماتا ہے۔ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔ وَّ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ انسان جب متقی بن جائے تو اللہ تعالیٰ اسے ایسی جگہ سے رزق دیتا ہے کہ اس کے گمان میں بھی نہیں ہوتا۔ پس اگر کوئی رزق کا طالب ہے تو اس پر واضح ہو کہ رزق کے حصول کا ذریعہ بھی تقویٰ ہے۔

۲۔ انسان جب مصیبت میں حوادثِ زمانہ سے پھنس جاتا ہے اور اس کی بے علمی اسے آگاہ نہیں ہونے دیتی کہ کس سبب سے تمسک کر کے نجات حاصل کرے تو وہ خبیر جو ذرہ ذرہ کا آگاہ ہے۔ فرماتا ہے۔ متقی کو ہم تنگی سے بچائیں گے۔ (بدر جلد ۷ نمبر ۳ مورخہ ۲۳/جنوری ۱۹۰۸ء صفحہ ۸)

ہر شخص کو ضرورت ہے کہ اُسے رزق ملے اور وہ کھائے پیئے۔ دوا و علاج اور تیماردار۔ غرض بہت سی ضروریات کا محتاج ہے۔ مگر اللہ تعالیٰ متقی کو بشارت دیتا ہے۔ يَرْزُقْهُ مِنْ حَيْثُ لَا يَحْتَسِبُ متقی کو ایسے طریق پر رزق ملتا ہے جو اسے وہم و گمان بھی نہیں ہوتا۔ پھر انسان مشکلات میں پھنستا ہے اور ان سے نجات اور رہائی چاہتا ہے۔ متقی کو ایسی مشکلات سے وہ آپ نجات دیتا ہے۔ يَجْعَلْ لَّهٗ مَخْرَجًا۔ ہر قسم کی تنگی سے وہ آپ نجات دیتا ہے۔ یہ متقی کی شان ہے۔

(الحکم جلد ۱۵ نمبر ۱۹، ۲۰ مورخہ ۲۱، ۲۸/مئی ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۶)

۵۔ وَ الّٰٓـِٔيْ يَىِٕسْنَ مِنَ الْمَحِيْضِ مِنْ نِّسَآىِٕكُمْ اِنِ ارْتَبْتُمْ فَعِدَّتُهُنَّ ثَلٰثَةُ اَشْهُرٍ ۙ وَّ الّٰٓـِٔيْ لَمْ يَحِضْنَ ؕ وَ اُولَاتُ الْاَحْمَالِ اَجَلُهُنَّ اَنْ يَّضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ؕ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا۔

ترجمہ۔ اور جو تمہاری عورتیں حیض کے آنے سے ناامید ہوگئیں تو اگر تم کو شبہ ہو تو ان کی عدت تین مہینے ہے ایسا ہی ان کی جن کو ابھی حیض نہیں آیا اور حمل والیوں کی یہ عدت ہے کہ وہ اپنا حمل جن

چکیں اور جو اللہ کو سپر بناوے تو اللہ اس کے لئے پیدا کر دے گا اس کے کام میں آسانی۔

تفسیر: یُسر کو بھی انسان بہت پسند کرتا ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ وَ مَنْ يَّتَّقِ اللّٰهَ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا گویا سکھ بھی متقی ہی کا حصہ ہے۔ تاریخ کے صفحوں کو اُلٹ جاؤ اور دیکھو کہ متقیوں کے مقابلہ میں بڑے بڑے بادشاہ۔ باریک در باریک تدبیریں کرنے والے، مال خرچ کرنے والے، جتھوں والے آئے مگر وہ بھی ان متقیوں کے سامنے ذلیل وخوار ہوئے۔

(بدر جلد ۷ نمبر ۳ مورخہ ۲۳؍جنوری ۱۹۰۸ء صفحہ ۸)

ہر قسم کے دکھوں کو سکھوں سے تقوٰی ہی بدل دیتا ہے۔ يَجْعَلْ لَّهٗ مِنْ اَمْرِهٖ يُسْرًا پھر جب متقی انسان ان ثمرات کو پاتا ہے تو میرے دوستو! سب کو تقوٰی اختیار کرنا چاہیے۔ رزق کے لئے تنگی سے نجات کے لئے تقوٰی کرو۔ سکھ کی ضرورت ہے۔ تقوٰی کرو۔ محبت چاہتے ہو تقویٰ کرو۔ سچا علم چاہتے ہو تقویٰ کرو۔ میں پھر کہتا ہوں تقویٰ کرو۔ تقویٰ سے خدا کی محبت ملتی ہے۔ وہ اللہ کا محبوب بنا دیتا ہے۔ دکھوں سے نکال کر سکھوں کا وارث بنا دیتا ہے۔ علوم صحیحہ اُسی کے ذریعہ ملتے ہیں۔

(الحکم جلد ۱۵ نمبر ۱۹، ۲۰ مورخہ ۲۱، ۲۸ مئی ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۶)

۷۔ اَسْكِنُوْهُنَّ مِنْ حَيْثُ سَكَنْتُمْ مِّنْ وُّجْدِكُمْ وَ لَا تُضَآرُّوْهُنَّ لِتُضَيِّقُوْا عَلَيْهِنَّ ؕ وَ اِنْ كُنَّ اُولَاتِ حَمْلٍ فَاَنْفِقُوْا عَلَيْهِنَّ حَتّٰى يَضَعْنَ حَمْلَهُنَّ ۚ فَاِنْ اَرْضَعْنَ لَكُمْ فَاٰتُوْهُنَّ اُجُوْرَهُنَّ ۚ وَ اْتَمِرُوْا بَيْنَكُمْ بِمَعْرُوْفٍ ۚ وَ اِنْ تَعَاسَرْتُمْ فَسَتُرْضِعُ لَهٗۤ اُخْرٰى۔

ترجمہ۔ طلاق دی ہوئی عورتوں کو رہنے کے لئے گھر دو جہاں تم خود رہو اپنے مقدور کے موافق اور ان کو ایذا نہ دو تا کہ تم تنگی کرنے لگو اُن پر۔ اور اگر وہ پیٹ سے ہوں تو ان کو روٹی کپڑا دو۔ یہاں تک کہ وہ اپنا بچہ جنیں پھر اگر دودھ پلائیں تمہاری خاطر تو ان کو تنخواہ دو اور آپس میں موافقت رکھو خوبی کے ساتھ اور اگر آپس میں ضد کرو تو دودھ پلاوے گی کوئی اور عورت۔

تفسیر۔ اَسْكِنُوْهُنَّ۔ گھر دو ان کو رہنے کو جہاں سے آپ رہو۔ اپنے مقدور سے اور ایذا نہ چاہو اُن کی یا تنگ پکڑو ان کو۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل صفحہ ۷۴ حاشیہ)

۹۔ وَ كَاَيِّنْ مِّنْ قَرْيَةٍ عَتَتْ عَنْ اَمْرِ رَبِّهَا وَ رُسُلِهٖ فَحَاسَبْنٰهَا حِسَابًا شَدِيْدًا ۙ وَّ عَذَّبْنٰهَا عَذَابًا نُّكْرًا۔

ترجمہ۔ بہت سی بستیاں بڑھ چلیں یعنی اپنے رب اور اس کے رسولوں کے حکم سے تو ہم نے ان سے سخت حساب لیا اور ان کو بُرے عذاب کا دکھ دیا۔

تفسیر۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ پہلی بستیوں کو دیکھو جنہوں نے خدا تعالیٰ کے احکام کی نافرمانی کی تھی۔ ان پر کیسا عذاب آیا تھا۔ تمام کتبِ الٰہیہ کو پڑھنے اور پہلی قوموں کے حالات کے مطالعہ سے انسان اس نتیجہ پر پہنچ جاتا ہے کہ کفر وشرک اور انبیاء علیہم السلام کو نہ ماننا ضرور ایک ایسی چیز ہے جس کا نتیجہ نہایت ہی خطرناک ہوتا ہے لیکن شوخی اور بے باکی اور شرارت بہت ہی بُری شے ہے اور اس کا انجام کبھی اچھا نہیں ہوتا۔ اللہ تعالیٰ کو شوخ آدمی کبھی پسند نہیں۔ اور ہر ایک شہر میں کوئی نہ کوئی ایسا نظارہ ضرور ہوتا ہے۔ اَور نہیں تو کسی بڑے امیر کبیر کے مکانات کے کھنڈرات ہی ہوتے ہیں۔ لاہور میں شاہی قلعہ دیکھنے والوں کو وعظ کر رہا ہے ہر ایک بستی اور گاؤں کے نزدیک کوئی نہ کوئی کھیڑا ضرور ہوتا ہے۔ دہلی کے حالات پر غور کرو۔ تغلق آباد کیسا آباد کیا گیا تھا۔ اس کی چھتوں پر لکڑی نہ ڈالی گئی تھی مگر اب کیسا بے نشان پڑا ہے۔ یہاں بھی قریب ہی ایک تغل والا گاؤں موجود ہے جہاں کہ تغل لوگ رہتے تھے۔ لکھنؤ کے خرابوں اور ویرانوں پر غور کرو اور ان سے عبرت حاصل کرو۔

ایک صوفی کا قول ہے کہ انسان کی کیا ہستی ہے۔ بقطرۂ آبے موجود و بہ خروج بادے معدوم۔[۱] پھر حیرت وتعجب کی بات ہے کہ انسان کس ہستی پر غرور کرتا ہے۔ موت کے سامنے کوئی طاقت نہیں چلتی۔ دیکھو سکندر جب تمام فتوحات کر کے بابل میں پہنچا تو موت آ گئی اور کچھ پیش نہ گئی۔ بغداد میں اس قدر مخلوق تھی کہ شہر کی حفاظت کے واسطے پانچ لاکھ فوج یا کتنی تھی۔ مگر جب خدا کا عذاب آیا تو اٹھارہ لاکھ اس معرکہ میں قتل کیا گیا۔ جن لوگوں سے ملک پر دعوے دار ہونے کا اندیشہ ہوسکتا تھا۔ کہتے ہیں ان کے ایک ہزار آدمیوں کی قطار کھڑی کر کے سب دیوار میں چن دیئے گئے۔ غرض خداوند تعالیٰ کا

۱۔ قطرہ آب اس کی زندگی ہے اور ہوا کے جھونکے سے فنا ہو جاتا ہے۔

جب عذاب آتا ہے تو اسے کوئی ٹال نہیں سکتا اسی عذاب کا اس آیت میں ذکر ہے۔

پہلے رسولوں کے مخالفین کا یہ حال ہوا تو تم کیونکر بچ سکتے ہو؟ یہی حال تمہارا ابھی ہونے والا ہے! (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۲، ۳ مورخہ ۹ رنومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۶۵)

۱۱، ۱۲۔ اَعَدَّ اللّٰهُ لَهُمْ عَذَابًا شَدِيْدًا ۙ فَاتَّقُوا اللّٰهَ يٰۤاُولِي الْاَلْبَابِ ۚۖ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۛؕ قَدْ اَنْزَلَ اللّٰهُ اِلَيْكُمْ ذِكْرًا۔ رَّسُوْلًا يَّتْلُوْا عَلَيْكُمْ اٰيٰتِ اللّٰهِ مُبَيِّنٰتٍ لِّيُخْرِجَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَ عَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ ؕ وَ مَنْ يُّؤْمِنْۢ بِاللّٰهِ وَ يَعْمَلْ صَالِحًا يُّدْخِلْهُ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ خٰلِدِيْنَ فِيْهَاۤ اَبَدًا ؕ قَدْ اَحْسَنَ اللّٰهُ لَهٗ رِزْقًا۔

ترجمہ۔ اللہ نے ان کے واسطے سخت عذاب تیار کر رکھا ہے۔ تو اے عقل مندو! اسی اللہ کو سپر بناؤ جس کو تم نے مانا ہے اور بے شک اللہ نے تم کو نصیحت کرنے والا رسول نازل فرما دیا ہے۔ جو پڑھتا ہے تم پر اللہ کی کھلی کھلی آیتیں تا کہ ان لوگوں کو نکالے جو ایمان لائے اور بھلے کام کئے اندھیروں سے اجالے کی طرف۔ اور جو شخص ایمان لایا اللہ پر اور بھلے کام کئے تو اسے اللہ داخل فرمائے گا ایسے باغوں میں جن میں نہریں بہہ رہی ہیں (نیک لوگ) وہ اس میں ہمیشہ ہمیشہ رہنے والے ہیں۔ اللہ نے اس کے لئے اچھی روزی بنائی۔

تفسیر۔ اِتَّقُوا اللّٰهَ ۔ تقویٰ اختیار کرو

اُولِی الْاَلْبَاب ۔ عقل مند

الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا ۔ عقل مند وہی ہیں جو ایمان لائے۔

ذِكْرًا۔ خدا تعالیٰ نے ایک ایسی کتاب اتاری ہے جس پر عمل کرنے سے تمہارا ذکر پھیلے۔ وہ تمہاری عظمت اور جبروت کا باعث ہونے والی ہے۔

رَسُوْلًا ۔ اگر تم دیکھنا چاہو کہ اس تعلق کا کیا فائدہ ہے تو رسول کا نمونہ دیکھو۔ جو اللہ تعالیٰ کی آیات تم پر پڑھتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے اُسے کیا عزت عطا کی ہے۔

مِنَ الظُّلُمٰتِ اِلَی النُّوْرِ ۔ اس رسول کی اطاعت اور اس کلام پر عمل کا نتیجہ یہ ہے کہ تم تاریکی سے نکل کر نور میں داخل ہو جاؤ گے۔ظلمت پانچ قسم ہے۔

۱۔ ظلمتِ فطرت۔انسان ماں کے پیٹ سے پیدا ہوتے ہی جاہل ہوتا ہے۔

۲۔ ظلمتِ عادت۔بدعادات انسان کو بہت نقصان پہنچاتی ہیں اور انبیاءعلیہم السلام اسی واسطے آتے ہیں کہ عاداتِ بد کو دنیا سے مٹادیں۔

۳۔ ظلمتِ رسم۔رسم و رواج سے بھی بڑے نقصان مترتب ہوتے ہیں۔بعض رسمیں اس وقت شروع ہوئیں جبکہ مسلمان امیر اور بادشاہ ہوئے تھے۔لیکن اب حالتِ فقر میں بھی ان پر چلنا چاہتے ہیں۔

۴۔ظلمتِ جہل۔جاہل و نادان۔بہ سبب جہالت کے اپنے آپ کو عجیب عجیب تکالیف میں مبتلا کر لیتے ہیں۔

۵۔ظلمتِ عدم استقلال۔بعض آدمی بڑے بڑے وعدے اور ارادے کرتے ہیں اور کام شروع کرتے ہیں مگر آخر نباہ نہیں سکتے۔

جَنّٰتٍ۔ فرمایا۔وہ جنت جس کے نیچے ندیاں بہتی ہیں۔ایمان اور عملِ صالح سے مل سکتی ہے۔

اس سورۂ شریف میں طلاق کے نہایت ضروری مسئلہ کو حل کیا ہے۔یہود طلاق کے معاملہ میں بہت سختی کرتے تھے۔ذرا ذرا سی بات پر طلاق دیتے تھے۔اور عیسائیوں کے درمیان سوائے زنا کے طلاق نہ ہوسکتی تھی۔افراط اور تفریط کو دور کیا گیا۔اور ایک درمیانی راہ سکھلائی گئی۔اور عورتوں کے حقوق قائم کئے گئے۔جن سے پہلی قومیں ناآشنا ہیں بلکہ اس وقت یورپ کا قانون لندن تک خاموش ہے۔

اس سورہ شریف میں بار بار تقوٰی پر زور دیا گیا ہے۔لوگ عورتوں کے معاملہ میں تقوٰی سے دُور جا پڑے ہیں۔بعض لوگ اپنی عورتوں کو نہ آباد کرتے ہیں اور نہ طلاق دیتے ہیں۔بعض مارتے ہیں، تنگ کرتے ہیں۔بداخلاقی سے پیش آتے ہیں۔یہ بہت بڑی ظلم کی باتیں ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۲،۳ مورخہ ۹ رنومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۶۵،۲۶۶)

۱۳۔ اَللّٰہُ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ وَّ مِنَ الْاَرْضِ مِثْلَھُنَّ ؕ یَتَنَزَّلُ الْاَمْرُ بَیْنَھُنَّ لِتَعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰہَ عَلٰی کُلِّ شَیْءٍ قَدِیْرٌ ۙ وَّ اَنَّ اللّٰہَ قَدْ اَحَاطَ بِکُلِّ شَیْءٍ عِلْمًا۔

ترجمہ۔ وہی اللہ ہے جس نے سات آسمانوں کو پیدا کیا اور زمین کو بھی انہیں کی طرح (یعنی خشکی کے سات بڑے قطعات) ان کے درمیان حکم اتارتا ہے تا کہ تم جانو کہ اللہ ہر شے کا اندازہ کرنے والا ہے اور بے شک اللہ نے ہر شَے کا اپنے علم میں احاطہ کر رکھا ہے۔

تفسیر۔ اَحَاطَ ۔ کوئی چیز اللہ تعالیٰ کے علم و قدرت کے دائرہ سے خارج نہیں۔ ایک صوفی کہتا ہے ؎

رَمزیست زسر قدرتش کُن فَیَکُوْن بادانشِ اُو یکیست بیرون و دروں
درغیب و شہادت ذرّۂ نتواں یافت از دائرہ قدرت و علمش بیروں [1]

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۲، ۳ مورخہ ۹؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۶۶)

ایک آریہ کے اعتراض کہ ’’سات آسمان باطل ہیں‘‘ کے جواب میں تحریر فرمایا:۔

’’اس کا جواب نمبروار دیتے ہیں۔ اوّل ’’سات آسمانوں اور سات زمینوں کی ہر کسی عالم بلکہ اہلِ عالم۔ ماہر تواریخ و ہیئت و جغرافیہ نے نمبروار تردید کی ہے‘‘ مرد آدمی! ان کا نام ہی لکھ دیا ہوتا۔ سنئے۔ آپ کو ہم بتاویں۔ آپ نے تو منکر اہل علم کا نام نہیں لیا۔ ہم ماننے والوں کے نام سناتے ہیں۔ یوگ، پاتنجل، کرت سوتر نمبر ۲۵، دیاس منی کی بھاس اور ادھیا سوم۔ سورج دھارنا کی نرنی میں لکھا ہے۔ بُھوَ کی اوپر بُھوَرْ سُوَرْ مَھر جَنْ تپ انتر کھ سَتْ ۔ یہ سات آسمانی طبقات ہیں۔ جو زمین کے اوپر ہیں۔ اور مہیاتل، رساتل، اتل، ستل، وتل، تلاتل، پاتال۔ یہ سات طبقات زمین کے نیچے ہیں۔ اب بتایئے یہ آریہ ورتی اہل علم و ہیئت دان اور جاگرفی کے ماہر تھے۔ یا نہ تھے مگر یہ تو بتاؤ

---

[1] کن فیکون اس کے رازوں میں سے ایک راز ہے۔ ہر ظاہر و باطن چیز اس کے علم میں ہے۔ ظاہر و باطن میں ایک ذرّہ بھی اس کی قدرت و علم سے باہر نہیں ہے۔

جنبو دیپ کے گرد لوَنْ سمندر۲ اور شاک۲ دیپ کے گرد اکھیو رس (شہد) سمندر۔ کشن دیب کے گرد سورا (شراب) سمندر۔ کرونج دیپ۲ کے گرد سرپی (گھی) سمندر۲ شال ملؔ دیپ کے گرد دوہی سمندر۔ گیُو مید دیپ۲ کے گرد۔ کہیر سمندر پشکر دیب کے گرد۔ جل سمندر۔ ان دیپوں کا بیان اور تشریح کسی جاگرفی دان سے پوچھیں۔

پھر میں کہتا ہوں کہ زمین اور آسمان کا سات سات حصص پر منقسم ہونا سچی تقسیم ہے جو سراسر حق ہے اس کے ماننے میں بطلان ہی کیا ہے کہ قرآن کریم نے اس کا ابطال نہیں کیا۔ قرآن کریم اور احادیثِ صحیحہ میں سبع ارضین کا تذکرہ موجود ہے۔ مگر یادرہے۔ موجودات مرکبہ کی تقسیم کئی طرح ہوسکتی ہے۔ اگر اللہ تعالیٰ نے یہ تقسیم فرمادی تو بطلان کیا ہوا؟

اب ہم ایک ایسی بات کہتے ہیں۔ جس کے سننے سے کسی منصف آریہ کو قرآن کریم کے سَبْعَ سَمٰوٰت کہنے میں انکار کی جگہ نہیں۔ زمین سے لے کر جہاں تک فوق میں اللہ تعالیٰ کی مخلوق ہے۔ اس مخلوق کو اللہ نے ایک تقسیم میں سات حصوں پر تقسیم کیا ہے۔ ہر ایک آسمان جس کا بیان اللہ تعالیٰ نے قرآن میں کیا ہے۔ ان کا بیان آیات ذیل میں موجود ہے۔

اوّل۔ وہ مقام جس میں ہمارے لئے کھانے کا سامان رکھا ہے۔ جیسے فرمایا ہے۔ وَ فِی السَّمَآءِ رِزْقُكُمْ وَ مَا تُوْعَدُوْنَ[1] (الذّٰریت:۲۳)

دوم۔ وہ مقام جس کے اندر جانور اُڑتے ہیں۔ جیسے فرمایا۔

اَوَ لَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ[2] (الملك:۲۰)

سوم۔ وہ مقام جس میں اولے بنتے ہیں اور کھیتوں اور باغوں کو ویران کرتے ہیں۔ جیسے فرمایا فَاَنْزَلْنَا عَلَی الَّذِیْنَ ظَلَمُوْا رِجْزًا مِّنَ السَّمَآءِ بِمَا كَانُوْا یَفْسُقُوْنَ[3] (البقرۃ:۶۰)

۱۔ اور آسمان ہی میں تمہارے لئے رزق یعنی کھانے پینے کا سامان رکھا ہے اور وہ چیز ہے جس کا تمہیں وعدہ دیا گیا۔
۲۔ کیا یہ لوگ پرندوں کی طرف نہیں دیکھتے کہ کیسے صفیں باندھے آسمانی فضا میں موجود ہیں۔ ۳۔ پھر ہم نے ہی اتارا بدکاروں پر ان کی بدکاری کے بدلہ آسمان سے عذاب۔

چہارم۔ وہ مقام جس میں سے مینہ آتا ہے جیسے فرمایا۔

وَّ اَنْزَلَ مِنَ السَّمَآءِ مَآءً فَاَخْرَجَ بِهٖ مِنَ الثَّمَرٰتِ رِزْقًا لَّكُمْ[1] (البقرۃ:۲۳)

پنجم۔ وہ مقام جس میں ستارے اور نیازک گرتے ہیں۔ جیسے فرمایا۔

وَ لَقَدْ زَیَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْیَا بِمَصَابِیْحَ وَ جَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّیٰطِیْنِ وَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِیْرِ۔[2] (الملک:٦)

ششم۔ وہ مقام جس میں ستارے ہیں۔ جیسے فرمایا۔

وَ لَقَدْ جَعَلْنَا فِی السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَیَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِیْنَ۔[3] (الحجر:۱۷)

ہفتم۔ وہ حصہ جو ان سب سے اوپر ہے اور جس میں اللہ تعالیٰ نے بہشتوں کو رکھا ہے کہ ان مشہود ستاروں سے اوپر بھی کوئی مقام ہے جیسے فرمایا۔

جَنَّةٍ عَرْضُهَا السَّمٰوٰتُ وَ الْاَرْضُ اُعِدَّتْ لِلْمُتَّقِیْنَ۔[4] (آل عمران:۱۳۴)

(تصدیق براہین احمدیہ۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۲٦۵ تا ۲٦۷)



---

[1] اور اُس نے آسمانوں یعنی بادلوں سے پانی اتارا اور اس کے درمیانی ہونے سے پھل نکالے جو تمہارے لئے رزق یعنی کھانے اور پینے کا سامان ہیں۔ [2] اور ہم نے سامنے والے آسمان کو سجا رکھا ہے چراغوں سے تاروں کے اور اُس کو شیطانوں کے واسطے نشانہ غیب کا ٹھہرا دیا ہے اور تیار کر رکھا ہے ہم نے ان کے لئے دہکتی ہوئی آگ کا عذاب۔ [3] ہم نے آسمان میں بُرج یعنی روشن ستارے بنائے ہیں اور دیکھنے والوں کے لئے اس کو آراستہ کیا ہے۔ [4] جنت جس کی قیمت (یا چوڑائی) آسمان اور زمین ہے۔

سُوْرَةُ التَّحْرِيْمِ مَدَنِيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ۔

ہم سورۂ تحریم کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اس اللہ کے نام سے جو رحمٰن و رحیم ہے۔

۲، ۳۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَاۤ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِیْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِیْمٌ ۔ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَیْمَانِكُمْ ۚ وَ اللّٰهُ مَوْلٰىكُمْ ۚ وَ هُوَ الْعَلِیْمُ الْحَكِیْمُ ۔

ترجمہ۔ اے اللہ کے نبی! تو کیوں حرام کرتا ہے جو اللہ نے تجھ پر حلال کیا ہے اپنی بیبیوں کی رضا چاہنے کے لئے اور اللہ غفور الرحیم ہے۔ اللہ نے تمہارے واسطے قسموں کا توڑنا ٹھہرا دیا ہے۔ اور اللہ تمہارا مولیٰ ہے اور وہی بڑا جاننے والا حکمت والا ہے۔

تفسیر۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ۔ اس سورۃ کے شروع میں بھی پچھلی سورۃ کے شروع کی طرح نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب کیا ہے۔ مگر حکم عام سب کے لئے ہے۔

لِمَ تُحَرِّمُ ۔ تو کیوں حرام کرتا ہے؟ اس آیت سے معلوم ہوتا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کسی حلال چیز کو چھوڑ دیا تھا۔ اس کا پتہ احادیث سے دو جگہ سے ملتا ہے۔ ان دو میں سے کسی ایک کو یہاں سمجھ لو۔

ا۔ ایک دفعہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے شہد پیا تھا۔ تو ایک بیوی نے کہا۔ آپؐ کے منہ سے بُو آتی ہے۔ آپؐ نے خیال فرمایا کہ اگر شہد کا پینا کسی بیوی کو ناپسند ہے تو ہم نہیں پیتے۔ شہد کے پینے کی ضرورت ہی کیا ہے۔

۲۔ دوسری بات حدیثوں میں یہ لکھی ہے کہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اپنی بیبیوں سے ان کے کسی معاملہ پر ناراض ہو کر ان سے علیحدگی اختیار کی تھی اور چند روز تک ایک علیحدہ مکان میں رہے

تھے۔اس سے اللہ تعالیٰ نے منع فرمایا۔بہرحال ان دو باتوں میں سے کوئی ایک بات ہے یا کوئی اور امر ہے جس کا ذکر اللہ تعالیٰ نے نہیں فرمایا۔جس کے سبب سے یہ آیت نازل ہوئی۔نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ترک میں مشکلات تھے۔اگر وہ قائم رہتا تو مسلمان اسے ایک سنت بنا لیتے۔

فَرَضَ اللّٰہُ۔ عام حکم ہے اللہ تعالیٰ نے سب پر فرض کر دیا ہے کہ ایسی قسموں پر قائم نہ رہا کریں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۲، ۳ مورخہ ۹؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۶۶)

لِمَ تُحَرِّمُ۔ نبی کریم صلعم نے شہد کھایا کسی بیوی نے کہا۔اس سے بو آتی ہے۔آپ نے اسے چھوڑ دیا۔حرام کے معنے ترک کے ہیں۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۴)

اس آیت کے حوالہ سے پادریوں کے سوالوں کے جواب میں حضرت خلیفۃ المسیح اوّلؓ نے فرمایا۔

پادری کا سوال سورۂ تحریم کے پہلے رکوع کی تفسیر میں ہے محمدؐ صاحب اپنی زوجہ حفصہؓ کے گھر گئے اور اُس کی لونڈی ماریہؓ قبطیہ سے اپنی زوجہ کی غیر حاضری میں ہمبستر ہوئے۔حفصہؓ مذکور یہ معلوم کر کے ناراض ہوگئی۔تب محمدؐ صاحب نے اس شہرتِ بد کو بند کرنے کے لئے اور اپنی زوجہ حفصہ کو راضی کرنے کے لئے قسم کھائی اور کہا کہ میں پھر اس لونڈی سے ہمبستر نہ ہوں گا اور اپنی زوجہ حفصہؓ سے فرمایا کہ یہ بات تیرے پاس امانت ہے سو یہ ماجرا تو کسی پر ظاہر نہ کرنا۔جب محمدؐ صاحب اُس کے گھر سے چلے گئے تو حفصہ نے یہ تمام احوال عائشہؓ پر ظاہر کر دیا اور پھر عائشہؓ سے جب محمدؐ صاحب کو معلوم ہوگیا کہ یہ ماجرا چھپ نہ سکا تو قرآن میں بمقام مذکورۃ الصدر ایک آیت نازل کر لی کہ بیشک قسم کو توڑ کر لونڈی سے ہمبستر ہوتے رہیے۔اپنی عورتوں کی خوشنودی نہ چاہیے۔پس اس ماجرے سے تین گناہ محمدؐ صاحب پر ثابت ہیں۔

اولؔ گناہ زنا کا کہ جس کے سبب محمدؐ صاحب نے اپنی زوجہ حفصہ سے ملامت اُٹھائی اور بدنام ہو کر اس گناہ کے چھپانے کی کوشش کی اور آخر کار قسم اُٹھا کر جان چھوڑانی پڑی۔

دومؔ گناہ قسم پر قائم نہ رہنے کا کہ وہ پھر اسی لونڈی سے ہمبستر ہوتے رہے اور اسی سبب محمدیوں

پر بھی قسم کا توڑنا جائز کر دیا۔

سوم ؔ ایسے ناشائستہ فعل میں یعنی لونڈی سے ہمبستر ہوتے رہے اور قسم کے توڑنے میں خدا کو بھی شریک کر کے اجازت دینے والا قرار دیا۔

جواب۔ غور فرمانے والے ناظرین سنو۔ عیب گیر پادری صاحب اوّل تو قرآن سے نکال کر یہ اعتراض نہیں دکھا سکتے بلکہ کسی تفسیر سے۔ سچ ہے قرآن کریم ایسے اعتراضات کا اناجیل کی طرح منشاء نہیں ہوسکتا۔

رہیں تفاسیر سیلؔ صاحب اور راڈویل نے تفاسیر قرآن لکھی ہیں۔ پھر کیا ان تفاسیر کے باعث اسلام یا قرآن یا صاحب قرآن محل اعتراض ہوسکتا ہے۔

دوم۔ پادری کہتے ہیں حفصہ کی لونڈی ماریہ قبطیہ حالانکہ ماریہ قبطیہ ہمارے سچے اور پاک ہاں نہایت سچے اور نہایت پاک خاتم الانبیاء محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی ام ولد اور سریہ بی بی تھیں۔ ماریہ حفصہ کی لونڈی ہرگز نہیں ہاں ہرگز نہیں۔

یہ ماریہ قبطیہ وہ ہے جس کے ام ولد بننے سے مصرؔ اور اسکندریہؔ کے بادشاہ مقوقس کے ساتھ تعلقات پیدا ہوئے۔ افسوس آپ کو گھر کی بھی خبر نہیں۔ یہ مقوقس عیسائی تھا۔ زرقانی شرح مواہب۔

یہ ماریہ وہی ہے جس کی حقیقی بہن حسان کے گھر میں تھیں اور عبدالرحمٰن بن حسان اُس کے پیٹ سے پیدا ہوئے۔ مواہب لدنیہ۔

یہ ماریہ وہ ہے جس کے ساتھ شہباء خچری آئی جسے مسلمان دلدل کہتے ہیں۔

پادریو! آپ کے تمام اعتراض کا زور اسی پر تھا کہ ماریہ قبطیہ حفصہ کی لونڈی تھی۔ جب حفصہ کی لونڈی ہونا ماریہ کا ثابت نہ ہوا تو آپ کی ساری یاوہ سرائی بیہودہ گوئی اُڑ گئی۔

سومؔ۔ پادری کہتے ہیں محمدؐ صاحب نے ایک آیت سورۂ تحریم کی ابتدا میں نازل کر لی۔ پادری لوگ آیت تو نہیں لکھتے صرف اُس کے بدلے یہ اُردو عبارت لکھ دیتے ہیں۔

بیشک قسم توڑ کر لونڈی سے ہمبستر ہوتے رہیے۔ اپنی عورتوں کی خوشنودی نہ چاہیے۔ اعتراض

میں یہی عبارت مرقوم ہے۔

اب تمام ناظرین کی خدمت میں التماس ہے قرآن تمام عمرانات میں موجود ہے۔ ایسی کوئی آیت تمام قرآن میں نہیں جس کا یہ ترجمہ ہو۔

اِس محرف قوم کے تعصبات کی حد نہیں۔ جان بوجھ بے ایمانی پر کمر بستہ ہے اور کیوں نہ ہوں۔ کفارے کے بیہودہ خیالی پلاؤ نے ان کو گناہ سے بے ڈر کر رکھا ہے۔

پادریوں نے آخرتین اعتراض اس قصے پر جمائے۔ جب قصہ ہی سرے سے غلط ٹھہرا تو یہ نتیجہ کیونکر قابل التفات ہوگا۔

ماریہ قبطیہ جب ام ولد بی بی ٹھہریں تو زنا کیسا۔ ہوش کی لو۔

ماریہ قبطیہ جب ام ولد بی بی ٹھہریں تو قسم کیا اور قسم توڑنا کیا۔

ماریہ قبطیہ جب ام ولد بی بی ٹھہریں تو ناشائستہ فعل کیا۔

معترض کہتا ہے قسم توڑنے کی آیت نازل کر لی۔ قسم توڑنے کی کوئی آیت سورۂ تحریم میں نہیں اور نہ اُس کے بعد کوئی قسم توڑنے کی آیت اُتری ہاں قسم کے توڑنے پر کفارہ دینے کا قرآن میں سورۂ مائدہ میں ذکر آیا ہے مگر یاد رہے سورۂ مائدہ سورۂ تحریم سے پہلے اُتری ہے۔

ہاں۔ مجھے ضروری معلوم ہوتا ہے۔ سورہ تحریم کی پہلی چند آیات کی تفسیر لکھ دوں۔

يَاَيُّهَا النَّبِيُّ لِمَ تُحَرِّمُ مَآ اَحَلَّ اللّٰهُ لَكَ ۚ تَبْتَغِيْ مَرْضَاتَ اَزْوَاجِكَ ؕ وَ اللّٰهُ غَفُوْرٌ رَّحِيْمٌ ۔ قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ ......[1] (التحریم: ۲،۳)

آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی بی بی زینبؓ کے گھر میں شہد پیا۔ عائشہؓ اور حفصہؓ نے زینبؓ پر غیرت کی۔ اور رسولِ خدا سے عرض کیا کہ آپؐ کے منہ سے مغافیر کی بُو آتی ہے۔ آپؐ نے فرمایا کہ میں نے زینبؓ کے گھر میں شہد پیا ہے۔ اب پھر شہد نہ پیوں گا۔ یہ بات اس لئے کہی کہ جب عورتوں کو شہد کی بُو

---

[1] اے نبی! تو کیوں چھوڑے جو حلال کیا اللہ نے تجھ پر۔ چاہتا ہے رضامندی اپنی عورتوں کی اور اللہ بخشنے والا ہے۔ مہربان ٹھہرا دیا ہے اللہ نے تم کو کھول ڈالنا اپنی قسموں کا۔

سے نفرت ہے تو اس کا پینا کیا ضرور۔ معاشرت میں نقص آتا ہے۔ باری تعالیٰ نے قرآن میں فرمایا۔ حلال اشیاء کا ترک کرنا اور اس پر حلف کرنا کیوں۔ ایسے امور میں عورتوں کی رضامندی ضرور نہیں۔ قسم سے بچ رہنے کے لئے سورہ مائدہ میں کفارے کا حکم ہے اس پر عمل کرو۔

قَدْ فَرَضَ اللّٰهُ لَكُمْ تَحِلَّةَ اَيْمَانِكُمْ میں فَرَضَ ماضی کا صیغہ ہے۔ حال یا استقبال نہیں۔ یہ زینبؓ کا قصہ اور اس پر آیت کا نازل ہونا بخاری و مسلم وغیرہ حدیث کی اعلیٰ کتابوں میں موجود ہے۔ اور قرآن کی تفسیر یا خود قرآن سے یا لغتِ عرب سے یا قرآن کی تفسیر صحیح احادیث سے تفسیر کا اعلیٰ درجہ ہے۔

بعض مفسر لوگوں نے زینبؓ کے بدلے میں ماریہ قبطیہ کا نام لیا۔ الّا ماریہ بھی رسولِؐ خدا کی بی بی ہیں۔ اور ایک بیٹے کی ماں۔ اس بیٹے کی ماں ہیں جس نے لڑکپن میں انتقال کیا۔ تب بھی کوئی حرج نہیں۔ اِلّا یہ مفسروں کا قول حدیث کے مقابلہ میں التفات کے قابل نہیں۔ بلکہ محققین نے ماریہ کے وجود پر بھی انکار کیا ہے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ اوّل صفحہ ۱۲۲ تا ۱۲۵)

۴۔ وَ اِذْ اَسَرَّ النَّبِيُّ اِلٰى بَعْضِ اَزْوَاجِهٖ حَدِيْثًا ۚ فَلَمَّا نَبَّاَتْ بِهٖ وَ اَظْهَرَهُ اللّٰهُ عَلَيْهِ عَرَّفَ بَعْضَهٗ وَ اَعْرَضَ عَنْۢ بَعْضٍ ۚ فَلَمَّا نَبَّاَهَا بِهٖ قَالَتْ مَنْ اَنْۢبَاَكَ هٰذَا ؕ قَالَ نَبَّاَنِيَ الْعَلِيْمُ الْخَبِيْرُ۔

ترجمہ۔ اور جب نبی نے اپنی بعض عورتوں سے کوئی بات چپکے سے کہی تھی پھر اُس نے اس کی خبر کر دی اور اللہ نے نبی کو اس کی خبر کر دی تو نبی نے بات میں سے کچھ تو جتا دیا اور کچھ ٹال دیا پھر جب نبی نے اس کو بتلا دیا تو اس نے پوچھا کہ یہ آپ کو کس نے خبر دی۔ آپ نے فرمایا کہ مجھ کو اس بڑے جاننے والے خبردار نے خبر دی۔

تفسیر۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے کوئی بات اپنی کسی بیوی کو کہی تھی۔ اُس نے کسی اور کے آگے ذکر کر دی۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو بذریعہ الہامِ الٰہی کے معلوم ہو گیا کہ اس بیوی نے اس راز کی بات کو آگے ذکر کر دیا ہے۔

شیعوں نے کہا ہے کہ وہ بات یہ تھی کہ میرے بعد حضرت علیؓ خلیفہ ہوں گے اور سنّی کہتے ہیں

کہ وہ بات یہ تھی کہ میرے بعد ابوبکر وعمر رضی اللہ عنہما خلیفہ ہوں گے۔مگر جب اللہ تعالیٰ نے اس بات کو مقید نہیں کیا اور بیان نہیں فرمایا کہ وہ کیا بات تھی۔تو ہمیں کیا ضرورت ہے کہ ہم کہیں کہ وہ یہ بات تھی یا وہ بات تھی۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۲، ۳ مورخہ ۹/نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۶۶)

اَسَرَّ النَّبِیُّ ۔ محبت بڑھانے کے لئے اپنی بیوی سے مخفی بات بھی بعض اوقات کہہ دینی چاہیے لیکن اگر وہ ظاہر کردے تو جتلا دینا چاہیے۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر صفحہ ۴۸۴)

۵۔ اِنْ تَتُوْبَآ اِلَی اللّٰہِ فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا ۚ وَ اِنْ تَظٰھَرَا عَلَیْہِ فَاِنَّ اللّٰہَ ھُوَ مَوْلٰىہُ وَ جِبْرِیْلُ وَ صَالِحُ الْمُؤْمِنِیْنَ ۚ وَ الْمَلٰٓئِکَۃُ بَعْدَ ذٰلِکَ ظَھِیْرٌ ۔

ترجمہ۔اگر تم اللہ کی طرف جھک جاؤ (اے بیبیو! تو بہتر ہے) کیونکہ تمہارے دل اللہ کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔اگر نبی کریمؐ کی مددگار ہو تو بے شک اللہ اُسی کا مولیٰ ہے اور جبریل اور نیک مومن اور فرشتے بھی اس کے مددگار ہیں۔

تفسیر۔ صَغَتْ ۔ جھکے ہوئے ہیں۔تمہارے دل تو پہلے ہی اللہ تعالیٰ کی طرف جھکے ہوئے ہیں۔ کجی کا ترجمہ کرنا یہاں غلط ہے۔

وَ اِنْ تَظٰھَرَا ۔ اگر تم ایک دوسرے کی پیٹھ بھرو۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۲، ۳ مورخہ ۹/نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۶۶)

فَقَدْ صَغَتْ قُلُوْبُکُمَا ۔ توبہ کرو تو یہی تم سے توقع ہے۔کیونکہ تمہارے دل پہلے ہی سے ایسے ہیں کہ وہ جنابِ الٰہی میں جھکے ہوئے ہیں۔(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۵)

۶۔ عَسٰی رَبُّہٗۤ اِنْ طَلَّقَکُنَّ اَنْ یُّبْدِلَہٗۤ اَزْوَاجًا خَیْرًا مِّنْکُنَّ مُسْلِمٰتٍ مُّؤْمِنٰتٍ قٰنِتٰتٍ تٰٓئِبٰتٍ عٰبِدٰتٍ سٰٓئِحٰتٍ ثَیِّبٰتٍ وَّ اَبْکَارًا ۔

ترجمہ۔ اگر وہ تم کو طلاق دے دے تو قریب ہے کہ تمہارا رب تم سے بہتر بیبیاں اُس کے واسطے بدل کر لاوے۔فرمانبردار، ایماندار، نمازی، توبہ کرنے والیں، روزہ دار، غیر باکرہ اور باکرہ (وہ ہوں گی)۔

تفسیر۔ تبدیلی کا اختیار دیا گیا۔مگر تبدیلی کوئی نہیں ہوئی۔جس سے ثابت ہوتا ہے کہ وہ سب صفات جن کا ذکر اس آیت میں کیا گیا ہے کہ نبی کو خدا ایسی بیبیاں دے گا۔وہ انہی بیبیوں میں موجود تھیں۔اور اگر کچھ کمزوریاں تھیں۔تو وہ خداوند تعالیٰ نے دور کردیں۔

۷۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا قُوْۤا اَنْفُسَكُمْ وَ اَهْلِيْكُمْ نَارًا وَّ قُوْدُهَا النَّاسُ وَ الْحِجَارَةُ عَلَيْهَا مَلٰٓىِٕكَةٌ غِلَاظٌ شِدَادٌ لَّا يَعْصُوْنَ اللّٰهَ مَاۤ اَمَرَهُمْ وَ يَفْعَلُوْنَ مَا يُؤْمَرُوْنَ۔

ترجمہ۔اے ایماندارو! اپنے آپ کو اور اپنے گھر والوں کو آگ سے بچاؤ جس کے سلگنے کا سبب آدمی اور پتھر ہیں اس پر سخت مزاج تُندخُو فرشتے مقرر ہیں۔ جو کچھ اللہ ان کو حکم کرے وہ نافرمانی نہیں کرتے اور وہ تو وہی کرتے ہیں جو ان کو حکم دیا گیا ہے۔

تفسیر۔اوپر عورتوں کا ذکر ہوا۔اب اللہ تعالیٰ تاکید فرماتا ہے کہ اپنے اہلِ خانہ کو وعظ و نصیحت کرتے رہو۔اور انہیں نیک باتوں کی طرف متوجہ کرتے رہو تا کہ وہ بھی عذاب سے بچیں اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کو حاصل کریں۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اَلرِّجَالُ قَوّٰمُوْنَ عَلَى النِّسَآءِ (النسآء:۳۵) مرد عورتوں کے مؤدِّب ہوا کرتے ہیں کہ ان کو ہر قسم کے آداب شرعیہ و اسلامیہ سکھادیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۲، ۳ مورخہ ۹ر نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۶۶)

۹۔ يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا تُوْبُوْۤا اِلَى اللّٰهِ تَوْبَةً نَّصُوْحًا ؕ عَسٰى رَبُّكُمْ اَنْ يُّكَفِّرَ عَنْكُمْ سَيِّاٰتِكُمْ وَ يُدْخِلَكُمْ جَنّٰتٍ تَجْرِيْ مِنْ تَحْتِهَا الْاَنْهٰرُ ۙ يَوْمَ لَا يُخْزِي اللّٰهُ النَّبِيَّ وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا مَعَهٗ ۚ نُوْرُهُمْ يَسْعٰى بَيْنَ اَيْدِيْهِمْ وَ بِاَيْمَانِهِمْ يَقُوْلُوْنَ رَبَّنَاۤ اَتْمِمْ لَنَا نُوْرَنَا وَ اغْفِرْ لَنَا ۚ اِنَّكَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

ترجمہ۔اے ایماندارو! اللہ کی طرف خالص توبہ کے ساتھ جھکو۔امید ہے کہ تمہارا رب تم سے دور کر دے گا تمہارے گناہ اور تم کو داخل فرمائے گا ایسے باغوں میں جن میں بہہ رہی ہیں نہریں جس دن اللہ

رسوا نہ کرے گا نبی کو اور ایمانداروں کو جو اس کے ساتھ ایمان لائے ان کا نور ان کے آگے آگے اور سیدھی طرف دوڑ رہا ہوگا عرض کریں گے اے ہمارے ربّ! ہمارا نور پورا کر دے اور ہماری عیب پوشی کر اور حفاظت فرما بے شک تو ہر ایک چیز کا بڑا اندازہ کرنے والا ہے۔

تفسیر۔ نَصُوْحًا۔ خالص۔ توبہ نصوح کے معنے ہیں۔ خالص رجوع۔ اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرنا مومن کا کام ہے۔ اس میں فرمایا ہے کہ خالص توبہ کا یہ نتیجہ ہوگا کہ تم پچھلی بدیوں کے بُرے نتائج سے محفوظ رہو گے اور آئندہ بدیوں کے جوش کو دبا سکو گے اور ایک نور تمہیں دیا جائے گا جس کی روشنی میں تم چلو گے اور ہر قسم کی ٹھوکر اور لغزش سے محفوظ رہو گے۔

۱۰۔ یٰۤاَیُّهَا النَّبِیُّ جَاهِدِ الْكُفَّارَ وَ الْمُنٰفِقِیْنَ وَ اغْلُظْ عَلَیْهِمْ ؕ وَ مَاْوٰىهُمْ جَهَنَّمُ ؕ وَ بِئْسَ الْمَصِیْرُ۔

ترجمہ۔ اے نبی! خوب کوشش کر کافروں اور منافقوں سے (مقابلہ میں) اور ان پر سختی کر اور ان کا ٹھکانا تو جہنم ہے اور وہ بُری جگہ ہے۔

تفسیر۔ اس آیت میں منافقوں سے جہاد کا حکم ہوا ہے۔ جس سے ظاہر ہے کہ منافق ظاہر ہو چکے تھے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو معلوم تھے۔ اگر ظاہر نہ ہوتے تو ان کے ساتھ جہاد کیونکر ہو سکتا تھا۔ اگر شیعوں کے کہنے کے مطابق عمرؓ منافق تھا۔ تو حضرت علی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو لازم تھا بلکہ ان پر فرض تھا کہ اس آیت کے ماتحت ان کے ساتھ جہاد کرتے۔ مگر انہوں نے نہیں کیا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۲، ۳ مورخہ ۹ رنومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۶۸)

۱۱۔ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیْنَ كَفَرُوا امْرَاَتَ نُوْحٍ وَّ امْرَاَتَ لُوْطٍ ؕ كَانَتَا تَحْتَ عَبْدَیْنِ مِنْ عِبَادِنَا صَالِحَیْنِ فَخَانَتٰهُمَا فَلَمْ یُغْنِیَا عَنْهُمَا مِنَ اللّٰهِ شَیْـًٔا وَّ قِیْلَ ادْخُلَا النَّارَ مَعَ الدّٰخِلِیْنَ۔

ترجمہ۔ اللہ نے مثال بیان فرمائی کافروں کے لئے نوح کی جورو اور لوط کی جورو کی جو ہمارے دو نیک بندوں کے نکاح میں تھیں پھر ان عورتوں نے خیانت کی تو وہ دونوں اللہ کے مقابلہ میں ان کے

کچھ کام نہ آئے اور حکم دے دیا کہ تم دونوں چلی جاؤ جہنم میں جہنم میں جانے والوں کے ساتھ۔

تفسیر۔ اِمۡرَاَتَ نُوۡحٍ ۔ حضرت نوحؑ کی بیوی کا نام علمۃ تھا۔ اس آیت میں اللہ تعالیٰ نے کافروں کی مثال دو عورتوں کے ساتھ بیان کی ہے۔ جیسے کہ حضرت نوحؑ اور حضرت لُوطؑ کی بیویاں تھیں کہ وہ ایک خدا کے رسول کی بیویاں تھیں مگر چونکہ وہ ایمان نہ لائیں۔ اس واسطے ظاہری تعلق اور رشتہ کسی کام نہ آیا بلکہ ان کی بدگوئی اور مخالفت کی وجہ سے عذابِ الٰہی میں گرفتار ہو کر ہلاک ہوگئیں۔

فَخَانَتٰهُمَا ۔ یہاں خیانت سے مراد انبیاء کی بدگوئی اور عداوت ہے۔ خیانت سے مراد فسق و فجور نہیں ہے۔ فسق و فجور کے واسطے جو لفظ آتا ہے وہ خبث ہے۔ یہ خبیثہ نہ تھیں بلکہ کافرہ تھیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۲، ۳ مورخہ ۹ر نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۶۸)

۱۲، ۱۳۔ وَ ضَرَبَ اللّٰهُ مَثَلًا لِّلَّذِیۡنَ اٰمَنُوا امۡرَاَتَ فِرۡعَوۡنَ ۘ اِذۡ قَالَتۡ رَبِّ
ابۡنِ لِیۡ عِنۡدَكَ بَیۡتًا فِی الۡجَنَّةِ وَ نَجِّنِیۡ مِنۡ فِرۡعَوۡنَ وَ عَمَلِهٖ وَ نَجِّنِیۡ مِنَ
الۡقَوۡمِ الظّٰلِمِیۡنَ ۔ وَ مَرۡیَمَ ابۡنَتَ عِمۡرٰنَ الَّتِیۡۤ اَحۡصَنَتۡ فَرۡجَهَا فَنَفَخۡنَا فِیۡهِ
مِنۡ رُّوۡحِنَا وَ صَدَّقَتۡ بِكَلِمٰتِ رَبِّهَا وَ كُتُبِهٖ وَ كَانَتۡ مِنَ الۡقٰنِتِیۡنَ ۔

ترجمہ۔ اور اللہ نے مثال بیان فرمائی ایمانداروں کے لئے شیطان فرعون کی جورو کی۔ جب اُس عورت نے کہا اے میرے ربّ! بنا میرے لئے اپنے پاس جنت میں ایک گھر اور مجھ کو نجات دے شیطان فرعون اور اُس کے کرتوت سے اور بے جا کام کرنے والوں سے مجھے بچالے۔ اور مثال دی عمران کی بیٹی مریم کی جنہوں نے ان سے حفاظت کی اپنی شرم گاہ کی پھر ہم نے ڈال دیا اپنی طرف سے روح (یعنی مسیح) اور تصدیق کرتی رہی اپنے رب کی پیشگوئیوں کی اور اس کی کتابوں کی اور وہ فرمانبرداروں میں سے تھی۔

تفسیر۔ مومن دو قسم کے ہوتے ہیں۔ ایک امرأۃ فرعون کی مانند اپنے جذباتِ نفس میں مقید ہیں۔ اس حالت سے نکلنے کے واسطے کوشش کرتے رہتے ہیں۔ دوسرے مریم بنت عمران کی طرح ہیں جو اپنے نفس کو پاک کئے ہوئے ہیں اللہ تعالیٰ کی رُوحِ صدق ان میں پھونکی جاتی ہے اور وہ مسیحی نفس

بن جاتے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۲، ۳ مورخہ ۹ رنومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۶۸)

وَ مَرْيَمَ ابْنَتَ عِمْرٰنَ۔ اسی امت میں ابن مریم پیدا ہونے کی بشارت حضرت مسیح موعودؑ نے اپنے آپ کو مریم بھی فرمایا۔ مطلب یہ کہ گناہوں سے پاک ہوں۔ مِنَ الْقٰنِتِيْنَ۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۵)

اس کی تفسیر میں ایک مفصّل بیان حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی کتاب کشتی نوح میں لکھا ہے جس کو ہم درج ذیل کرتے ہیں۔

خداوند تعالیٰ نے سورۃ فاتحہ میں آیت اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيْمَ میں بشارت دی کہ اس امت کے بعض افراد انبیاءِ گزشتہ کی نعمت بھی پائیں گے نہ یہ کہ نِرے یہودی ہی بنیں یا عیسائی بنیں اور ان قوموں کی بدی تو لے لیں مگر نیکی نہ لے سکیں۔ اسی کی طرف سورۃ تحریم میں بھی اشارہ کیا ہے کہ بعض افراد امت کی نسبت فرمایا ہے کہ وہ مریم صدیقہ سے مشابہت رکھیں گے جس نے پارسائی اختیار کی۔ تب اس کے رحم میں عیسیٰ کی روح پھونکی گئی۔ اور عیسیٰ اس سے پیدا ہوا۔ اس آیت میں اس بات کی طرف اشارہ تھا کہ اس امّت میں ایک شخص ہوگا کہ پہلے مریم کا مرتبہ اس کو ملے گا پھر اس میں عیسیٰ کی روح پھونکی جاوے گی۔ تب مریم میں سے عیسیٰ نکل آئے گا۔ یعنی وہ مریمی صفات سے عیسوی صفات کی طرف منتقل ہو جائے گا۔ گویا مریم ہونے کی صفت نے عیسیٰ ہونے کا بچہ دیا اور اس طرح پر وہ ابنِ مریم کہلائے گا۔ جیسا کہ براہینِ احمدیہ میں اوّل میرا نام مریم رکھا گیا۔ اور اسی کی طرف اشارہ ہے الہام صفحہ ۲۴۱ میں اور وہ یہ ہے کہ اَنّٰى لَكِ هٰذَا یعنی اے مریم تو نے یہ نعمت کہاں سے پائی اور اسی کی طرف اشارہ ہے صفحہ ۲۶۶ میں یعنی اس الہام میں کہ هُزِّىْٓ اِلَيْكِ بِجِذْعِ النَّخْلَةِ یعنی اے مریم کھجور کے تنا کو ہلا۔ اور پھر اس کے بعد صفحہ ۴۹۶ براہین احمدیہ میں یہ الہام ہے۔ يَامَرْيَمُ اسْكُنْ اَنْتَ وَ زَوْجُكَ الْجَنَّةَ نَفَخْتُ فِيْكَ مِنْ لَّدُنِّىْ رُوْحَ الصِّدْقِ یعنی اے مریم تو مع اپنے دوستوں کے بہشت میں داخل ہو۔ مَیں نے تجھ میں اپنے پاس سے صدق کی رُوح پھونک دی۔ خدا نے اس آیت میں میرا نام روح الصدق رکھا۔ یہ اس آیت کے مقابل پر ہے کہ نَفَخْنَا فِيْهِ مِنْ رُّوْحِنَا پس اس جگہ گویا

استعارہ کے رنگ میں مریم کے پیٹ میں عیسٰی کی رُوح جا پڑی جس کا نام روح الصدق ہے پھر سب کے آخر میں صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ میں وہ عیسٰی جو مریم کے پیٹ میں تھا۔ اس کے پیدا ہونے کے بارہ میں یہ الہام ہوا۔ یَاعِیْسٰی اِنِّیْ مُتَوَفِّیْكَ وَ رَافِعُكَ اِلَیَّ وَ جَاعِلُ الَّذِیْنَ اتَّبَعُوْكَ فَوْقَ الَّذِیْنَ كَفَرُوْا اِلٰی یَوْمِ الْقِیَامَةِ اس جگہ میرا نام عیسٰی رکھا گیا۔ اور اس الہام نے ظاہر کیا کہ وہ عیسٰی پیدا ہو گیا جس کی رُوح کا نفخ صفحہ ۴۹۶ میں ظاہر کیا گیا تھا۔ پس اس لحاظ سے میں عیسٰی بن مریم کہلایا۔ کیونکہ میری عیسوی حیثیت مریمی حیثیت سے خدا کے نفخ سے پیدا ہوئی۔ دیکھو صفحہ ۴۹۶ اور صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ اور اسی واقعہ کو سورۃ تحریم میں بطور پیشگوئی کمال تصریح سے بیان کیا گیا ہے کہ عیسٰی ابن مریم اس امت میں اس طرح پیدا ہوگا کہ پہلے کوئی فرد اس امت کا مریم بنایا جائے گا اور پھر بعد اس کے اس مریم میں عیسٰی کی روح پھونک دی جائے گی۔ پس وہ مریمیت کے رحم میں ایک مدت تک پرورش پا کر عیسٰی کی روحانیت میں تولّد پائے گا۔ اور اس طرح پر وہ عیسٰی بن مریم کہلائے گا۔ یہ وہ خبر محمدی ابنِ مریم کے بارہ میں ہے جو قرآن شریف یعنی سورہ تحریم میں اس زمانہ سے تیرہ سو برس پہلے بیان کی گئی ہے۔ اور پھر براہین احمدیہ میں سورۃ تحریم کی ان آیات کی خدا نے خود تفسیر فرما دی ہے۔ قرآن شریف موجود ہے۔ ایک طرف قرآن شریف کو رکھو اور ایک طرف براہین احمدیہ کو اور پھر انصاف اور عقل اور تقوٰی سے سوچو کہ وہ پیشگوئی جو سورۃ تحریم میں تھی یعنی یہ کہ اس امت میں بھی کوئی فرد مریم کہلائے گا اور پھر مریم سے عیسٰی بنایا جائے گا۔ گویا اس میں سے پیدا ہوگا۔ وہ کس رنگ میں براہین احمدیہ کے الہامات سے پوری ہوئی۔ کیا یہ انسان کی قدرت ہے۔ کیا یہ میرے اختیار میں تھا اور کیا میں اس وقت موجود تھا جبکہ قرآن شریف نازل ہو رہا تھا۔ میں عرض کرتا کہ مجھے ابن مریم بنانے کے لئے کوئی آیت اتاری جاوے اور اس اعتراض سے مجھے سبکدوش کیا جائے کہ تمہیں کیوں ابن مریم کہا جائے۔ اور کیا آج سے بیس بائیس برس پہلے بلکہ اس سے بھی زیادہ میری طرف سے یہ منصوبہ ہو سکتا تھا کہ میں اپنی طرف سے الہام تراش کر اول اپنا نام مریم رکھتا اور پھر آگے چل کر افتراء کے طور پر یہ الہام بناتا کہ پہلے

زمانہ کی مریم کی طرح مجھ میں بھی عیسٰی کی روح پھونکی گئی۔ اور پھر آخر کار صفحہ ۵۵۶ براہین احمدیہ میں یہ لکھ دیتا کہ اب میں مریم میں سے عیسٰی بن گیا۔ اے عزیزو! غور کرو اور خدا سے ڈرو۔ ہرگز یہ انسان کا فعل نہیں۔ یہ باریک اور دقیق حکمتیں انسان کے فہم اور قیاس سے بالاتر ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۲، ۳ مورخہ ۹ر نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۶۸)

اگر براہین احمدیہ کی تالیف کے وقت جس پر ایک زمانہ گزر گیا ہے۔ مجھے اس منصوبہ کا خیال ہوتا تو میں اسی براہین احمدیہ میں یہ کیوں لکھتا کہ عیسٰی ابن مریم آسمان سے دوبارہ آئے گا۔ سو چونکہ خدا جانتا تھا کہ اس نکتہ پر علم ہونے سے یہ دلیل ضعیف ہوجائے گی۔ اس لئے گو اس نے براہینِ احمدیہ کے تیسرے حصہ میں میرا نام مریم رکھا۔ پھر جیسا کہ براہینِ احمدیہ سے ظاہر ہے دوؔ برس تک صفتِ مریمیت میں مَیں نے پرورش پائی اور پردہ میں نشوونما پاتا رہا۔ پھر جب اس پر دو برس گزر گئے تو جیسا کہ براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۴۹۶ میں درج ہے۔ مریم کی طرح عیسٰی کی روح مجھ میں نفخ کی گئی اور استعارہ کے رنگ میں مجھے حاملہ ٹھہرایا گیا۔ اور آخر کئی مہینہ کے بعد جو دس مہینے سے زیادہ نہیں بذریعہ اس الہام کے جو سب سے آخر براہین احمدیہ کے حصہ چہارم صفحہ ۵۵۶ میں درج ہے۔ مجھے مریم سے عیسٰی بنایا گیا۔ پس اس طور سے میں ابن مریم ٹھہرا اور خدا نے براہین احمدیہ کے وقت میں اس سرّ مخفی کی مجھے خبر نہ دی۔ حالانکہ وہ سب خدا کی وحی جو اس راز پر مشتمل تھی۔ میرے پر نازل ہوئی اور براہین احمدیہ میں درج ہوئی۔ مگر مجھے اس کے معنوں اور اس ترتیب پر اطلاع نہ دی گئی۔ اسی واسطے میں نے مسلمانوں کا رسمی عقیدہ براہین میں لکھ دیا تا میری سادگی اور عدم بناوٹ پر وہ گواہ ہو۔ وہ...... لکھنا جو الہامی نہ تھا۔ محض رسمی تھا۔ مخالفوں کے لئے قابل استناد نہیں کیونکہ مجھے خود بخود غیب کا دعوٰی نہیں۔ جب تک کہ خود خدا تعالیٰ مجھے نہ سمجھا دے۔ سو اس وقت تک حکمتِ الٰہی کا یہی تقاضا تھا کہ براہین احمدیہ کے بعض الہامی اسرار میری سمجھ میں نہ آتے۔ مگر جب وقت آ گیا۔ تو وہ اسرار مجھے سمجھائے گئے۔ تب میں نے معلوم کیا کہ میرے اس دعوٰی مسیح موعود ہونے میں کوئی نئی بات نہیں یہ وہی دعوٰی ہے جو براہین احمدیہ میں بار بار بتصریح لکھا گیا ہے۔ اس جگہ ایک اور

الہام کا بھی ذکر کرتا ہوں اور مجھے یاد نہیں کہ میں نے وہ الہام اپنے کسی رسالہ یا اشتہار میں شائع کیا ہے یا نہیں ۔لیکن یہ یاد رہے کہ صدہا لوگوں کو میں نے سنایا تھا۔اور میری یادداشت کے الہامات میں موجود ہے۔اور وہ اس زمانہ کا ہے۔ جب کہ خدا نے مجھے پہلے مریم کا خطاب دیا اور پھر نفخ روح کا الہام کیا۔پھر بعد اس کے یہ الہام ہوا تھا فَاَجَآءَهَا الْمَخَاضُ اِلٰى جِذْعِ النَّخْلَةِ قَالَتْ يٰلَيْتَنِيْ مِتُّ قَبْلَ هٰذَا وَ كُنْتُ نَسْيًا مَّنْسِيًّا ۔یعنی پھر مریم کو جو مراد اس عاجز سے ہے۔ دردِزہ کھجور کی طرف لے آئی ہے۔یعنی عوام الناس اور جاہلوں اور بے سمجھ علماء سے واسطہ پڑا جن کے پاس ایمان کا پھل نہ تھا۔جنہوں نے تکفیر وتوہین کی اور گالیاں دیں اور ایک طوفان برپا کیا۔تب مریم نے کہا کہ کاش میں اس سے پہلے مر جاتی اور میرا نام ونشان باقی نہ رہتا۔ یہ اس شور کی طرف اشارہ ہے جو ابتدا میں مولویوں کی طرف سے بہ ہیئت مجموعی پڑا اور وہ اس دعوٰی کی برداشت نہ کر سکے۔اور مجھے ہر ایک حیلہ سے انہوں نے فنا کرنا چاہا۔تب اس وقت جو کرب اور قلق نا سمجھوں کا شور وغوغا دیکھ کر میرے دل پر گزرا۔اس کا اس جگہ خدا تعالیٰ نے نقشہ کھینچ دیا ہے۔اور اس کے متعلق اور بھی الہام تھے جیسا لَقَدْ جِئْتِ شَيْئًا فَرِيًّا مَا كَانَ اَبُوْكِ امْرَاَ سَوْءٍ وَّ مَا كَانَتْ اُمُّكِ بَغِيًّا اور پھر اس کے ساتھ کا الہام براہین احمدیہ کے صفحہ ۵۲۱ میں موجود ہے اور وہ یہ ہے اَلَيْسَ اللّٰهُ بِكَافٍ عَبْدَهٗ وَ لِنَجْعَلَهٗ اٰيَةً لِلنَّاسِ وَ رَحْمَةً مِّنَّا كَانَ اَمْرًا مَّقْضِيًّا ۔ قَوْلَ الْحَقِّ الَّذِيْ فِيْهِ تَمْتَرُوْنَ ۔دیکھو براہین احمدیہ صفحہ ۵۱۶ سطر ۱۲، ۱۳ (ترجمہ) اور لوگوں نے کہا کہ اے مریم تو نے یہ کیا مکروہ اور قابلِ نفرین کام دکھلایا جو راستی سے دور ہے۔ تیرا باپ اور تیری ماں تو ایسے نہ تھے مگر خدا ان تہمتوں سے اپنے بندہ کو بری کرے گا۔اور ہم اس کو لوگوں کے لئے ایک نشان بنادیں گے اور یہ بات ابتداء سے مقدّر تھی اور ایسا ہی ہونا تھا۔یہ عیسٰی بن مریم ہے جس میں لوگ شک کر رہے ہیں۔یہی قول ہے۔یہ سب براہین احمدیہ کی عبارت ہے اور یہ الہام اصل میں آیاتِ قرآنی ہیں جو حضرت عیسٰی اور ان کی ماں کے متعلق ہیں۔ ان آیتوں میں جس عیسٰی کو لوگوں نے ناجائز پیدائش کا انسان قرار دیا ہے۔اسی کی نسبت اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ ہم اس کو اپنا نشان بنائیں گے اور یہی عیسٰی ہے جس کی انتظار تھی اور الہامی عبارتوں میں

مریم اور عیسٰی سے میں ہی مراد ہوں۔ میری نسبت ہی کہا گیا ہے کہ ہم اس کو نشان بنا دیں گے اور نیز کہا گیا کہ یہ وہی عیسٰی بن مریم ہے جو آنیوالا تھا۔ جس میں لوگ شک کرتے ہیں۔ یہی حق ہے اور آنے والا یہی ہے۔ اور شک محض نافہمی سے ہے جو خدا کے اسرار کو نہیں سمجھتے اور صورت پرست ہیں حقیقت پر ان کی نظر نہیں۔

(منقول از ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۴، ۵ مورخہ ۱۶ر نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۶۹)



سُوْرَۃُ الْمُلْكِ مَدَنِيَّةٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

ہم سورۂ ملک کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اس اللہ کے نام سے جو رحمٰن ورحیم ہے۔

۲۔ تَبٰرَكَ الَّذِيْ بِيَدِهِ الْمُلْكُ وَهُوَ عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ۔

ترجمہ۔ بڑا بابرکت ہے وہ اللہ جس کے ہاتھ میں ملک ہے اور وہ ہر ایک چیز کا بڑا اندازہ کرنے والا ہے۔

تفسیر۔ تَبٰرَكَ۔ بہت برکت والا۔ دائمی خیر والا۔ پاک ذات ہے۔ بابرکت والا ہے۔ ملک و دولت کا مالک ہے۔ سب چیزوں پر قادر ہے۔ کسی پارلیمنٹ کے ماتحت نہیں۔ کسی مجلس شورٰی کے قوانین ماننے پر مجبور نہیں۔ ایسے مالک کی حکومت کا ماننا ہمارے واسطے ضروری ہے اور مفید ہے۔ انسانی فطرت میں یہ بات داخل ہے کہ وہ طاقتور اور بڑے کی بات کو مان لیتا ہے۔ خدا تعالیٰ نے قدرت کو اپنے ہاتھ میں رکھا ہے بڑے بڑے فلاسفر ایک ایک ذرے کی تحقیقات میں بھی حیران رہ جاتے ہیں۔

اس سورہ شریف کو نہایت پُرشوکت الفاظ سے شروع کیا گیا ہے جن سے اللہ تعالیٰ کی طاقت سلطنت عزت وعظمت و جبروت کا اظہار ہوتا ہے۔ اس کے قبضۂ قدرت میں سب حکومتیں ہیں۔

یہ سورۃ مکی ہے۔ ایسے وقت میں نازل ہوئی۔ جب مسلمان تھوڑے اور کمزور تھے اور مشرکین کا زور تھا اس میں ایک پیشگوئی ہے۔ کہ سلطنت اصل میں خدا کے ہاتھ میں ہے۔ اور وہ اب کفار سے لے کر محمد صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو سلطنت کا مالک بنائے گا۔ دنیاداروں کی نگاہ میں یہ بات دُور از قیاس ہے۔ مگر خدا تعالیٰ ہر بات پر قادر ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۴، ۵ مورخہ ۱۶ر نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۶۹، ۲۷۰)

بِيَدِهِ الْمُلْكُ۔ انسان کی فطرت میں ہے کہ جو بڑا ہو قدرت والا ہو اس کی عزت کرتا ہے۔ اللہ فرماتا ہے۔ میں تمہارا مالک پھر عَلٰى كُلِّ شَيْءٍ قَدِيْرٌ ہوں۔ میری فرمانبرداری کرو۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۵)

۳۔ الَّذِيْ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَيٰوةَ لِيَبْلُوَكُمْ اَيُّكُمْ اَحْسَنُ عَمَلًا ؕ وَ هُوَ الْعَزِيْزُ الْغَفُوْرُ۔

ترجمہ۔جس نے موت وزندگی اس لئے پیدا کی کہ ہم میں جو اچھے عمل کرے اسے انعام دے۔وہ عزیز ہے۔ایسا جو قصوروں کا بڑا ڈھانپنے والا ہے۔

تفسیر۔ خَلَقَ الْمَوْتَ وَ الْحَيٰوةَ ۔خدا تعالیٰ نے موت اور زندگی بنائی۔اس دنیا کو چھوڑنا اور پھر ہمیشہ زندہ رہنا۔

جس چیز کا تقاضا اور خواہش انسان میں ہے۔اس کا سامان بھی ضرور موجود ہو جاتا ہے۔انسان کی یہ فطری خواہشات سے ہے کہ وہ فنا نہ ہو۔تو اس کا سامان بھی اللہ تعالیٰ نے بنا دیا ہے۔مرنے کے بعد روح قائم رہتی ہے۔

اللہ تعالیٰ نے موت بھی بنائی ہے۔یہ بھی اس کی بڑی غریب نوازی ہے۔موت کے ساتھ دنیا کی سب تکالیف کا خاتمہ ہو جاتا ہے اور موت کے بعد پھر ترقیات کا زمانہ شروع ہو جاتا ہے۔

حضرت مسیح موعود علیہ الرحمۃ فرمایا کرتے تھے کہ موت انسان کے واسطے اس طرح ضروری ہے جس طرح ہر اُس لڑکی کے واسطے جو کسی کے گھر میں پیدا ہو۔یہ ضروری ہے کہ اس کے ماں باپ بصد محبت اُسے پال پوس کر اور ہر طرح سے اس کی تعلیم و تربیت کر کے بالآخر ایک دن اسے اپنے گھر سے رخصت کر کے دوسرے گھر میں پہنچا آویں۔کیونکہ اس میں ایک جوہر خدا تعالیٰ نے رکھا ہے۔جس کی شگفتگی سوائے اس کے نہیں ہو سکتی کہ وہ اس گھر کو چھوڑ کر اُس گھر میں چلی جاوے۔خواہ اس کے ماں باپ اور خویش و اقرباء اس کی جدائی کے صدمہ سے روئیں اور غم کھائیں اور آنسو بہائیں۔پر ضرور ہے کہ وہ اپنے ہاتھ سے اُسے رخصت کریں۔جس طرح وہ جدائی کی گھڑی سخت ہے اسی طرح موت کی ساعت بھی سخت ہے۔مگر اس کے بعد آرام و راحت کا ایک نیا دَور شروع ہوتا ہے۔

اس موت و حیات کے الفاظ میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں قوموں کی روحانی موت اور پھر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے طفیل دوبارہ زندگی کی طرف بھی اشارہ ہے۔

آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی بعثت سے قبل دنیا کی تمام قوموں پر روحانی مردگی وارد ہو چکی تھی۔ اور بر و بحر ہلاک ہو چکے تھے۔ اسی کی طرف قرآن مجید میں دوسری جگہ اشارہ فرمایا ہے۔

يٰۤاَيُّهَا الَّذِيْنَ اٰمَنُوا اسْتَجِيْبُوْا لِلّٰهِ وَ لِلرَّسُوْلِ اِذَا دَعَاكُمْ لِمَا يُحْيِيْكُمْ (الانفال:۲۵)

اے مومنو! اللہ اور رسول کی بات مانو۔ جبکہ وہ تمہیں بلاوے تا کہ تمہیں زندگی عطا کرے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۴، ۵ مورخہ ۱۶ رنومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۰)

لِيَبْلُوَكُمْ ۔ تا کہ تمہیں انعام دے۔ انعام امتحان کے بعد ہوتا ہے۔ امتحان کے معنے ہیں۔ محنت میں ڈالنا۔ جس کسی کو ایک محنت اور بلا میں اور مشقت میں ڈالا جاتا ہے۔ اور وہ اس سے کامیاب نکلتا ہے تب وہ انعام پاتا ہے۔ تا کہ دیکھنے والے دیکھیں کہ محنت کا نتیجہ کیا ہے۔ اور وفاداری کا پھل کس طرح ملتا ہے۔ اسی طرح دوسروں کو نیکی کی تحریک ہوتی ہے۔

بعض نادانوں نے اس لفظ پر اعتراض کیا ہے کہ خدا تعالیٰ اپنے بندوں کی آزمائش کیوں کرتا ہے۔ کیا وہ اپنے علمِ غیب سے نہیں جانتا کہ انسان کس حالت میں ہے۔ قرآن شریف میں تو آزمائش کا لفظ ہی نہیں آیا وہاں تو بلا کا لفظ ہے۔ جس کے معنے انعام کے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے ہماری یہ حالتیں موت اور زندگی کی اس واسطے بنائی ہیں کہ ہمیں انعام عطا کرے۔ لیکن خدا تعالیٰ کے افعال کو قانونِ قدرت میں ہم دیکھتے ہیں کہ ہر ایک شئے پر ایک محنت کرنی پڑتی ہے اور یہی امتحان ہے۔ دانہ زمین میں چھوڑا جاتا ہے۔ خس وخاشاک میں ملا دیا جاتا ہے۔ پھر پانی سے اُسے اس مٹی میں تَر کیا جاتا ہے۔ تب وہ پھٹتا ہے اور اس میں سے نرم پتیاں نکلتی ہیں۔ جو ہوا، آندھی، دھوپ کی شدت اور قسما قسم کے حالات سے گزر کر آخر پھلتا ہے۔ یہی امتحان ہے۔ محنت کے بعد پھل ملتا ہے۔ آریاؤں نے بھی جنم لینے کا مسئلہ ایجاد کیا ہے۔ اور انجیل میں بھی لکھا ہے کہ ٹھوکروں کا آنا ضروری ہے۔

امتحان کے معنے ہیں۔ کسی سے محنت لینا اور اس پر مزدوری دینا۔ قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ اُولٰٓئِكَ الَّذِيْنَ امْتَحَنَ اللّٰهُ قُلُوْبَهُمْ لِلتَّقْوٰى ؕ لَهُمْ مَّغْفِرَةٌ وَّ اَجْرٌ عَظِيْمٌ (الحجرات:۴)

اللہ تعالیٰ نے ان کے دلوں کو تقوٰی کے لئے ایک امتحان میں ڈالا۔ جس سے وہ کامیاب ہوئے

اور مغفرت اور اجر عظیم انہوں نے حاصل کیا۔

عَزِیْزٌ۔ پیاری باتوں کو پیار کرنے والا۔ غالب۔ بڑی عزت والا ہے۔ اور بندوں سے غلطیاں ہوئی ہوں تو وہ استغفار کریں۔ وہ معاف کرنے والا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۴، ۵ مورخہ ۱۶ ؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۰)

۴۔ الَّذِیْ خَلَقَ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ طِبَاقًا ؕ مَا تَرٰی فِیْ خَلْقِ الرَّحْمٰنِ مِنْ تَفٰوُتٍ ؕ فَارْجِعِ الْبَصَرَ ۙ هَلْ تَرٰی مِنْ فُطُوْرٍ ۔

ترجمہ۔ جس نے تہ بہ تہ یا جوڑے جوڑے سات آسمان بنائے۔ اے دیکھنے والے! بھلا تجھ کو بے محنت دینے والے اللہ کی پیدا کی ہوئی چیزوں میں کچھ کسر دکھائی دیتی ہے (ایک بار نہ دیکھے تو) دوبارہ دیکھ لے کیا تجھے کوئی کوتاہی دکھائی دیتی ہے؟۔

تفسیر۔ سَبْعَ سَمٰوٰتٍ ۔ سات آسمان چھوٹے بڑے سیّاروں اور ستاروں کے آسمان پر سات طبقات ہیں۔

طِبَاقًا۔ کے دو معنے ہیں ۱۔ بہت جوڑے جوڑے ۲۔ ایک دوسرے کے اوپر یا ایک دوسرے کے بعد۔

آسمان کے ذکر میں اس امر کی طرف اشارہ فرمایا ہے کہ انسانی زندگی کے لوازمات کی بہت سی اشیاء آسمان سے وابستہ ہیں۔ آسمان سے پانی آتا ہے۔ تو کھیتی بنتی ہے۔ اور سورج کی دھوپ سے وہ پکتی ہے آسمان سے بارش نہ ہو۔ تو کنویں اور دریا بھی خشک ہو جانے لگتے ہیں۔ جب ظاہری ضروریات کے واسطے انسان آسمان کا محتاج ہے تو روحانی فیوض کے واسطے تم کیوں آسمانی وحی والہام کی قدر نہیں کرتے۔

خَلْقِ الرَّحْمٰنِ ۔ رحمانی تقاضا سے جو اشیاء مفت میں مل گئی ہیں۔ ان کی شکر گزاری کرو۔ ان میں کوئی فرق نہیں۔ سورج برابر روشنی دیئے جاتا ہے۔ پھر ضرورتِ نبوت میں کیوں فرق کے قائل بنتے ہو۔

تَفٰوُتٍ ۔ اضطراب کو بھی کہتے ہیں اور اختلاف کو بھی کہتے ہیں۔ اضطراب یہ ہے کہ کوئی چیز کہیں کی کہیں ڈال دی جائے۔ ایسا نہیں ہے۔ اور نہ ایسا اختلاف اور گڑبڑ ہے کہ مثلاً آگ کی خاصیت پانی

میں جا پڑے اور پانی کی خاصیت آگ میں جا پڑے۔تفاوت نقصان کے معنوں میں بھی آتا ہے۔ اللہ تعالیٰ کی حق وحکمت میں کوئی نقصان نہیں ہوتا۔انسان کی تحقیقات میں نقصان ہو۔ ورنہ خدا کے کاموں میں کوئی نقص نہیں۔

فُطُوْرٍ۔شق۔ فَارْجِعِ الْبَصَرَ۔ بار بار چیزوں کو دیکھو۔تحقیقات کرو۔نقص نہ پاؤ گے۔پھر۔ پھر غور کرو۔تمہاری آنکھیں دیکھتے دیکھتے تھک جائیں گی۔مگر کوئی بھی نقص نہ ملے گا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۴، ۵ مورخہ ۱۶؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۰)

تو رحمان کی پیدائش میں کوئی تفاوت نہ دیکھے گا۔تو اپنی آنکھ کو پھیرا تو کیا تجھے کوئی نقص نظر آتا ہے۔ (تصدیق براہین احمدیہ صفحہ ۱۷۹)

تَفٰوُتٍ (بخاری) ہر شے میں نسبت ایک قانون پر ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۵)

۶۔ وَ لَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَ جَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ۔

ترجمہ۔اور ہم نے سامنے والے آسمان کو سجا رکھا ہے چراغوں سے تاروں کے اور اُس کو شیطانوں کے واسطے نشانہ غیب کا ٹھہرا دیا ہے اور تیار کر رکھا ہے ہم نے ان کے لئے دہکتی ہوئی آگ کا عذاب۔

تفسیر۔ سَمَآءَ الدُّنْيَا۔ ورلا آسمان۔ اسی طرح اللہ تعالیٰ نے اس ورلے آسمان کو عجیب در عجیب چراغوں سے روشن کیا ہے اور ان میں ایسے بھی ستارے ہیں جو شریروں کو دور کرتے ہیں۔اللہ تعالیٰ کے حضور سے جب احکام صادر ہوتے ہیں۔تو بڑے فرشتے چھوٹے فرشتوں کو پہنچاتے ہیں۔اسی طرح رفتہ رفتہ وہ بات وہاں تک پہنچتی ہے جہاں بادلوں کا طبقہ ہے اور وہاں تک شیطانوں کا دخل ہے۔ کیونکہ ارواحِ خبیثہ کے بھی مدارج ہوتے ہیں۔بعض وہاں تک پہنچتے ہیں جہاں بادلوں کا آسمان ہے۔

شَيٰطِيْنِ۔ منجمین اور کاہن بھی انہیں میں سے ہیں جو کہ رجمًا بالغیب کرتے ہیں۔آئندہ کی باتیں بیان کرتے ہیں اور ستاروں کو دیکھ کر تکہ بازیاں کرتے ہیں۔ یہ ستارے ان کے واسطے تکہ بازی کا ایک ذریعہ بن گئے ہیں۔جوتشی اور رمال لوگ ایسا کرتے ہیں۔

رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ ...... ’’ مجھے ضروری معلوم ہوتا ہے کہ چند ایسے صاف اور بدیہی امور کو بیان کر دوں ۔جن کے ملحوظ رکھنے سے آیات نمبر ۲ اور نمبر ۳ کے فہم میں بہت سہولت ہو۔ کیونکہ اس سوال پر آجکل بہت زور دیا جاتا ہے اور عام کالجوں کے لڑکے اور وہاں سے نکل کر بڑے عہدوں پر ممتاز اور ان کے ہم صحبت ایسی باتوں پر بہت تمسخر کرتے ہیں۔ پس چند امورِ بدیہی کا بیان کرنا ضروری معلوم ہوا۔

اوّل: مناظرِ قدرت کو دیکھنے والے مختلف الاستعداد لوگ ہوا کرتے ہیں۔ مثلاً دوسرے کی آنکھوں کو ایک بچہ بھی دیکھتا ہے جو مصنوعی اور اصلی آنکھ میں تمیز نہیں کر سکتا۔ پھر ایک عقلمند بھی دیکھتا ہے۔ گو وہ اصلی اور مصنوعی میں فرق کر لیتا ہے۔ مگر آنکھ کے امراض سے واقف نہیں ہوسکتا۔ اور نہ اس کی خوبیوں اور نقصانوں سے آگاہ ہوتا ہے۔ پھر شاعر دیکھتا ہے جو اس کے حسن و قبح پر سینکڑوں شعر لکھ مارتا ہے۔ پھر طبیب ڈاکٹر دیکھتا ہے۔ جو اس کی بناوٹ اور امراض پر صدہا ورق لکھ دیتا ہے۔ پھر موجدین دیکھتے ہیں۔ جیسے فوٹو گرافی کے موجد نے دیکھا اور دیکھ کر فوٹو گرافی جیسی مفید ایجادیں کیں۔ پھر اس کے اور بھائی دیکھتے ہیں جنہوں نے عجیب درعجیب ٹیلی سکوپ وغیرہ ایجاد کئے۔

پھر ان سے بالاتر صوفی دیکھتا ہے۔ اور اس سے بھی اوپر انبیاء و رسل دیکھتے ہیں۔ اور ان سب سے بڑھ چڑھ کر اللہ کریم دیکھتا ہے۔ غرض اسی طرح پر ہزاروں ہزار نظارہ ہائے قدرت ہیں اور ان کے دیکھنے والے الگ الگ نتیجے نکالتے ہیں۔

اب ہم شہاب ثاقبوں کے متعلق لکھتے ہیں۔ شہاب وہ چیزیں ہیں جنہیں انگریزی میں میٹرز[۱] کہتے ہیں یہ تو بچہ، عامی، شاعر، حکیم سب یکساں دیکھتے ہیں اور جانتے ہیں کہ یہ شہب گاہ گاہ نظر آتے ہیں۔ اس سے تو کوئی انکار نہیں کر سکتا۔ اب یہ بات کہ کیوں کر گرتے ہیں۔ اس پر خداداد عقل والے بھی غور کرتے ہیں اور اللہ تعالیٰ بھی جانتا ہے کہ کیوں گرتے ہیں اور نیز یہ بھی ظاہر ہے کہ اللہ تعالیٰ حکیم ہے۔ اس کا کوئی کام لغو اور بے حکمت نہیں ہوتا۔ اس لئے ہم میٹرز کے متعلق عامیوں کے بے فائدہ نظارہ کو چھوڑ کر پہلے حکماء کا نظارہ بیان کرتے ہیں۔

۱؎ METEORS

وہ لکھتے ہیں کہ مٹیئر ز آسمان میں سے کرہ ہوائی میں داخل ہوکر روشن ہو جاتے ہیں۔ایسے ہر روز ۲۰ ملین ہوا میں داخل ہوتے ہیں۔ یہ چھوٹے اور عام اور روزانہ ہیں۔ رات کے پچھلے حصہ میں پہلے کی نسبت تین گنے زیادہ ہوتے ہیں۔مٹیئر ز[1] کی فوج دورے کے ساتھ آتی ہے۔ یہ دَورہ صدی میں تین بار ہوتا ہے۔عموماً نومبر کے مہینہ میں اور بڑے بڑے دورے مفصلہ ذیل ہیں۔

سنہ ۲۸۶ ھجری و سنہ ۵۹۹ ھجری (مئی سنہ ۶۱۰ء) و سنہ ۹۰۲ عیسوی و سنہ ۹۳۱ء و سنہ ۱۰۰۲ء و سنہ ۱۱۰۱ء و ۱۹/ جنوری سنہ ۱۱۳۵ء و سنہ ۱۲۰۲ء و سنہ ۱۳۶۶ء و ۱۰/ مارچ سنہ ۱۵۲۱ء (میں حیرت بخش رمی ہوئی) سنہ ۱۵۳۳ء و سنہ ۱۶۰۲ء و سنہ ۱۶۹۸ء و سنہ ۱۷۹۹ء و سنہ ۱۸۳۲ء و سنہ ۱۸۶۶ء و سنہ ۱۸۷۲ء بعض مٹیئر ز سورج کے گرد شکل کانک سکشن (انقطاع خرطومی) میں دَورہ کرتے ہیں۔

مٹیئر ز کامٹ[2] کے گرد بہت ہوتے ہیں۔اور وہیں سے آتے ہیں۔جن دنوں کامٹ نمودار ہوتا ہے ان دنوں میں یہ بھی کثرت سے گرتے ہیں۔خود کامٹ بھی ایک می ٹی ارز ہے۔ کیمیکل (کیمیاوی) امتحان سے معلوم ہوا ہے کہ مفصلہ ذیل اشیاء می ٹی ارز میں پائے جاتے ہیں اور کوئی چیز نہیں پائی جاتی۔

لوہا۔ ایلومینیئم۔ میگنیشیم۔ پوٹاشیم۔ سلیکون۔ سوڈیم۔ آکسیجن۔ کیلشیم۔ نِکل۔ آرسینک۔ کوبالٹ۔ فاسفورس۔ کرومیم۔ نائیٹروجن۔ میگینیسی۔ سلفر۔ کلورائن۔ کاربن۔ ٹیٹینیئم۔ ہائیڈروجن۔ ٹین۔ تانبا۔

تمام مقامات جن میں میٹئر ز جمع کئے گئے ہیں۔ یورپ میں وی آنا، پیرس، لندن، برلن اور امریکہ میں نیوہیوَن، ایمہرسٹ، لوئزول۔ یہ پتھر عموماً بڑے نہیں ہوتے۔عجائب خانوں میں ایک سو پونڈ سے زیادہ وزن کے پتھر کم ہی پائے جاتے ہیں۔ایسی بارش ان پتھروں کی شاذ و نادر ہی ہوئی ہوگی۔جس میں کل پتھروں کا وزن ہزار پونڈ تک پہنچا ہو۔مقام پلٹسک کے نوسو پچاس سالم پتھر پیرس کے عجائب خانہ میں موجود ہیں۔جن میں سے ہر ایک کا اوسط وزن ۶۷ گرام ہے یعنی ۲½ اونس سے

---

[1] METEORS [2] comet

بھی کم ہے۔سٹاک ہولم کے عجائب خانہ میں ایک پتھر کا وزن ایک گرین سے بھی کم ہے۔مقام ایمٹ کی بارش میں ایک پتھر قریباً ۵۰۰ پونڈ کا گرا تھا۔

میٹی ارک آیرن۔اس قسم کا ایک ٹکڑا ۱۶۳۵ پونڈ وزنی ییل کالج میوزیم میں موجود ہے۔قریباً اتنے ہی حجم کا ایک ٹکڑا پیرس کے میوزیم میں ہے۔اس سے کسی قدر چھوٹا ٹکڑا شہر واشنگٹن کے نیشنل میوزیم میں ہے۔اوران سے ایک بہت بڑا ٹکڑا برٹش میوزیم میں ہے۔

دوسرا امر یہ ہے کہ ہم اس مذہب کی تحقیق بیان کرتے ہیں جس کو پال نے مذہب اسلام سے اوپر یقین کیا ہے اور بتایا ہے کہ اسلام سے وہ مذہب اچھا ہے۔اس کی آخری تحقیقات کی کتاب مکاشفات کے باب ۱۲ میں ہے۔

’’ایک بڑا سرخ اژدہا جس کے سات سر اور دس سینگ اور اس کے سروں پر سات تاج تھے۔ظاہر ہوا اور اس کی دُم نے آسمان کے تہائی ستارے کھینچے اور انہیں زمین پر ڈالا‘‘۔اور اسی باب میں ہے۔’’پھر آسمان پر لڑائی ہوئی۔میکائیل اور اس کے فرشتے اژدہے سے لڑے اور اژدہا اور اس کے فرشتے لڑے‘‘۔پھر متی ۲۴ باب ۲۹ آیت۔’’ستارے گریں گے‘‘۔اور بروج کے متعلق مسیحی کتابوں میں ہے۔دیکھو ایوب ۳۸ باب ۳۲ آیت۔

’’کیا تجھ میں قدرت ہے کہ منطق البروج ایک ایک اس کے موسم پر پیش کرے‘‘

اور شہابوں کے بارے ان میں لکھا ہے۔دیکھو ایوب ۳۸ باب ۳۶ آیت میں ہے’’یا کس نے شہابوں کو فہمید عطا کی‘‘اس سے اتنا پتہ لگتا ہے کہ شہابوں کو بھی فہمید ہے۔پر آگے بیان نہیں کیا کہ کیا فہمید ہے اور اس فہمید سے کیا کام لیتے ہیں۔اور زبور ۱۰۴ میں ہے’’وہ اپنے فرشتوں کو روحیں بناتا ہے اور اپنے خدمت گزاروں کو آگ کا شعلہ‘‘

اب تک ہم نے یہ باتیں بیان کی ہیں کہ می ٹی ارز۔اُلکاپات۔شہاب ثاقب اور شعلہ ہائے نار آسمان سے گرتے نظر آتے ہیں اور کتب یہود اور مسیحیوں نے بھی نہیں بتایا کہ کیوں گرتے ہیں۔اور یہ بات ظاہر ہے کہ یہ فعلِ الٰہی ہے۔اس لئے لغو بھی نہیں بلکہ ضرور ہے کہ عادت اللہ کے موافق اس

میں بڑی حکمتیں ہوں۔

اب تیسرا امر جو اس مضمون میں مجھے بیان کرنا ہے۔ یہ ہے کہ الہامی مذاہب قائل ہیں کہ دیوتا۔ ملک اور فرشتے موجود ہیں اور ان کا ماننا ضروری ہے کیونکہ الٰہی کلام میں ان کا ذکر ہے۔ اور شیاطین اور جنّ بھی ہوتے ہیں اور ان کی مخالفت کرنا ضروری ہے۔ میں بھی الہامی مذہب اسلام کا معتقد ہوں اور اس کی کتاب میں پاتا ہوں۔

اٰمَنَ الرَّسُوْلُ بِمَآ اُنْزِلَ اِلَيْهِ مِنْ رَّبِّهٖ وَ الْمُؤْمِنُوْنَ ؕ كُلٌّ اٰمَنَ بِاللّٰهِ وَ مَلٰٓىِٕكَتِهٖ (البقرة:۲۸۶)

ترجمہ: رسول ایمان لایا اس پر جو اتارا گیا اس کی طرف اس کے ربّ سے اور مومن بھی سب کے سب ایمان لائے اللہ اور اس کے فرشتوں پر۔

اس لئے میں فلاسفروں، سائنس دانوں، برہموؤں اور آریہ سماجیوں کے لئے ایک دلیل وجودِ ملائکہ پر اور ان پر ایمان لانے کی ضرورت کی وجہ بیان کرتا ہوں۔ شاید کوئی رشید سعادتمند اس پر توجہ کرے۔

سب سے پہلے میرے نزدیک ہزاروں ہزار انبیاء و رسول جو راست بازی میں ضرب المثل تھے اور ان کے مخلص اتباع کا اعتقاد اس بارے میں کہ ملائکہ اور شیاطین ہیں بہت بڑی دلیل ہے۔ مگر ایک دلیل مجھے بہت پسند آئی ہے جسے میں پیش کرتا ہوں اور دلیری سے میں پیش کرتا ہوں کیونکہ وہ میرے بار بار کے تجارب میں آ چکی ہے اور وہ یہ ہے۔

تمام عقلاء میں یہ امر مسلم ہے۔ کہ اس زمین کا کوئی واقعہ بدوں کسی سبب کے ظہور پذیر نہیں ہوتا۔ بلکہ صوفیائے کرام اور حکمائے عظام اس بات پر متفق ہیں کہ کوئی امر حقیقت میں اتفاقی نہیں ہوا کرتا۔ تمام امور علل اور حکم سے وابستہ ہوتے ہیں۔

اب میں پوچھتا ہوں کہ تنہائی میں بیٹھے بیٹھے نیکی کا خیال بدوں کسی تحریک کے کیوں اٹھتا ہے۔ بلکہ بعض وقت ایسا ہوتا ہے کہ اردگرد بدکار بدیوں کے مرتکب ہوتے ہیں بلکہ بعض لوگوں کو دیکھا ہے کہ بدی کے عین ارتکاب و ابتلا میں ان کو نیکی کی تحریک اور رغبت پیدا ہو جاتی ہے۔ کوئی بتائے کہ اس

تحریکِ نیک اور رغبتِ پسندیدہ کا وقوع کیوں ہوا؟ آیا بلاسبب اور اتفاقی طور پر؟ یہ تو باطل ہے۔ کیونکہ تجارب نے اس کو باطل ٹھہرایا ہے۔ پس لامحالہ نیکی کا محرک ضرور ہے۔ اسی نیکی کے محرک کو اسلامی کتب اور شریعت میں مَلک کہتے ہیں۔ اور ان کے اس تعلق وتحریک کو لِمَّۃُ الْمَلَكِ کہا گیا ہے۔ وہ ملک لطیف اور پاک روحیں ہیں جنہیں قلوبِ انسانی سے تعلق ہوتا ہے اور ہر وقت قلوب کی تحریک میں لگے رہتے ہیں۔ اور ان کے مدمقابل اور ان کی تحریک کے مخالف شیاطین اور ابلیسوں کی روحیں ہیں۔ جو بدی اور بدکاری کی محرک ہیں۔ ان کے اس تعلق کا نام لِمَّۃُ الشَّیْطَان ہے۔

ایمان بالملائکہ کے معنے اور اس کا فائدہ۔ شریعتِ اسلام میں حکم ہے کہ فرشتوں پر ایمان لاؤ اس کا مطلب یہ ہے کہ جب جب وہ تم کو نیکی کی تحریک کریں تو معًا اسی وقت کرلو تو کہ اس نیکی کے محرک کا تعلق تم سے بڑھے اور وہ زیادہ نیکی کی تحریک دے بلکہ اس کی جماعت کے اور ملائکہ بھی تمہارے اندر نیکی کی تحریکیں کریں اور اگر اس تحریک کو نہ مانو گے۔ تو اس ملکِ نیکی کے محرک کو تم سے نفرت ہوجائے گی۔ اس لئے ضروری ہوا کہ ملائکہ سے تعلق بڑھاؤ تو کہ نیکی کی تحریک بڑھے اور آخر وہ تمہارے دوست بن جاویں۔ قرآن کریم میں اس نکتہ کو یوں بیان فرمایا ہے۔

اِنَّ الَّذِیْنَ قَالُوْا رَبُّنَا اللّٰهُ ثُمَّ اسْتَقَامُوْا تَتَنَزَّلُ عَلَیْهِمُ الْمَلٰٓئِكَةُ اَلَّا تَخَافُوْا وَلَا تَحْزَنُوْا وَ اَبْشِرُوْا بِالْجَنَّةِ الَّتِیْ كُنْتُمْ تُوْعَدُوْنَ۔ نَحْنُ اَوْلِیٰٓؤُكُمْ فِی الْحَیٰوةِ الدُّنْیَا وَ فِی الْاٰخِرَةِ ۔

(حٰمٓ السجدة: ۳۱-۳۲)

ترجمہ۔ جن لوگوں نے کہا ہمارا رب اللہ ہے پھر اس اقرار پر پختہ ہو گئے۔ ان پر فرشتے اترتے ہیں یہ کہتے ہوئے کہ نہ ڈرو اور نہ غمگین ہو۔ اور خوشی مناؤ اس جنت کی کہ جس کا تمہیں وعدہ دیا جاتا تھا۔ ہم دنیا میں اور آخرت میں تمہارے ساتھی ہیں اور فرمایا ہے۔

وَاعْلَمُوْٓا اَنَّ اللّٰهَ یَحُوْلُ بَیْنَ الْمَرْءِ وَ قَلْبِهٖ وَ اَنَّهٗٓ اِلَیْهِ تُحْشَرُوْنَ (الانفال:۲۵)

اور یقین جانو کہ اللہ انسان اور اس کے دل کے درمیان روک ہو جاتا ہے اور اسی کی طرف تم اٹھائے جاؤ گے۔

اور ان ملائکہ کے مد مقابل یا ضد ظلمت و ہلاکت ۔ دوری اور عدم کے فرزند شیاطین اور ارواحِ خبیثہ ہیں۔ ان کے تعلقات سے ان کی جماعت دوست بنتی ہے۔ آخر اللہ تعالیٰ پھر فرشتوں، ملائکہ، دیوتا، اَہرمَن، ارواحِ خبیثہ، اَسُر، شیاطین کے تعلقات سے ان مظاہرِ قدرت سے تعلقات پیدا ہوجاتے ہیں۔ پھر آخر کار اچھے لوگوں کو اور اچھے لوگوں سے پیوستگی ہوجاتی ہے۔ اور بروں کو اور بروں سے۔ بلکہ یہ تعلقات اس قدر ترقی پذیر ہوتے ہیں کہ ذراتِ عالم میں اچھے ذرات کا اچھوں سے تعلق ہوتا ہے۔ اور برے موذی دکھ دائک ذرات کا بروں سے۔

کیا کوئی شخص تاریخی مشاہدات اور تجاربِ صحیحہ سے ہمیں بتا سکتا ہے کہ آتشک اور خاص سوزاک، جذام اور گھناؤنے اور گندے گندے امراض اور جان گداز ناکامیاں، ماموروں، مرسلوں اور ان کے پاک جانشینوں کو لاحق ہوتی ہیں یا ان کے مخالفوں کو؟ قرآن کریم کیسے زور سے دعویٰ فرماتا ہے کہ مقبولان ومقربانِ الٰہی کے یہ سچے نشان ہیں۔ اسی واسطے کوئی صحابی حضرت خاتم النبیین بہرہ نہیں ہوا۔

اُولٰٓئِكَ حِزْبُ اللّٰهِ ؕ اَلَاۤ اِنَّ حِزْبَ اللّٰهِ هُمُ الْمُفْلِحُوْنَ ۔ (المجادلۃ:٢٣)

ترجمہ: یہی لوگ خدا کی جماعت ہیں اور یاد رکھو۔ خدا کی جماعت مظفر ومنصور ہے اور فرمایا:

وَ لِلّٰهِ الْعِزَّةُ وَ لِرَسُوْلِهٖ وَلِلْمُؤْمِنِيْنَ وَ لٰكِنَّ الْمُنٰفِقِيْنَ لَا يَعْلَمُوْنَ (المنافقون: ٩)

ترجمہ۔ اور غلبہ سدا اللہ اور اس کے رسول اور مومنوں کے لئے ہے لیکن منافق نہیں جانتے۔

اور فرمایا:

اِنَّا لَنَنْصُرُ رُسُلَنَا وَ الَّذِيْنَ اٰمَنُوْا فِي الْحَيٰوةِ الدُّنْيَا وَ يَوْمَ يَقُوْمُ الْاَشْهَادُ (المومن:٥٢)

ترجمہ: ہم ضرور کامیاب کرتے ہیں اپنے رسولوں اور مومنوں کو دنیا کی زندگی میں اور پیش ہونے والوں کے پیش ہونے کے دن۔

اس جنگ اور اولیاء اللہ کی کامیابی کے متعلق جسے دیو۔ اسر۔ سنگرام کہتے ہیں۔ ہم نے اس رسالہ میں بہت جگہ تذکرہ کیا ہے۔

چوتھا امر۔ قابلِ بیان یہ ہے کہ وسائل ووسائط کو تمام دنیا کے مذاہب ضروری تسلیم کرتے ہیں۔

کافر و مومن، جاہل و عالم، بت پرست و خدا پرست، سوفسطائی، دہریّہ، جناب الٰہی کا معتقد۔ غرض سب کے سب وسائل و وسائط کو عملاً مانتے ہیں۔ کون ہے جو بھوک کے وقت کھانا، پیاس کے وقت پینا، سردی کے وقت کوئی دوائی یا گرمی حاصل کرنے کا ذریعہ اختیار نہیں کرتا۔ مقامِ مطلوب پر جلدی پہنچنے کے لئے میل ٹرین یا اسٹیمر کو پسند نہیں کرتا۔ اگر مومن صرف حضرت حق سبحانہ، کی مخلصانہ عبادت کرتا اور شرک اور بدعت اور اَھواء سے پرہیز کرتا ہے۔ تو غرض اس کی اسے ذریعہ قربِ الٰہی بنانا ہوتا ہے۔ اور بت پرست اگرچہ حماقت سے بت پرست ہے مگر کہتا وہ بھی یہی ہے کہ مَا نَعْبُدُهُمْ اِلَّا لِيُقَرِّبُوْنَآ اِلَى اللّٰهِ زُلْفٰى (الزمر: ۴) ہم تو ان کو خدا کے قرب کا ذریعہ سمجھ کر پوجتے ہیں۔ اگرچہ یہ ان کا کہنا اور اس کا عمل درآمد غلط ہی ہے۔

پھر ہم دیکھتے ہیں کہ اسباب صحیحہ بھی ہوتے ہیں اور ایسے اسباب بھی ہیں جن کا مہیا کرنا مومن کا کام ہے اور ایسے بھی جن کا مہیا کرنا عام عقلمندوں اور داناؤں کا حصہ ہے اور ایسے بھی ہیں جن کو سبب ماننا باعثِ شرک ہے اور ایسے بھی ہیں جن کو سبب خیال کرنا جہالت اور وہم اور حماقت ہے۔

تعجب انگیز بات ہے کہ بہت سے فلاسفر، سائنس دان اور حکماء عللِ مادیہ اور اسبابِ عادیہ پر بحث کرتے کرتے ہزارہا نکاتِ عجیبہ اور دنیوی امور میں راحت بخش نتائج پر پہنچ جاتے ہیں۔ مگر روحانی ثمرات پر ہنسی ٹھٹھے کر جاتے ہیں۔

جنوب شمال کو قطب اور قطب نما کی تحقیق میں اور اس پر مشرق و مغرب کو چھان مارا ہے اور سورج اور چاند کی کرنوں سے اور روشنیوں سے بے شمار مزے لُوٹے ہیں۔ لیکن اگر کسی کو انہیں نظاموں سے ہستی باری پر بحث کرتا دیکھ لیں تو اس کے لئے مذہبی جنون اور اس کو مجنون قرار دیتے ہیں۔ کیسا بے نظیر نظارہ ہے جس کو ایک اسلام کا حکیم نظم کرتا ہے ؎

اشقیاء درکارِ عقبیٰ جبری اند اولیاء درکار دنیا جبری اند[1]

علمِ ہندسہ جس کی بناء پر آج انجینئرنگ اور اسٹرانومی معراج پر پہنچ گئی ہے۔ سوچ لو۔ کیسے فرضی

---

[1] آخرت بدبختوں کے لئے نخواستہ ہوگی اور دنیا اولیاء کے لئے نخواستہ ہے۔ (یعنی ناخوشگوار ہے)

امور سطح مستوی اور نقطہ سے جس کو سیاہی سے بناتے ہیں اور قلم کے خط سے شروع ہوتا ہے۔ خط استوٰی۔ جدّی، سرطان، افق، نصف النہار وغیرہ سب فرضی باتیں ہیں۔مگر اس فرض سے کیسے حقائقِ مادیہ تک پہنچ گئے ہیں۔لیکن اگر ان بدنصیبوں کو کہیں کہ مومن بالغیب ہو کر دعاؤں اور نبیوں کی راہوں پر چل کر دیکھو تو کیا ملتا ہے۔تو ہنس کر کہتے ہیں۔کیا آپ ہمیں وحشی بنانا چاہتے ہیں۔

میں نے بارہا ان (مادیوں) کو کہا ہے۔تندرست آنکھ بدوں اس خارجی روشنی کے اور تندرست کان بدوں اس روشنی کے اور تندرست کان بدوں خارجی ہوا کے اور ہمارا نطفہ بدوں ہم سے خارج رحم کے۔ بہت دور کی اشیاء بدوں ٹیلی سکوپ کے باریک در باریک اشیاء بدوں مائیکرو سکوپ کے۔ دور دراز ملکوں کے دوستوں کی آوازیں بدوں فونوگراف کے اور ان کی شکلیں بدوں فوٹوگرافی کے نہیں دکھائی دیتیں۔

اب جب کہ تم ان وسائط کے قائل ہو اور اضطراراً قائل ہونا پڑتا ہے تو روحانی امور میں کیوں وسائط کے منکر ہو۔ خدا تعالیٰ کی ہستی کو مان کر بھی تم مَلک اور شیاطین کے وجود پر کیوں ہنسی کرتے ہو۔افسوس اس کا معقول جواب آج تک کسی نے نہیں دیا ناظرین جس طرح سچے وسائط ہمارے مشاہدات میں ہیں۔اسی طرح سچے وسائط مکشوفات میں بھی ہیں۔جس طرح مشاہدات میں الٰہی ذات وراء الورا ہے اور یہ ضرور ہے۔اسی طرح الٰہی ذات روحانیات میں بھی وراء الورا ہے اور اگر روحانیات میں بھی بعض وسائط غلط اور وہم ہیں تو مشاہدات بھی اس غلطی اور وہم سے کب خالی ہیں۔

فرشتے آسمان اور آسمانی اجرام اور ان کے ارواح کے لئے بطور جان کے ہیں۔ شیاطین بھی ہلاکت، ظلمت اور جنابِ الٰہی سے دوری اور دکھوں کے پیدا کرنے کے لئے بمنزلہ اسٹیم کے اسٹیم انجن کے لئے ہیں۔

خلاصہ امور چہارگانہ مذکورہ

۱۔ مظاہرِ قدرت کے دیکھنے والے اعلیٰ بھی ہوتے ہیں۔ اور ادنیٰ بھی۔ ادنیٰ کو اعلیٰ کی رؤیت کا انکار مناسب نہیں۔

۲۔ اُلکا پات۔ مٹی ارز۔ شعلے ایک عظیم الشان کارخانہ ہے اور اس میں اس قدر مواد ہوتے ہیں کہ اسلحہ کے بنانے والوں نے اور ستیارتھ والے نے جو ہتھیار لکھے ہیں۔ ان میں اتنے مواد مشتعل نہیں ہوتے۔ پس کیا وہ صرف اس لئے گرتے ہیں کہ چند عجائب خانوں میں پڑے رہیں۔ اور خدا کا یہ عظیم الشان فعل لغو ہے؟ نہیں ہرگز نہیں۔

۳۔ فرشتے۔ ملک، اَسُر، شیاطین، اہرمن، اَسُر ہیں اور ان کا باہم عداوت کا رشتہ ہے۔ ان کی جنگ نور وظلمت بلکہ عدم و وجود کی جنگ ہے۔

۴۔ اگر وسائط غلط اور برے ہیں تو وسائل صحیحہ اور عمدہ بھی ہیں۔

اب ہم آیات کا ترجمہ لکھتے ہیں۔ جن میں اس جنگ کا تذکرہ ہے۔ اور پوچھتے ہیں۔ انصاف سے بتاؤ کہ آریو۔ کیا تمہارا کام تھا کہ تم انکار کرتے۔

۱۔ وَ لَقَدْ جَعَلْنَا فِي السَّمَآءِ بُرُوْجًا وَّ زَيَّنّٰهَا لِلنّٰظِرِيْنَ۔ وَ حَفِظْنٰهَا مِنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ رَّجِيْمٍ۔ اِلَّا مَنِ اسْتَرَقَ السَّمْعَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ مُّبِيْنٌ۔ (الحجر: ۱۷ تا ۱۹)

ضرور ہم نے ہی بنائے آسمان میں روشن اجرام۔ اور خوبصورت بنایا انہیں دیکھنے والوں کے لئے اور محفوظ رکھا ہم نے انہیں ہر ایک خدا سے دور یا ہلاک شوندہ۔ تکبر باز یا مردود سے۔ ہاں اگر کوئی چھپ کر سننا چاہے تو اس کے پیچھے لگتے ہیں۔ شہابِ ثاقب، مٹی ارز، الکا پات۔

۲۔ اِنَّا زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِزِيْنَةِ اِلْكَوَاكِبِ۔ وَ حِفْظًا مِّنْ كُلِّ شَيْطٰنٍ مَّارِدٍ۔ لَا يَسَّمَّعُوْنَ اِلَى الْمَلَاِ الْاَعْلٰى وَ يُقْذَفُوْنَ مِنْ كُلِّ جَانِبٍ۔ دُحُوْرًا وَّ لَهُمْ عَذَابٌ وَّاصِبٌ اِلَّا مَنْ خَطِفَ الْخَطْفَةَ فَاَتْبَعَهٗ شِهَابٌ ثَاقِبٌ۔ (الصّٰفّٰت: ۷ تا ۱۱)

ترجمہ: ہم ہی نے خوش نما بنایا اس ورلے آسمان کو کواکب کی زینت سے اور محفوظ کر دیا ہم نے اسے ہر ایک خدا سے دور یا ہلاک ہونے والے متکبر ضدی سے۔ ملاء اعلیٰ کی باتیں نہیں سن سکتے اور ہر جانب سے دھکیلے جاتے ہیں۔ دھتکارے جاتے اور ان کے لئے دائمی دُکھ دینے والا عذاب ہے۔ ہاں اگر کوئی جھٹی مارے تو اس کے پیچھے لگتے ہیں شہابِ ثاقب، مٹی ارز، اُلکا پات۔

۳۔وَ لَقَدْ زَيَّنَّا السَّمَآءَ الدُّنْيَا بِمَصَابِيْحَ وَ جَعَلْنٰهَا رُجُوْمًا لِّلشَّيٰطِيْنِ وَ اَعْتَدْنَا لَهُمْ عَذَابَ السَّعِيْرِ ۔(الملك:٦)

ہم ہی نے مزین کیا اس ورلے آسمان کو روشن چراغوں سے اور کر دیا ہم نے انہیں مار شیاطین کے لئے اور تیار کر دیا ہم نے ان کے لئے جلنے کا عذاب۔

۴۔ اَنَّا كُنَّا نَقْعُدُ مِنْهَا مَقَاعِدَ لِلسَّمْعِ ؕ فَمَنْ يَّسْتَمِعِ الْاٰنَ يَجِدْ لَهٗ شِهَابًا رَّصَدًا (الجن:١٠)

تحقیق ہم بیٹھتے تھے۔ بیٹھنے کی جگہوں میں سننے کے لئے۔ پس اگر اب کوئی بات سننا چاہے۔ پاتا ہے اپنے لئے شہاب انتظار میں۔

تم ہندیوں اور عام یورپ والوں سے تو طائف کے عرب نمبردار ہی اچھے نکلے۔ اس کی تفصیل یہ ہے کہ نبی کریمؐ کے عہد ۶۱۰ء سعادت مہد میں میٹی ارز غیر معمولی بکثرت نظر آئے تو عام طور پر لوگوں نے خیال کیا کہ آسمان تباہ ہو چلا۔ اس لئے لگے اپنے مویشیوں کو ذبح کرنے۔ تب ان کے نمبردار عبد یا لیل نے کہا کہ اگر وہ ستارے نظر آتے ہیں۔ جن سے تم لوگ راہنمائی حاصل کرتے ہو تو جہان خراب نہیں ہوگا۔ یہ ابن ابی کبشہ (ہمارے نبی کریمؐ کی طرف اشارہ کرتا ہے) کے ظہور کا نشان ہے۔

ابن کثیر میں ہے اَنَّا لَمَسْنَا السَّمَآءَ کے نیچے ہی ابن جریر کہتا ہے۔ اس آیت کے نیچے کہ آسمان کی حفاظت دو باتوں کے وقت ہوتی ہے۔ یا عذاب کے وقت جب ارادۂ الٰہی ہو کہ زمین پر اچانک عذاب آ جاوے یا کسی مصلح راہ نما نبی کے وقت۔ اور یہی معنے ہیں اس آیتِ شریفہ کے۔

اَنَّا لَا نَدْرِيْٓ اَشَرٌّ اُرِيْدَ بِمَنْ فِي الْاَرْضِ اَمْ اَرَادَ بِهِمْ رَبُّهُمْ رَشَدًا ۔(الجن:١١)

یعنی ستاروں کے گرنے کو دیکھ کر وہ لوگ کہنے لگے کہ ہم نہیں سمجھ سکتے کہ آیا زمین والوں کے لئے تباہی کا ارادہ کیا گیا ہے۔ یا ان کے رب نے انہیں کوئی فائدہ پہنچانا ہے۔

خدائے تعالیٰ کی عادت ہے کہ مصلح کے تولّد، ظہور اور اس کی فتحمندی پر حزب الرحمان اور حزب الشیطان کی جنگ پہلے اوپر ہوتی ہے۔ پھر زمین پر۔

آیت کریمہ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا۔[۱] (النازعات:۶)اور فَالْمُقَسِّمٰتِ اَمْرًا۔[۲] (الذّٰریات:۵) اور آیت اِنْ كُلُّ نَفْسٍ لَّمَّا عَلَيْهَا حَافِظٌ۔[۳] (الطارق:۵) کے نیچے حضرت شاہ عبدالعزیز صاحب نے مفصل لکھا ہے کہ فرشتے بروج پر اثر ڈالتے ہیں اور ان سے ایک اثر ہوا اور دیگر اشیاء پر پڑتا ہے۔اور ملائکہ کا اثر شہب میں بھی نفوذ کرتا ہے۔

۲۸ /نومبر ۱۸۸۵ء میں ۲۷ اور ۲۸ نومبر کی درمیانی رات میں غیر معمولی کثرت سے شہب گرے تو اس وقت ہمارے امام علیہ السلام کو اس نظارہ پر یہ وحی بکثرت ہوئی۔ دیکھو صفحہ ۲۳۸ براہین احمدیہ۔

يَا اَحْمَدُ بَارَكَ اللّٰهُ فِيْكَ۔ مَا رَمَيْتَ اِذْ رَمَيْتَ وَلٰكِنَّ اللّٰهَ رَمٰى[۴]

اور اسی کے بعد دُمدار ذوالسنین نظر آیا اور ۱۸۷۲ء کی رمی شہب غیر معمولی تھی۔ وَالْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ۔

پس یہ اور کل کواکب زینتِ سماء الدنیا ہیں اور روحانی عجائبات کی علامات ہیں اور نیز ان سے راہ نمائی حاصل ہوتی ہے۔ یہی تین فائدے بخاری صاحب نے اپنی صحیح میں بیان فرمائے ہیں۔ اب اس سوال کا جواب ختم کرتے ہیں۔ مگر قبل اس کے کہ ختم کریں۔ آیات ذیل کا بیان بھی ضروری و مناسب معلوم ہوتا ہے۔

وَ مَا تَنَزَّلَتْ بِهِ الشَّيٰطِيْنُ۔ وَ مَا يَنْۢبَغِيْ لَهُمْ وَ مَا يَسْتَطِيْعُوْنَ۔ اِنَّهُمْ عَنِ السَّمْعِ لَمَعْزُوْلُوْنَ (الشعراء:۲۱۱ تا ۲۱۳) تَنَزَّلُ عَلٰى كُلِّ اَفَّاكٍ اَثِيْمٍ ۔(الشعراء:۲۲۳)

اللہ سے دور ہلاک ہونیوالی خبیث روحوں کے ذریعہ یہ کلامِ الٰہی نازل نہیں ہوا۔اور ان کے مناسب حال بھی نہیں اور ایسا کلام لانے کے لئے وہ طاقت ہی نہیں رکھتے۔ بے ریب ایسا کلام سننے سے وہ الگ کئے گئے ہیں۔ کیونکہ تمام شیطانی کاموں کا قرآن مجید میں استیصال ہے۔ بھلا شیطان اپنے پاؤں پر آپ کلہاڑی مارتا ہے؟ شیاطین تو ہر ایک کذاب، مفتری، بہتانی ، بدکار پر نازل ہوا کرتے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۶، ۷ مورخہ ۲۳ /نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۱ تا ۲۷۵)

۱؎ پھر قسم ہے تدبیر کرنے والوں کی حکم سے۔ ۲؎ پھر قسم ہے ان فرشتوں کی جو تمام امور کے بانٹنے والے ہیں۔

۳؎ کوئی نفس ایسا نہیں جس پر محافظ نہ ہو۔ ۴؎ اے احمد خدا نے تجھ میں برکت رکھ دی ہے۔ جو کچھ تو نے چلایا تو نے نہیں چلایا بلکہ خدا نے چلایا۔

۱۱۔ وَ قَالُوۡا لَوۡ کُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ مَا کُنَّا فِیۡۤ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ ۔

ترجمہ۔ انہوں نے کہا۔ہم سننے سمجھنے والے ہی ہوتے تو دوزخیوں ہی میں کیوں ہوتے۔

تفسیر۔ روح کی بیماریوں کے علاج کا ایک ہی نسخہ ہے۔جس کا نام قرآن شریف ہے۔ اس میں اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ بدکار لوگ کہیں گے لَوۡ کُنَّا نَسۡمَعُ اَوۡ نَعۡقِلُ مَا کُنَّا فِیۡۤ اَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ کہ اگر ہم خدا کے فرستادوں کی باتوں کو کان دھر کر سنتے اور عقل سے کام لیتے تو آج ہم دوزخیوں میں سے نہ ہوتے۔ یہ حسرت ان کو کیوں ہوگی۔صرف اس لئے کہ وقت ان کے ہاتھ سے نکل گیا اور اب پھر ہاتھ نہیں آ سکتا۔ پس روح کی بیماری کا یہی علاج ہے کہ وقت کو ہاتھ سے نہ گنوادے اور اس نور اور شفا کتاب قرآن شریف پر عملدرآمد کرے۔اپنے حال اور قال اور حرکت اور سکون میں اُسے دستور العمل بناوے۔ (الحکم جلد ۸ نمبر ۳ مورخہ ۲۴ ؍جنوری ۱۹۰۴ء صفحہ ۱۳)

اگر ہم حق کے شنوا ہوتے تو دوزخ میں کیوں جاتے۔اس سے ثابت ہوا کہ حق کا سننا فرض ہے اور غیبت کا سننا حرام ہے۔ سماع کے متعلق صوفیا میں بحث ہے۔میرے نزدیک سماع قرآن و حدیث ضروری ہے مگر ایک شیطانی سماع ہے کہ راگنی کی باریکیوں پر اطلاع ہو۔یہ ناجائز ہے۔

(بدر جلد ۹ نمبر ۱۰ مورخہ ۳۰؍دسمبر ۱۹۰۹ء صفحہ ۴)

۱۲۔ فَاعۡتَرَفُوۡا بِذَنۡۢبِہِمۡ ۚ فَسُحۡقًا لِّاَصۡحٰبِ السَّعِیۡرِ ۔

ترجمہ۔ غرض جہنمی لوگ اپنے گناہوں کا اقرار کریں گے اور جہنمی رحمت سے دور ہوں گے۔

تفسیر۔ سُحۡقًا۔ لعنت۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۶، ۷۔ ۲۳؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۵)

یعنی دوزخی (حسرت سے) کہیں گے اگر ہم سنتے یا عقل سے کام لیتے تو دوزخیوں میں شامل نہ ہوتے۔

(نورالدین بجواب ترکِ اسلام۔کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۱۵)

۱۳۔ اِنَّ الَّذِیۡنَ یَخۡشَوۡنَ رَبَّہُمۡ بِالۡغَیۡبِ لَہُمۡ مَّغۡفِرَۃٌ وَّ اَجۡرٌ کَبِیۡرٌ ۔

ترجمہ۔ جو لوگ تنہائی میں یا بے دیکھے اپنے رب سے ڈرتے ہیں تو ان کے لئے معافی ہے اور بڑے بڑے اجر ہیں۔

تفسیر۔ یَخۡشَوۡنَ ۔ ڈرتے ہیں اللہ تعالیٰ سے۔ڈرنے والوں کے لئے مغفرت اور بڑا اجر ہے۔

اسی کے متعلق دوسری جگہ قرآن شریف میں فرمایا ہے۔ وَ لِمَنْ خَافَ مَقَامَ رَبِّهٖ جَنَّتٰنِ (الرّحمٰن:۴۷)۔ جو اللہ تعالیٰ کے حضور میں کھڑے ہونے کے وقت کے متعلق ڈرتا ہے۔اس کے واسطے دو جنت ہیں۔ بے خوف اور بے باک آدمی اصل میں خوف میں۔خوف سے امن میں وہ ہے۔ جس کے دل میں خدا کا خوف ہے۔ ایک شاعر نے کیا خوب لکھا ہے ؎

لَا تَخَافُوْا مژدہ ترسندہ است ہر کہ می ترسد مبارک بندہ است
خوف و خشیت خاصِ دانایاں بود ہر کہ دانا نیست کے ترساں بود
ترسگاری رستگاری آورد ہر کہ درد آرد عوض درمان بود[1]

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۶ ، ۷۔ ۲۳ نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۵)

۱۵۔ اَلَا يَعْلَمُ مَنْ خَلَقَ ؕ وَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۔

ترجمہ۔ بھلا جس نے پیدا کیا وہی ناواقف ہو حالانکہ وہ تو بڑا باریک بین اور باخبر ہے۔

تفسیر۔ مَنْ خَلَقَ۔ کس نے پیدا کیا؟ اس میں آریاؤں کے اس عقیدہ کا رد ہے جو وہ کہتے ہیں کہ خدا مادہ اور روح کا پیدا کرنے والا نہیں ہے دلیل دی ہے۔ اِنَّ اللّٰهَ هُوَ اللَّطِيْفُ الْخَبِيْرُ۔[2] کسی شئے کے پیدا کرنے کے واسطے اس شئے کا کامل علم لازم ہے۔خدا لطیف ، خبیر ہے۔روح اور مادہ کے متعلق اُسے کامل علم ہے کہ وہ کیونکر پیدا ہوسکتا ہے اور پھر اسے قدرت بھی ہے۔ اگر خدا تعالیٰ نے کوئی ذرہ اور روح پیدا ہی نہ کیا۔ تو اس کے متعلق کامل علم کیوں کر رکھ سکتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۶ ، ۷۔ ۲۳ نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۵)

۱۶۔ هُوَ الَّذِيْ جَعَلَ لَكُمُ الْاَرْضَ ذَلُوْلًا فَامْشُوْا فِيْ مَنَاكِبِهَا وَ كُلُوْا مِنْ رِّزْقِهٖ ؕ وَ اِلَيْهِ النُّشُوْرُ۔

ترجمہ۔ (اے آدمیو) تمہارا رب وہی تو ہے جس نے زمین کو تمہارے لئے نرم بچھونا بنا دیا ہے تو اُس کے اطراف میں (جدھر چاہو) چلو پھرو اور اسی کی روزی کھاؤ اور اسی کی طرف مر کر چلنا ہے۔

---

[1] لَاتَخَافُوا اصل میں ڈرانے والا پیغام ہے۔ مبارک ہے وہ جو خوف رکھتا ہے۔ خوف وخشیت عقل مندوں کا خاصہ ہے۔ بھلا نادان بھی کبھی ڈرا کرتے ہیں؟ خوف نجات دیتا ہے وہ جو درد دلاتا ہے اس کا علاج بھی کرتا ہے۔

[2] کچھ شک نہیں کہ اللہ بڑا باریک بین اور باخبر ہے۔

تفسیر۔ ذَلُوْلًا۔ وہ خدا جس نے زمین کو تمہارے ماتحت کیا ہے۔

فَامْشُوْا۔ ایک جگہ سے دوسری جگہ چلے جاؤ۔ یہ صحابہؓ کو حکم ہے کہ جہاں یہ سمجھو کہ اس جگہ ہمارا دین قائم نہیں رہتا۔ اس جگہ کو چھوڑ دو۔

ذَلُوْلٌ۔ اس اونٹنی کو بھی کہتے ہیں جس سے لادنے وغیرہ کا ہر قسم کا کام لیا جائے۔ وہ جانور جو بار برداری کا کام دیں۔ زمین بھی چلتی ہے اور تمام انسانوں اور مکانوں کو اپنے ساتھ اٹھائے پھرتی ہے۔

اس آیت میں آریاؤں کا ایک رد ہے جو کہتے ہیں کہ جو کچھ ہمیں ملتا ہے۔ وہ پہلے جنم اور تناسخ کا نتیجہ ہے۔ اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔ خدا نے تمہیں زمین دی اور اسے تمہارے لئے مسخر کر دیا۔ بتلاؤ یہ تمہارے کس عمل کے نتیجہ میں تمہیں ملی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۶ ، ۷۔ ۲۳ر نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۵)

۱۷۔ ءَاَمِنْتُمْ مَّنْ فِي السَّمَآءِ اَنْ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ فَاِذَا هِيَ تَمُوْرُ۔

ترجمہ۔ کیا تم بے خوف ہو گئے اس رب سے جو آسمان کا مالک ہے اس سے کہ زمین میں تمہیں دھنسا دے پھر وہ پڑی جھکولے مارا کرے۔

تفسیر۔ يَّخْسِفَ بِكُمُ الْاَرْضَ۔ تمہیں ذلیل کر دے۔ اس میں غزوۂ بدر کی طرف اشارہ ہے۔

تَمُوْرُ۔ زمین کانپ رہی ہے کیونکر عمائد مر گئے ہیں۔

مَنْ فِي السَّمَآءِ۔ پر بعض لوگوں نے اعتراض کیا ہے کہ خدا آسمان میں ہی ہے۔ انہیں سمجھنا چاہیے کہ قرآن شریف نے اللہ تعالیٰ کے واسطے کوئی خاص مکان تجویز نہیں کیا بلکہ اللہ تعالیٰ کے متعلق اِنَّهٗ بِكُلِّ شَيْءٍ مُّحِيْطٌ۔[1] (حٰمٓ السجدۃ:۵۵) فرمایا ہے۔ ہاں اس آیت میں جو فِي السَّمَآءِ کا لفظ آیا ہے۔ یہ ایک محاورہ عربی زبان ہے۔ اور اس سے مراد ہے۔ ایک اٹل بات۔ اور چونکہ آسمان بلندی پر ہے۔ اور سب بلندیوں کا مالک اللہ تعالیٰ ہے۔ اس لئے بغرض اظہار عظمتِ خداوندی یہ محاورہ استعمال کیا گیا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۶ ، ۷۔ ۲۳ر نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۵)

۱؎ بے شک اللہ سب ہی چیز کو گھیرے ہوئے ہے۔

۱۸۔ اَمْ اَمِنْتُمْ مَّنْ فِی السَّمَآءِ اَنْ یُّرْسِلَ عَلَیْکُمْ حَاصِبًا ؕ فَسَتَعْلَمُوْنَ کَیْفَ نَذِیْرِ ۔

ترجمہ۔ یا اس کے رب کے غضب سے نہیں ڈرتے جو آسمان میں ہے کہ بھیج دے تم پر پتھر کی برسات۔ تو قریب ہی تم کو معلوم ہو جائے گا کہ ہمارا ڈرانا کیسا تھا۔

تفسیر۔ حَاصِبًا۔ اس میں غزوۂ خندق کی طرف اشارہ ہے جس میں مکہ والے مدینہ والوں کے ساتھ مل گئے تھے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۶، ۷۔ ۲۳؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۵)

۲۰۔ اَوَ لَمْ یَرَوْا اِلَی الطَّیْرِ فَوْقَهُمْ صٰٓفّٰتٍ وَّ یَقْبِضْنَ ؕۘ مَا یُمْسِکُهُنَّ اِلَّا الرَّحْمٰنُ ؕ اِنَّهٗ بِکُلِّ شَیْءٍۭ بَصِیْرٌ ۔

ترجمہ۔ کیا انہوں نے پرندوں کو نہیں دیکھا جو ان کے اوپر پَر کھولے اور مُوچے اڑا کرتے ہیں۔ رحمٰن کے سوا انہیں کون تھامے رہتا ہے۔ بے شک وہ ہر شے کا نگران ہے۔

تفسیر۔ الطَّیْرِ ۔ مردار خوار جانور۔ پیشگوئی ہے کہ تم شکست کھاؤ گے۔ اور یہ جانور تمہاری لاشیں کھائیں گے۔ یہ گدھ جو آسمان میں پھرتے ہیں۔ یہ اللہ تعالیٰ کے حکم سے رکے ہوئے ہیں ورنہ یہ تم کو نوچ نوچ کر کھا جاتے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۶، ۷ مورخہ ۲۳؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۵)

۲۱۔ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِیْ هُوَ جُنْدٌ لَّکُمْ یَنْصُرُکُمْ مِّنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ؕ اِنِ الْکٰفِرُوْنَ اِلَّا فِیْ غُرُوْرٍ ۔

ترجمہ۔ بھلا ایسا کون ہے جو تمہارا لشکر بن کر تمہاری مدد کرے رحمٰن کے مقابلہ میں۔ بے شک کافر تو دھوکے ہی میں ہیں۔

تفسیر۔ جُنْدٌ ۔ یہ تمہارے لشکر تمہارے کسی کام نہ آویں گے اور خدا کے عذاب کو ٹال نہ سکیں گے۔

مِنْ دُوْنِ الرَّحْمٰنِ ۔ رحمان کے مقابلہ میں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۶، ۷۔ ۲۳؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۵)

۲۲۔ اَمَّنْ هٰذَا الَّذِيْ يَرْزُقُكُمْ اِنْ اَمْسَكَ رِزْقَهٗ ۚ بَلْ لَّجُّوْا فِيْ عُتُوٍّ وَّ نُفُوْرٍ ۔

ترجمہ۔ بھلا ایسا کون ہے جو تمہیں روزی دے اگر رحمن روزی بند کر دے۔ ہاں کافر تو سرکشی اور حق سے نفرت کرنے پر اڑے بیٹھے ہیں۔

تفسیر۔ اَمْسَكَ ۔ اس میں پیشگوئی ہے کہ جب قحط پڑے گا تو پھر کون تمہاری امداد کرے گا؟ مکہ میں ایک دفعہ شدید قحط پڑا تھا۔ جس میں لوگوں نے ہڈیاں پیس پیس کر کھائی تھیں۔

لَجُّوْا ۔ اَڑ رہے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۶، ۷ مورخہ ۲۳ رنومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۵)

۲۳۔ اَفَمَنْ يَّمْشِيْ مُكِبًّا عَلٰى وَجْهِهٖٓ اَهْدٰٓى اَمَّنْ يَّمْشِيْ سَوِيًّا عَلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍ ۔

ترجمہ۔ تو کیا جو شخص اپنا منہ اوندھا کئے چلے وہ زیادہ راہِ راست پر ہے یا وہ شخص جو سیدھا راہِ راست پر چلا جا رہا ہے۔

تفسیر۔ اس آیت میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا نمونہ ان کے سامنے پیش کیا گیا ہے کہ دیکھو یہ شخص تم میں ہے جو بڑی دوراندیشی سے سیدھا ہو کر چلتا ہے۔ وہ صراطِ مستقیم پر ہے۔ اس کی راہ کو تم بھی اختیار کرو تا کہ تمہیں کامیابی حاصل ہو۔ ورنہ وہ تم پر فتح یاب ہوگا۔ کیونکہ اس کے مقابلہ میں تم تو منہ کے بل گرے ہوئے ہو۔ تم کامیاب نہیں ہو سکتے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۶، ۷۔ ۲۳ رنومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۵)

۲۴۔ قُلْ هُوَ الَّذِيْٓ اَنْشَاَكُمْ وَ جَعَلَ لَكُمُ السَّمْعَ وَ الْاَبْصَارَ وَ الْاَفْـِٕدَةَ ؕ قَلِيْلًا مَّا تَشْكُرُوْنَ ۔

ترجمہ۔ ان سے کہہ دو وہی تو رحمٰن ہے جس نے تم کو پیدا کیا اور تمہارے لئے سننے کو کان اور دیکھنے کو آنکھیں اور سمجھنے کو دل بنائے۔ اور تم لوگ بہت ہی کم شکر گزار ہو۔

تفسیر۔ اللہ تعالیٰ اپنے احسانات کا ذکر کرتا ہے۔ اس نے تمہیں کان، آنکھ اور دل دیا۔ اگر آدمی کے ناک کی نوک ایک ماشہ بھر کٹ جائے تو وہ مجلس میں بیٹھنے کے قابل نہیں رہتا۔ ہمارے سامنے اندھے موجود ہیں لیکن ہم آنکھوں والے اپنی آنکھوں کی قدر نہیں کرتے۔ انسان کو چاہیے کہ اللہ تعالیٰ

کی نعمتوں کی قدر کرے کہ اس نے کس قدر احسان ہم پر کئے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۶ ، ۷۔ ۲۳؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۵)

۲۶۔ وَ يَقُوْلُوْنَ مَتٰى هٰذَا الْوَعْدُ اِنْ كُنْتُمْ صٰدِقِيْنَ۔

ترجمہ۔اور وہ (بے ایمان) کہتے ہیں کہ (عذاب یا قیامت کا) وعدہ کب پورا ہوگا جب تم سچے ہو۔

تفسیر۔ مَتٰى ۔کفار سوال کرتے ہیں، یہ وعدہ کب پورا ہوگا۔ہم پر کب عذاب آئے گا۔یہ تو اسی دنیا کی بات ہے۔تم تاریخ مقرر کرو! (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۶،۷۔ ۲۳؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۶)

۲۸۔ فَلَمَّا رَاَوْهُ زُلْفَةً سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا وَ قِيْلَ هٰذَا الَّذِيْ كُنْتُمْ بِهٖ تَدَّعُوْنَ۔

ترجمہ۔ پھر جب اُس (عذاب یا قیامت کو) دیکھیں گے کہ قریب ہی موجود تھا تو منکروں کے چہرے بگڑ جائیں گے اور ان سے کہا جائے گا کہ یہ وہی تو ہے جس کو تم مانگتے تھے۔

تفسیر۔ فرمایا۔عذاب آئے گا۔اور تم رُوسیاہ ہو جاؤ گے۔

تَدَّعُوْنَ۔ وہ عذاب جس کو تم زور سے مانگتے تھے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۶،۷۔ ۲۳؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۶)

سِيْٓـَٔتْ وُجُوْهُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا۔ کافروں کے بڑے آدمی برا منائیں گے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹۔ ماہِ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۵)

۲۹۔ قُلْ اَرَءَيْتُمْ اِنْ اَهْلَكَنِيَ اللّٰهُ وَ مَنْ مَّعِيَ اَوْ رَحِمَنَا ۙ فَمَنْ يُّجِيْرُ الْكٰفِرِيْنَ مِنْ عَذَابٍ اَلِيْمٍ ۔

ترجمہ۔ان سے کہہ دو (خبر) اگر مجھے اور میرے ساتھ والوں کو اللہ ہلاک کر دے یا ہم پر رحم فرماوے،مگر وہ کون ہے جو کافروں کو ٹیس دینے والے عذاب سے پناہ دے۔

تفسیر۔ بہت لوگ کہا کرتے ہیں کہ یہ الہام ہوا تھا۔کیوں پورا نہیں ہوا۔فرمایا۔تم پر عذاب ضرور آئے گا خواہ میرے سامنے آئے۔خواہ میرے بعد آئے۔تم نجات نہیں پا سکتے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۶،۷ مورخہ ۲۳؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۶)

سُوْرَۃُ الْقَلَمِ مَدَنِيَّۃٌ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ۔

ہم سورۃ قلم کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اس اللہ کے نام سے جو رحمٰن ورحیم ہے۔

۲ تا ۷۔ نٓ وَ الْقَلَمِ وَ مَا يَسْطُرُوْنَ۔ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ۔ وَ اِنَّ لَكَ لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ۔ وَ اِنَّكَ لَعَلٰى خُلُقٍ عَظِيْمٍ۔ فَسَتُبْصِرُ وَ يُبْصِرُوْنَ۔ بِاَيِّىكُمُ الْمَفْتُوْنُ۔

ترجمہ۔ قسم ہے نون اور قلم اور کل مسودات کی۔ تو اپنے رب کی مہربانی سے دیوانہ تو نہیں ہے۔ بے شک تیرے لئے اجر ہے جو کبھی منقطع ہونے والا نہیں (اس لئے کہ مجنون کے کام کی مزدوری نہیں ملتی)۔ (تیسری دلیل یہ ہے کہ) بے شک بے شک تو اعلیٰ درجہ کے خلق پر پیدا کیا گیا ہے (یعنی مجنون میں تو خلق نہیں ہوتا)۔ تو قریب ہے کہ تُو بھی دیکھ لے گا اور وہ بھی دیکھ لیں گے۔ (یہ چوتھی دلیل ہے کہ مجنون غور نہیں کرتا)۔ کہ تم میں سے کون بڑا خبطی ہے (یہ پانچویں دلیل ہے)۔

تفسیر۔ دوات اور قلم اور وہ عظیم الشان صداقتیں جن کو لوگ لکھتے ہیں اور لکھتے رہیں گے۔ (ان کے مطالعہ کا نتیجہ تو یہی ہوگا) کہ تو اپنے رب کے فضل سے مجنون نہیں کیونکہ وہ تمام تحریریں تیری صداقت کی گواہ رہیں گی اور دوسری دلیل یہ ہے کہ تیری محنت وکوشش کا بدلہ۔ اجر۔ اس کی مزدوری تیرے لئے غیر منقطع ابدی ہے اور ظاہر ہے کہ مجنون کی محنت وکوشش کا تو کوئی اجر ہی نہیں ہوا کرتا۔ تیسری دلیل یہ ہے کہ مجنون تو خلیق نہیں ہوتے۔ اور تُو خلق پر کیا خلقِ عظیم پر ہے۔ آپؐ کی مقناطیسی جذب اور آپ کے اخلاق ہی تھے کہ اڑب عرب آپ کے حکم پر اپنے خون کو پانی کی طرح بہاتے تھے اور چوتھی دلیل یہ ہے کہ مجنون کے افعال واقوال مثمر ثمراتِ خیر اور منتج کسی نیک نتیجہ کے نہیں ہوا

کرتے اور تیرے اقوال اور تیرے افعال کا نتیجہ تو بھی دیکھ لے گا۔ اور دوسرے لوگ بھی دیکھ لیں گے۔ اور یہ کیسی سچی پیشگوئی نکلی۔ دنیا میں صرف آپ ہی اکیلے ایسے کامیاب ہوئے ہیں جنہوں نے اَکْمَلْتُ لَکُمْ دِیْنَکُمْ وَ اَتْمَمْتُ عَلَیْکُمْ نِعْمَتِیْ۔[1] (المائدۃ:۴) کی آواز اپنی زندگی میں اپنے کانوں سے سنی اور رَاَیْتَ النَّاسَ یَدْخُلُوْنَ فِیْ دِیْنِ اللّٰہِ اَفْوَاجًا۔[2] (النصر:۳) کا نظارہ اپنی آنکھوں سے دیکھا۔ صَلَّی اللّٰہُ عَلَیْہِ وَسَلَّمَ وَ بَارَکَ فَاِنَّہٗ حَمِیْدٌ مَّجِیْدٌ۔ اس پر بھی نہ ماننے والوں نے نہ مانا پر نہ مانا۔ (نورالدّین بجواب ترکِ اسلام۔ کمپیوٹرائزڈ ایڈیشن صفحہ ۶۵، ۶۶)

دنیا میں انسان ایک عجب معجون ہے۔ اس نے زمین کو پھاڑا، پہاڑوں کو چیرا، سمندر کی تہہ سے موتی نکالے، ہوا، سمندر، روشنی پر حکومت کرتا ہے۔ باوجود اس کمال کے کسی اور کے نمونہ کو اختیار کرنا چاہتا ہے۔

وہ تاجر، کسی بڑے تاجر، سپاہی کسی بڑے کمان افسر کی طرح بننا چاہتا ہے۔ راولپنڈی کے ایک دربار میں پرنس آف ویلز[3] کی شان وشوکت دیکھ کر ایک احمق نے مضمون لکھا کہ کاش میں ہی پرنس ہوتا۔ ایک میرا دوست مرض جذام میں گرفتار یہاں آیا۔ مجھے کہنے لگا۔ آپ عقلمند نہیں معلوم ہوئے۔ آپ مجھے اجازت دیں۔ میں کوشش کروں۔ فوراً آپ کو زمین کے بڑے مربعے دلا سکتا ہوں۔ آپ بادشاہ بن جائیں گے! مَیں نے اسے کہا تم نہیں جانتے۔ خوشی اور شے ہے۔ تم مجھے زمین دلواتے ہو۔ خود تو بڑے زمیندار ہو۔ مگر دیکھو۔ تم میں ایسی بیماری ہے کہ تمہارے رشتہ دار بھی تم سے نفرت کرتے ہیں۔ پھر وہ زمین کس کام۔ غرض ہر شخص کسی نمونہ کو سمجھنے کا خواہشمند ہے۔ کوئی حسن وجمال کا شیدا، کوئی ناموری چاہتا، کوئی حکومت کو پسند کرتا، کوئی کسی اور بڑائی کا حریص ہے۔ اس واسطے اللہ تعالیٰ ان کے واسطے ایک نمونہ پیش کرتا ہے۔ دوات اور قلم ہو۔ اور اس سے جو کچھ لکھا جا سکتا ہے۔ سیاسی لوگ سیاست پر کتب لکھتے، ناولسٹ ناول لکھتے اور مختلف لکھنے والے مختلف اشیاء پر لکھتے اور ان کی تحریریں جمع کرو۔ یہ ثابت ہوگا کہ محمدؐ رسول مجنون نہیں تھا۔ اس نے جو کچھ خلقت کے سامنے پیش کیا۔ وہ حق وحکمت سے پُر۔ اور اس نے جو تحریر پیش کی ہے اس کا مقابلہ کوئی تحریر دنیا بھر کی نہیں کرسکتی۔ تمام

---

[1] میں نے کامل کردیا تمہارے لئے دین اور اپنی نعمت تم پر پوری کردی۔ [2] اور تو دیکھے لوگوں کو کہ اللہ کے دین میں فوج درفوج داخل ہورہے ہیں۔ [3] بعدہٗ جارج پنجم۔ مرتب

تعلیمات جن پر عمل کر کے انسان خدا تک پہنچ سکتا ہے۔ وہ سب اس کتاب میں جمع ہیں۔ دلیل یہ ہے کہ مجنون کے نہ رونے کی کسی کو پرواہ ہے نہ اس کے ہنسنے کی کسی کو خواہش ہے نہ اس کی طاقت کی قدر ہوسکتی ہے وہ سارا دن سوئے، جاگے، بیٹھے، سردی میں ننگا، گرمی میں لحاف لے۔ اس کی محنت کا بدلہ نہیں۔ لیکن اے نبی! تیری محنتوں کا ثمرہ غیر ممنون ہے۔ اس کا خاتمہ نہیں۔ ہم نے خود تجربہ کیا ہے۔ آنحضرتؐ کے ہر کام کا پھل ہمیشہ قائم ہے۔ پھر مجنون کے اخلاق نہیں ہوتے۔ وہ دوست کو دشمن اور دشمن کو دوست بنا لیتا ہے۔ لیکن آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم بڑے اخلاق اعلیٰ رکھتے تھے۔ حضرت عائشہؓ فرماتی ہیں کہ قرآن لائف آف محمدؐ ہے۔ خُلُقُہُ الْقُرْاٰنُ۔ پھر فرمایا۔ دیکھو اے مخالفو! اس کے مقابلہ میں کسی کا زور نہ چلے گا۔ یہ بھی دیکھے گا اور تم بھی دیکھو گے کہ کون فتح مند ہوتا ہے۔ عرب اور عجم کوئی اس کے بالمقابل کامیاب نہ ہو سکے گا۔ یہ اس کی صداقت کی دلیل ہے۔

اگر تم کوئی نمونہ اعلیٰ چاہتے ہو اور وعدۂ خداوندی فَمَنْ تَبِعَ هُدَایَ سے فائدہ اٹھانا چاہتے ہو تو یاد رکھو کہ علم کے لئے قرآن شریف اور عملی زندگی کے لئے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا عملدرآمد بس ہے...... آج تک جس نسخہ کو بہت آزمایا اور سچا پایا ہے۔ وہ یہی کہ فتح اور نصرت اور کامیابی کے حصول کا ایک ہی نسخہ قرآن شریف ہے۔ (بدر جلد ۱۲ نمبر ۱۵ مورخہ ۱۰؍اکتوبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۳)

ن والقلم ۔ دواتوں اور قلموں سے جو کچھ لکھا جاتا ہے ان سب پر غور و خوض اور سب علوم پر مفید نتائج مرتب ہوتے ہیں۔ (لَاَجْرًا غَيْرَ مَمْنُوْنٍ) پھر مجنون میں خلق نہیں ہوتا اور تم اعلیٰ اخلاق پر قائم ہو۔ (تشحیذ الاذہان جلد ۸ نمبر ۹ ماہ ستمبر ۱۹۱۳ء صفحہ ۴۸۵)

مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ۔...... اس کا خلاصہ یہ ہے کہ اپنے رب کے فضل سے تو مجنون نہیں کیونکہ تو اعلیٰ اخلاق پر ہے اور مجنون کے اخلاق و فضائل اعلیٰ کیا ادنیٰ درجہ پر بھی نہیں ہوتے۔ پھر مجنون تمام دن اور رات میں کوئی کام کرے اس کے کاموں پر کچھ نتائج و ثمرات صحیحہ واقعیہ مرتب نہیں ہوا کرتے اور جو تو نے کام کئے ہیں ان کے نتائج تو بھی دیکھ لے گا اور تیرے مخالف بھی دیکھ لیں گے کہ مجنون کون ہے۔ (نورالدین بجواب ترک اسلام صفحہ ۳۲۲)

نٓ۔ دوات۔ مَآ اَنْتَ بِنِعْمَةِ رَبِّكَ بِمَجْنُوْنٍ۔ تو مجنون نہیں ہے۔

ان آیات میں اللہ تعالیٰ نے کفار کے اس قول کا ردّ کیا ہے کہ نعوذ باللہ آنحضرت (صلی اللہ

علیہ وآلہٖ وسلم) مجنون ہیں۔اوراس پر دلائل دیئے ہیں۔فرمایا قلم دوات کولو اور جو علوم دنیا میں پیدا ہوئے ہیں سب کو جمع کرو اور تمام انبیاء علیہم السلام کی تعلیمات کولو اور ان کو ایک جگہ جمع کرو۔اور پھر اس کلام (قرآن) کے ساتھ مقابلہ کرکے غور کرو کہ کیا یہ مجنون کا کلام ہے۔

بلکہ فرمایا۔قلم اور دوات کے ساتھ جو کچھ آئندہ بھی کبھی لکھا جاویگا۔اس سے ہمیشہ یہی ثابت ہوتا رہے گا کہ یہ خیال جو اس نبیؐ کے متعلق کیا گیا ہے بالکل باطل ہے۔ہر ایک نیا علم جو دنیا میں نکلے گا۔جو خداوند تعالیٰ سے محبت اور مخلوق پر شفقت کے متعلق ہوگا۔وہ اس کی صداقت اور علم وعقل کے کمال کو ثابت کرتا رہے گا۔وہ تمام بحثیں اور تحریریں جو آئندہ ہوں گی وہ کوئی ایسا دینی مسئلہ پیدا نہ کرسکیں گی۔جو انسان کی بہبودی کے واسطے ضروری ہو اور اس پاک کلام میں نہ پایا جاتا ہو۔پھر ایسی کتاب کا لانے والا کیونکر مجنون ہوسکتا ہے۔

ان آیات میں اس امر کی طرف بھی اشارہ ہے کہ اب قلم ودوات کا زمانہ آنے والا ہے جبکہ ہر شے لکھی جائے گی اور صحائف بہت کثرت سے ہوں گے۔اور بڑے علوم کا زمانہ خیال کیا جاوے گا۔اس وقت بھی قرآن شریف کی شریعت صحیح اور غیر متبدل ثابت ہوگی۔اور دنیا کو ماننا پڑے گا کہ ایسے مستحکم ، معقول،مدلل کا لانے والا بجز ایک کامل نبی کے کوئی ہونہیں سکتا۔چہ جائیکہ وہ دیوانہ ہو۔

غَيْرَ مَمْنُوْنٍ۔غیر منقطع۔چونکہ یہ کلام ایسا ہے کہ فِيْهَا كُتُبٌ قَيِّمَةٌ (البيّنة:۴)اس میں مضبوط کتابیں شامل ہیں جو قائم رہنے والی ہیں۔اس واسطے یہ علوم ہمیشہ سچے ثابت ہوتے رہیں گے اور ان سے دنیا میں ہمیشہ نور پھیلتا رہے گا اور اس طرح تیرا ثواب جاری رہے گا کیونکہ یہ ابدی شریعت ہے۔

یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے مجنون نہ ہونے کی ایک دلیل بیان فرمائی ہے۔کیونکہ پاگل جو ہوتا ہے۔نہ اس کے کاموں میں کوئی ترتیب اور نظام ہوتا ہے اور نہ اس کے کاموں پر نتائج مترتب ہوا کرتے ہیں۔برخلاف اس کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے کام منتظم تھے۔اور ان سے بڑے بڑے اہم اور مفید نتائج پیدا ہوئے۔

اس میں اہل عرب کو اور آئندہ تاریخِ زمانہ پر نگاہ کرنے والوں کو سمجھایا ہے کہ دیکھو ہمارا رسول بھی ایک کام کررہا ہے اور اس کے بالمقابل تم بھی ایک کام کررہے ہو۔اب دیکھنا یہ ہے کہ مکہ کو کون فتح کرتا ہے اور غیر منقطع اجر کس کو ملتا ہے۔کون عاقل ثابت ہوتا ہے اور کون دیوانہ۔

ایک اور دلیل آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاگل نہ ہونے کی اس جگہ بیان فرمائی ہے۔ فرمایا۔ جو شخص خلقِ عظیم اپنے اندر رکھتا ہے۔ اس کو پاگل کس طرح کہہ سکتے ہیں۔ پاگل کے اخلاق اچھے نہیں ہوا کرتے۔ کیا وہ شخص جو عاقبت اندیشی ، شجاعت ، مروت ، جودوسخا ، استقامت ، بلند ہمتی ، عفّت، حیا ، زہد، اتّقا۔ ریاضت، فصاحت، بلاغت، عفو، کرم، رحم، حلم، توکل، امانت، دیانت۔ غرض تمام اخلاقِ فاضلہ کا سرچشمہ ہو۔ کیا وہ مجنون ہوسکتا ہے۔ ہرگز نہیں۔

یاد رکھنا چاہیے کہ خلق صرف نرمی، حلیمی اور انکسار کا نام نہیں۔ جیسا کہ عام طور پر سمجھا گیا ہے۔ بلکہ انسان کے اندر بمقابلہ ظاہری قوٰی کے جو باطنی کمالات کی کیفیات ہیں۔ ان سب کا نام خُلق ہے۔ اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم میں وہ سب پائی جاتی تھیں۔ اسی پر قرآن شریف میں دوسری جگہ فرمایا ہے۔

لَقَدْ كَانَ لَكُمْ فِيْ رَسُوْلِ اللّٰهِ اُسْوَةٌ حَسَنَةٌ (الاحزاب:۲۲)

کہ اخلاق کے واسطے یہ رسول کامل نمونہ ہے۔ اس کی سنت کو اختیار کرو۔

حضرت عائشہ رضی اللہ عنہا سے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے خلق کے متعلق سوال ہوا تھا تو انہوں نے فرمایا۔ خُلُقُهُ الْقُرْاٰنُ آپؐ کا خلق قرآن تھا۔ قرآن مجید میں جو اعلیٰ تعلیم دی گئی ہے اس سارے کے عمل کا آپؐ نمونہ تھے۔ جو لوگ رسولِ خدا صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سوانح عمریاں تلاش کرتے ہیں۔ انہیں چاہیے کہ جناب صدیقہ کے اس قول کی طرف توجہ کریں۔

دنیاداروں کی ہمیشہ عادت چلی آئی ہے کہ خدا کے محبوب مجذوب لوگوں کا نام دیوانہ رکھتے ہیں حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جب سلطان روم کو اس کے اراکین کی خراب حالت کی طرف توجہ دلائی تو آپؐ کو بھی کہا گیا کہ تو مجنون ہے۔ جس پر انہوں نے خدا تعالیٰ کے حضور میں عرض کی ؎

آنکس کہ بتو رسد شہاں راچہ کند بافرّ توفرّ خُسرواں چہ کند
چوں بندہ شناختت بداں عزّو جلال بعد از جلال دیگراں راچہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی دیوانۂ تو ہر دوجہاں را چہ کند[1]

---

[1] جس نے تجھے پالیا (یعنی خدا کو) اس کو بادشاہوں سے کیا واسطہ۔ وہ احترام وشکوہ خسرو کو لے کر کیا کرے گا۔ جب بندہ تیرے اس عزو جلال کو پہچان لے تو اس کے بعد اُسے کسی دوسرے کے جلال کی حاجت نہیں رہتی۔ تو پہلے اپنا دیوانہ کرتا ہے اور پھر اسے دونوں جہان بخش دیتا ہے۔ جبکہ تیرا دیوانہ اُن دو جہانوں کا کیا کرے گا۔

اسی خُلق عظیم کی طرف اشارہ ہے۔ جہاں گزشتہ انبیاء کا ذکر کر کے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کو حکم ہوا ہے۔ فَبِهُدٰىهُمُ اقْتَدِهْ۔ [1] (الانعام:۹۱) انبیاء سابقین میں جو خاص باتیں منفرد طور پر مخصوص تھیں۔ ان تمام اَخلاقِ متفرقہ کو اپنی ذات میں جمع کر لے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۶، ۷ مورخہ ۲۳؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۶)

حدیث شریف میں آیا ہے اِنَّمَا بُعِثْتُ لِاُتَمِّمَ مَكَارِمَ الْاَخْلَاقِ میری بعثت اس غرض کے واسطے ہے کہ تمام اخلاقِ حسنہ کو اپنے کمال تک پہنچا دوں۔

اسی پر شاعر نے کہا ہے ؎

حُسنِ یوسف دمِ عیسٰی یدِ بیضا داری آنچہ خوباں ہمہ دارند تو تنہا داری [2]

فَسَتُبْصِرُ وَ يُبْصِرُوْنَ. بِاَيِّكُمُ الْمَفْتُوْنُ۔ یہ پیشگوئی ہے کہ اے نبیؐ وہ زمانہ قریب ہے جبکہ تو بھی دیکھ لے گا۔ اور یہ تیرے مخالف بھی دیکھ لیں گے کہ کس کی بات سچی نکلتی ہے۔ اور کون مجنون ثابت ہوتا ہے۔ فتح مکہ نے بہت جلد کفار پر ثابت کر دیا کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم نے جو فرمایا تھا وہی سچ اور حق تھا۔

مجنون اسباب صحیحہ کے مہیا نہ کر سکنے کے سبب ناکام رہتا ہے۔ انبیاء ہمیشہ کامیاب ہوتے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۸، ۹ مورخہ ۳۰؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۷)

۸۔ اِنَّ رَبَّكَ هُوَ اَعْلَمُ بِمَنْ ضَلَّ عَنْ سَبِيْلِهٖ ۖ وَهُوَ اَعْلَمُ بِالْمُهْتَدِيْنَ۔

ترجمہ۔ بے شک تیرا پروردگار اسے خوب جانتا ہے کہ کون اس کے راستہ سے گمراہ ہے (یعنی تیرے منکر گمراہ ہی ہیں) اور وہ ہدایت پائے ہوؤں کو بھی خوب جانتا ہے (یعنی تجھے جو سب ہادیوں کا سردار ہے)۔

تفسیر۔ اللہ تعالیٰ ناکامیابی اور کامیابی اندھا دھند نہیں دیا کرتا بلکہ مومن کو کامیاب کرتا ہے اور منکر کو ناکامی حاصل ہوتی ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۸، ۹۔ مورخہ ۳۰؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۷)

---

[1] تو انہیں کے سیدھے راستہ کی پیروی کر۔ [2] آپؐ حسن یوسفؑ دمِ عیسیٰؑ اور ید بیضا رکھتے ہیں۔ وہ تمام معجزات جو دوسروں کی انفرادی خوبیاں ہیں وہ سب آپؐ میں جمع ہیں۔

۹۔ فَلَا تُطِعِ الْمُكَذِّبِيْنَ۔

ترجمہ۔ تو جھٹلانے والوں کا کہانہ ماننا۔

تفسیر۔ مکذبین کا کہنا نہ مانو۔

مباحثہ کے وقت مخالف کے مقدّمات کو مان نہیں لینا چاہیے۔ بلکہ مخالف جو باتیں پیش کرتا ہے وہ غالب دعاوی ہی ہوتے ہیں چکر دے کر ان سے دلائل پوچھنے چاہییں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۸ ، ۹۔ مورخہ ۳۰/نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۷)

۱۰۔ وَدُّوْا لَوْ تُدْهِنُ فَيُدْهِنُوْنَ۔

ترجمہ۔ وہ تو یہی چاہتے ہیں کہ تم ذرہ دھیمے پڑو تو وہ بھی دھیمے پڑ جائیں۔

تفسیر۔ وہ چاہتے ہیں کہ تُو ان سے چکنی چپڑی باتیں کرے اور وہ بھی تیرے ساتھ ایسی ہی باتیں کریں اور اپنے مذہب پر پکے رہیں۔

حق کے منکرین ہمیشہ یہ چاہتے ہیں کہ مذہب کے معاملہ میں ان کے ساتھ گفتگو نہ کی جائے اور جو عیب ان میں ہے وہ کبھی ان کو نہ جتلایا جاوے اور باہمی میل جول ہوتا رہے۔ یہ بات خداوند تعالیٰ کو پسند نہیں۔

ان آیات میں اس واقعہ کی طرف اشارہ ہے جبکہ عمائدِ قریش جمع ہو کر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے پاس آئے اور کہنے لگے کہ ہم آپس میں صلح جوئی اختیار کریں اور اس کی راہ یہ ہے کہ اگر آپ کو مال و دولت کی خواہش ہے تو ہم بہت سامال جمع کر دیتے ہیں اور اگر عیش وعشرت مقصود ہے تو عمدہ سے عمدہ کنواری لڑکیاں آپؐ کے لئے بہم پہنچا دیویں۔ غرض ہر طرح سے لالچ دیا گیا مگر آپؐ نے فرمایا کہ میں ان اشیاء میں سے کسی کا بھی آرزومند نہیں ہوں۔ میں تو صرف تمہاری بہتری چاہتا ہوں تا کہ تم ہلاک ہونے سے بچ جاؤ۔ مروی ہے کہ وہ لوگ جو ایسا پیغام لائے تھے ان کے نام یہ ہیں۔ ولیدؔ بن مغیرہ، ابوجہلؔ، اسودؔ بن عبد یغوث اور اخنسؔ بن شریق۔

مدارات جائز ہے۔ مداہنہ جائز نہیں۔ امام غزالی علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں کہ مدارات اور مداہنہ میں باریک سا فرق ہے۔ مدارات اس کو کہتے ہیں کہ اپنے دین کی سلامتی اور حفاظت کے واسطے

چشم پوشی کی جائے یا اس چشم پوشی میں اپنے بھائی مسلمان کی اصلاح مدنظر رکھی جائے اور مداہنت وہ ہے کہ اپنے حظِ نفس، خواہشِ نفسانی اور سلامتی جاہ کے لئے چشم پوشی کی جاوے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۸ ، ۹۔مورخہ ۳۰ رنومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۷)

۱۱۔ وَلَا تُطِعْ كُلَّ حَلَّافٍ مَّهِيْنٍ۔

ترجمہ۔ اور تو کہا نہ مان ہر ایک بڑی جھوٹی قسمیں کھانے والے ذلیل بے عقل کا۔

تفسیر۔ حَلَّافٍ ۔ جھوٹی قسمیں کھانے والا۔ بہت قسمیں کھانے والا۔ جیسا کہ بعض لوگوں کی عادت ہوتی ہے کہ بات بات پر واللہ، باللہ کہتے رہتے ہیں۔ ایسے لوگ خدا تعالیٰ کا نام بے فائدہ لیتے ہیں۔ اور لَا تَجْعَلُوا اللّٰهَ عُرْضَةً لِّاَيْمَانِكُمْ۔[1] (البقرة:۲۲۵) کے حکم کی مخالفت کرتے ہیں۔

مَّهِيْنٍ۔ قلیل الفہم ، پست ہمت ، سست رائے، خفیف العقل۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۸ ، ۹۔مورخہ ۳۰ رنومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۷)

۱۲۔ هَمَّازٍ مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۔

ترجمہ۔ طعنہ دیتا ہے چغلیاں کرتا پھرتا ہے۔

تفسیر۔ هَمَّازٍ ۔ طعنہ دینے والا۔ لوگوں کی برائیاں بیان کرنے والا۔

مَّشَّآءٍۭ بِنَمِيْمٍ ۔ چغل خور۔ سخن چینی کے واسطے لوگوں کے درمیان آمد ورفت کرنے والا۔ حدیث شریف میں آیا ہے۔ سب سے بہتر وہ بندگانِ خدا ہیں جن کو دیکھ کر خدا یاد آتا ہے۔ اور سب سے بدتر وہ ہیں جو لگائی بجھائی کر کے دوستوں میں جدائی ڈلواتے اور پاک لوگوں کے عیب تلاش کرتے پھرتے ہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۸ ، ۹۔مورخہ ۳۰ رنومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۷)

۱۳۔ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ مُعْتَدٍ اَثِيْمٍ ۔

ترجمہ۔ نیک کام سے روکتا ہے سخت دل، بداخلاق، حد سے بڑھتا ہے۔

تفسیر۔ مَّنَّاعٍ لِّلْخَيْرِ ۔ نیکی سے منع کرنے والا۔

خیر کے معنے مال کے بھی ہیں۔ ولید بن مغیرہ اپنے بیٹوں اور اقارب کو کہا کرتا تھا کہ جو کوئی محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی متابعت کرے گا وہ میرے مال سے محروم رہے گا۔

---

[1] نہ بنالو اللہ کو مانع اپنی قسموں کے باعث۔

اس کی بہت سی مثالیں اس زمانہ میں بھی موجود ہیں۔بعض لوگوں نے اپنی اولاد کو مسلمان ہو جانے کے سبب محروم الارث کر دیا ہے۔اللہ تعالیٰ انہیں اس سے بہتر مال عطا کرے گا۔

اَثِیْمٍ ۔ بدکار (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۸ ، ۹۔مورخہ ۳۰؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۷)

۱۴۔ عُتُلٍّ بَعْدَ ذٰلِكَ زَنِيْمٍ ۔

ترجمہ۔اڑیل ضدّی بڑا بد اصل ہے۔

تفسیر۔ عُتُلٍّ ۔ جھگڑے میں سخت۔اُجڈ

زَنِيْمٍ ۔ ولدالزنا۔نطفۂ بے تحقیق جو کسی قوم کا نہ ہو اور اپنے آپ کو اس قوم کا بتلائے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۸ ، ۹۔مورخہ ۳۰؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۷)

۱۷۔ سَنَسِمُهٗ عَلَى الْخُرْطُوْمِ ۔

ترجمہ۔ ہم قریب ہی اس کی سونڈھ یعنی لمبی ناک پر داغ لگا دیں گے۔

تفسیر۔ جس امر میں وہ عزت چاہتا ہے۔اسی میں اس کو بے عزت کیا جاوے گا۔

خرطوم سے مراد ناک ہے۔مطلب یہ کہ اس کی ناک کٹ جاوے گی۔بے عزت ہوگا، ذلیل ہوگا۔

یہ ایک پیشگوئی تھی۔چنانچہ ایسا ہی واقعہ ہوا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۸ ، ۹۔مورخہ ۳۰؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۷)

۱۸، ۱۹۔ اِنَّا بَلَوْنٰهُمْ كَمَا بَلَوْنَاۤ اَصْحٰبَ الْجَنَّةِ ۚ اِذْ اَقْسَمُوْا لَيَصْرِمُنَّهَا مُصْبِحِيْنَ ۔ وَلَا يَسْتَثْنُوْنَ ۔

ترجمہ۔ ہم نے ان کو آزمایا جیسا باغ والوں کو آزمایا۔جب انہوں نے قسم کھائی کہ باغ کے پھل ضرور توڑ لیں گے صبح ہی۔اور انشاء اللہ بھی نہ کہا۔

تفسیر۔ بَلَوْنٰهُمْ ۔ ہم نے ان کو امتحان میں ڈالا۔

یہاں ایک قوم کا حال بطور مثال کے بیان کیا گیا ہے۔خدا تعالیٰ نے انہیں ایک باغ عطا کیا تھا۔مگر انہوں نے خداوند تعالیٰ کی نعمت کا شکریہ کر کے مساکین کو حصہ نہ دینا چاہا۔بخل کیا۔نتیجہ یہ ہوا کہ تمام باغ جل کر خاک سیاہ ہوگیا۔اور ان کے ہاتھ بھی کچھ نہ آیا۔

اس مثال سے اہلِ مکہ کو عبرت حاصل کرنے کی طرف توجہ دلائی گئی ہے کہ تمہیں جو ریاست و دولت

دی گئی ہے۔اس سے نیک فائدہ اٹھاؤ۔ یہ ایک ابتلا ہے کہ مال وجاہ والا ہوکر تم پیغمبرِ وقت کی اطاعت کرتے ہو یا نہیں۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۸،۹ مورخہ ۳۰ ؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۷، ۲۷۸)

یَسْتَثْنُوْنَ ۔ استثناء سے مراد شکر نعمت اللہ کا بجالانا ہے اور انشاء اللہ کہنا ہے۔ اہلِ محاورہ بولتے ہیں۔

حَلَفَ فُلَانٌ یَمِیْنًا لَیْسَ فِیْھَا اِسْتِثْنَاءٌ[1]

انسان کو چاہیے کہ اپنے ہر ارادے میں اللہ تعالیٰ پر توکل کرے اور اس کے علم اور قدرت سے سہارا لے۔ اور انشاء اللہ کہے۔ مگر اس مقدس کلمہ کو وعدہ پورا نہ کرنے کا بہانہ نہ بنائے جیسا کہ فی زمانہ بعض لوگوں کی عادت ہوگئی ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۸،۹ مورخہ ۳۰ ؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۸)

۲۰۔ فَطَافَ عَلَیْھَا طَآئِفٌ مِّنْ رَّبِّكَ وَ ھُمْ نَآئِمُوْنَ ۔

ترجمہ ۔ پھر اُس پر تیرے رب کی طرف سے ایک بلا پھر گئی اور وہ سوتے کے سوتے ہی رہے۔

تفسیر ۔ طَآئِفٌ ۔ پھر جانے والا عذاب۔

رات کے وقت اس قوم پر عذاب آیا تھا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۸،۹ مورخہ ۳۰ ؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۸)

۲۶۔ وَ غَدَوْا عَلٰی حَرْدٍ قٰدِرِیْنَ ۔

ترجمہ ۔ اور سویرے ہی جا پہنچے بخل کی نیت سے اپنے کو پورا قادر سمجھ کر۔

تفسیر ۔ قٰدِرِیْنَ ۔ لپک کر چلنے والے۔ مساکین کے نہ دینے کا اندازہ کرنے والے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۸،۹ مورخہ ۳۰ ؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۸)

۲۹۔ قَالَ اَوْسَطُھُمْ اَلَمْ اَقُلْ لَّكُمْ لَوْ لَا تُسَبِّحُوْنَ ۔

ترجمہ ۔ (ان کے) منجھلے اور بہتر آدمی نے کہا کیوں میں نے تم سے نہیں کہا تھا کہ اللہ کی تسبیح کیوں نہیں کرتے۔

تفسیر ۔ اَوْسَطُھُمْ ۔ جو ان میں سے اچھا تھا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۸،۹ مورخہ ۳۰ ؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۸)

---

[1] فلاں شخص نے قسم کھائی اور انشاء اللہ نہ کہا۔

۳۳۔ عَسٰی رَبُّنَاۤ اَنْ یُّبْدِلَنَا خَیْرًا مِّنْهَاۤ اِنَّاۤ اِلٰی رَبِّنَا رٰغِبُوْنَ۔

ترجمہ۔قریب ہے کہ ہمارارب اس سے بہتر بدلہ عنایت کرے۔ہم تواپنے رب کی طرف راغب ہیں۔

تفسیر۔ معلوم ہوتا ہے کہ ان کی سرشت اچھی تھی کیونکہ پھر خدا تعالیٰ کی طرف رجوع کرنے کا عزم ان میں پیدا ہوا۔ جو شخص نقصان پر صبر کرتا ہے اور اپنے گناہوں کا اقرار کر کے اللہ تعالیٰ کی طرف رجوع کرتا ہے۔اللہ تعالیٰ پہلے سے بہتر و برتر عنایت کرتا ہے۔مولانا روم فرماتے ہیں ؎

اوّلم خم شکست و ہر کہ بریخت　　من نگفتم کہ ایں زیانم کرد
صد خمِ صافی ازپیٔ آں حوضم داد و شاد مانم کرد[1]

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۸، ۹ مورخہ ۳۰؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۸)

۳۵۔ اِنَّ لِلْمُتَّقِیْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ جَنّٰتِ النَّعِیْمِ۔

ترجمہ۔بے شک متقیوں کے لئے ان کے ربّ کے نزدیک نعمت کے باغ ہیں۔

تفسیر۔ مُتَّقِیْنَ۔ اوپر کی آیات میں منکرین کا بیان ہے۔اب متقین کا ذکر ہے کہ جن لوگوں نے تقوٰی اختیار کیا ہے اور آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی متابعت اختیار کی۔ وہ کامیاب اور بامراد ہوں گے۔ان کے لئے جنت النعیم ہے۔ یہاں بھی اور وہاں بھی۔ یہ ایک پیشین گوئی ہے جو کہ اس جہاں میں بھی پوری ہوگی اور اگلے جہاں میں بھی۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۸،۹ مورخہ ۳۰؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۸، ۲۷۹)

۳۶۔ اَفَنَجْعَلُ الْمُسْلِمِیْنَ کَالْمُجْرِمِیْنَ۔

ترجمہ۔ کیا ہم مسلمانوں کو مجرموں کے برابر کر دیں گے۔

تفسیر۔ مُجْرِم۔ قطع تعلق کرنے والا۔

مَسْلِم ۔ سچا فرماں بردار۔خدا تعالیٰ سے تعلق رکھنے والا۔

فرمایا ہے کہ جو لوگ اللہ تعالیٰ کے حکموں کو نہیں مانتے اور رسول کا انکار کرتے ہیں۔ وہ ان لوگوں

---

[1] پہلے میرا پیالہ گر کر ٹوٹ گیا اور اس کے ساتھ ہی جو اس میں تھا وہ بھی سب گر گیا۔ مگر میں یہ نہیں کہتا کہ اس سے میرا نقصان ہوا ہے کیونکہ اس نے (یعنی خدا نے) صد خالص پیالے میرے حوض کو دے کر مجھے خوش کر دیا ہے۔

کے ساتھ برابر نہیں ہو سکتے جو قطع تعلق کرنے والے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۸،۹ مورخہ ۳۰ ؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۹)

۳۹۔ اِنَّ لَكُمْ فِيْهِ لَمَا تَخَيَّرُوْنَ۔

ترجمہ۔ کیا آخرت میں تم کو وہی ملے گا جو تم پسند کرو گے (کیا تم کو پورا اس میں اختیار دیا گیا ہے)۔

تفسیر۔ تَخَيَّرُوْنَ۔ جو تم پسند کرو۔

کیا جو تم پسند کرتے ہو وہ شریعت بن سکتی ہے؟ خیالات کے ساتھ واقعات وابستہ نہیں ہو سکتے۔ یہ بہت مشکل بات ہے کہ انسان کی تمام خواہشات پوری ہوتی چلی جائیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۸،۹ مورخہ ۳۰ ؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۹)

۴۰،۴۱۔ اَمْ لَكُمْ اَيْمَانٌ عَلَيْنَا بَالِغَةٌ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ اِنَّ لَكُمْ لَمَا تَحْكُمُوْنَ۔ سَلْهُمْ اَيُّهُمْ بِذٰلِكَ زَعِيْمٌ۔

ترجمہ۔ یا تم نے ہم سے قسمیں لے رکھی ہیں جو قیامت کے دن تک چلی جائیں گی اور تم کو وہی ملے گا جو تم حکم کرو گے۔ ان سے پوچھ کہ ان میں سے کون اس کا ذمہ لیتا ہے۔

تفسیر۔ اِلٰى يَوْمِ الْقِيٰمَةِ۔ قیامت کے معاملہ میں۔

زَعِيْمٌ۔ ذمہ دار (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۸،۹ مورخہ ۳۰ ؍نومبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۷۹)

۴۳،۴۴۔ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا يَسْتَطِيْعُوْنَ۔ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَ قَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَهُمْ سٰلِمُوْنَ۔

ترجمہ۔ جس دن پنڈلی کھول دی جائے گی اور ان کو بلایا جائے گا سجدہ کرنے کو (یعنی نماز کے لئے) تو وہ نہ کر سکیں گے (یعنی تارک نماز اذان سنتے تو سجدے کی طرف نہیں آ سکتے)۔ جھکی ہوں گی ان کی آنکھیں اور ذلت ان پر چھائی ہوئی ہو گی اور حالانکہ وہ تندرستی کی حالت میں نماز کے لئے بلائے جاتے تھے۔

تفسیر۔ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ ۔ یہ ایک محاورہ عربی زبان کا ہے۔ اور اس کے معنے ہیں۔ جب حقیقت کھل جائے گی یا جب بہت گھبراہٹ ہو گی۔

بعض تفاسیر کے بیان کردہ معانی کی بناء پر اس آیت پر آریوں اور عیسائیوں نے اعتراض کیا ہے جو کہ بمعہ جواب درج ذیل ہے۔

’’مکذب براہین نے تکذیب کے صفحہ ۶۹ میں قرآن شریف کی آیت یَوْمَ یُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ کو صانعِ عالم کی ہستی کی دلیل سمجھ کر یہ اعتراض کیا ہے ’’خدائے بے چون و چرا محمدیوں کو کہتا ہے۔ میں قیامت کے روز تم کو دیدار دوں گا اور تم نہیں مانو گے۔ اور پھر میں تمہارے اصرار کرنے پر پنڈلی سے جامہ اٹھا کر بتلاؤں گا تب تم سجدہ میں گرو گے۔ جائے تعجّب اور حیرت ہے۔ خداوند تعالیٰ بسبب زودرنجی کے جامہ سے باہر ہوا جاتا ہے۔ اور نہیں شرماتا‘‘

مُصدِّق: تمام اعتراض از سرتا پا افترا و بہتان اور راستی سے بے نام ونشان ہے۔ اوّل اس لئے کہ اگر معترض ہی کا وہ ترجمہ مان لیا جاوے جو خود معترض نے اس آیت کے نیچے لکھا ہے ’’جس روز جامہ اٹھایا جاوے گا پنڈلی سے اور بلائے جاویں گے لوگ واسطے سجدہ کرنے کے۔ بس نہ کرسکیں گے‘‘ (تکذیب صفحہ نمبر ۶۸) جب بھی اس ترجمہ سے وہ باتیں نہیں نکلتیں جو مکذب براہین نے اپنے اعتراض میں بیان کی ہیں۔ مثلاً ’’تم کو دیدار دوں گا‘‘ ایک[۱]۔ ’’اور تم نہیں مانو گے‘‘ دو[۲]۔ ’’پھر میں تمہارے اصرار پر‘‘ تین[۳]۔ ’’تب تم سجدہ میں گرو گے‘‘ چار[۴]۔ ’’زُودرنجی‘‘ پانچ[۵]۔ ’’نہیں شرماتا‘‘ چھ[۶]۔ تعجب وحیرت ہے فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ کے معنے مکذّب نے یہ لکھے ہیں۔ ’’پس نہ کرسکیں گے‘‘ اور اعتراض میں مکذب نے لکھا ہے ’’تب تم سجدہ کرو گے‘‘ آریہ صاحبان! انصاف کرو! اور سچ کے اختیار کرنے میں دیر نہ کرو۔ وَالْعَاقِبَةُ لِلْمُتَّقِیْنَ (الاعراف: ۱۲۹)[۱] اب میں آپ کو اس آیت کی بقدرِ ضرورت تشریح سناتا ہوں اور آیت کا مابعد بھی ساتھ ہی بیان کرتا ہوں۔

یَوْمَ یُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ وَّ یُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ فَلَا یَسْتَطِیْعُوْنَ۔ خَاشِعَةً اَبْصَارُهُمْ تَرْهَقُهُمْ ذِلَّةٌ وَ قَدْ كَانُوْا یُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ وَ هُمْ سٰلِمُوْنَ۔[۲]

---

[۱] یادرکھو انجام کار کامیابی خداترسوں کے حصہ میں آتی ہے۔ [۲] جس وقت سخت اضطراب کا وقت ہوگا۔

السّاق: عربی میں شدت اور تکلیف کو کہتے ہیں اور کشف الساق شدت اور تکلیف کا ظہور ہے۔ پس یَوْمَ یُکْشَفُ عَنْ سَاقٍ کے معنے ہوئے۔ جب شدت اور تکلیف کا ظہور ہوگا ان معنوں کا ثبوت علاوہ لغتِ عرب کے قرآنِ کریم سے دیا جاتا ہے۔

كَلَّآ اِذَا بَلَغَتِ التَّرَاقِيَ - وَ قِيْلَ مَنْ رَاقٍ - وَّظَنَّ اَنَّهُ الْفِرَاقُ - وَ الْتَفَّتِ السَّاقُ بِالسَّاقِ - اِلٰى رَبِّكَ يَوْمَئِذِ ۣ الْمَسَاقُ۔(القیامۃ:۲۷تا۳۱)[۱]

عَجِبْتُ مِنْ نَّفْسِيْ وَ مِنْ اَشْفَاقِيْ وَ مِنْ طَرَّاوِي الطَّيْرِ عَنْ اَرْزَقِهَا
فِيْ سَنَةٍ قَدْ كَشَفَتْ عَنْ سَاقِهَا![۲]

اوراب جب جنگ کی شدت ہوتی ہے تو کہتے ہیں کَشَفَ الْحَرْبُ عَنْ سَاقٍ یعنی گھمسان کا رَن واقع ہوا۔ اب اس تحقیق پر آیت شریف کا یہ مطلب ہوا کہ جب عبادت کے کمزور کو مرضِ موت کی شدت انتہا درجہ کو پہنچ جاتی ہے اور بڑا بوڑھا یا ناتواں زار ونزار ہو جاتا ہے اور اس وقت اللہ تعالیٰ کی عبادت کی طرف بلانے والے مؤذن نے حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ۔ حَیَّ عَلَی الْفَلَاحِ کا کلمہ بڑے اونچے منار سے بلند آواز کے ساتھ پکار سنایا۔ اور وہ میٹھی آواز سلیم الفطرت ناتواں کے کان میں پہنچی۔ اب اس کا دل مسجد کو جانے کے لئے تڑپتا ہے۔ مگر اس وقت وہ مرنے کی حالت میں مبتلا۔ اچھی طرح ہل جل بھی نہیں سکتا اور دل میں کڑھتا ہے مگر اب اس کڑھنے سے قوی نہیں ہو جاتا۔ اسی آیتِ شریف میں

بقیہ حاشیہ۔ اور سجدہ کی طرف بلائے جائیں گے۔ پس ان کو سجدہ کرنے کی طاقت نہ ہوگی۔ اُن کی آنکھیں (مارے ضعف و دہشت) کے بے نور ہوگئی ہوں گی۔ ذلت نے انہیں ڈھانک رکھا ہوگا۔ اور (اس حالت سے پہلے) جب بھلے چنگے تھے۔ سجدہ کے لئے بلائے جاتے تھے۔ [۱] ایسا نہ ہوگا۔ جس وقت سانس ہنسلی پر پہنچ جاتی ہے اور کہا جاتا ہے۔ کون افسوس کرنے والا ہے (جو اسے اب بچالے) اور (مریض) یقین کرتا ہے کہ اب جدائی کا وقت ہے اور سخت گھبراہٹ اس پر طاری ہوتی ہے۔ اس وقت چلنا تیرے رب کی طرف ہے راجز عرب کے نامی شاعر کا قول ہے۔ [۲] تعجب ہے کہ قحط کے دنوں میں جب شدت سے اضطراب واقع ہوا۔ مَیں بھوکوں مرنے کے خوف سے پرندوں کو ان کی روزی کھانے سے روکتا تھا۔

وَ قَدْ كَانُوْا يُدْعَوْنَ اِلَى السُّجُوْدِ کے پیچھے وَهُمْ سَالِمُوْنَ کا کلمہ ان معنے کا قرینہ موجود ہے۔ جس کے معنی ہیں ''اور بتحقیق وہ لوگ بلائے جاتے تھے سجدہ کی طرف جبکہ بھلے چنگے تھے'' ان معنی کی تصدیق تفسیر کبیر کے جلد نمبر ۸ صفحہ ۲۷۴ سے بخوبی ہوسکتی ہے۔

دوسری توجیہہ۔ اس آیت شریف کی اَلسَّاقُ ذَاتُ الشَّيْءِ وَ حَقِيْقَةُ الْاَمْرِ۔ کیا معنی ساق کا لفظ عربی زبان میں کسی چیز کی ذات اور اس کی اصل حقیقت کو کہتے ہیں۔ يَوْمَ يُكْشَفُ عَنْ سَاقٍ کے معنے یہ ہوئے۔ جس دن اشیاء کی اصل حقیقت ظاہر ہوگی۔ اور انبیاء علیہم الصلوٰۃ والسلام کی تعلیمات کے منکر اپنی نافرمانیوں کا بدلہ دیکھیں گے۔

اس وقت اِتْمَامًا لِّلْحُجَّةِ پھر سجدہ کی طرف بلائے جائیں گے مگر پہلی نافرمانی کا بدنتیجہ یہ ہوگا کہ اس وقت سجدہ نہ کرسکیں گے۔

تیسری توجیہہ اس آیت شریف کی یہ ہے کہ ہر ایک چیز کی پہچان مختلف اسباب سے ہوا کرتی ہے مثلاً کوئی شخص ایک آدمی کو اس کا منہ دیکھ کر پہچان سکتا ہے اور سابقہ جان پہچان والا ادنیٰ نشان جیسے قدم اور ساق کو دیکھ کر پتہ لگا سکتا ہے۔ اسی طرح ایک سمجھدار، صحیح الفطرت، صاحبِ دانش ادنیٰ ادنیٰ امور سے باری تعالیٰ کے وجود اور اس کی ہستی کا پتہ حاصل کرسکتا ہے۔ شعر

؎ برگ درختانِ سبز دَر نظرِ ہوشیار ہر ورقے دفترِ معرفتِ کردگار [1]

اور کم فہم مریض الفطرت کو عمدہ عمدہ دلائل سے بھی معرفتِ الٰہی حاصل نہیں ہوسکتی۔ اسی طرح ہنگامہ محشر کے وقت جو اسی موجودہ دنیا کا نتیجہ ہے۔ جب الٰہی صفات کا ظہور ہوگا تو ناسمجھ اپنی کمی معرفت اور نقص عرفان کے باعث بخلاف سمجھ داروں کے سجدہ سے محروم رہ جاویں گے۔ اور اسلام والے اپنے عرفان اور ایمانی نور کے باعث ادنیٰ ظہورِ صفات پر جسے کشفِ ساق کہتے ہیں۔ جو کشف وجہ سے کم ہے سجدہ میں گریں گے اور منافقوں نافہموں کی پیٹھ اس وقت طبق واحد ہوجائے گی۔

---

[1] باشعور انسان کی نظر میں سرسبز درختوں کے پتے، خالق کی معرفت کے صحائف کے اوراق ہیں۔

چوتھی توجیہہ۔ جو بالکل میرے مسلک پر ہے یہ ہے۔ساقؔ اوراس کا کشف باری تعالیٰ کی صفت ہے اور صفات کا معاملہ ایسا ہی ہے کہ ان کی حقیقت ہمیشہ بلحاظ اپنے موصوف کے بدل جایا کرتی ہے مثلاً بیٹھنا ہماری صفت ہے جس سے ہم ہر روز مُتَّصف ہوتے ہیں۔مگر ایک بڑے ساہوکار یا کسی امیر کا عروج کے بعد بیٹھ جانا ہمارے ہر روزہ بیٹھ جانے سے نرالا ہوگا۔ برسات کے دنوں میں مینہ کے زور سے دیوار کا بیٹھ جانا پہلے بیٹھنوں سے بالکل الگ ہوگا۔اورایک بادشاہ کا تخت پر بیٹھ جانا کوئی اور ہی حقیقت رکھے گا۔ان مثالوں میں دیکھ لو۔بیٹھنا ایک صفت ہے مگر بلحاظ تبدل موصوفین کے اس صفت کا ایک قسم دوسری قسم سے بالکل علیحدہ ہے۔ اب ان سب سے ایک لطیف بیٹھنا سنو! جس کی حقیقت ان تمام بیٹھنوں سے بالکل الگ ہے وہ بیٹھنا کیا ہے؟ کسی کی محبّت کا کسی کے دل میں بیٹھ جانا اور کسی کی عداوت کا کسی کے دل میں بیٹھ جانا۔کسی کی کلام کا کسی کے دل میں گھر کر لینا یا بیٹھ جانا۔ جب اہلِ اسلام نے باری تعالیٰ کو لَیْسَ کَمِثْلِہٖ شَیْءٌ[1]۔ (الشوریٰ:۱۲) انو پیم۔ بے مانند مانا ہے تو اس بات کا تسلیم کرنا ہر عاقل منصف کا فرض ہے کہ وہ اس کی تمام صفات بھی اس پاک موصوف کی طرح لَیْسَ کَمِثْل اور انو پیم۔ بے مانند مانتے ہوں گے۔اس کی قدرت۔اس کی طاقت۔اس کا علم۔اس کی حیات۔اس کا موجود ہونا۔اس کا ازلی ہونا۔ اس کا ابدی ہونا۔اس کا ید۔اس کا وَجہ۔اس کی ساق۔اس کا کشف۔اس کا عرش پر بیٹھنا سب بے مثل ہوگا۔چونکہ ہم اس کی پاک ذات سے کوئی مشابہت نہیں رکھتے۔اس لئے ہماری کوئی صفت اس کی کسی صفت سے مشابہ نہ ہوگی۔ (تصدیق براہین احمدیہ صفحہ ۱۷۳ تا ۱۷۷)



۱؎ اُس کے جیسی تو کوئی بھی چیز نہیں۔

۴۵۔ فَذَرْنِیْ وَ مَنْ یُّكَذِّبُ بِهٰذَا الْحَدِیْثِ ؕ سَنَسْتَدْرِجُهُمْ مِّنْ حَیْثُ لَا یَعْلَمُوْنَ۔

ترجمہ۔ اب تو مجھ کو اور اس کو چھوڑ دے جو جھٹلاتا تھا اس کلام کو۔ قریب ہی ہم اس کو کھینچیں گے آہستہ آہستہ ایسی طرح کہ ان کو معلوم بھی نہ ہو۔

تفسیر۔ ذَرْنِیْ۔ یہ ایک محاورہ ہے۔ ہمارے ملک میں بھی کہتے ہیں۔ مجھے چھوڑ دو۔ مَیں ذرا اس کی خبر لے لوں۔ زبان انگریزی میں بھی اس قسم کا محاورہ لفظ Let سے استعمال کیا جاتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۱۰ مورخہ ۷ر دسمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۸۱)

۴۷۔ اَمْ تَسْـَٔلُهُمْ اَجْرًا فَهُمْ مِّنْ مَّغْرَمٍ مُّثْقَلُوْنَ۔

ترجمہ۔ کیا تو ان سے کوئی مزدوری مانگتا ہے سو یہ فیس کے بوجھ سے دبے جاتے ہیں۔

تفسیر۔ یہ بھی اس نبی کی صداقت کا ثبوت ہے کہ وہ تمہاری خیر خواہی میں رات دن مصروف ہے اور اس کے عوض میں تم سے کچھ مزدوری نہیں چاہتا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۱۰ مورخہ ۷ر دسمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۸۱)

۴۸۔ اَمْ عِنْدَهُمُ الْغَیْبُ فَهُمْ یَكْتُبُوْنَ۔

ترجمہ۔ یا ان کے پاس علم غیب ہے کہ وہ لکھ لیتے ہیں۔

تفسیر۔ غَیب۔ دیکھو غیب کی پیشگوئیاں خدا تعالیٰ سے خبر پا کر کون کر رہا ہے؟ کیا ایسی زبردست پیشگوئیاں کوئی مفتری یا مجنون کر سکتا ہے۔ جو برابر پوری بھی ہو رہی ہیں اور بڑی بڑی فتوحات پر مشتمل ہیں۔ اگر یہ رسول خدا کی طرف سے نہیں ہے تو یہ غیب اُسے کہاں سے مل گیا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۱۰ مورخہ ۷ر دسمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۸۱)

۴۹۔ فَاصْبِرْ لِحُكْمِ رَبِّكَ وَ لَا تَكُنْ كَصَاحِبِ الْحُوْتِ ۘ اِذْ نَادٰی وَ هُوَ مَكْظُوْمٌ۔

ترجمہ۔ تو تُو اپنے رب کے حکم کی وجہ سے صبر کر (اور اس کے حکم کا منتظر رہ) مچھلی والے کے مانند نہ ہو جا۔ جب اس نے اللہ کو پکارا اور وہ دل آزردہ اور غم سے پُر تھا۔

تفسیر۔ صَاحِبِ الْحُوْت: تیزی والا۔غضب والا۔

حوت مچھلی کو بھی کہتے ہیں۔ اس لئے ترجمہ ہوا۔ مچھلی والا۔ تب اشارہ ہوا اِلْتَقَمَهُ الْحُوْتُ کی طرف۔

فرمایا۔اے نبیؐ تو منکرین کی تکلیف دہی پر صبر کر۔ یہ تکالیف اور مصائب تیرے لئے غمزدہ ہونے کا موجب نہ ہوں۔ وقت قریب ہے کہ تیری کامیابی ظاہر ہوگی۔اور تیری صداقت سب پر کھل جائے گی۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۱۰ مورخہ ۷؍دسمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۸۱)

۵۲۔ وَ اِنْ يَّكَادُ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا لَيُزْلِقُوْنَكَ بِاَبْصَارِهِمْ لَمَّا سَمِعُوا الذِّكْرَ وَ يَقُوْلُوْنَ اِنَّهٗ لَمَجْنُوْنٌ۔

ترجمہ۔اور قریب ہے کہ منکر آنکھوں سے تجھے گھور گھور کر پھنسلا پچھلا ویں جب وہ سنتے ہیں قرآن اور بولتے ہیں کہ یہ بھی ضرور دیوانہ ہے۔

تفسیر۔ يُزْلِقُوْنَكَ۔ تجھے گھورتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۱۰ مورخہ ۷؍دسمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۸۱)

۵۳۔ وَمَا هُوَ اِلَّا ذِكْرٌ لِّلْعٰلَمِيْنَ۔

ترجمہ۔ اور قرآن تو کچھ نہیں مگر تمام جہانوں کے واسطے پند و یادگار ہے۔

تفسیر۔ ذِكْرٌ۔ شرافت۔بڑائی۔

اس کتاب پر عمل کرنے والے تاریخی لوگ ہوجائیں گے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۱۰ مورخہ ۷؍دسمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۸۱)



سُوۡرَۃُ الۡحَآقَّۃِ مَکِّیَّۃٌ

بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ۔

ہم سورۂ حاقہ کو پڑھنا شروع کرتے ہیں اس اللہ کے نام سے جس کے پاس سچا علم ہے

قیامت کا اور وہ اس کے نتیجوں سے بھی خبر دینے والا ہے۔

۲ تا ۱۰۔ اَلۡحَآقَّۃُ۔ مَا الۡحَآقَّۃُ۔ وَ مَاۤ اَدۡرٰىکَ مَا الۡحَآقَّۃُ۔ کَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ وَ عَادٌۢ بِالۡقَارِعَۃِ۔ فَاَمَّا ثَمُوۡدُ فَاُہۡلِکُوۡا بِالطَّاغِیَۃِ۔ وَ اَمَّا عَادٌ فَاُہۡلِکُوۡا بِرِیۡحٍ صَرۡصَرٍ عَاتِیَۃٍ۔ سَخَّرَہَا عَلَیۡہِمۡ سَبۡعَ لَیَالٍ وَّ ثَمٰنِیَۃَ اَیَّامٍ ۙ حُسُوۡمًا ۙ فَتَرَی الۡقَوۡمَ فِیۡہَا صَرۡعٰی ۙ کَاَنَّہُمۡ اَعۡجَازُ نَخۡلٍ خَاوِیَۃٍ۔ فَہَلۡ تَرٰی لَہُمۡ مِّنۡۢ بَاقِیَۃٍ۔ وَ جَآءَ فِرۡعَوۡنُ وَ مَنۡ قَبۡلَہٗ وَ الۡمُؤۡتَفِکٰتُ بِالۡخَاطِئَۃِ۔

ترجمہ۔ سچ ہونے والی۔ کیا ہے وہ سچ ہونے والی۔ اور تو نے کیا سمجھا کہ وہ سچی ہونے والی ہے کیا چیز۔ ثمود نے جھٹلایا اور عاد نے اس کھڑکھڑا ڈالنے والی کو۔ وہ جو ثمود تھے وہ تو ہلاک کر دیئے گئے۔ اور عاد بھی ایک زنّاٹے کی آندھی سے ہلاک کر دیئے گئے۔ جڑ کاٹنے والے عذاب کو اللہ نے ان پر سات رات اور آٹھ دن متعین کر رکھا تھا لگا تار۔ اور (اے مخاطب) تو ان لوگوں کو اس آندھی میں ان سے پچھڑے ہوئے دیکھے گا گویا وہ کھجوروں کے کھوکھلے جڑ کی طرح ڈھائے ہوئے پڑے ہیں۔ تو کیا تو دیکھتا ہے ان میں کوئی بھی بچا ہوا۔ اور فرعون اور اس سے پہلے لوگ اور الٹی ہوئی بستیوں کے (رہنے والے یعنی قوم لوط) خطاوار ہوئی تھی (اس وجہ سے یعنی افعال طاغیانہ کے باعث)۔

تفسیر۔ اَلۡحَآقَّۃُ۔ سچ مچ ہو جانے والی۔ ایک عظیم الشان شدنی امر۔ جو اٹل ہے۔ اور یقیناً واقعہ ہونے والا ہے۔ اس سے مراد آپؐ کے سخت اَعداء کی تباہی ہے۔ جس کی خبر رسول کریم صلی اللہ علیہ

وآلہٖ وسلم نے دی اور وہ پیشگوئیاں ہیں جو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنی صداقت اور منکرین کی ہلاکت کے متعلق کیں کہ وہ ضرور پوری ہونے والی ہیں۔

ان آیات میں پہلے انبیاء علیہم السلام اور ان کی امتوں کی مثال دی ہے اور بطور عبرت کے ان کا واقعہ پیش کیا ہے کہ وہ بھی مجھ سے پہلے انبیاء ورسول۔ نبی ورسول نبی تھے۔ اگر ان کے نہ ماننے والوں نے سکھ نہیں پایا تو تم کیوں کر سکھ پاؤ گے۔ عاد اور ثمود کی قوم کا حال دیکھو کہ کیا ہوا اور خداوند تعالیٰ سے ڈرو کہ کہیں تمہارا بھی وہی حال نہ ہو۔

قَارِعَة۔ ٹھونک کر سمجھانے والی۔

بِالطَّاغِيَةِ۔ بہ سبب حد سے بڑھی ہوئی نافرمانی کے وہ ہلاک ہوئے۔

عَاتِيَةٌ۔ قابو سے نکلنے والی۔ حد سے بڑھی ہوئی۔

مُؤْتَفِكٰتُ۔ جن پر پہاڑ گرا تھا۔ سڈوم وگمارا کے لوگ۔

بِالْخَاطِئَةِ۔ ان کی خطا کاریوں کے سبب۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۱۰ مورخہ ۷؍دسمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۸۲)

سارا جہان یہاں تک کہ درخت بھی قانونِ الٰہی کے سب پابند ہیں۔ گائے، بھینس، بیل، بکری وغیرہ کو دیکھو کہ وہ گھاس کو جھٹ جھٹ اپنے دانتوں سے کاٹ کر نگل جاتے ہیں۔ پھر آرام سے بیٹھ کر اس کو اپنے پیٹ سے نکال کر چباتے اور پھر نگلتے ہیں۔ اور اسی طرح سے وہ جگالی کرتے ہیں اور اسی طرح آرام کر کے پیشاب وگوبر کرتے ہیں۔ یہ ان کے ساتھ ایک سنت ہے۔ اگر اس کے خلاف کوئی جانور کھاتا ہی چلا جائے اور جگالی اور آرام وغیرہ بالکل نہ کرے تو وہ بہت جلد ہلاک ہو جائے گا۔

اسی طرح بچوں کی حالت ہے۔ اگر بچہ اور بچہ کی ماں کوئی بد پرہیزی کریں تو دونوں کو تکلیف ہوتی ہے۔ اگر کوئی شخص کھانا کھانے کی بجائے روٹی کانوں میں ٹھونسنے لگے تو کیا وہ بچ جائے گا۔ اسی طرح بہت سے قانون ہیں جو ان کی خلاف ورزی کرتے ہیں۔ وہ ذلیل ہو جاتے ہیں۔ جھوٹے

جھوٹ بولتے ہیں مگر ایک زمانہ کے بعد اگر وہ کبھی سچ بھی بولیں۔تب بھی کوئی ان کا اعتبار نہیں کرتا۔ یہاں تک کہ اگر وہ قسمیں کھا کر بھی کوئی بات کہیں تو تب بھی کوئی یقین نہیں کرتا۔اسی طرح سست آدمی اپنی آبائی جائیداد تک بھی فروخت کر کے کھا جاتا ہے۔

اَلۡحَآقَّۃُ ۔ مَا الۡحَآقَّۃُ ۔ تم جانتے ہو کہ ہونے والی باتیں ہو کر ہی رہتی ہیں اور کس طرح ہو کر رہتی ہیں۔مثل کی طرح سنو۔ کَذَّبَتۡ ثَمُوۡدُ ۔جن لوگوں نے حق کی مخالفت کی۔ان کو خدا نے ہلاک کر دیا۔ثمود قوم نے تکذیب کی۔اس کا انجام کیا ہوا۔ ہمارے ملک میں سلاطین مغل ، پٹھان، سکھ وغیرہ تھے۔ جب انہوں نے نافرمانی کی تو خدا نے ان کو ٹھونک ٹھونک کر ٹھیک کر دیا۔ پیارو! اگر تم بدی کرو گے تو تم کو بدی کا ضرور نتیجہ بھی بھگتنا پڑے گا۔ یاد رکھو۔ بدی کے بدلہ میں کبھی سکھ نہیں مل سکتا۔

عاد قوم بڑی زبردست تھی۔اس کو اللہ تعالیٰ نے ہوا سے تباہ کر دیا۔سات رات اور آٹھ دن متواتر ہوا چلی۔سب کا نام ونشان تک اڑا دیا۔بڑے بڑے عمائدِ قوم اس طرح گرے۔جیسے کھوکھلا درخت ہوا سے گر جاتا ہے۔ بتاؤ تو سہی۔اب کہاں ہیں۔رنجیت سنگھ اور ان کی اولاد۔ان کے بیٹے پوتے اور پڑپوتے۔اس کا بیٹا ایک ہوٹل میں ایسی کسمپرسی کی حالت میں مرا کہ کسی نے یہ بھی نہ پوچھا کہ کون تھا!

وَ جَآءَ فِرۡعَوۡنُ وَ مَنۡ قَبۡلَہٗ ۔ فرعون اور اس کی بستیوں کو اُلٹ کر پھینک دیا۔ایک میرے بڑے دوست شہزادہ تھے۔ وہ بیچارے خود کپڑا سی کر گزارہ کیا کرتے تھے۔ اور ایک اور میرے دوست تھے۔وہ ان کو سینے کے لئے کپڑے لا دیا کرتے تھے۔اور خود دے آیا کرتے تھے۔انہوں ہی نے مجھے کہا کہ تم اس سے اپنے کپڑے سلوایا کرو۔خوددار بھی وہ ایسے تھے کہ کسی کو اس کی خبر تک ہونا گوارا نہیں کر سکتے تھے۔خود کبھی کسی سے کپڑا نہیں لیتے تھے۔اور اس عالم میں بھی ان کی مزاج سے وہ شاہانہ بُو دور نہیں ہوئی تھی۔خمرے رکھا کرتے تھے کوئی اپنے حسن پر مغرور ہے۔کوئی اپنے علم پر اتراتا ہے۔کوئی اپنی طب پر اکڑتا ہے۔حالانکہ یہ سب غلط ہے۔جب تک خدا کا فضل نہ ہو۔کچھ بھی نہیں ہوسکتا۔خدا سے ڈرو۔سچ مچ یہ بات ہے کہ جیسا کرو گے ویسا بھرو گے۔خدا رحم کرے میری ماں

پر وہ کہا کرتی تھی کہ جوآگ کھائے گا وہ انگار ہگے گا۔

ثمود نے ہمارے رسولوں کا انکار کیا۔ہم نے بھی ایسا پکڑا کہ کہیں نہ جانے دیا۔جانتے ہو کہ نوحؑ کی قوم کوکس طرح غرق کیا۔تم کو چاہیے تھا کہ اس سے عبرت حاصل کرتے۔دارالسلام[1] میں سولہ لاکھ آدمی قتل کر دیئے وہ جو بادشاہ تھا۔اس نے اپنی بیوی کا نام ’’نسیمُ السَّحر‘‘ رکھا ہوا تھا۔جس طرح صبح کی ٹھنڈی ٹھنڈی ہوا کے جھونکوں سے آدمی کو نیند آتی ہے۔اسی طرح اس کو اپنی بیوی کی صحبت خوشگوار معلوم ہوتی تھی۔جب اس ’’نسیمُ السَّحر‘‘ کو قتل کیا تو کسی گلی کے کتے ہی چاٹتے تھے۔کسی نے کفن تک بھی نہ دیا۔جب بادشاہ نے قید میں پانی مانگا تو فاتح بادشاہ نے سپاہ کو حکم دیا کہ اس کے محل میں سے تمام لعل و جواہرات لوٹ لاؤ۔وہ وحشی لوگ فوراً گئے اور تمام محل کی آرائش کو لوٹ کھسوٹ کر لے آئے تو اس کے سامنے ایک تھالی میں نہایت قیمتی قیمتی جواہرات بھر کر بادشاہ بغداد کے سامنے پیش کئے گئے کہ لوان کو پیو اور پھر گالی دے کر کہا کہ بدذات تو فوج کو تنخواہ نہ دیتا تھا۔اور تیرے گھر میں اس قدر مال تھا۔یہ کہہ کر اس کا سر اڑا دیا گیا۔

تم اپنی جان پر رحم کرو۔یاد رکھو کہ کسی کا حسن نہ کام آئے گا اور نہ کسی کا مال کام آئے گا۔نہ جاہ وجلال، نہ علم، نہ ہنر۔ (البدر حصّہ دوم کلام امیر مورخہ ۷؍نومبر ۱۹۱۲ء صفحہ ۵۸۔۵۹)

۱۱ تا ۱۳۔ فَعَصَوْا رَسُوْلَ رَبِّهِمْ فَاَخَذَهُمْ اَخْذَةً رَّابِيَةً۔ اِنَّا لَمَّا طَغَا الْمَآءُ حَمَلْنٰكُمْ فِي الْجَارِيَةِ۔ لِنَجْعَلَهَا لَكُمْ تَذْكِرَةً وَّ تَعِيَهَآ اُذُنٌ وَّاعِيَةٌ۔

ترجمہ۔تو انہوں نے نافرمانی کی اپنے رب کے رسولوں کی تو اللہ نے ان کو پکڑ لیا بڑی سخت پکڑ میں۔جب پانی حد سے بڑھ گیا ہمیں نے سوار کر لیا تم کو کشتی میں۔تاکہ اس واقعہ کو بنائیں تمہارے لئے ایک یادگار تو اس کو یاد رکھے کوئی یاد رکھنے والا کان۔

تفسیر۔ عَصَوْا۔ انہوں نے رسول کی نافرمانی کی اور یہ تمام عذاب اسی سبب سے ان پر پڑا۔

رَابِيَةً۔ بڑھ چڑھ کر۔

جَارِيَةً۔ چلتی ہوئی کشتی۔

---

[1] بغداد۔مرتّب

لِنَجْعَلَهَا۔ تمہیں اس واسطے سناتے ہیں کہ تمہیں نصیحت حاصل ہو۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۱۰ مورخہ ۷؍دسمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۸۲)

۱۴ تا ۱۶۔ فَاِذَا نُفِخَ فِی الصُّوْرِ نَفْخَۃٌ وَّاحِدَۃٌ۔ وَّ حُمِلَتِ الْاَرْضُ وَ الْجِبَالُ فَدُكَّتَا دَكَّۃً وَّاحِدَۃً۔ فَیَوْمَئِذٍ وَّقَعَتِ الْوَاقِعَۃُ۔

ترجمہ۔ پھر جب ایک دفعہ صور پھونکا جائے گا۔ اور زمین و پہاڑ اٹھائے جائیں گے اور ایک بار دھکم دھکا ٹکرا کر ٹکڑے ٹکڑے ہو جائیں گے۔ تو اس روز واقع ہونے والی واقع ہو جائے گی۔

تفسیر۔ اِذَا نُفِخَ۔ ایک وقت آتا ہے جبکہ بگل بجایا جائے گا۔ عذاب و ہلاکت کا وقت یا آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے مخالفین پر جو عذاب آنے والا ہے۔ اس کا وقت آجائے گا۔

جِبَالُ۔ ا۔ پہاڑ اڑ جائیں گے یا۔ ۲۔ مشرکین کے عمائد جو اپنے آپ کو پہاڑوں کی مانند مضبوط سمجھتے ہیں ہلاک ہو جائیں گے۔

وَقَعَتْ۔ خطرناک عذاب آئے گا۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۱۰ مورخہ ۷؍دسمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۸۲)

۱۷، ۱۸۔ وَ انْشَقَّتِ السَّمَآءُ فَهِیَ یَوْمَئِذٍ وَّاهِیَۃٌ۔ وَّ الْمَلَكُ عَلٰۤی اَرْجَآئِهَا ؕ وَ یَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ یَوْمَئِذٍ ثَمٰنِیَۃٌ۔

ترجمہ۔ اور آسمان پھٹ جائے گا اور ڈھیلا پڑ جائے گا اور پُھس پُھسا ہو جائے گا اس دن۔ اور فرشتے اس کے کناروں پر ہوں گے۔ اور تیرے رب کے عرش کو اس روز آٹھ فرشتے اٹھائے ہوں گے۔

تفسیر۔ اِنْشَقَّتِ السَّمَآءُ۔ آسمان پھٹ پڑے گا۔ سخت بارش ہوگی یا کوئی عذاب آئے گا۔

مَلَكُ۔ فرشتے۔ ملائکہ کا ایک خاص اژدہام اور ہجوم ہوگا۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہ سلم کی تائید اور نصرت میں ملائکہ کا نزول ہوتا تھا۔

ثَمٰنِیَۃٌ۔ اس دن اللہ تعالیٰ کے عرش کے حامل آٹھ فرشتے ہوں گے۔ کیا معنی۔ اللہ تعالیٰ کی

چار صفات (رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ ۔الرَّحْمٰنِ ۔ الرَّحِیْمِ ۔مٰلِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ) کی خاص تجلی ہوگی۔

اس آیت کی تفسیر حضرت مرزا صاحب مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے اپنی عربی کتاب ''کرامات الصادقین'' میں لکھی ہے جو اصل عبارت یہاں لکھی جاتی ہے اور نیچے اُس کا ترجمہ لکھا جاتا ہے۔

ثُمَّ اعْلَمْ اَنَّ لِلّٰهِ تَعَالٰی صِفَاتٍ ذَاتِیَةً نَاشِئَةً مِّنِ اقْتِضَآءِ ذَاتِهٖ وَعَلَيْهَا مَدَارُ الْعَالَمِیْنَ كُلِّهَا وَهِیَ اَرْبَعَةٌ رَبُوْبِیَّةٌ وَّ رَحْمَانِیَّةٌ وَ رَّحِیْمِیَّةٌ وَمَالِكِیَّةٌ كَمَآ اَشَارَ اللّٰهُ تَعَالٰی اِلَيْهَا فِیْ هٰذِهِ السُّوْرَةِ وَ قَالَ رَبُّ الْعٰلَمِیْنَ ۔ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ ۔ مَالِكِ یَوْمِ الدِّیْنِ ۔ فَهٰذِهِ الصِّفَاتُ الذَّاتِیَّةُ سَابِقَةٌ عَلٰی كُلِّ شَیْءٍ وَّ مُحِیْطَةٌ بِكُلِّ شَیْءٍ وَّ مِنْهَا وُجُوْدُ الْاَشْیَآءِ وَاِسْتِعْدَادُهَا وَ قَابِلِیَّتُهَا وَ وُصُوْلُهَا اِلٰی كَمَالَاتِهَا وَ اَمَّا صِفَةُ الْغَضَبِ فَلَیْسَتْ ذَاتِیَّةً لِلّٰهِ تَعَالٰی بَلْ هِیَ نَاشِیَةٌ مِّنْ عَدَمِ قَابِلِیَّةِ بَعْضِ الْاَعْیَانِ لِلْكَمَالِ الْمُطْلَقِ ۔ وَ كَذٰلِكَ صِفَةُ الْاِضْلَالِ لَایَبْدُوْ اِلَّا بَعْدَ زَیْغِ الضَّآلِّیْنَ وَ اَمَّا حَصْرُ الصِّفَاتِ الْمَذْكُوْرَةِ فِی الْاَرْبَعِ فَنَظَرًا عَلَی الْعَالَمِ الَّذِیْ یُوْجَدُ فِیْهِ اٰثَارُهَا ۔ اَلَاتَرٰی اَنَّ الْعَالَمَ كُلَّهٗ یَشْهَدُ عَلٰی وُجُوْدِ هٰذِهِ الصِّفَاتِ بِلِسَانِ الْحَالِ وَ قَدْ تَجَلَّتْ هٰذِهِ الصِّفَاتُ بِنَحْوٍلَّا یَشُكُّ فِیْهَا بَصِیْرٌ اِلَّا مَنْ كَانَ مِنْ قَوْمٍ عَمِیْنَ ۔ وَهٰذِهِ الصِّفَاتُ اَرْبَعٌ اِلٰی انْقِرَاضِ النَّشْأَةِ الدُّنْیَوِیَّةِ ثُمَّ تَتَجَلّٰی مِنْ تَحْتِهَا اَرْبَعٌ اُخْرَی الَّتِیْ مِنْ شَانِهَا اَنَّهَا لَا تَظْهَرُ اِلَّا فِی الْعَالَمِ الْاٰخِرِ وَ اَوَّلُ مَطَالِعِهَا عَرْشُ الرَّبِّ الْكَرِیْمِ الَّذِیْ لَمْ یَتَدَنَّسْ بِوُجُوْدِ غَیْرِ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ صَارَ مَظْهَرًا تَآمًّا لِّاَنْوَارِ رَبِّ الْعَالَمِیْنَ وَ قَوَآئِمُهٗ اَرْبَعٌ رَبُوْبِیَّةٌ وَّ رَحْمَانِیَّةٌ وَّ رَحِیْمِیَّةٌ وَّ مَالِكِیَّةُ یَوْمِ الدِّیْنِ وَ لَا جَامِعَ لِهٰذِهِ الْاَرْبَعِ عَلٰی وَجْهِ الظِّلِّیَّةِ اِلَّا عَرْشُ اللّٰهِ تَعَالٰی وَ قَلْبُ الْاِنْسَانِ الْكَامِلِ ۔ وَهٰذِهِ الصِّفَاتُ اُمَّهَاتٌ لِّصِفَاتِ اللّٰهِ كُلِّهَا وَ وَقَعَتْ كَقَوَآئِمِ الْعَرْشِ الَّذِی اسْتَوَی اللّٰهُ عَلَیْهِ وَ فِیْ لَفْظِ الْاِسْتِوَآءِ اِشَارَةٌ اِلٰی هٰذَا الْاِنْعِكَاسِ عَلَی الْوَجْهِ الْاَتَمِّ الْاَكْمَلِ مِنَ اللّٰهِ الَّذِیْ هُوَ اَحْسَنُ الْخَالِقِیْنَ ۔ وَ تَنْتَهِیْ كُلُّ قَآئِمَةٍ مِنَ الْعَرْشِ اِلٰی مَلَكٍ هُوَ حَامِلُهَا وَ مُدَبِّرُ اَمْرِهَا وَ مَوْرِدُ تَجَلِّیَّتِهَا وَ قَاسِمُهَا عَلٰی اَهْلِ السَّمَآءِ وَالْاَرَضِیْنَ ۔ فَهٰذَا مَعْنٰی

قَوْلِ اللهِ تَعَالٰى وَ يَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَئِذٍ ثَمَانِيَةٌ ۔ فَاِنَّ الْمَلٰئِكَةَ يَحْمِلُوْنَ صِفَاتًا فِيْهَا حَقِيْقَةٌ عَرْشِيَّةٌ وَ السِّرُّ فِيْ ذٰلِكَ اَنَّ الْعَرْشَ لَيْسَ شَيْئًا مِّنْ اَشْيَآءِ الدُّنْيَا ۔ بَلْ هُوَ بَرْزَخٌ بَيْنَ الدُّنْيَا وَ الْاٰخِرَةِ وَ مَبْدَءٌ قَدِيْمٌ لِّلتَّجَلِّيَاتِ الرَّبَّانِيَّةِ وَ الرَّحْمَانِيَّةِ وَالرَّحِيْمِيَّةِ وَ الْمَالِكِيَّةِ لِاِظْهَارِ التَّفَضّلَاتِ وَ تَكْمِيْلِ الْجَزَاءِ وَالدِّيْنِ ۔ وَ هُوَ دَاخِلٌ فِيْ صِفَاتِ اللهِ تَعَالٰى فَاِنَّهٗ كَانَ ذَاالْعَرْشِ مِنْ قَدِيْمٍ وَّ لَمْ يَكُنْ مَّعَهٗ شَيْءٌ فَكُنْ مِّنَ الْمُتَدَبِّرِيْنَ وَ حَقِيْقَةُ الْعَرْشِ وَ اسْتِوَآءُ اللهِ عَلَيْهِ سِرٌّ عَظِيْمٌ مِّنْ اَسْرَارِ اللهِ تَعَالٰى وَ حِكْمَةٌ بَالِغَةٌ وَّ مَعْنًى رُّوْحَانِيٌّ وَّ سُمِّيَ عَرْشًا لِّتَفْهِيْمِ عُقُوْلِ هٰذَا الْعَالَمِ وَ لِتَقْرِيْبِ الْاَمْرِ اِلٰى اسْتِعْدَادَاتِهِمْ وَ هُوَ وَاسِطَةٌ فِيْ وُصُوْلِ الْفَيْضِ الْاِلٰهِيِّ وَ الْتَّجَلِّي الرَّحْمَانِيِّ مِنْ حَضْرَةِ الْحَقِّ اِلَى الْمَلٰئِكَةِ وَ مِنَ الْمَلٰئِكَةِ اِلَى الرُّسُلِ وَ لَا يَقْدَحُ فِيْ وَحْدَتِهٖ تَعَالٰى تَكَثُّرُ قَوَابِلِ الْفَيْضِ بَلِ التَّكَثُّرُ هٰهُنَا يُوْجِبُ الْبَرَكَاتِ لِبَنِيْ اٰدَمَ وَ يُعِيْنُهُمْ عَلَى الْقُوَّةِ الرُّوْحَانِيَّةِ وَ يَنْصُرُهُمْ فِي الْمُجَاهَدَاتِ وَ الرِّيَاضَاتِ الْمُوْجِبَةِ لِظُهُوْرِ الْمُنَاسَبَاتِ الَّتِيْ بَيْنَهُمْ وَ بَيْنَ مَا يَصِلُوْنَ اِلَيْهِ مِنَ النُّفُوْسِ كَنَفْسِ الْعَرْشِ وَ الْعُقُوْلِ الْمُجَرَّدَةِ اِلٰى اَنْ يَّصِلُوْنَ اِلَى الْمَبْدَءِ الْاَوَّلِ وَ عِلَّةِ الْعِلَلِ ثُمَّ اِذَا اَعَانَ السَّالِكَ الْجَذَبَاتُ الْاِلٰهِيَّةُ وَ النَّسِيْمُ الرَّحْمَانِيَّةُ فَيَقْطَعُ كَثِيْرًا مِّنْ حُجُبِهٖ وَ يُنْجِيْهِ مِنْ بُعْدِ الْمَقْصَدِ وَ كَثْرَةِ عَقَبَاتِهٖ وَ اٰفَاتِهٖ وَيُنَوِّرُهٗ بِالنُّوْرِ الْاِلٰهِيِّ وَ يُدْخِلُهٗ فِي الْوَاصِلِيْنَ ۔ فَيَكْمُلُ لَهُ الْوُصُوْلُ وَ الشُّهُوْدُ مَعَ رُؤْيَتِهٖ عَجَائِبَاتِ الْمَنَازِلِ وَالْمَقَامَاتِ وَ لَا شُعُوْرَ لِاَهْلِ الْعَقْلِ بِهٰذِهِ الْمَعَارِفِ وَ النِّكَاتِ وَ لَا مُدْخَلَ لِلْعَقْلِ فِيْهِ وَ الْاِطِّلَاعُ بِاَمْثَالِ هٰذِهِ الْمَعَانِيْ اِنَّمَا هُوَ مِنْ مِشْكٰوةِ النُّبُوَّةِ وَ الْوَلَايَةِ وَمَا شَمَّتِ الْعَقْلُ رَآئِحَتَهٗ وَمَا كَانَ لِعَاقِلٍ اَنْ يَّضَعَ الْقَدَمَ فِيْ هٰذَا الْمَوْضِعِ اِلَّا بِجَذْبَةٍ مِنْ جَذَبَاتِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ ۔

وَاِذَا انْفَكَّتِ الْاَرْوَاحُ الطَّيِّبَةُ الْكَامِلَةُ مِنَ الْاَبْدَانِ وَ يَتَطَهَّرُوْنَ عَلٰى وَجْهِ الْكَمَالِ مِنَ الْاَوْسَاخِ وَ الْاَدْرَانِ يُعْرَضُوْنَ عَلَى اللهِ تَحْتَ الْعَرْشِ بِوَاسِطَةِ الْمَلٰئِكَةِ فَيَاْخُذُوْنَ بِطَوْرٍ جَدِيْدٍ حَظًّا مِّنْ رَبُوْبِيَّتِهٖ يُغَايِرُ رُبُوْبِيَّةً سَابِقَةً وَّ حَظًّا مِّنْ رَحْمَانِيَّةٍ مُّغَايِرَ رَحْمَانِيَّةٍ اُوْلٰى وَ حَظًّا مِّنْ رَحِيْمِيَّةٍ وَمَالِكِيَّةٍ مُّغَايِرَ مَا كَانَ فِي الدُّنْيَا فَهُنَالِكَ تَكُوْنُ ثَمَانِيْ صِفَاتٍ تَحْمِلُهَا

ثَمَانِيَّةٌ مِّنْ مَلٰئِكَةِ اللهِ بِاِذْنِ اَحْسَنِ الْخَالِقِيْنَ. فَاِنَّ لِكُلِّ صِفَةٍ مَّلَكٌ مُّوَكَّلٌ قَدْ خُلِقَ لِتَوْزِيْعِ تِلْكَ الصِّفَةِ عَلٰى وَجْهِ التَّدْبِيْرِ وَ وَضْعِهَا فِيْ مَحَلِّهَا وَ اِلَيْهِ اِشَارَةٌ فِيْ قَوْلِهٖ تَعَالٰى فَا لْمُدَبِّرَاتِ اَمْرًا. فَتَدَبَّرْ وَلَا تَكُنْ مِّنَ الْغٰفِلِيْنَ.

وَ زِيَادَةُ الْمَلٰئِكَةِ الْحَامِلِيْنَ فِي الْاٰخِرَةِ لِزِّيَادَةِ تَجَلِّيَاتٍ رَّبَّانِيَّةٍ وَّ رَحْمَانِيَّةٍ وَّ رَحِيْمِيَّةٍ وَّ مَالِكِيَّةٍ عِنْدَ زِيَادَةِ الْقَوَابِلِ فَاِنَّ النُّفُوْسَ الْمُطْمَئِنَّةَ بَعْدَ اِنْقِطَاعِهَا وَ رُجُوْعِهَا اِلَى الْعَالَمِ الثَّانِيْ وَ الرَّبِّ الْكَرِيْمِ تَتَرَقّٰى فِيْ اسْتِعْدَادَاتِهَا فَتَتَمَوَّجُ الرَّبُوْبِيَّةُ وَ الرَّحْمَانِيَّةُ وَ الرَّحِيْمِيَّةُ وَ الْمَالِكِيَّةُ بِحَسَبِ قَابِلِيَّاتِهِمْ وَ اسْتِعْدَادَاتِهِمْ كَمَا تَشْهَدُ عَلَيْهِ كُشُوْفُ الْعَارِفِيْنَ. وَ اِنْ كُنْتَ مِنَ الَّذِيْنَ اُعْطِيَ لَهُمْ حَظٌّ مِّنَ الْقُرْاٰنِ فَتَجِدُ فِيْهِ كَثِيْرًا مِّنْ مِّثْلِ هٰذَا الْبَيَانِ. فَانْظُرْ بِالنَّظَرِ الدَّقِيْقِ. لِتَجِدَ شَهَادَةَ هٰذَا التَّحْقِيْقِ. مِنْ كُتُبِ اللهِ رَبِّ الْعَالَمِيْنَ.

(کرامات الصادقین۔ روحانی خزائن جلد ۷ صفحہ ۱۲۸ تا ۱۳۱)

ترجمہ۔ واضح ہو کہ اللہ تعالیٰ کے بعض ذاتی صفات ہیں جو اقتضائے ذات سے پیدا ہوتے ہیں۔ اور انہی صفاتِ کاملہ پر جملہ عالمین کا مدار ہے اور وہ چار ہیں۔ ربوبیت[1]۔ رحمانیت[2]۔ رحیمیت[3]۔ مالکیت[4] چنانچہ اللہ تعالیٰ نے ان صفات کی طرف اس سورہ شریفہ میں اشارہ فرمایا ہے۔ رب[1] العالمین۔ الرحمٰن[2]۔ الرحیم[3]۔ مالک[4] یوم الدین۔ یہ صفات ذاتیہ ہر چیز پر سابق ہیں اور ہر چیز کو محیط ہو رہے ہیں اور انہی سے اشیاء کا وجود اور اشیاء کی استعدادیں اور قابلیتیں تیار ہوتی ہیں اور ان کا وصول اپنے کمالات کو ہوتا ہے۔

اور صفت غضب اللہ تعالیٰ کی ذات میں نہیں ہے بلکہ یہ صفت بعض اعیان کی عدم قابلیت کی وجہ سے پیدا ہوتی ہے۔

اور ایسا ہی صفت اضلال بھی ظاہر نہیں ہوتی مگر گمراہ ہونیوالوں کے کجرو ہونے کے بعد ظاہر ہوتی ہے۔ اور صفات مذکورہ کا چار میں حصر ہونا بنظرِ عالم ہے جس میں ان صفات کے آثار پائے جاتے ہیں۔ کیا تم نہیں دیکھتے کہ سارا عالم ان صفات کے وجود پر زبانِ حال سے گواہ ہے۔ اور یہ

صفات اس طرح متجلی ہو رہے ہیں کہ کوئی بینا ان میں شک نہیں کرتا اور یہ چار صفات انقراض ایام دنیا تک رہیں گی۔ پھر ان کے نیچے چار اور صفات جلوہ گر ہوں گی جن کی شان میں سے ہے کہ وہ صفات ظاہر نہیں ہوتیں مگر دوسرے عالم میں جو عرش الٰہی کا پہلا مطلع ہے اور وجود غیر اللہ سے آلودہ نہیں ہوا اور انوار رب العالمین کا مظہر تام ہے۔ اور عرشِ الٰہی کے چار پائے اس کی ربوبیت[۱] ورحمانیت[۲] ورحیمیت[۳] اور مالکیت[۴] یوم الدین ہیں اور ان چاروں کا جامع بروجہ ظلیت عرشِ الٰہی اور انسانِ کامل کا دل ہے۔ یہ چار صفات ساری صفات الٰہی کے امہات واصول ہیں۔ اور عرشِ الٰہی کے پایوں کی طرح واقع ہوئے ہیں جس پر اللہ تعالیٰ کا اِستواء ہے۔ اور لفظ اِستوٰی میں اس اَتم واَکمل عکسِ الٰہی کی طرف اشارہ ہے جو اللہ تعالیٰ کی طرف سے ہوتا ہے اور پایہ عرش ایک فرشتے کی طرف منتہی ہوتا ہے جو اس کا حامل اس کا مدبر اور اس کا موردِ تجلیات ہے اور اس صفت کو وہ اہل آسمان واہلِ زمین پر تقسیم کرتا ہے۔

پس یہ معنے ہیں کلامِ الٰہی کے۔ جو اس نے فرمایا ہے۔ وَ يَحْمِلُ عَرْشَ رَبِّكَ فَوْقَهُمْ يَوْمَىِٕذٍ ثَمٰنِيَةٌ کیونکہ ملائکہ ان صفات کے حامل ہیں جن میں حقیقت عرشِ الٰہی ہے۔ اور سر اس بات کا یہ ہے کہ وہ عرش کوئی چیز دنیا کی چیزوں میں سے نہیں ہے بلکہ وہ دنیا اور آخرت کے درمیان ایک برزخ ہے۔ اور وہ مبدء قدیم ہے واسطے تجلیاتِ ربانیہ ورحمانیہ ورحیمیہ و مالکیہ کے واسطے ظاہر کرنے تفضّلات اور کامل کرنے جزا و دین کے۔

اور یہ بات صفاتِ الٰہی میں داخل ہے کیونکہ اللہ تعالیٰ قدیم سے صاحبِ عرش ہے اور اس کے ساتھ کوئی چیز نہ تھی۔ خوب سوچ کرو اور حقیقتِ عرش اور استوٰی اللہ تعالیٰ کے اسرار میں سے ایک عظیم الشان سر ہے اور بلیغ حکمت اور روحانی معنے ہیں۔

اور عرش اس لئے نام رکھا گیا کہ اس عالم کے عقول کو سمجھایا جاوے اور ان کے فہمی استعدادوں کے نزدیک اس امر کو قریب کیا جائے۔ اور یہ واسطہ وذریعہ ہے۔ وصول فیضِ الٰہی اور تجلیءِ رحمانی میں اللہ تعالیٰ کی طرف سے ملائکہ کی طرف اور ملائکہ کی طرف سے رسولوں کی طرف۔ اور وحدتِ الٰہی میں کثرت قابلاتِ فیض قادح نہیں بلکہ کثرت قوابل موجب برکات بنی آدم ہیں اور یہ امر ان کو قوت

روحانی میں مدد دیتا ہے اوران کو مجاہدات وریاضتوں میں نصرت کرتا ہے جو مناسبات کے ظہور کے باعث ہوتے ہیں جو ان کے درمیان اوران نفوس کے درمیان ہوتے ہیں۔ جو ان تک پہنچتے ہیں اور نفسِ عرش اور عقولِ مجردہ کی طرح ہوتے ہیں حتٰی کہ وہ مبدءِ اول وعلت العلل تک پہنچ جاتے ہیں۔ جب سالک جذباتِ الٰہیہ اور نسیم رحمانیہ کو دیکھتا ہے تو بہت سے حجاب قطع کر جاتا ہے۔ اور بعد مقصود وکثرتِ عقبات وآفات سے نجات پاتا اور نورِ الٰہی سے منور ہو جاتا ہے۔ اور اللہ تعالیٰ اس کو واصلین میں داخل کر دیتا ہے۔

اور اس کا وصول وشہود مع رؤیت عجائباتِ منازل ومقامات کے کامل ہو جاتا ہے۔ اور اہلِ عقل کے لئے ان معارف ونکات کا شعور نہیں ہوتا اور نہ عقل کا ان میں دخل ہوسکتا ہے اور اس قسم کے معانی پر اطلاع پانا مشکوٰۃِ نبوت وولایت سے میسّر ہوسکتا ہے۔ عقل کو ان حقائق سے بُو بھی نہیں پہنچتی۔ اور نہ کسی عاقل کی طاقت ہے کہ وہ بجز جذباتِ الٰہی اس مقام میں قدم رکھے۔

جب ارواحِ پاکیزہ کاملہ بدنوں سے جدا ہوتے اور بروجہ کمالِ روحانی میلوں کچیلوں سے پاک کئے جاتے ہیں۔ تو اللہ تعالیٰ کے حضور میں عرش کے نیچے بذریعہ ملائکہ کرام پیش کئے جاتے ہیں۔ پس وہ جدید طور پر ربوبیتِ الٰہی سے حظ وحصہ لیتے ہیں۔ جو ربوبیتِ سابقہ سے علیحدہ ومغائر ہوتی ہے اور اس کی رحمانیت سے بھی بہرہ اندوز ہوتے اور حصہ لیتے ہیں جو پہلے رحمانیت سے مغائر ہوتا ہے۔ اور اس کی رحیمیت سے بھی حصہ پاتے ہیں جو اس کی پہلی رحیمیت سے الگ ہوتی ہے اور اس کی مالکیت سے بھی بخرہ پاتے ہیں جو دنیا کے حصّہ سے مغائر ہوتی ہے۔ پس اس وقت آٹھ صفات ہو جاتے ہیں۔ جن کے آٹھ ملائکۃ اللہ باذن احسن الخالقین حامل ہیں کیونکہ ہر صفت کے لئے ایک فرشتہ مؤکل ہے جو اس صفت کے پراگندہ کرنے کے لئے بروجہ تدبیر اور اس کو برمحل خود رکھنے کے لئے پیدا کیا گیا ہے اور اسی کی طرف اللہ تعالیٰ نے اپنی کلام میں اشارہ فرمایا ہے۔ فَالْمُدَبِّرٰتِ اَمْرًا پس تم غور کرو اور غافل نہ بنو۔

آخرت میں ملائکہ حاملین کا زیادہ ہونا تجلیاتِ ربانیہ ورحمانیہ ورحیمیہ ومالکیہ کے زیادہ تجلیات

کے لئے ہے۔ کیونکہ اس جگہ محل قابلات تجلیات بہت ہوں گے۔ وجہ یہ ہے کہ نفوس مطمئنہ جب اس عالم سے منقطع ہوکر عالم ثانی کی طرف متوجہ ہوتے ہیں تو اپنی اپنی استعدادوں کے موافق ترقی کرتی ہیں تو ربوبیت ورحمانیت ورحیمیت اور مالکیت ان کی قابلیتوں واستعدادوں کے حساب پر جوش زن ہوں گے۔ چنانچہ عارفوں کے کشوف اس امر پر گواہ ہیں اگر تم ان لوگوں میں سے ہو جن کو قرآن کریم سے حصہ ملا ہے تو ایسا بیان قرآن میں بہت پاؤ گے۔ نظرِ دقیق سے دیکھو تا کہ اس شہادت کی تحقیق کو قرآنِ کریم سے پالو۔

اللہ تعالیٰ کے عرش پر بیٹھنے اور آٹھ فرشتوں کے اٹھانے کے متعلق آریوں نے بعض اعتراض کئے ہیں۔ جن کے جواب حضرت خلیفۃ المسیح نے جو دیئے ہیں وہ درج ذیل ہیں۔

سوال۔ (۱) خدا زمین وآسمان پر کرسی نشین ہے گویا ہر جگہ حاضر و ناظر ہے۔(۲) عرش پر ہے۔(۳) اس کو آٹھ فرشتوں نے اٹھایا ہوا ہے۔

الجواب۔ ”پہلا سوال محض غلط فہمی اور علومِ الٰہیہ حقہ سے ناواقفیت کا نتیجہ ہے۔ یہ ایک ایسا مسئلہ ہے کہ تمام آسمانی مذاہب اس پر متفق ہیں۔ ہاں تارکِ اسلام کو علومِ اسلامی سے نابینائی کی وجہ سے کرسی سے ٹھوکر لگی اور منہ کے بل جہالت کے گڑھے میں گرا ہے۔ سنو! ہماری مکرم کتاب صحیح بخاری میں جسے ہم کتاب اللہ کے بعد اصح الکتب مانتے ہیں۔ لکھا ہے۔

كُرْسِيُّهٗ۔ عِلْمُهٗ یعنی کرسی کے معنے علم کے ہیں۔ معنے وَسِعَ كُرْسِيُّهُ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضَ (البقرۃ:۲۵۶) کے یہ ہوئے کہ اللہ تعالیٰ کا علم تمام بلندیوں اور زمین کو وسیع ومحیط ہو رہا ہے۔ اب بتاؤ اس مسئلہ میں جو مذاہب اللہ تعالیٰ کے ماننے والے ہیں اور صفاتِ الٰہیہ کے منکر نہیں۔ ان میں کس کو کلام اور بحث ہے۔

سوال دوم۔ پر الزامی جواب کو اور سوال سوم کے الزامی کے بعد حقیقی جواب کو ملاحظہ کرو۔ تمہارے یجر وید اکتیسویں ادھیائے میں لکھا ہے۔ دیکھو نمبر ۱ ”اے منشو۔ سب پرانیوں کی ہزاروں آنکھیں ہزاروں پاؤں جس سروتر بیاپک جگ ویشور میں ہیں۔ وہ پرش ہے۔ وہ تمام بھوگول میں سب

طرف سے بیاپت یہ پانچ استھول (عناصر خمسہ) پانچ سوکھشم (حواس) یہ دس بھوت جس کے انگ ہیں اور وہ سب جگت (مخلوق) کو اولنگھ کر (کود کر) ٹھیرا ہے۔

اور منتر نمبر ۳: اس ایشور کی سب زمین وغیرہ چراچر جگت (کل مخلوق[۱۲]) ایک جزو ہیں اس جگت بنانیوالے کے تین حصہ ناش رہت مہما اپنے منور سروپ میں ہے۔

نمبر ۴: اور کہا تین حصوں والا پرمیشور سب سے اوتم سنسار سے الگ مکت سروپ نکلتا ہے۔ اس پرش کا ایک حصہ سے ایک جگت میں پھر ہر پیدائش اور پرلے کا چکر کھاتا ہے۔

نمبر ۵ میں ہے ''اس براٹ سنسار کے اوپر سردار پورن برہم رہتا ہے۔ اس کے بعد بھی وہ پہلے سے ظاہر برش جگت سے علیحدہ رہتا ہے۔'' غرض سترہ منتر تک یہی مضمون مکرّر کیا گیا ہے پہلے[۱] منتر میں یہ لفظ کہ وہ سب جگت کو اولنگھ کر ٹھیرا ہے۔ منصف انسان کے لئے قابلِ غور ہے۔ اس کا ترجمہ یہ ہے۔ کہ وہ خدا پرمیشر سب جگت کو پھاند کر ٹھہرا ہے۔ اور تیسر[۳]ے منتر کا مطلب ہے کہ خدا پرمیشور کے چار حصہ ہیں۔ ایک حصہ مخلوق میں اور تین حصہ بالاتر ہیں۔

اور نمبر ۴ کا مطلب ہے کہ پرمیشور سنسار سے الگ ہے اور اس کے تین حصہ خلق سے بالا ہیں اور نمبر ۵ میں ہے۔ اوپر پورن برہم رہتا ہے۔

اور (دیوتہ۔ امرت مانشوناش ترشئے وہام لوگ ندھیر تم) کا مطلب اور عرش پر ہے کا مطلب اگر ایک نہ ہوتو ہم ذمہ دار ہیں۔

سوال سوم: اگر قرآن کریم نے آٹھ کا ذکر کیا ہے تو وہاں فرشتوں کا تذکرہ نہیں مگر آپ کے ہاں صاف مسلم ہے کہ آٹھ دیوتا اس کے تختِ سلطنت کو اٹھا رہے ہیں۔ دیکھو ستیارتھ پرکاش صفحہ ۴۴ میں ہے کہ یاگولکیہ جی نے شاکلیۂ کو فرمایا ہے۔ آٹھ دسو یہ ہیں۔ پھر ان کی تفصیل کرتے کہا ہے کہ ان سب کو دسو اس لئے کہتے ہیں کہ ان میں یہ گنجِ کائنات محفوظ اور قائم ہے یاگولکیہ کے معتقدہ انسانی بات کو ماننا اور خدائے پاک کی بات کو نہ ماننا کیسی بے انصافی ہے۔

اور حقیقی بات سناتے ہیں۔

سنو! مسلمانوں کا یہ عقیدہ نہیں ہے۔عرش کوئی جسمانی اور مخلوق چیز ہے۔جس پر خدا بیٹھا ہوا ہے۔ تمام قرآن شریف کو اول سے آخر تک پڑھو۔ اس میں ہرگز نہیں پاؤ گے کہ عرش کوئی چیز محدود اور مخلوق ہے۔خدا نے بار بار قرآن شریف میں فرمایا ہے کہ ہر ایک چیز جو کوئی وجود رکھتی ہے اس کا میں ہی پیدا کرنے والا ہوں۔ مَیں ہی زمین آسمان اور روحوں اور ان کی تمام قوتوں کا خالق ہوں۔ میں اپنی ذات میں آپ قائم ہوں اور ہر ایک چیز میرے ساتھ قائم ہے۔ ہر ایک ذرہ اور ہر ایک چیز جو موجود ہے وہ میری ہی پیدائش ہے۔مگر کہیں نہیں فرمایا کہ عرش بھی کوئی جسمانی چیز ہے۔ جس کا میں پیدا کرنے والا ہوں۔ اگر کوئی آریہ قرآن شریف میں سے نکال دے کہ عرش بھی کوئی جسمانی اور مخلوق چیز ہے تو میں اس کو قبل اس کے جو قادیان سے باہر جائے ایک ہزار روپیہ انعام دوں گا۔ میں اس خدا کی قسم کھاتا ہوں جس کی جھوٹی قسم کھانا لعنتی کا کام ہے کہ میں قرآن شریف کی وہ آیت دکھاتے ہی ہزار روپیہ حوالہ کردوں گا۔ ورنہ میں بڑے زور سے کہتا ہوں کہ ایسا شخص خود لعنت کا محل ہوگا جو خدا پر جھوٹ بولتا ہے۔

اب ظاہر ہے کہ اس اعتراض کی بنیاد تو محض اس بات پر ہے کہ عرش کوئی علیحدہ چیز ہے جس پر خدا بیٹھا ہوا ہے۔اور جب یہ امر ثابت نہ ہوسکا تو کچھ اعتراض نہ رہا۔خدا صاف فرماتا ہے کہ وہ زمین پر بھی ہے اور آسمان پر بھی ہے اور کسی چیز پر نہیں۔ بلکہ اپنے وجود سے آپ قائم ہے اور ہر ایک چیز کو اٹھائے ہوئے ہے۔اور ہر ایک چیز پر محیط ہے۔ جہاں تین ہوں تو چوتھا ان کا خدا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۱۰ مورخہ ۷/دسمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۸۲ تا ۲۸۴)

جہاں پانچ ہوں تو چھٹا ان کے ساتھ خدا ہے اور کوئی جگہ نہیں جہاں خدا نہیں اور پھر فرماتا ہے۔

اَیْنَمَا تُوَلُّوْا فَثَمَّ وَجْهُ اللّٰهِ (البقرۃ:۱۱۶)

جس طرف تم منہ کرو اسی طرف تم خدا کا منہ پاؤ گے۔ وہ تم سے تمہاری رگِ جان سے بھی زیادہ قریب ہے۔ وہی ہے جو پہلے ہے اور وہی ہے جو آخر ہے اور سب چیزوں سے زیادہ ظاہر ہے اور وہ نہاں در نہاں ہے اور پھر فرماتا ہے۔

وَ اِذَا سَاَلَكَ عِبَادِیْ عَنِّیْ فَاِنِّیْ قَرِیْبٌ ؕ اُجِیْبُ دَعْوَةَ الدَّاعِ اِذَا دَعَانِ (البقرۃ:۱۸۷)

یعنی جب میرے بندے میرے بارے میں پوچھیں کہ وہ کہاں ہے۔ پس جواب یہ ہے کہ ایسا نزدیک ہوں کہ مجھ سے زیادہ کوئی نزدیک نہیں۔ جو شخص مجھ پر ایمان لا کر مجھے پکارتا ہے تو میں اس کا جواب دیتا ہوں۔ ہر ایک چیز کی کَل میرے ہاتھ میں ہے۔ اور میرا علم سب پر محیط ہے۔ میں ہی ہوں جو زمین و آسمان کو اٹھا رہا ہوں۔ میں ہی ہوں جو خشکی تری میں اٹھا رہا ہوں۔

یہ تمام آیات قرآن شریف میں موجود ہیں۔ بچہ بچہ مسلمانوں کا ان کو جانتا ہے اور پڑھتا ہے جس کا جی چاہے وہ ہم سے آکر ابھی پوچھ لے۔ پھر ان آیات کو ظاہر نہ کرنا اور ایک استعارہ کو لے کر اس پر اعتراض کر دینا کیا یہی دیانت آریہ سماج کی ہے۔ ایسا دنیا میں کون مسلمان ہے جو خدا کو محدود جانتا ہے۔ یا اس کے وسیع اور غیر محدود علم سے منکر ہے۔ اب یاد رکھو کہ قرآن شریف میں یہ تو کہیں نہیں کہ خدا کو کوئی فرشتہ اٹھا رہا ہے بلکہ جا بجا یہ لکھا ہے کہ خدا ہر ایک کو اٹھا رہا ہے۔ ہاں بعض جگہ یہ استعارہ مذکور ہے کہ خدا کے عرش کو جو دراصل کوئی جسمانی اور مخلوق چیز نہیں فرشتے اٹھا رہے ہیں دانشمند اس جگہ سے سمجھ سکتا ہے کہ جبکہ عرش کوئی مجسم چیز نہیں تو فرشتے کس چیز کو اٹھاتے ہیں۔ ضرور کوئی یہ استعارہ ہوگا۔ مگر آریہ صاحبوں نے اس بات کو نہیں سمجھا کیونکہ انسان خودغرضی اور تعصب کے وقت اندھا ہو جاتا ہے۔

اب اصل حقیقت سنو! کہ قرآن شریف میں لفظ عرش کا جہاں جہاں استعمال ہوا ہے۔ اس سے مراد خدا کی عظمت اور جبروت اور بلندی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو مخلوق چیزوں میں داخل نہیں کیا۔ اور خدا تعالیٰ کی عظمت اور جبروت کے مظہر چار ہیں۔ جو وید کی رُو سے چار دیوتے کہلاتے ہیں۔ مگر قرآنی اصطلاح کی رُو سے ان کا نام فرشتے بھی ہے۔ اور وہ یہ ہیں۔ اکاش جس کا نام اِندر بھی ہے۔ سورج دیوتا جس کو عربی میں شمس کہتے ہیں۔ چاند جس کو عربی میں قمر کہتے ہیں۔ دھرتی جس کو عربی میں ارض کہتے ہیں۔ یہ چاروں دیوتا جیسا کہ ہم اس رسالہ میں بیان کر چکے ہیں۔ خدا کی چار صفتوں کو جو اس کے جبروت اور عظمت کا اَتم مظہر ہیں جن کو دوسرے لفظوں میں عرش کہا جاتا ہے اٹھا رہے ہیں۔ یعنی

عالم پر یہ ظاہر کر رہے ہیں۔تصریح کی حاجت نہیں۔اس بیان کو ہم مفصل لکھ آئے ہیں اور قرآن شریف میں تین قسم کے فرشتے لکھے ہیں ۱۔ذرات اجسام ارضی اور روحوں کی قوتیں ۲۔آکاش، سورج، چاند، زمین کی قوتیں جو کام کر رہی ہیں ۳۔ان سب پر اعلیٰ طاقتیں جو جبرئیل، میکائیل وعزرائیل وغیرہ نام رکھتی ہیں جن کو وید میں جَسم لکھا ہے۔مگر اس جگہ فرشتوں سے یہ چار دیوتے مراد ہیں۔یعنی اکاش اور سورج وغیرہ جو خدا تعالیٰ کی چار صفتوں کو اٹھا رہے ہیں۔یہ وہی چار صفتیں ہیں جن کو دوسرے لفظوں میں عرش کہا گیا ہے۔اس فلسفہ کا وید کو بھی اقرار ہے مگر یہ لوگ خوب ویددان ہیں جو اپنے گھر کے مسئلہ سے بھی انکار کر رہے ہیں۔

اخیر میں سنو۔بھولوگ، انترکش، برہم لوگ جن کا ذکر منو ۲۔۲۳۳ میں ہے۔

اس کے اوپر کس کی حکومت ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۱۱ مورخہ ۱۵؍دسمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۸۵)

۲۰ تا ۳۰۔فَاَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِيَمِيْنِهٖ فَيَقُوْلُ هَآؤُمُ اقْرَءُوْا كِتٰبِيَهْ۔ اِنِّيْ ظَنَنْتُ اَنِّيْ مُلٰقٍ حِسَابِيَهْ۔فَهُوَ فِيْ عِيْشَةٍ رَّاضِيَةٍ۔فِيْ جَنَّةٍ عَالِيَةٍ۔قُطُوْفُهَا دَانِيَةٌ۔ كُلُوْا وَ اشْرَبُوْا هَنِيْٓـًٔا بِمَآ اَسْلَفْتُمْ فِي الْاَيَّامِ الْخَالِيَةِ۔وَ اَمَّا مَنْ اُوْتِيَ كِتٰبَهٗ بِشِمَالِهٖ فَيَقُوْلُ يٰلَيْتَنِيْ لَمْ اُوْتَ كِتٰبِيَهْ۔وَ لَمْ اَدْرِ مَا حِسَابِيَهْ۔يٰلَيْتَهَا كَانَتِ الْقَاضِيَةَ۔مَآ اَغْنٰى عَنِّيْ مَالِيَهْ۔هَلَكَ عَنِّيْ سُلْطٰنِيَهْ۔

ترجمہ۔پس جس کو کتاب داہنے ہاتھ میں دی گئی تو وہ کہتا پھرے گا لو آؤ میری کتاب پڑھو۔میں یقین رکھتا تھا کہ بے شک میں اپنے حساب سے ملنے والا ہوں۔پس وہ شخص تو بڑے عیش اور پسندیدہ زندگی میں ہوگا۔بلند بہشت میں۔جس کے میوے جھکے ہوئے ہیں۔ان سے کہا جائے گا کھاؤ پیو رچتا پچتا ان اعمال کے نتیجوں میں جو تم گزشتہ زمانہ میں کر چکے ہو۔اور جس کے بائیں ہاتھ میں کتاب دی گئی تو وہ کہے گا کاش مجھ کو میرا نامۂ اعمال نہ ملتا۔اور مجھے خبر بھی نہ ہوتی کہ میرا حساب

کیا ہے۔اے کاش موت میرا خاتمہ کرنے والی ہوتی۔میرے کچھ بھی کام نہ آیا میرا مال۔ مجھ سے جاتی رہی میری سلطنت۔

تفسیر۔ یَمِیْنِ۔ جو حق ہو اور جناب الٰہی کی طرف سے ہو۔

زمانہ حال کی تحقیقات میں یہ مسلم ہے کہ انسان کے جسم کے اکثر حصوں کا خون داہنی طرف سے ہی قلب میں داخل ہوتا ہے۔

ان آیات میں جزائے اعمال کے لحاظ سے آدمیوں کی دو حصوں میں تقسیم کی گئی ہے۔اصحاب الیمین۔نیکوکار لوگ جو داخل جنت ہوں گے۔اور اصحاب الشمال۔ بدکار لوگ جو داخلِ دوزخ ہوں گے۔

ھَآؤُمُ۔آؤ۔لے لو۔

بِمَآ اَسْلَفْتُمْ۔ یہ انعام جو تم کو ملا ہے۔اس کا ذریعہ وہ نیک اعمال ہیں جو تم پہلے کر چکے ہو۔

سُلْطٰنِیَہْ۔ میرے دلائل۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۱۱ مورخہ ۱۵؍دسمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۸۵، ۲۸۶)

کُلُوْا وَاشْرَبُوْا.... ۔ کھاؤ پیؤ اچھی طرح بسبب اس کے کہ تم کر چکے گئے دنوں میں۔

(فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب صفحہ ۱۷۵)

۳۹ تا ۴۴۔ فَلَآ اُقْسِمُ بِمَا تُبْصِرُوْنَ۔ وَ مَا لَا تُبْصِرُوْنَ۔ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ کَرِیْمٍ۔ وَّ مَا هُوَ بِقَوْلِ شَاعِرٍ ؕ قَلِیْلًا مَّا تُؤْمِنُوْنَ۔ وَ لَا بِقَوْلِ کَاهِنٍ ؕ قَلِیْلًا مَّا تَذَکَّرُوْنَ۔ تَنْزِیْلٌ مِّنْ رَّبِّ الْعٰلَمِیْنَ۔

ترجمہ۔ تو میں قسم کھاتا ہوں جو تم دیکھتے ہو۔اور اُن کی جو تم نہیں دیکھتے۔کہ بے شک یہ قرآن شریف رسول کریم کی تلاوت کی چیز ہے۔اور یہ کسی شاعر کا قول نہیں۔تم لوگ تو بہت کم یقین رکھتے ہو۔نہ کسی کاہن کا قول ہے تم تو بہت ہی تھوڑا سمجھتے ہو۔رب العالمین کا اتارا ہوا ہے۔

تفسیر۔ اُقْسِمُ۔ اس جگہ اللہ تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت کے دلائل قسم

کے رنگ میں بیان فرمائے ہیں۔

قرآن شریف میں جہاں کہیں قسموں کا ذکر ہوتا ہے۔اس کی تہہ میں کوئی نہ کوئی بڑی بڑی حکمت خدا تعالیٰ نے رکھی ہوتی ہے۔وہ حکمت جاہلوں ، عالموں ، صوفیوں سب کے لئے ہوتی ہے اور سب کے واسطے یہ قسمیں فائدہ بخش ہوتی ہیں۔

عام لوگوں کی فطرتوں میں اور بالخصوص اہلِ عرب کے دلوں میں یہ بات مرکوز ہے کہ جو شخص جھوٹی قسمیں بہت کھاتا ہے وہ برباد ، ذلیل ، ناکام اور نامراد ہو جاتا ہے۔

ایک طرف تو مشرکینِ عرب آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو کافر سمجھتے تھے۔دوسری طرف ان کی زبان سے یہ قسمیں سنتے تھے۔اس سے ثابت ہوا کہ یہ قسمیں کھانیوالا اگر جھوٹا ہوتا تو ضرور تباہ ہو جاتا۔لیکن جبکہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی کامیابیاں دن بدن ترقی پذیر تھیں تو ان سے ثابت ہوا کہ یہ راست باز ہے۔

فلاسفروں کو ان قسموں سے یہ فائدہ ہوا کہ جہاں کہیں قرآن کریم میں قسم کھائی جاتی ہے۔اس کی تہ میں فلسفیانہ ثبوت ضرور ہوتا ہے۔اس جگہ فَلَآ اُقْسِمُ میں یہ بات ہے کہ نبی کریمؐ کے ساتھ اہلِ عرب میں سے کس قسم کے اور کس مزاج کے لوگ شامل ہوتے تھے اور کس طرح حضرت نبی کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے جھنڈے کے نیچے لوگ جمع ہوتے رہے۔اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ تم نے کیا دیکھا نہیں کہ تم میں سے کام کے شخص........اس کے ساتھ ملتے جاتے ہیں۔آیا اس کو کامیابی حاصل ہو رہی ہے یا نہیں۔یہ اس بات کا ثبوت ہے کہ اِنَّهٗ لَقَوْلُ رَسُوْلٍ كَرِيْمٍ۔

قسم قائمقام شہادت کے ہوتی ہے۔اور قرآن شریف کی قسمیں ان امور پر دلائل ہیں جن کے لئے وہ کھائی گئی ہیں۔مرئی اور مشہود اشیاء اور غیر مرئی اشیاء غرض بجمیع الاشیاء یہ شہادت پیش کی گئی ہے کہ یہ نبی سچا رسول ہے۔

شَاعِرٍ۔یہ شخص شاعر نہیں کیونکہ شاعر مُنہ سے کہتا ہے۔خود کرتا کچھ نہیں۔آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے جو تعلیم پیش کی خود اس پر عمل کر کے دکھا دیا۔

شاعر کبھی کوئی ایسا نہیں گزرا کہ جس کے کلمات اور اشعار پیشگوئیوں پر مبنی ہوں جو پوری ہوجائیں۔

شاعر کے کلام کا اثر آنی ہوتا ہے۔لیکن قرآن شریف کا اثر دیرپا ہے۔

کَاهِنٍ ۔کہانت کرنے والا۔اسپر یچولزم کا ماہر۔یہ لوگ بڑے بڑے مجاہدات اور ریاضات سے ایک علم حاصل کرتے ہیں۔مگر ان کی اکثر باتیں جھوٹی ہوتی ہیں اور ان کے کلمات میں دروغ بہت شامل ہوتا ہے۔ (ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۱۱ مورخہ ۱۵ر دسمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۸۶)

یہ بات ہے ایک پیغام لانے والے سردار کی اور نہیں یہ بات کسی شاعر کی تم تھوڑا یقین کرتے اور نہ یہ بات کاہن کی تم تھوڑا دھیان کرتے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب صفحہ ۳۴)

کوئی جھگڑے کی بات نہیں۔ہم شہادت پیش کرتے ہیں ان امور کو جو تم دیکھتے ہو اور پھر ان کو جو ابھی ظہور میں نہیں آئے اور تم نہیں دیکھتے جس سے ثابت ہوجائے گا کہ یہ قرآن مجید کسی کے خیالی پلاؤ نہیں۔بلکہ ایک معزز پیغمبر کے ذریعہ پہنچا ہے۔اور رب العالمین کا نازل شدہ کلام ہے۔

(تشحیذ الاذہان جلد ۷ نمبر ۵۔ماہ مئی ۱۹۱۲ء صفحہ ۲۳۰)

۴۵ تا ۴۸۔ وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ۔ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ۔ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ۔ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حٰجِزِيْنَ۔

ترجمہ۔ اور اگر کوئی بات بنالاتا یہ پیغمبر ہم پر خود۔تو ہم پکڑ لیتے اس کا داہنا ہاتھ۔پھر کاٹ ڈالتے اُس کی رگِ گردن۔پھر تم میں کوئی بھی اس کو روک نہیں سکتا (یعنی اس کے قتل کو)۔

تفسیر۔ تَقَوَّلَ ۔ جھوٹی بات بنانا۔

اس میں اس پیشگوئی کی طرف بھی اشارہ ہے جو توریت میں مثیلِ موسیٰؑ کے لئے کتاب استثناء باب ۱۸ میں مذکور ہے کہ اس نبی کی صداقت کا یہ نشان ہے کہ اگر وہ افتراء کرے گا تو قتل کیا جاوے گا۔ یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت کی ایک دلیل ہے کہ نہ وہ قتل ہوئے۔نہ ناکام رہے اور اس طرح پر آئندہ کے لئے ہر صادق مامور کے واسطے یہ ایک نشان ہوا کہ کوئی مفتری علی اللہ افتراء کر

کے ۲۳ سال تک زندہ نہیں رہ سکتا۔

وَتِیْن۔وہ رگ ہے جو قلب سے سر کو جاتی ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۱۱ مورخہ ۱۵؍ دسمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۸۶)

باری تعالیٰ بڑا ثبوت آنحضرتؐ کی نبوت کی صداقت کا دیتا ہے۔وَ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ۔ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ۔ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ۔[1] یعنی اگر یہ شخص جھوٹا رسول ہوتا۔تو بیشک قتل کیا جاتا ، تباہ ہو جاتا ، مارا جاتا۔کیونکہ خداوند خدا پہلے سے اپنے برگزیدہ نبی موسیٰؑ کی معرفت اپنے اس اولوالعزم نبی کی بابت ارشاد اور وعدہ فرما چکا تھا۔اور اس سچے نبیؐ کی صداقت نبوت کی پہچان بھی بتا چکا تھا کہ وہ زندہ رہے گا۔ہاں وہ سلامت رہے گا۔اور اس کے مخالفین معبودانِ باطل کے عابد ہلاک ہو جاویں گے۔ (فصل الخطاب لمقدمہ اہل الکتاب حصّہ دوم صفحہ ۲۵۲)

میرے سامنے بعض نادانوں نے یہ عذر پیش کیا ہے کہ مفتری کے لئے مہلت مل جاتی ہے۔ قطع نظر اس بات کے کہ ان کے ایسے بیہودہ دعوٰی سے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت اور آپؐ کی نبوت پر کس قدر حرف آتا ہے۔قطع نظر اس کے ان نادانوں کو اتنا معلوم نہیں ہوتا کہ قرآن کریم کی پاک تعلیم پر اس قسم کے اعتراف سے کیا حرف آتا ہے۔اور کیونکر انبیاء ورسل کے پاک سلسلہ پر سے امان اٹھ جاتا ہے۔پوچھتا ہوں کہ کوئی ہمیں بتائے کہ آدمؑ سے لے کر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تک اور آپؐ سے لے کر اس وقت تک کیا کوئی ایسا مفتری گزرا ہے جس نے یہ دعوٰی کیا ہو کہ وہ خدا کی طرف سے مامور ہو کر آیا ہے۔اور وہ کلام جس کی بابت اس نے دعوٰی کیا ہو کہ خدا کا کلام ہے۔اس نے شائع کیا ہو اور پھر اسے مہلت ملی ہو۔قرآن شریف میں ایسے مفتری کا تذکرہ یا نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاک اقوال میں پاک لوگوں کے بیان میں اگر ہوا ہے تو دکھاؤ کہ اس نے تَقَوَّلَ عَلَی اللہ کیا ہو اور بچ گیا ہو۔مَیں دعوٰی سے کہتا ہوں کہ وہ ایک مفتری بھی پیش نہ کر سکیں گے۔مہلت کا زمانہ میرے نزدیک وہ ہے جبکہ مکہ میں اللہ تعالیٰ کا کلام نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم

[1] اور اگر یہ رسول ہماری نسبت جھوٹی باتیں بناتا تو ضرور ہم اس کا داہنا ہاتھ پکڑتے پھر اس کی رگِ حیات کو کاٹ ڈالتے۔

پر یوں نازل ہوا۔ لَوْ تَقَوَّلَ عَلَيْنَا بَعْضَ الْاَقَاوِيْلِ۔ لَاَخَذْنَا مِنْهُ بِالْيَمِيْنِ۔ ثُمَّ لَقَطَعْنَا مِنْهُ الْوَتِيْنَ۔ فَمَا مِنْكُمْ مِّنْ اَحَدٍ عَنْهُ حَاجِزِيْنَ۔ اگر یہ رسول کچھ اپنی طرف سے بنالیتا اور کہتا کہ فلاں بات خدا نے میرے پر وحی کی ہے۔ حالانکہ وہ اس کا اپنا کلام ہوتا۔ نہ خدا کا۔ تو ہم اسے دائیں ہاتھ سے پکڑ لیتے اور پھر اس کی رگِ جان کاٹ دیتے۔ اور کوئی تم میں سے اس کو بچا نہ سکتا کیسا صاف اور سچا معیار ہے کہ مفتری کی سزا ہلاکت ہے۔ اور اسے کوئی مہلت نہیں دی جاتی یہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی سچائی کی کیسی روشن دلیل اور ہر صادق مامور من اللہ کی شناخت کا کیسا خطا نہ کرنے والا معیار ہے۔ مگر اس پر بھی نادان کہتے ہیں کہ نہیں مفتری کو مہلت مل جاتی ہے!!!

یہ آیت مکہ میں نازل ہوئی۔ اب کیا مشکل ہے جو ہم اس زمانہ کو جو مفتری کے ہلاک ہونے اور راست باز کے راست باز ٹھہرائے جانے پر بطور معیار ہوسکتا ہے۔ سمجھ لیں۔

اس آیت کے نزول کا وقت صاف بتاتا ہے۔ مگر اندھوں کو کون دکھا سکے۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم جبکہ جامع جمیع کمالات تھے۔ آپؐ کی امت ان تمام برکات اور فیوض کی جامع ہے۔ جو پہلی امتوں پر انفرادی طور پر ہوئے اور آپؐ کے اعداء تمام خسرانوں کے جامع جو پہلے نبیوں کے مخالفوں کے حصہ میں آئے۔ یہی وجہ ہے کہ اللہ تعالیٰ جب سورۂ شعراء میں ہر نبی کا قصہ بیان فرماتا ہے تو اس کے بعد فرماتا ہے اِنَّ رَبَّكَ لَهُوَ الْعَزِيْزُ الرَّحِيْمُ۔ (الحکم جلد ۶ نمبر ۳ مورخہ ۲۴؍جنوری ۱۹۰۲ء صفحہ ۶)

غرض یہ آیت لَوْ تَقَوَّلَ والی ہر ایک مفتری اور صادق مامور من اللہ میں امتیاز کرنے والی اور صادق کی صداقت کا کامل معیار ہے۔ لیکن اگر کوئی نادان یہ کہے کہ اس سے تاریخ کا پتہ کیونکر لگائیں اور میعاد مقررہ کیونکر معلوم ہو؟ مَیں کہتا ہوں۔ ان امور کے لئے اسی قدر کافی ہے کہ یہ آیت مکی ہے۔ اگر اس پر بھی کوئی یہ کہے کہ مکی اور مدنی آیتوں کا تفرقہ مشکلات میں ڈالتا ہے اور اصطلاحات میں اب تک بھی اختلاف چلا آتا ہے تو میں کہتا ہوں۔ اس سے بھی ایک آسان تر راہ ہے۔ اور وہ یہ ہے کہ تم اس آیت کو آخری آیت ہی تجویز کرلو پھر بھی تم کو ماننا پڑے گا کہ تئیس برس تک خیر الرسل صلی اللہ علیہ وسلم کی صداقت عظمت و جبروت، عزت و وجاہت، تائید و نصرت، دشمن کے خسران کے لئے ایک

فیصلہ کن امر ہے۔اب بتاؤ کہ کیا حجت باقی رہی؟ مکی مدنی کا فیصلہ نہ کرو۔اصطلاحات کے تفرقہ میں نہ پڑو۔اس تئیس۲۳ سال کی عظیم الشان کامیابیوں کا کیا جواب دو گے۔پس بہرحال ماننا پڑے گا کہ اس قدر عرصہ دراز تک جو چوتھائی صدی تک پہنچتا ہے۔ اللہ تعالیٰ مفتری کو مہلت نہیں دیتا۔ ایک راست باز کی صداقت کا پتہ اس کے چہرہ سے۔اُس کے چال چلن سے، اُس کی تعلیم سے، ان اعتراضوں سے جو اس پر کئے جاتے ہیں۔اس کے ملنے والوں سے لگ سکتا ہے۔لیکن اگر کوئی نادان ان امور سے پتہ نہ لگا سکے تو آخر ۲۳ سال کی کافی مہلت اور اُس کی تائیدیں اور نصرتیں اس کی سچائی پر مہر کر دیتی ہیں۔میں جب اپنے زمانہ کے راست باز کے مخالفوں اور حضرت نوح علیہ السلام کے مخالفوں کے حالات پر غور کرتا ہوں تو مجھے اس زمانہ کے مخالفوں کی حالت پر بہت رحم آتا ہے کہ یہ اُن سے بھی جلد بازی اور شتاب کاری میں آگے بڑھے ہوئے ہیں۔وہ نوح علیہ السلام کی تبلیغ اور دعوت کو سن کر اعتراض تو کرتے ہیں مگر ساتھ ہی یہ بھی کہتے ہیں فَتَرَبَّصُوْا بِهٖ حَتّٰى حِيْنٍ چندے اور انتظار کر لو۔مفتری ہلاک ہو جاتا ہے۔اس کا جھوٹ خود اس کا فیصلہ کر دے گا۔مگر یہ شتاب کار نادان اتنا بھی نہیں کہہ سکتے۔العجب! ثم العجب!! (الحکم جلد ۶ نمبر ۴ مورخہ ۳۱؍جنوری ۱۹۰۲ء صفحہ ۶۔۷)

۴۹۔ وَ اِنَّهٗ لَتَذْكِرَةٌ لِّلْمُتَّقِيْنَ۔

ترجمہ۔اور بے شک قرآن نصیحت اور یادگار ہے متقیوں کے لئے۔

تفسیر۔ تَذْكِرَةٌ۔ یادرکھنے کے لائق۔یاددِہ۔

یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت کا ثبوت ہے کہ جو کلام آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے پیش کیا ہے۔وہ ایک متقی جماعت بناتا ہے اور ایک تاریخی قوم پیدا کرتا ہے۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۱۱ مورخہ ۱۵؍دسمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۸۶)

۵۰۔ وَ اِنَّا لَنَعْلَمُ اَنَّ مِنْكُمْ مُّكَذِّبِيْنَ۔

ترجمہ۔اور ہم جانتے ہیں جو تم میں سے جھٹلانے والے ہیں۔

تفسیر۔ مُکَذِّبِیْنَ ۔ یہ بھی آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی صداقت کی دلیل ہے کہ آپ کے مخالف جھوٹے ہیں۔اور جو باتیں آنحضرتؐ کے متعلق کہتے ہیں۔ان میں جھوٹے ثابت ہوتے ہیں۔

(ضمیمہ اخبار بدر قادیان جلد ۱۱ نمبر ۱۱ مورخہ ۱۵؍دسمبر ۱۹۱۱ء صفحہ ۲۸۶)



انڈیکس

انڈیکس مضامین

(حقائق الفرقان جلد پنجم)

ب۔پ۔ت۔ث

ر۔ز

س۔ش

ف۔ق

فضائل القرآن

اسماء القرآن

نزول

جمع و ترتیب

قرآن کریم کا اٹھ جانا اور دوبارہ نزول



اسماء

ع

عبادت

اخلاق

صداقت

و۔ہ۔ی



مقامات

ا

ب۔پ۔ت



کتابیات

حدیث

جامع صحیح بخاری
صحیح بخاری کو ہم کتاب اللہ کے بعد اصح الکتب مانتے ہیں
صحیح مسلم
شرح مسلم للنووی
ابوداؤد
ابن ماجہ
نسائی
دارقطنی
الدرالمنثور
بیہقی

تفسیر

تفسیر ابن کثیر
اتقان
بزّاز
بحر محیط
تفسیر البیضاوی
روح المعانی
تفسیر عینی
فتح البیان
تفسیر کبیر للرازی
تفسیر معالم التنزیل
موضع القرآن از شاہ عبدالقادر
منتخب الکلام
حل الاشکال

کتب حضرت مسیح موعود علیہ السلام

آئینہ کمالات اسلام
ازالہ اوہام
انوار الاسلام
براہین احمدیہ
تصدیق براہین احمدیہ از حضرت خلیفۃ المسیح الاوّل
توضیح مرام

حقیقۃ الوحی

سرمہ چشم آریہ

سناتن دھرم

شحنۂ حق

فتح اسلام

کتاب البریہ

کرامات الصادقین

کشتی نوح

تصوف

عوارف المعارف للشیخ شہاب الدین السہر وردی

الفتح الربانی للسید عبدالقادر جیلانی

فتوح الغیب للسید عبدالقادر جیلانی

لغت

صحاح جوہری

قاموس

قاموس اللغہ

المفردات لغریب القرآن

تاریخ وجغرافیہ

ابن ہشام

ابن خلدون

شاہ نامہ فردوسی

معجم البلدان

کتب ہندو مذہب

وید

یجر وید

سام وید

منوشاستر

ستیارتھ پرکاش

کتب عیسائیت

تورات

بائبل کتاب یسعیاہ

انجیل

انجیل یوحنا

تشریح التثلیث مصنفہ پادری ڈی ڈبلیو۔تھامس

تحقیق الایمان از پادری عمادالدین

اندرونہ بائبل

عدم ضرورت قرآن از پادری ٹھاکرداس

میزان الحق از پادری فنڈر

متفرق

فتاویٰ عالمگیری

خطبات الاحمدیہ از سرسید احمد خان

مثنوی میر حسن

